تلوارِ اسلام

88

جلد اوّل

مصنّفہ حاجی مولوی محبُوب عالم صاحب صاحب مرحُوم و مغفور

جسے

پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۴۴ء مین

مولوی عبدالمجید صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے طبع کرکے شائع کیا

YTAGAYAM

Price Rs. 4/-

۲۹۷۵۰۷
ت ۲۵
۳۵۹۴

DATA ENTERED

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ تلوار و اسلام

معرکۂ آرا تحریر کی آمد آمد

بیس پچیس سال سے راقم الحروف کو خیال پیدا ہوا کہ ابنائے زماں اور خصوصاً میرے ہموطن و ہمعصر اخبار نویس مذہب اسلام پر بہت سے ایسے الزام لگاتے رہتے ہیں کہ جن کا وہ سزاوار نہیں مسلمان اخبار نویسوں سے بھی بعض فروگذاشتیں ہو جاتی ہیں، لیکن اسلام پر اس سے بہت زیادہ الزام لگائے جاتے ہیں کہ جن کا وہ کسی طرح بھی سزاوار ہو سکتا ہے خصوصاً مسلمان بادشاہان ہند کے طریقہ حکومت پر ہر کس و ناکس عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنے کو اٹھ کھڑا ہوتا ہے ہر چند کہ نکتہ چیں خود اس کا اہل نہیں ہوتا ؎

ہر بے ہنر نے حسن پرستی شعار کی ❀ اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

سچ تو یہ ہے کہ اسلام بجائے خود بالکل بے عیب ہے اور اس کے اہل اسلام بھی کبھی کبھی کفری لغزشیں ہو جاتی ہیں، یا ہو گئی ہیں، یا نکتہ چیں کے تصور فہم نے اسلام کے ذمہ لگا دی جاتی ہیں ؎

اسلام بذات خود ندارد عیبے ❀ ہر عیب کہ ہست در مسلمانی ہست

اپنی عمر بھر کی پیشہ اخبار نویسی کی مصروفیت کے دوران میں میں نے اخبارات سے ایسے بہت سے مضامین جمع کر رکھے تھے جن کی نسبت کچھ تردید کچھ ابطال و غیرہ یا اسلامی بے تعصبی کی تائید کی مثالیں موجود تھیں لیکن اپنی مصروفیات دیگر و ہماہمی زندگی کی وجہ سے اس کام کو ترتیب نہ دے سکا تھا کہ یکایک ایک روز ۳۰ ستمبر ۱۹۳۵ء میں ایک موج اچنبی طرح چل بھیر کر دائیں آنکھ میں کچھ اضطراب معلوم ہوا۔ جو دو سرے تیسرے روز اسقدر بڑھا کہ ایک خوفناک آنکھوں کی بیماری کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور مجھے ڈاکٹر شنڈت بی این کول صاحب متخصص معالجہ چشمان کے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا، جہاں میں چند ماہ تک اُن کے زیر علاج رہا اس بیماری کا انگریزی نام ہر پیز آپتھلمک ہے جسے عربوں نے شبلہ کا نام دیا ہے۔ شروع میں تو مرض نہایت خطرناک نہ تھا اور ایک آنکھ کا ورم تمام چہرے پر پھیل کر ہولناک ہو گیا تھا لیکن ڈاکٹر کول صاحب کی کوشش اور اُن کے مشیر ڈاکٹروں کی توجہ سے خطرہ اور مشکل کا وقت گذر گیا اور میں سوا ماہ کے بعد ہسپتال سے رخصت کر دیا گیا اگر دو تین ماہ تک آنکھ زیر علاج رہی اور میں سب حمول لاہور کی گرمی سے بچنے کے لئے کشمیر کو چلا گیا، اگرچہ امید بائیں آنکھ میں صحت ہو جانے کے بجائے جو کمزوری بہت بصارت

Marfat.com

موجود تھی نزول الماء شروع ہو جانے سے وہ بھی جاتی رہی اور میرا مدار صرف دائیں آنکھ پر رہ گیا، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دائیں آنکھ کی بصارت اچھی تھی، لیکن چونکہ تمام لکھنے پڑھنے یا چلنے پھرنے کا مدار اسی پر تھا، اس لیئے ڈاکٹر صاحب مجھے برابر تاکید کرتے رہے کہ میں اس پر زیادہ زور نہ ڈالوں۔

ان حالات میں مجھے خیال ہوا کہ اسلامی بے تعصبی پر شہادتیں یا نوٹ جو میں نے جمع کر رکھے تھے وہ رائیگاں جائیں گے، جس طرح ہو سکے انھیں کسی صورت میں جمع کر دیا جائے، میں اس مسودہ کو کشمیر میں اپنے ساتھ لے گیا لیکن جب بھی اس کام پر توجہ کی آنکھ کی بیماری اور کمزوری مانع ہوئی، اس پر بھی میں کشمیر کے دو مرتبہ تفریحی سفروں میں اُسے ساتھ لیئے لیئے پھرا، اور ان حالات میں جیسا کچھ ادھورا سا کام ہو سکتا ہے نہ کرنے کی نسبت اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں

میری غرض صرف مسلمانوں پر ہر کس و ناکس جو طعن و رد اذکر تا ہے اس کی تردید ہے۔ میری نیت صرف غلط فہمی اور ناجائز الزام کو دور کر کے اصلاح اور رفع شر کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ زیادہ تر ان اوراق میں اقتباسات کتابوں، رسالوں اور اخباروں وغیرہ سے جمع کیئے گئے ہیں یعنی خود حتی الوسع کوئی اعتراض یا ایذا دہ سخت یا ناگوار بیان میں نہیں کیا۔ اگر اقتباسات میں کوئی ناگوار لفظ درج ہو گیا ہو تو میں معذور ہوں اور حتی الوسع جوابات میں بھی بہت نرمی اختیار کی ہے۔ اُمید ہے ناظرین کرام میری معذوری اور مجبوری کا لحاظ رکھیں گے۔

اصل غرض میری یہ تھی کہ اسلام کی اصلی غرض جو میری سمجھ میں آئی ہے اُسے مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کی خدمت میں پیش کر دوں، یعنی کہ اسلام کا منشا سب سے نرمی کا برتاؤ کرنا ہے، اگر غور سے اس کے سب پہلوؤں پر غور کیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے، مسلمانوں اور اہل کتاب کے مختلف فرقے تو ایک طرف رہے، کافروں اور ذمیوں تک سے رفق مدارات کا سلوک مدنظر رکھا گیا ہے۔ تو یا ذمیوں کے سلوک کو دیکھ کر انصاف کیجئے۔ عہد سعادت اور خلفائے راشدین کے باب میں حضور سرور عالم اور صحابہ کبار کے اقوال و افعال کو بغور ملاحظہ فرمایئے پھر اسکے بعد ذمیوں سے سلوک کی تفصیل پڑھیئے پھر سلاطین اسلام عرب، ترک، مغل وغیرہ وغیرہ کے سیکڑوں سال کی حکومت کے حالات مطالعہ فرمایئے، ممکن ہے کہ انسانی کمزوری کہیں کہیں نمودار ہوئی ہو لیکن عام حالات اور نمایاں تاریخی شہادتوں کو دیکھیئے اور ان سے نتیجہ نکالیئے کہ یہ تعصبی اور زبردستی کی پالیسی کا کیسا سلسلہ وار مدنظر رکھا گیا ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید کا یہ اہم حکم دیکھیئے اور مصلحت پر غور فرمایئے جو لا اکراہ فی الدین میں چھپی ہے۔ حضرت عمر نے اپنے ایک کافر غلام اسحٰق نامی کو ایک موقعہ سختی سے فرمایا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ اور اس نے جواب دیا کہ لا اکراہ فی الدین" کا خیال فرما کر آپ مجھے سختی سے اتنا بھی نہیں کہہ سکتے۔ تو حضرت عمر خود خجل ہو کر خاموش ہو گئے۔

سلطان محمود غزنوی یا اورنگ زیب عالمگیر یا کسی اور مسلمان سلطان جہانگیر یا کشور کشا نے منشائے اسلام

Marfat.com

کے خلاف کوئی غلطی یا خلاف ورزی کی ہو تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ لیکن مسلمان سلاطین نے بھی اپنے زمانوں کے مقابلے میں حیرت ناک بردباری اور انصاف اور معدلت کے سلوک کیئے ہیں، ترکوں نے یورپ میں عیسائیوں اور یہودیوں سے اور ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں اور سکھوں وغیرہ سے جس مصالحت اور بردباری اور فیاضی کے سلوک کیئے ہیں اس کی صدہا مثالیں ان اوراق میں بھی جمع کی گئی ہیں۔

ہندوستان میں اغیار کا ایک بڑا اعتراض اسلام یا اہل اسلام سلاطین و اکابر پر یہ ہے کہ مسلمان سلاطین و امراء نے بہت سے ہندوؤں کو مسلمان بنایا ہے۔ مگر ہر منصف مزاج انصاف پسند شخص سمجھ سکتا ہے کہ کم و بیش بارہ تیرہ سو سال کے ہندوستان سے اسلامی تعلقات سے اگر قریباً آٹھ کروڑ مسلمان اس ملک میں پیدا ہو گئے ہیں، یا کم و بیش چالیس بیالیس کروڑ مسلمان تمام دنیا میں اس وقت موجود ہیں تو ٹھنڈے دل سے سوچنے سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ سوا اکراہ کے ہی اسلام کا اس قدر ترقی کر سکنا ممکن ہے۔ ذرا دیکھیے کتنے مختصر سے عرصہ میں کتنے عیسائی پیدا ہو گئے ہیں۔ مذہب اسلام کا سہل اور متاثر ہونا ہی تو ایسا سبب ہے کہ جو اپنا اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام شروع میں ہی تو حیرت ناک سرعت سے پھیلا تھا، حضور پیغمبر اسلام اور ان کے رفقائے کبار کے عہد میں ہی اس کا شہرہ چار دانگ عالم میں ہو گیا، بڑے بڑے اہل اللہ اور صوفی بزرگوں نے اسلام کا مشنری کام شروع کر دیا۔ جو نادان لوگ اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا الزام لگاتے ہیں انھوں نے غالباً کبھی یہ نہیں سوچا کہ چین اور جاوا، سٹریٹ سٹلمنٹ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں جہاں شروع سے لیکر اب تک ایک مسلمان سپاہی یا سپہ سالار بھی نہیں گھسا وہاں کس طرح کروڑوں مسلمان اس وقت موجود ہو گئے ہیں، اگر ایسے معترض انصاف پسند ہوں تو ہمیشہ کے لیئے خاموش ہو جاویں۔

باوجودیکہ مسلمان سلاطین نے ہندوستان میں بھی کوئی باضابطہ محکمہ ہندوؤں کو مسلمان کرنے کا اسلامی حکومت کے زور اور طاقت کے زمانہ میں بھی قائم نہیں کیا تھا۔ مگر اس پر بھی مسلمانوں پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کو مسلمان کیا، اگر ہندو عہد کی تاریخ ہندوستان میں موجود نہیں ہے تو کیا ہرج ہے عہد اسلامی کی تاریخ سے ذرہ باتوں کی مفصل تاریخ موجود ہے۔ مگر ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی تفصیل کہیں موجود نہیں۔ کوئی صاحب ایسے ہوں تو اطلاع دیں۔ بیچارے اورنگ زیب عالمگیر پر بعض ہندو صاحبان بہت سے الزام لگاتے ہیں کہ وہ سخت متعصب تھا مگر اب جبکہ سرجادوناتھ سرکار نے اس کے عہد کے مفصل حالات ہر قسم کی نکتہ چینی کے ساتھ چھاپ دیئے ہیں، اس کے روزانہ احکام اور فرامین بھی شائع کر دیئے ہیں۔ مگر یہ کہیں سے پتہ نہیں لگتا کہ اس نے مسلمان کرنے کے محکمہ کا کیا نام تھا؟ وہ کس شہر میں قائم تھا؟ کون کون اس کے افسر تھے؟ اس کا کیا خرچ تھا؟ وغیرہ وغیرہ اس کا اپنے باپ اور بھائیوں بھتیجوں سے سلوک اور سلطنت پر قبضہ کرنے کے واقعات بالکل دوسری بات ہے۔ جو لوگ اس کی ان باتوں پر معترض ہیں وہ خدا کے لیئے اتنا انصاف تو کریں کہ تاریخ ہند میں ایسا محنت کش انصاف پرور

Marfat.com

اور شب و روز بندگان خدا کی خدمت کرنے والا، اور دوسرا بادشاہ یا راجہ کونسا گذرا ہی؟ جن یورپینوں نے اورنگ زیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہی اس کی کھلی عدالتوں میں روزانہ محنت اور جفاکشی دیکھ کر دنگ رہ گئے ہیں۔

افسوس ہی کہ جیسا میرا ارادہ ان اوراق میں اسلام اور اہل اسلام پر سے اعتراضات دور کرنے کا تھا اور جیسے کہ میں نے صدہا کتابوں اور رسالوں میں نشان کر رکھے تھے۔ بوجہ اپنی نظر کی کمزوری کے میں اُن سے کام لینے کے لائق نہیں ہو سکا، تاہم جس قدر کم و بیش یادداشتیں میں نے ان اوراق میں بڑی بھی صورت میں جمع کر دی ہیں ناظرین انہیں بنظر انصاف دیکھیں اور اُن سے مناسب نتیجے نکالیں۔ کاش اگر نظر میری زیادہ مدد کرتی تو میں ان یادداشتوں کو زیادہ بہتر صورت میں مرتب کرتا، اب تو سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جابجا سے جو اعتراض یا جوابات جمع کیئے ہیں اور مثالیں اور حکایتیں فراہم کی ہیں وہ اچھی طرح مرتب نہیں ہو سکیں۔ اب تو میرا دل گواہی دیتا ہی کہ اس پر بھی مثل صادق آسکتی ہی "کہیں کی اینٹ اور کہیں روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا" اقتباسات کی بھرمار کی وجہ سے بہت سا مزید سامان شامل نہیں کیا جا سکا۔ اگر میری عمر نے وفا نہ کی تو مجھے اُمید ہی کہ میرا لڑکا میاں عبدالمجید میرے اس مسودہ کو ضرور کتابی صورت میں طبع کر دے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے التجا ہی کہ وہ اس میں برکت دے اور اس تھوڑے سامان کو بہت بڑے نتائج کا حامل ثابت کرے۔ وما توفیقی الا باللہ

(بندہ گنہگار محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور)

پبلشر کی معذرت

تاریخ رواداری اسلام کا مسودہ کیونکہ بہت طویل ہی اور بارہ سو صفحات تک پھیلا ہوا ہی، اور زمانہ جنگ میں کاغذ کی قلت کی وجہ سے تمام طبع نہیں ہو سکا صرف تین سو صفحات تک چھاپ کر اس کو جلد اول میں ختم کر دیا ہی، باقی نو سو صفحات آئندہ دو جلدوں میں جنگ کے بعد کاغذ دستیاب ہونے پر طبع کیئے جائیں گے، اور اگر اس دوران میں کاغذ کنٹرول ریٹ پر دستیاب ہو گیا تو اس کو بھی طبع کرنے کی کیجائے گی۔ اُمید ہی ناظرین پہلی جلد کے بعد دیگر جلدوں کی طباعت کے انتظار سے پریشان نہ ہونگے۔ کتاب کے بقیہ ابواب بڑے دلچسپ اور تاریخی معلومات سے بھرپور ہیں۔

عبدالمجید پرنٹر و پبلشر

(۱۲ اگست ۱۹۴۴ء کو کتاب ناقی پریس پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور میں چھپی)

Marfat.com

سبب تالیف کتاب ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلیبی جنگوں کے ذریعہ سے مسلمانوں اور یورپ کے عیسائیوں کے درمیان پہلے پہل براہ راست ٹکر ہوئی۔ جبکہ مسلمان بیت المقدس پر قابض ہو چکے تھے۔ پیٹر نامی ایک فصیح البیان راہب نے تمام یورپ میں پھر پھر کر ہر جا و بیجا آگ لگا دی کہ عیسائیوں کے مقدس مقامات مثل بیت المقدس[1] اور کنیسۃ القیامۃ پر مسلمان قابض ہو گئے ہیں۔ ان کو ان مقامات سے نکال دینا چاہیئے۔ اس پر تمام یورپ اور انگلستان[2] کے کئی بادشاہ اور شہزادے پہلی مرتبہ تیرہ لاکھ عیسائی مذہبی مجاہدوں کا لشکر لیکر ارض مقدس پر چل پڑے۔ اور کم و بیش دو سو سال تک صلیبی جنگ جاری رہی۔ آخر کار تاریخ اسلام کے ایک زبردست مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان سب کو شکست شکست دیتے ہوئے انکا خاتمہ کر دیا۔ یورپ میں اس زمانہ میں بیت المقدس کی نسبت مذہبی جنون کا یہ عالم تھا کہ ایک مہم صرف انگلستان کے ہزارہا بچوں[3] کی بیت المقدس کو چھڑانے کے لئے روانہ ہو پڑی۔ جو بیچارے سرد ممالک منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں تمام و کمال برباد ہو گئی۔

گو صلیبی جنگوں کا تو مسلمانوں کی کامل فتح اور عیسائیوں کی کامل شکست پر خاتمہ ہو گیا لیکن انکا نتیجہ یہ ہوا کہ صدیوں تک عیسائیوں اور خصوصاً عیسائی پادریوں کے دلوں میں مذہب اسلام کی نسبت نہایت غلط اور خیالات پیدا ہو گئے اور عیسائی قصیصین مذہب اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت نہایت گمراہ کن اور خلاف حقیقت خیالات پھیلاتے رہے۔

---

[1] حضرت مسیح کا مدفن ماقبہ بیت المقدس۔ آجکل بیت المقدس اسی نام سے مشہور ہے۔ [2] انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل نامی۔ جس طرح بیت المقدس پر لشکر کشی اور سلطان صلاح الدین ایوبی سے جنگ کر کے پیادہ ہزار میلوں اٹھائیں اور ٹھنڈے ٹھنڈے واپس گھر آیا۔

[3] جیسی کہ ۱۹۳۰ء میں سبیل نافرمانی کے جوش خروش کے زمانہ میں بمبئی میں تین چار سال سے سات آٹھ سال تک کے مسلمان بچوں کی یہ جماعت بانام (بندر فوج) کے نام سے تیار کی گئی تھی۔

Marfat.com

اسلام پر قدیم عیسائیوں کے بہتانات

عیسائیوں کی طرف سے اسلام پر طرح طرح کے بہتان قائم کئے گئے۔ رنگا رنگ کے افسانے گھڑے گئے۔ اور ایسی مزخرفات کو اشتہار دیا گیا کہ عقل سلیم کو دیکھکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ مثلاً کہا گیا کہ رسول عربی نے کبوتر پال رکھا تھا۔ اپنے کانوں میں دانہ رکھتا اور سدھا ہوا کبوتر دانے پر آتا۔ اسکے بعد کہتا کہ میرے پاس جبریل آتا ہے جو اللہ کا پیام لاتا ہے۔ حالانکہ نزول وحی کے واقعات۔ حامل رسالت کی واردات۔ انبیاء بنی اسرائیل کے حالات عیسائیوں کے مسیح کی الوہیت کی طرح صفحہ عدم پر نہیں بلکہ صاف اور صراحت کے ساتھ انکی آنکھوں کے سامنے توریت میں موجود تھے مگر اسپر بھی یہ لغو افترا قائم کیا کہ رسول عربی کو (نعوذ باللہ من شر الطاغوت) صرع کا دورہ پڑتا تھا۔ اور رفع حالت کے بعد ہوش میں آکر کہتا تھا کہ نزول وحی کا اثر ہے۔ غرض اسلام کے لئے ایک طویل فرد قرار دلد جرم قائم کی گئی۔ جسکی ایک نہایت مہیب اور عظیم الشان دفعہ یہ بھی ہے کہ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا جاتا ہے" جس سے دفع ابہام کے بعد مراد یہ لی کہ اسلام اپنے پیروؤں کو تعلیم دیتا ہے کہ دنیا پر اسلام پیش کرو۔ جو نہ مانیں انکی گردن مار دو۔ اس قسم کے ڈھکوسلے تمام ارض نصاریٰ میں بڑے اہتمام کے ساتھ پھیلائے جاتے رہے۔ حتیٰ کہ مسیحیوں کے اچھی طرح ذہن نشین ہو گئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے وہ وہ نتائج حاصل ہوئے جنکا صدیوں کی محنت اور تعلیم سے حاصل ہونا ناممکن تھا۔ یعنی تمام یورپ میں ایک ایسی آگ لگ گئی جو کئی لاکھ ابنائے آدم کے خون سے بھی نہ بجھ سکی۔ اور جسکی لپٹیں آجتک انسانیت کے خرمن امید کو جلا رہی ہیں۔

اسی طرح مذہب اسلام کی نسبت اس سراسر بے بنیاد اور غلط الزام کی بنیاد پڑ گئی کہ بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے بذریعہ شمشیر اسلام کو پھیلایا۔ اور مذہب اسلام اپنی غیر معمولی ہر دلعزیزی اور وسعت کے لئے صرف تلوار کا منت پذیر ہے۔

آریہ سماجی الزام عیسائیوں کے اس اتہام کو زمانہ حال کے آریہ سماجی ہندو مصنفین اور اخبار نویسوں نے بھی بلا تحقیقات مستعار لے لیا۔ گو زمانہ حال میں عیسائی مصنفین تو اسقدر ترقی کر چکے ہیں کہ ان میں سے بعض انصاف پسند اور محقق لوگ جنہوں نے تاریخ اسلام کو بغور پڑھا ہے کلمہ حق کہنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں اور اسلام کی خوبیوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن آریہ سماج چونکہ ایک نیا فرقہ اور نیا مشن ہے اور ہندوستان

میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے تعلقات بوجہ کئی قسم کی رقابتوں کے ہر روز نئی صورت حالات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے آریہ سماجی ہندو اخبار نویس مصنف اور متکلم بڑے التزام کے ساتھ اسلام پر یہ الزام دوہراتے ہوئے نہیں تھکتے کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے" اور یہ ظلم و جبر کا ہی مذہب ہے۔ حالانکہ یہ نہایت بے بنیاد اور جھوٹا الزام ہے۔ اور اسکی تردید ذرا تفصیل سے ہونی چاہیئے۔

مثال کے طور پر ایک آریہ اخبار "تیج" جنوری ۱۹۲۷ء سے ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیسی بے باکی سے ہندوؤں کا یہ گروہ مسلمانوں پر بے بنیاد اور دل آزار الزام لگاتا ہے اور کروڑوں مسلمانوں کا دل دکھانے میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ حالانکہ ہندوستان میں آٹھ کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ہندوستان کی حقیقی بہتری کے لئے مسلمان آریہ ہمسایوں کے ہاتھ سے اس سے بہتر سلوک کے حقدار ہیں۔ وہ اقتباس حسب ذیل ہے۔

ہندو تاریخ دانی اور ہندو حسن اخلاق

"جنوری ۱۹۲۶ء کے "تیج" دہلی میں حسب ذیل عبارت شائع ہوئی ہے۔ "اٹھارھویں صدی کے آخری دس سالوں میں مختلف یورپین ممالک کے رہزن۔ قزاق۔ لٹیرے۔ جاں باز ڈاکو۔ چنے چنے شہدے۔ شاہین۔ چور۔ حرامزادے۔ جنہیں اخلاق و شائستگی سے کوئی واسطہ نہیں تھا .... ان کی نظیر صفحہ تاریخ میں مسلم غنڈہ پن اور ظلم و سفاکی کے سوا اور کوئی نہیں ملتی۔ عرب کے وحشی بدو لوٹ کے گروہوں کے گروہ سرسبز اراضی پر قابض و متمکن ہونے اور نئی چراگاہوں پر متصرف ہونے کی حرص میں ہاتھوں میں قرآن و تلوار لئے ہوئے ایران اور ہندوستان کے فیاض میدانوں کو ٹڈی کی طرح برباد کرنے کے لئے چڑھ دوڑے تھے۔ اور پیشتر جو دو سال سے چلی آتی تھی ایسے وحشی و سفاک بربریت مجسم دشمن سے دوچار ہوئی۔ اس دشمن انسانیت غدر کا نعرہ جنگ تباہی و بربادی ہی تھا۔ ہندوستان میں داخل ہو کر ان بربار لوٹ پر یورپ کے نیو دھوں کے مندروں اور صرم استھانوں کو ملیا میٹ کر دیا۔ تعلیم کے مراکز غنڈہ و شہدہ پن کے مرکزوں میں تبدیل ہو گئے۔ اور بدھ پرچا کو لاکھوں کی تعداد میں جبراً عرب کے دین میں تبدیل کیا گیا۔ اسوقت ہندوستان میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ مگر آج سات کروڑ مسلمان ہیں"۔

اسپر ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء کا مسلم راجپوت لکھتا ہے:۔ "ایک مسلمان اسکے جواب میں اسی قدر کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ! انکو ہدایت دے کہ ان کے دل کینہ اور کدورت سے صاف ہوں۔ اور انکی آنکھیں واقعات اور تاریخ کو اصلی رنگ میں دیکھ سکیں۔ یا اللہ! انکو توفیق دے کہ وہ گاہے گاہے انصاف سے بھی کام لیا کریں۔ اور کبھی

کبھی اخلاق و تہذیب کا ثبوت بھی پیش کر دیا کریں۔ اسکے سوائے کوئی مسلمان اور کیا کہہ اور کر سکتا ہے کہ گم گشتہ راہ ہدایت کی دعا کرے اور اس مہذب گھنڈ پن اور لفنگپت کے جواب میں خاموشی اختیار کرے"۔

دیدہ دانی کے چند الفاظ اور اسی پرچہ ۱۴ فروری کا اخبار مشرق حسب ذیل رائے زنی کرتا ہے:۔

(۱) ہم صرف اسقدر لکھنا چاہتے ہیں کہ اسکا لکھنے والا کوئی بڑا شریف صحیح النسب دیوتا ہے اسلئے کہ اسکی تاریخی واقفیت یہ ہے کہ صرف اٹھارھویں صدی کے دسویں سال سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی تاریخ اس کی تاریخ میں درج ہے۔

(۲) بودھ مذہب اور انکے مندروں کے برباد کرنے والے اشوک کی حکومت کے بعد شنکراچاریہ مہاراج نہیں۔ نہ عیسائی نہ مسلمان۔ مسلمانوں کو ہندوستان میں داخل ہوئے ایک ہزار سال سے زیادہ ہوئے اور انگریزوں کی آمد تین سو سال سے زیادہ کی نہیں۔

(۳) باقی جملی کلام سے جو الفاظ لکھے گئے ہیں وہ لکھنے والے کی یتیم العقلی اور فالج زدہ دماغ کی سند ہیں۔

(۴) افسوس ہے اہل ہند پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا مقابلہ یہاں کے نامرد نہیں کر سکے اور لاکھوں کو مسلمانوں نے جبر سے مسلمان کر لیا۔ مگر افسوس ہے کہ لالہ سہنسراج صاحب نے لاہور میں لکچر دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ پچھلی مردم شماری میں دس سال کے اندر دس لاکھ مسلمان اور ایک لاکھ عیسائی بڑھ گئے ہیں اور ۷ لاکھ ہندو کم ہو گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۲۰ء تک دس سال کے اندر مسلمانوں اور عیسائیوں نے بزور شمشیر ان ساتھ لاکھ نامردوں کو مسلمان بنا لیا ہے۔

ایسے شائستہ اور مہذب اور آریہ ورت کے نام لیوا دوسری قوموں کو غنڈہ۔ لچا۔ شہدا۔ لفنگا کہتے ہیں تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ع "مہرباں آپ کی خفت میرے سر آنکھوں پر"۔

مہابھارت کا ذکر ہم اسلئے نہیں کرتے کہ اس سے اس دردِ فگو کو ندامت نہ ہوگی۔ مگر ہندو قوم کو خجالت ہوگی اسلئے کہ مہابھارت کے جنگ میں نہ مسلمان شریک تھے نہ عیسائی نہ مسلمانوں کی تلوار اور قرآن موجود تھا۔ مگر کروڑوں قتل ہو گئے اور ہندوستان کا فلسفہ اور سائنس تباہ ہو گیا۔ اور تمام برہمن مار ڈالے گئے اس عقل سے کوئی پوچھے کہ عیسائیوں نے سب کو موت کے حوالے کیا تھا یا مسلمانوں نے؟۔

بقول انجیل درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسلئے ناظرین ایک آریہ اخبار کا دل شکن اور دشنام آمیز حملہ اور اسپر دو مسلمان اخباروں کا متانت اور معقولیت کا جواب دیکھ کر فیصلہ کر لیں کہ کیسے درخت کا کیسا پھل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے فرضی مظالم

ایک دادخواہ مسلمان بزرگ رسالہ عبرت میں بعنوان "تلبیہ" لکھتا ہے کہ:- وہ اصحاب جنکا محمدی اور عالمگیری مظالم کے فرضی افسانوں سے پارہ چڑھ جاتا ہے اور جو کہ مسلم سلاطین کے سلوک کو جابرانہ اور انکی طرز حکومت کو وحشیانہ کہا کرتے ہیں سوچیں اور غور کریں کہ دنیا کے فاتحین متمدنین کے ساتھ کیا کیا برتاؤ کرتے رہے ہیں۔ اور پھر دیکھیں کہ مسلمانوں نے مفتوحین کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا ہے۔

اہل ہند سے ہرگز وہ برتاؤ نہیں ہوا جو ہر فاتح کے ہاتھ سے مفتوحین پر ہوتا رہا ہے۔ آریوں نے ایران سے آکر غیر آریوں کے ساتھ کیا کیا۔ بدھ مذہب کس طرح مہاتما شنکراچاریہ کی مساعی سے تباہ کیا گیا۔ یونانیوں نے ایران کی کیا گت بنائی۔ ایران نے شام۔ عراق۔ مصر میں کیا سلوک کیا۔ بخت نصر نے ایک لاکھ نفر کو قتل کر کے بھی چین نہ پایا۔ ہنی بال نے اٹلی و سسلی میں کیا کیا۔ یاد یاں نہ کیں۔ رومیوں نے قرطاجیوں کو تباہ کر کے شہر کارتھیج میں کونسا گھر سلامت چھوڑا۔ چنگیز نے ہر قتل کو کیسا کیسا ذلیل کیا۔ فرڈی نینڈ نے سپین میں کوئی تو چیز پرست باقی بھی رہنے دیا؟۔ کیا ستر ہزار بنی آدم کا خون بیت المقدس کی مسجد کے صحن میں نہیں بہایا گیا؟۔ اور مسلم آبادی کی تباہی میں کوئی دقیقہ باقی رکھا گیا؟ کیا اسپین و سسلی ہنگری میں مہذب فاتحین کے بعد کوئی اسلامی متنفس بھی زندگی کا سانس لے سکا؟ کیا بلقان و ایران میں کوئی چیز بھی ویرانی باقی رہ گئی؟ کیا مشہد مقدس پر دن دہاڑے روسی گولہ باری نہ ہوئی تھی۔ کیا شام کر بیا۔ سسلی میں کوئی مسجد بھی اغیار کی دستبرد سے بچ سکی؟ کیا ریزے کے گرجا اور لیدین و اسکندریہ کے کتب خانے آگ سے محفوظ رہ گئے؟۔

عبرت کی آنکھیں کھولو۔ حقیقت کی نظر سے دیکھو کہ اگر مسلم شہریار ظالم ہوتے تو غیر مسلم فاتحین ہی کی طرح سارا ملک روا رکھتے تو کیا اسپین و سسلی کی طرح آج ہندوستان و شام اور اناطولیہ میں صلیبیوں کی حکمرانی کے پرتو نہیں ہوتے جیسائی آبادی کا غلبہ کثیر ہوتا تو ایک طرف ایک فرد واحد بھی مسلم قوم کے نہیں بچا رہ سکتا۔ اور کریمیا۔ ہنگری اور بلقان کی طرح رعایائے ہند بھی کوئی حیثیت و تبصر نہیں رکھتی ہوتی۔ مسلمانوں نے چھ سات سو برس انتہائی جاہ و جلال سے حکومت کا ڈنکا بجایا لیکن ابتک ہندو میں اکثر و بیش کثیر ہیں۔ اناطولیہ۔ شام۔ اور بلقان میں ترک صدیوں سے حکمرانی کر رہے ہیں۔ مگر ترک بھی غلبہ یہ سائیں کو حاصل ہے۔

برخلاف اسکے جس ملک میں مسلمانوں کو غلبہ و حکومت حاصل ہوئی انہوں نے تبدیل ہالیہ

Marfat.com

ہوئیں۔ مفتوحین چُن چُن کر مٹائے گئے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تباہ کئے گئے۔ نہ انکی عمارات بچ سکیں نہ انکے معابد! نہ انکی دولت رہی نہ انکی وقعت! تاریخ کے صفحات اس دعوے کے بہترین شواہد ہیں۔

عالمگیر۔ محمود۔ سکندر لودی کے معائب بیان کرنے اور حالات کو روایت کی کسوٹی پر کسنے کے وقت کسنا ہندو اصحاب یہ نکتہ نگاہ میں رکھیں۔ اور آجکل کی دنیا سے معیار سلوک نہ تلاش کریں۔ بلکہ اسی زمانہ کی دنیا سے مقابلہ کریں۔ مثلاً جب سکندر لودی کی ایک دو باتوں پر اعتراض کیا جائے تو یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ اسوقت سلاطین عالم کن آئین پر کاربند تھے۔ اور ساتھ ہی اس حقیقت پر بھی نظر ڈالیں کہ اسپین کے جنوبی ساحل پر اسوقت کتنے جہاز بے گناہ مسلمانوں سے بھرے ہوئے ڈبوئے جا رہے تھے۔ نیز یہ کہ سکندر لودی نے کیا کیا رفاہ عام کے کام کئے ادھر ہندو کو فارسی پڑھا کر دفاتر سپرد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ادھر مغرب میں مسلمانوں کے علوم بحر اوقیانوس کی تہ میں غرق ہوتے ہیں۔ اس طرف ایک بنیا ہیمو مدار المہام سلطنت بنایا جاتا ہے۔ اس طرف اسپین میں مفتوحین مسلمان جا بجا قتل کئے جا رہے ہیں۔

اگر مسلمان سلاطین ہندوؤں کو مسلمان کرنا چاہتے

مسلمان سلاطین ہند کی رواداری کی ایک اور زبردست دلیل یہ ہے کہ دہلی اور آگرہ جو اکثر مسلمان سلاطین کی طاقت و جبروت کے زمانہ میں صدیوں تک سلطنت کے مرکز رہے ہیں۔ ان کے گرد و پیش ہرگز مسلمان آبادی کی کثرت نہیں ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دہلی سے دو تین میل باہر قطب صاحب کی لاٹ تک جائے تو وہاں ہیں تمام ہندو آبادی نظر آئے گی۔ یا ہندو مسلمانوں سے بہت زیادہ آباد پائے جائیں گے۔ ایسے ہی آگرہ سے باہر سکندرہ تک جائے تو ہندو آبادی مسلمانوں سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ صوبہ دہلی کی آبادی میں مسلمان ۲۰ فیصدی۔ اور صوبہ آگرہ میں مسلمان ۱۵ فیصدی ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کی سات سو سال کی مطلق العنان اور زبردست حکومت کا نتیجہ ہے۔

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے مسلمان سلاطین نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی کوشش کی تھی مگر اعلیٰ ذاتوں کے چھتری اور برہمن جو اپنے مذہب کے اتنے گرویدہ تھے۔ وہ تبدیل مذہب پر کیوں آمادہ ہوئے۔

سورج بنسی و چندر بنسی راجوں نے مسلمان سلاطین کو خود بیٹیاں دیں

لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ راجپوت مہاراجے اور مہارانے جو اپنی چندر بنسی اور سورج بنسی نسلوں پر فخر کرتے تھے مغل سلاطین کے

Marfat.com

خواہش یا خود اپنے شوق سے اپنی بیٹیاں سلاطین اور ان کے ولیعہدوں کو دینے لگے۔ اور اس میں انہوں نے اپنی کوئی توہین نہ سمجھی۔ لیکن بالفرض اگر اعلیٰ ہندو ذاتوں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تو ادنیٰ ہندو ذاتوں یعنے شودروں اور اچھوتوں کو مسلمان ہونے میں کیا رکاوٹ تھی۔ جبکہ ہندو بھی ان سے انتہا درجہ کی بدسلوکی کرتے تھے اور مسلمان ہوتے ہی انکا سوشل درجہ بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ وہ اعلیٰ ذاتوں کے مسلمانوں کے ہم رتبہ بن سکتے تھے اور ہندوؤں کی ذات پات اور برہمن آشرم کے ظلم سے نجات پاجاتے اور سلطنت کے ہم مذہب بن جاتے۔ مگر کروڑوں شودر اور اچھوت ہندوستان کے ہر حصہ میں موجود ہیں کہ جنہیں پاس بٹھانا تو ایک طرف رہا بلکہ ہندوؤں کی سڑکوں پر چلنے کی اجازت نہیں نہ ہندو مندروں میں وہ داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر اپنے حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں نے ذرا بھی خواہش یا کوشش کی ہوتی تو انکے مسلمان ہو جانے میں کوئی چیز حائل نہ ہوتی۔

سات سو سال میں کتنے ہندو مسلمان بنائے گئے

ایک اور مسکت دلیل ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی بے تعصبی کی یہ ہے کہ سات آٹھ سو سال کی مطلق العنان حکومت کے دوران میں اس ملک کی آبادی کا بہت تھوڑا حصہ مسلمان ہو سکا۔ اور جتنے لوگ مسلمان ہوئے بھی ان میں یا تو زیادہ تر عرب۔ ترک۔ افغان وغیرہ مسلمان فاتحین کی اولاد سے ہیں جو مختلف وقتوں میں فوجوں میں بھرتی ہو کر آتے رہے اور کچھ ان نو مسلموں کی اولاد ہیں جو مذہب اسلام کی ذاتی خوبیوں۔ صوفیائے کرام کے مواعظ اور تلقین اور سلاطین و امرا کا مذہب ہونے کی وجہ سے اسلام قبول کرتے رہے اور صدیوں کے دوران میں ان فطرت کی خیز گیوں سے مسلمانوں کی تعداد ۱۹۳۱ء میں قریب آٹھ کروڑ تک پہنچی ہے۔

اگر مسلمانوں کی سات آٹھ سو سالہ عہد حکومت میں ایسی باقاعدہ ایجنسی ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی ہوتی جیسی کہ آجکل اہل ہند کو عیسائی بنانے کی مختلف عیسائی مشنوں نے قائم کر رکھی ہے کہ جسکے ذریعہ سے پچھلے دو سو سال میں کم و بیش ساٹھ لاکھ عیسائی ہندوستان میں موجود ہو گئے ہیں۔ حالانکہ گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے براہ راست اشاعت عیسویت کو اور کچھ مدد نہیں دیجاتی سوائے اسکے عیسائی گرجا چرچ آف انگلینڈ کو خزانہ سرکاری سے کچھ مدد دیجاتی ہے جو ہندو مندروں یا مسلمانوں کی مسجدوں کو نہیں دیجاتی۔ اگر مسلمان سلاطین بزور شمشیر یا انکے امرا اور علما جبراً یا التفاتاً ہندوؤں کو مسلمان کرتے تو ممکن نہ تھا کہ آج ایک ہندو بھی اس وسیع دیار ہند میں نظر آتا۔ کیونکہ اسوقت مسلمان بادشاہ اتنے زبردست اور مطلق العنان تھے کہ انکی

تلوار سے کہیں ایمان نہیں لیا جا سکتا تھا۔ دیکھو جس بادشاہ نے دہلی کو ویران کر کے دوسرا دارالسلطنت قائم کیا اور اسکی اس دیوانگی کو کوئی طاقت روک نہ سکی۔ اور نہ کوئی اور ہندو یا دوسری ہمسر سلطنت تھی جو ہندوستان کی مدد کر سکتی۔ یا جسکے سامنے مسلمان فاتحان ہند کو بدنامی کا خیال ہوتا۔ پھر روپیہ کے بادشاہ اسوقت نہایت حقیر اور کمزور تھے اور نہ اس زمانہ میں کوئی پبلک اوپینین موجود تھی کہ جسکا کسی کو ڈر ہوتا۔

اورنگ زیب کا جنیو اور سوا من جنیو توڑوانے کا افسانہ

اورنگ زیب کی نسبت اسکے دشمنوں اور متعصب ہندوؤں نے ایک جھوٹی کہانی مشہور کر رکھی ہے کہ وہ ہر روز جب تک سوا من یا سوا من ہندوؤں اور برہمنوں کے جنیو (زنار) نہ توڑوا لیتا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ یہ نہایت شرمناک بہتان ہے۔ اگر بالفرض ایک جنیو کا وزن دس رتی مان لیا جائے تو ایک من جنیو ۲۰۷۲ کس۔ اور سوا من ۲۶۰۰ کس کے ہوئے۔ اور اگر ۱۲ گھنٹے روزانہ مسلمان کیلئے برابر تھے تو اورنگ زیب کی پچاس سال سے زائد لمبی سلطنت میں کچھ (۵۵) کروڑ ہندو مسلمان ہو جاتے۔ ناظرین! اگر ان لوگوں کو صحت تاریخی کی کچھ بصارت نہیں تھی تو اتنا حساب تو جانتے ہوتے کہ ہر روز نئے سوا من جنیو توڑوانے کے لئے کتنی ہندو آبادی سے مقابلہ کرنا پڑتا۔ اگر ہر جنیو اقل العدد دس رتی کا بھی لیا جائے تو ہر روز سوا من کے لئے ۲۸۰۰ ہندوؤں سے سابقہ پڑتا۔ اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان کے سارے ہندو مسلمان ہو جاتے۔ مگر تاریخوں میں اس جنیو توڑنے کے قصہ کا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ بالفرض اگر یہ بات بھی ہو تو برہمن یا ہندو کہیں کہیں اسکی مخالفت بھی کرتے۔ لیکن تمام تر ہندو فاتحوں کے ہندوؤں پر زیادہ مراعت کے اس سلوک کو قبول کر لینے کیونکر وہ اعلیٰ فاتحوں کے ہندوؤں کے حلقوں سے پہلے ہی بہت خوش نہ تھے۔ وہ ایک چھلانگ میں اپنے فاتحین کے مذہب میں شامل ہو کر انکے برابر بیٹھ سکتے تھے اور ہندو ورن آشرم کے قیود سے رہائی پا سکتے تھے۔ نواح آگرہ و دہلی میں جہاں بیشمار سال مسلم سلاطین کے دربار رہے ہیں وہاں شہروں کے باہر اب تک ہندو ہی ہندو آباد ہیں۔ قطب صاحب، دہلی اور سکندرہ اور فتحپور سیکری (آگرہ) کے چاروں طرف ہندو جاٹوں ہی کی آبادی ہے۔

اسلام کا نام ہی جنگ یا ظلم کی تلقین ہے

خود مذہب اسلام کا نام ہی صلح و امن اور سلامتی جو جنگ اور مخالفت کی نقیض ہے۔ اسلام کا مادہ ہی سلم یعنے تابعداری اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کرنا ہے۔

Marfat.com

اہل اسلام کا طریقۂ سلام بھی دیگر اقوام کی گڈ مارننگ (صباح بخیر) یا رام رام۔ یا پالاگن۔ یا پیریں پونا یا بندے ماترم۔ وغیرہ نہیں بلکہ "السلام علیکم۔ وعلیکم السلام" ہے۔ یعنے مخاطب ایک دوسرے کو باہمی سلامتی دارین کی خوش خبری دیتے ہیں جو دنیا میں انسانی سوسائٹی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ دوسرے معنوں میں اسلام کا مطلب یہ ہے کہ مسلم ہر چیز کو رب العزت کی رضا کے سپرد کر دے اور اپنے ہر منشا اور مرضی کو مشیت و رضائے کردگار کے تابع بنائے۔ جسکی تفسیر یوں ہو سکتی ہے کہ کل نوع انسان کی خدمت کرے۔ اور اس میں قوم۔ رنگ۔ زبان اور ملک کی کوئی تمیز نہ کی جائے۔

[قاضی محمد سلیمان صاحب فرماتے ہیں لفظ اسلام کا روٹ یا مادہ۔ وہ تین حروف جو زبان عرب میں مصدر کہلاتے ہیں لفظ سلم ہے۔ اور سلم کے معنے زبان عرب میں امن۔ صلح۔ اور محبت ہیں۔ خود کلام العرب میں اس مصدر کا انہی معنے میں استعمال فرمایا گیا ہے۔

اُدْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً۔ اے لوگو تم سب کے سب اسی صلح کل اور امن عامہ میں داخل و شامل ہو جاؤ۔ پہلی بات یہی غور طلب ہے کہ کسی اور دین و مذہب کے پاس ایسا نام بھی ہے؟ دنیا بھر کے ادیان و مذاہب کے نام گنتے چلے جائیے یہودیت۔ عیسائیت یا نصرانیت۔ سناتن دھرم اور زرتشتی وغیرہ وغیرہ۔]

یہودی یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اس شاخ میں فلسطین کی حکومت مدتوں تک جاری رہی۔ اسلئے یوسف علیہ السلام کے دوسرے گیارہ بیٹوں کی اولاد بھی خود کو اسی شاہی نسل کے ساتھ منسلک کرنیکے لئے یہودی کہلانے لگی۔ عیسائی حضرت عیسےٰ مسیح کے نام کی طرف۔ اور نصرانی حضرت مسیح کے گاؤں ناصرہ کی طرف نسبت کا اظہار ہے۔

سناتن دھرم یا مذہب قدیم کسی قدامت تاریخی کے ظاہر کرنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ آریہ کے لفظ پر مورخین نے علمی بحث کئے ہیں اور ایران کے ساتھ انکا سلسلہ قدامت جا ملایا ہے۔ مہرشی دیانند سرستی جی نے سرسوتی کی ندی سے (جسے گجرات پنجاب کے مغرب میں بتایا ہے۔ نیپال کی مشرقی ندی اور سمندر تک کے رقبہ کا نام آریہ ورت رکھا ہے اور یہاں کے شریف باشندے آریہ ہیں۔ زرتشتی زردشت کی طرف منسوب ہیں۔ ان ملکی اقوام کی نسبتوں پر غور کرو کہ اصل مذہب کا نام کسی کے پاس موجود نہیں

اسلام کا نام اور کام اسلام اپنے لئے خود اپنا نام ہی اُسکا کام بتاتا ہے۔ صلح عام امن محکم محبت تام۔ اسلام کے یہ لغوی معنے ہی بتلاتے ہیں کہ اللہ کا پسندیدہ دین ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اب ہیں جملہ برادران انسانیت سے

Marfat.com

سوال کرسکتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی مقدس کتابوں سے دِین کی تعریف نکالکر دکھائیں۔ خود ہم کو ذرا تامل نہیں۔ کہ جو تعریف اللہ کے بھیجے ہوئے دین کی ہم کو اللہ کے کلام میں بتادی گئی ہے وہ سب سے پہلے سب بھائیوں کو سنادیں۔

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

وہ فطرت وہ سرشت وہ نیچر جس پر اللہ تعالیٰ نے جملہ انواع انسانی کو پیدا کیا ہے (اور اللہ کی خلقت میں کوئی تبدیلی بھی نہیں ہوسکتی)

اسی فطرت کا نام دین محکم ہے۔ افسوس انسانوں کا بڑا طبقہ اس راز سے بے علم ہے"۔

دین الفطرت اور دین الٰہی

ذرا ان آیات پر غور کرو۔ تنہائی میں اکیلے بیٹھ کر مجمع میں احباب کا شوریٰ بنا کر غور کرو۔ کہ جب تمام مخلوق اللہ کی پیدا کردہ ہے اور دین صحیحہ بھی جو بہترین مخلوق یعنے انسان کے لئے بھیجا گیا ہے اللہ کا دین ہے۔ تو ان دونوں میں باہمی اتحاد قوی اور اتصال شدید اور انجذاب کلی پایا جانا چاہیئے۔ اگر یہ نہیں تو سمجھو کہ وہ دین فطرت انسانی سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اور جس دین کی مطابقت فطرت انسانی سے نہیں وہ دین الٰہی کہلانے کا شایاں نہیں۔

منصف مزاج یورپینوں کی رائوں کے اقتباسات

سالہاسال کے مطالعہ کتب و رسائل و اخبارات انگریزی کے دوران میں مسلمانوں کی بے تعصبی کے متعلق جو بعض منصف مزاج یا محقق نصاریٰ یا دوسرے لوگوں نے رائیں لکھی ہیں۔ میں انکے چند اقتباسات جمع کرتا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ اتنے مختلف زمانوں اور مختلف اقوام کے یورپین اور ہندوستانی مصنفوں اور مضمون نگاروں کے غور و خوض۔ مطالعہ اور مشاہدہ کے نتائج ہیں کہ ان میں سے آدھے چوتھائی معلومات کا مطالعہ کرنے سے بھی جن لوگوں کے طبائع میں انصاف اور تحقیقات اور صداقت کا شوق ہے وہ ضرور اسبات کے قائل ہوجائیں گے کہ مسلمانوں نے اپنے مذہب کو ہرگز جبر اور ظلم سے نہیں پھیلایا۔ بلکہ قرآن مجید میں لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ کا حکم مسلمانوں کے تمام اشاعت دین کے سرگروہوں کا راہنما ہے۔ قرآن مجید میں اور بہت سی ایسی ہی ہدایات غیر مسلموں سے نرمی اور مسالمت کے برتاؤ کی تاکید میں موجود ہیں۔

انصاف و نرمی سے سچائی پر غور کیجئے

جو لوگ بانی اسلام اور مسلمان حملہ آوروں اور مسلمان بادشاہوں کو بلا تحقیق یا لاعلمی سے یا ضد اور عداوت

Marfat.com

کے ساتھ متعصب کہتے ہیں۔ اور اُن کے حق میں کوئی واقعات اور دلائل سُننے کی تاب نہیں لا سکتے ہیں وہ تو اپنی افتادِ طبیعت سے مجبور ہیں اور ہم مجبور ہیں اگر ہم انکی کچھ تشفی نہ کر سکیں۔ کیونکہ ضد اور عداوت کا کوئی علاج نہیں ؎ ہنر بچشمِ عداوت بزرگتر عیبے ست ؎ گل سعدی و در چشمِ دشمناں خار است ؎

علامہ ابو الفضل شہنشاہ اکبر کے وزیرِ اعظم نے ٹھیک فرمایا ہے کہ جب کہ خدا اور اسکا رسولؐ بھی خلقت کی زبان اور طعن سے نہیں بچ سکے تو ہم کیا چیز ہیں ؎

قال ان الالٰہ ذو ولد ۔۔۔ قال ان الرسول قد کھن

ما نجی اللہ والرسول معاً ۔۔۔ من لسان الوریٰ فکیف انا

ایک اور شاعر نے ایسے بدظن لوگوں کے اعتراضات اور الزامات سے یوں پناہ مانگی ہے ؎

اگر بر سپہری چوں ملک بآسماں ۔۔۔ بدامن در آویزدت بدگماں

اگر مسلمان بے تعصب نہ ہوتے

ہاں جو غیر متعصب لوگ تحقیق حق اور انصاف کرنا چاہیں اُن کے لئے ہم نے ان اوراق میں بہت سی معقول دلیلیں اور تاریخی شہادتیں جمع کر دی ہیں وہ ٹھنڈے دل سے پڑھ کر ان پر غور کریں۔ تو امید ہے کہ سچائی اُن کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ "اگر در خانہ کسے است حرفے بس است۔" اسلام نے نہ شروع سے ہی رواداری جاری رکھی۔ بلکہ پیروانِ اسلام جس ملک میں بھی گئے وہاں کے باشندوں کو امان دی اور انہیں انکی بت پرستی سے اُٹھا کر اپنی سطح پر لا کھڑا کیا۔ اگر مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہوتا کہ ہر ایک غیر مسلم کو بجبر مسلمان کرنا ضروری ہے تو جن جن ملکوں میں اسلام نے فتوحات حاصل کی ہیں وہاں آج کوئی دوسری قوم موجود نہ ہوتی۔ آج ملک سیریا یعنے شام میں ایک عیسائی فلسطین میں۔ ایک یہودی مصر میں۔ ایک قبطی نہ ملتا۔ ہنگری۔ سرویا۔ بلگیریا۔ رومانیا۔ یونان۔ کریمیا۔ سوئزرلینڈ۔ اطالیہ۔ سسلی۔ ہسپانیہ وغیرہ ممالک یورپ میں بھی عیسائی تلاش کرنے سے نہ ملتے کیونکہ ان ملکوں میں ایک زمانہ میں مسلمانوں کو وہ عظمت اور جلال و جبروت حاصل ہو چکا ہے کہ اگر وہ چاہتے اور غیر مسلموں کو مسلمان کرنا چاہتے تو دنیا میں کوئی طاقت ان کو روکنے والی موجود نہ تھی۔ اس بارہ میں ڈاکٹر آرنولڈ صاحب کی کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں کافی جواب دیا گیا ہے۔ بلکہ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" لکھتا ہے۔ کوئی قوم ٹالرنشن (رواداری) کا نام ہی نہیں جانتی تھی۔ کیونکہ اسوقت سے لیکر آٹھویں صدی کے آخر تک یورپ ٹالرنشن کے ایڈکٹ اور ایکٹ بھی پاس نہیں ہوئے تھے۔

اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے

اگر مسلمان ہندوستان میں نہ آتے اور ہندوؤں سے نیک سلوک نہ کرتے جیساکہ انہوں نے ملک کے تمام باشندوں سے روا رکھا ہے جسکے کہ منصف مزاج ہندو مصنف بھی قائل ہیں۔ (دیکھو مرہٹہ جج بمبئی ہائیکورٹ اور محب الوطن ریفارمر مسٹر رانیڈے کا مضمون جو اسی کتاب کے آخر میں شاکیا گیا ہے) تو معلوم نہیں آج کے ہندوؤں اور آریوں کی کیا حالت ہوتی۔ اگر مسلمان نہ آتے تو آریہ قوم کا اس ملک میں کسی دوسری فاتح قوم کے ہاتھوں وہی انجام ہوتا جو آریوں کے ہاتھوں نورانیوں کا ہوا تھا۔ مگر اسلام نے ہندوؤں کو از سرِ نو تہذیب سکھلائی۔ ان کے بگڑے ہوئے اخلاق کو بنایا۔ ان کے تمدن کو سنبھالا اور اسپر طرہ یہ کہ کبھی ان کے ساتھ وہ برتاؤ روا نہ رکھا جو خود انہوں نے نورانیوں اور ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ جس کو مدد کی ضرورت تھی اسکو مدد پہونچائی۔ اور علم کے دریا بہا کر اس ملک کے کونے کونے تک روشنیاں پھیلا دیں۔ اور یہ اسلام کی تاریخ کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اب آج اگر ہمارے ہندو بھائی اسلام اور اسلامیوں کے درپے آزار ہوں تو کیا یہ انکی ناشکر گذاری کی بیّن دلیل نہیں ہے؟

بتردید استعمال شمشیر گبن کا قول

"یہ جھوٹا الزام کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ ازمنہ وسطیٰ میں جبکہ مسیحی دنیا بے دین مسلمانوں کے ساتھ مصروفِ جنگ تھی۔ ارض مقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھیننے کی غرض سے تراشا گیا تھا۔"

عوام الناس میں مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلانے کے لئے مقدس پادری مسلمانوں کی نہایت تاریک تصاویر ان کے سامنے پیش کرتے تھے۔ دنیا کی تمام بری باتیں اُن سے منسوب کی جاتی تھیں۔ جن میں سب سے زیادہ مفتریانہ الزام یہ ہوتا تھا کہ ارض مقدس کے مسیحیوں کو مسلمانوں نے زبردستی حلقہ بگوش اسلام کیا ہے اور اس جھوٹ سے اسوقت بھی کام لیا گیا جب یورپ کی تمام طاقتوں نے ترکوں کو یورپ سے بوریئے بندھنے سمیت نکال دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ بعد میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس جھوٹے الزام کو ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک میں شہرت دیگئی۔ جب ہندوستان میں یونین جیک (برطانوی جھنڈا) لہرانے لگا۔ اور پادری لوگ تبلیغ مسیحیت کے لئے یہاں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ غیر جارح ہندو مذہب کے صدہا پیرو انکے حلقہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ انہیں اس سے بھی بیحد رنج پہونچا کہ مذہب تبدیل کرنیوالوں کے لئے مسیحیت کی بہ نسبت اسلام میں زیادہ کشش موجود ہے۔ آخر کار انہوں نے اسکو محسوس کر لیا کہ جب تک اسلام کو بدنام کر کے ہندوؤں کی نظر سے گرایا نہ جائیگا۔ اسوقت تک مسیحیت کی کامیابی کے لئے میدان صاف نہیں ہو سکتا

Marfat.com

اسی مقصد سے اورنگزیب کے عہد میں لاکھوں کروڑوں ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنائے جانے کے بے بنیاد قصے گھڑے گئے۔ مسلمانوں نے اس احمقانہ الزام کا گذشتہ کئی سال کے عرصہ میں تحریر و تقریر کے ذریعہ سے مسکت جواب دیا ہے لیکن اہل مغرب کے دلوں سے اس غلط خیال کو دور کرنے کا سہرا گبن کے سر ہے۔ جس نے اپنی اکثر تصانیف میں ثابت کیا ہے کہ اسلام کی اسقدر سریع ترقی کا باعث تلوار نہ تھی۔ چنانچہ وہ تبلیغ مذہب کے متعلق وسیع النظر تعلیم کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ :-

"مسلمانوں سے ایک نہایت مفتریانہ اصول یہ منسوب کیا جاتا ہے کہ تمام غیر مذاہب کا تلوار کے زور سے قلع قمع کر ڈالنا چاہیئے۔ لیکن اس جاہلانہ اور پُر تعصب الزام کی خود قرآن کریم۔ مسلمان فاتحین کی تاریخ اور مسیحی عبادت کے ساتھ انکی عام رواداری اسکی تردید کے لئے کافی ہیں۔ گبن نے مسلمان فاتحین پر سے بھی اس الزام کو رفع کیا ہے وہ کہتا ہے :-

"جناب ابراہیم۔ جناب موسیٰ و جناب عیسے علیہم السلام کے پیروؤں کو اسکی دعوت دی گئی کہ وہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مکمل الہام کو قبول کریں لیکن اگر وہ اسکی بجائے جزیہ کے طور پر معمولی رقم دینا پسند کریں تو انہیں اپنے عقیدہ پر قائم رہنے اور عبادات وغیرہ کے متعلق کامل آزادی حاصل ہے"۔

قابل غور حقیقت یہ ایک قابل غور حقیقت ہے کہ سائبیریا۔ چین۔ جزائر محیط اور افریقہ وغیرہ میں جہاں مسلمانوں کی بہت تعداد ہے اور اب بھی اسلام نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے ابتک کسی اسلامی فاتح کے قدم نہیں پہنچے۔ کیا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ ان دور دست مقامات میں بھی اسلام بجبر پھیلایا گیا ہے۔ اس وقت دنیا کے طول و عرض میں مسلمانوں کی تعداد تین سو پینتالیس ملین تک پہنچی ہوئی ہے۔ لیکن دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ان کثیر التعداد انسانوں نے زور شمشیر اسلام قبول کیا ہے۔ مورخین اس امر کی صداقت پر مہر ثبت کر چکے ہیں کہ چین اور اسکے گرد و نواح میں پہلی صدی ہجری میں اسلام پہنچا مگر تبلیغ کسی فاتح کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان علاقوں کے ذریعے جو وہاں تجارت کے لئے گئے تھے۔ جزائر محیط میں بھی اسلام کی اشاعت کسی فاتح کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ بلکہ مسلمان تاجر اور سیاح جہاں جاتے اپنے اقوال و اعمال سے تبلیغ مذہب کرتے۔ آگے یہ اسلامی تعلیم کی خوبیوں کا کام تھا کہ وہ انصاف پسند اور بے تعصب دلوں میں اپنا گھر بنائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین الفطرۃ کے اصول و احکام ہی اس قسم کے دلپذیر اور پُر حکمت ہیں کہ انکے اندر ایک مقناطیسی کشش موجود ہے جو خود بخود قلب سلیم کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

Marfat.com

تمام دوسرے مذاہب سے اسلام کی کامل درجہ کی رواداری

رواداری مذہب اسلام کا ایک اور عظیم الشان ستون ہے جسکی تعلیم دینے کے لئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے۔ عرب جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اولین پیرو تھے سسلی پر حکمران ہوتے ہیں۔ ہسپانیہ کے مسیحی ملک پر سات سو سال تک انکا تسلط رہا۔ لیکن کسی خاص حالات کے ماتحت بھی انہوں نے اپنی رعایا کی آزادی میں دخل نہیں دیا۔ اور نہ انکی مذہبی آزادی کو غصب کرنا چاہا۔ عیسائیت کو انہوں نے خاص قدر و منزلت کی آنکھوں پر بٹھایا۔ کیونکہ قرآن کریم کے احکام و ارشادات پر انکا عمل تھا۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس نے تمام دوسرے مذاہب کے متعلق کامل درجہ کی رواداری کا سبق دیا ہے۔ ہندوستان کے شاہان مغلیہ میں سے اکبر جیسا شہنشاہ جب تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوتا ہے تو فتحپور میں خود اپنے محل کے اندر ایک نہایت خوبصورت مکان تیار کراتا ہے اور ہر مذہب کے علما اور پیروؤں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ آئیں اور اسکے سامنے اپنے اپنے مذہب کی صداقت اور عظمت پر تبادلۂ خیالات کریں۔ اسقدر ایسے ہی دیگر شاہانِ اسلام کی نظر میں انکی مختلف المذاہب رعایا اور تمام لوگ ایک ہی مساوات کا درجہ رکھتے تھے اور اسی مساوات کو انہوں نے اپنا نصب العین بنائے رکھا۔

مسلمان عصبیت کے قائل نہیں ہیں

پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے حسب و نسب کے فخر و امتیاز کو اپنے قانون میں کوئی جگہ نہیں دی ہے۔ اسلام کے روسے ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ انسان کے حقوق۔ جان مال اور عزت کا احترام یکساں واجب ہے۔ اسلام رابطہ اسلام اور واسطہ شرعیہ کے سوا اور تمام روابط کو بے حقیقت قرار دیتا ہے۔ اور شرعی روابط کے سوائے اور تعلقات کا لحاظ کرنے والوں کو قابل ملامت قرار دیتا ہے۔ لیس منا من دعا الی عصبیۃ۔ ولیس منا من قاتل علی عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ۔ یعنی وہ شخص جو عصبیت کا پرچار کرے۔ اور وہ جو عصبیت پر جھگڑا کرے۔ اور وہ جو عصبیت پر جان دے۔ اسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بروئے اسلام تقوی رہتا ہے

اسلام کی نظروں میں اگر کوئی بزرگی ہے تو تقوی کی۔ کوئی احترام ہے تو محض اس شخص کے لئے جو احکام شریعت پر کاربند ہے اور بروئے اسلام اگر کوئی شخص فخر کرسکتا ہے تو اپنے حسن عمل پر فخر کرسکتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کا سہرا صرف ایسے لوگوں کے سر بندھتا رہا ہے جو نہ کوئی قومی شرف رکھتے تھے نہ خاندانی وجاہت۔ نہ انہوں نے اپنے بزرگوں سے شان و شوکت وراثتاً پائی تھی۔ اور نہ بڑے بڑے مشہور

خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔

تبلیغ کا اسلامی طریقہ ماضی و حال

ادیان عالم میں یہ امتیاز اور خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے قیام و بقا کے لئے تبلیغ و اشاعت مذہب کو اساس اولین و اصول بنیادی قرار دیا۔ اور اس اصول کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے تعبیر کیا۔ بلکہ مسلمانوں کا اصلی مشن اور مقصد تخلیق یہ بتایا کہ وہ ایک ایسی امت بنا کر بھیجے گئے ہیں جو خیر کی طرف بلاتے نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔

تم سب امتوں میں بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

قرآن حکیم نے اسی دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر جا بجا زور دیا ہے۔ اور مسلمانوں کا قومی شرف و امتیاز اسی چیز کو قرار دیا ہے۔ کہیں تو ایک خاص گروہ کا یہ مخصوص کام بتایا ہے۔ اور کہیں اسی فرض کی انجام دہی کے لئے مسلمانوں کو اُمَّةً وَسَطًا سے موسوم کیا۔ اور ہر فرد امت پر اس فرض کو عائد کیا ہے صرف عمل اور طریق عمل ہی کی وہ کسوٹی ہے جس پر ہر مفید اور مضر تعلیم کی جانچ و پرکھ ہو سکتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی مبلغین رضوان اللہ علیہم اجمعین انکے جانشینوں اور دوسرے مسلمانوں نے اس فرض کو کس طرح انجام دیا اور ہمارے لئے کس طرح کونسا اسوۂ حسنہ یادگار چھوڑا ہے۔ مگر بعض دیگر ادیان کی اکثر و بیشتر تبلیغی تصانیف علاوہ بریں اقتدار حکومت۔ زر پاشی تعلیم گاہوں۔ شفاخانوں اور دیگر تجارتی اور مادی ذرائع و وسائل کی بدولت حاجتمندوں کو تبدیل مذہب کی طرح طرح سے ترغیب و تحریص دی جاتی ہے۔ مذہب جس کا مقصد اصلی انسانوں کی روحانی حالت درست کرنا اور اخلاق و عادات و خصائل کی درستی ہونا چاہیئے وہ سیاسی اور تجارتی اغراض کا آلۂ کار بنگیا ہے۔ برخلاف اسکے مذہب اسلام کی اشاعت کا طریقہ جو تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں جاری ہے اور جس پر آج سے پیشتر اس وقت تک جب تک کہ صحیح تعلیمات اسلامی کی روح مسلمانوں کے اندر کارفرما تھی۔ مذہب اسلام کی اشاعت کرنے والے مبلغین کا جو طریقہ رہا وہ ایسا طریقہ ہے جس میں سوائے انسان کی روحانی زندگی کی درستی کے کوئی سیاسی مقصد شامل ہوتا ہے اور نہ جس میں کسی فساد اور جھگڑے کا اندیشہ۔ سب سے اول اور نتیجہ کے لحاظ سے نہایت اہم فرق اسلامی اور غیر اسلامی طریقہ تبلیغ میں یہ ہے کہ عیسویت یا آریہ سماج کے پیچھے اور ایدیشک جس جذبہ کے ماتحت کام کرتے ہیں وہ قومی و وطنی خدمت

Marfat.com

اور سیاسی مصالح سے وابستہ نظر آتا ہے۔ برخلاف اسکے ایک سچا اسلامی مبلّغ تمام مادّی اغراض سے بالاتر ہوکر ایک ورارالورا ہستی کی رضاجوئی کے لئے اپنے جذبات اور اپنی قوتوں کو صرف کردیتا ہے اور اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ کے ساتھ بے غرضانہ طور سے خدمت خلائق کے لئے آمادۂ کار ہوتا ہے۔ سلف صالحین کے درخشندہ کارنامے آج بھی ہمارے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔ کتب سیَر و اسمار الرجال میں ان کے حالات پڑھو اور دیکھو کہ ان میں سے ایک ایک بزرگ کس طرح اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے مشرق سے مغرب کا پاپیادہ سفر کرتے۔ پہاڑ و دریا۔ صحارو بیاباں۔ غرض ہر قسم کے مادّی موانعات جذبہ صادقہ کے سامنے پرِ کاہ سے بھی زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا

جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف سات تلواریں تھیں

گو دشمن شوخ چشم بے باک ؎ تا عیب مرا بمن نمایَد

جنگ بدر اسلام کی دوسری بڑی جنگ ہے۔ جس میں دشمن کی فوج ہزار ہاتھی پر چڑھ کر مدینہ شریف پر آئی تھی۔ مگر مسلمان صرف تین سو مجاہد مدینہ سے باہر نکال سکے۔ اور اُن سب کے پاس صرف سات تلواریں تھیں چونکہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ باری باری سے ایک ایک مجاہد دونوں طرف سے میدان میں نکلتا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے جو نکلتا وہ انہیں سات میں سے ایک تلوار اُٹھا لیجاتا کہ جس سے لڑکر یا تو شہید ہوجاتا۔ تو اسکی تلوار پر بھی دشمن قابض ہوجاتے۔ غرض اس طرح مسلمانوں کی چھ تلواریں چھن چکی تھیں کہ ساتویں تلوار سے دو دہقان بھائیوں نے دشمن کے ایک بڑے سردار ابوجہل کو مار ڈالا۔ جس کو مرتے دم جب یہ معلوم ہوا کہ اُسے کسی قریشی نے نہیں مارا۔ بلکہ مدینہ کے دو دہقان لڑکوں نے مارا ہے تو وہ اپنی بدنصیبی پر نہایت پیچ تاب کھاتا ہوا مرا۔ ایسی بے سروسامانی سے اسلام کی ابتدا ہوئی اور ایسی سخت لڑائیاں اُسے لڑنی پڑیں۔ کسی فتح کی خواہش سے نہیں بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے کسی پر چڑھ کر نہیں گئے۔ بلکہ دشمن اُنکے گھر میں بارہ چودہ منزلیں طے کرکے انہیں مفتوح کرنے آئے۔ اور مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ ع "لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں"۔ اور اس پر بھی مدعی کہتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔

یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا صریح بہتان ہے | مخالفین کا یہ الزام کہ "اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا"۔

Marfat.com

ہر چند کہ وہ اتنا بے بنیاد ہے کہ اسکا ذرہ بھی ثبوت موجود نہیں۔ مگر چونکہ دنیا کے بڑے مذاہب میں سے اسلام سب سے کم عمر مذہب ہے۔ اور اس نے کم از کم عرصہ میں بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ اسلئے اسکی یہ ترقی بھی غیروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ خصوصاً اپنے قیام کے پہلے سو سال کے اندر اس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی تھی کہ اسوقت کی معلوم دنیا کا کوئی حصہ نہ تھا جس پر آفتاب اسلام زور سے چمکتا نہ تھا۔

کس سرعت سے اسلام پھیلا

ایک مورخ نے تخمینہ لگایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات (۶۳۲ء) کے بعد بارہ برس کی مدت میں گویا فاروق اعظم کے عہد خلافت کے اختتام (۶۴۴ء) تک مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر۔ قصبے اور قلعے اپنے قبضہ میں کر لئے تھے۔ گویا اسلامی افواج کی اوسطاً رفتار تقدم بارہ برس تک یہ رہی کہ تخمیناً اوسط ہر دن میں ایک شہر یا قلعہ سر کرتے تھے۔

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اپنی عمر میں ایک شخص کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا۔ البتہ خلفا کو حفاظت مسلمین اور ملکی مصالح کی وجہ سے کئی بار فوجکشی کرنی پڑی لیکن اس میں بھی کسی فرد بشر کو اسکے دین کی وجہ سے نہیں ستایا گیا۔ جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا اور جزیہ دینا پسند کیا۔ اُن کے مذہب سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔ حضرت عمرؓ جو اس زمانے کے سب سے بڑے جرار فاتح اور بڑے متعصب بھی تھے انکا ایک کافر غلام تھا۔ آپ اسکو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیتے تھے لیکن جب اس نے انکار کر دیا تو آپ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ پڑھ کر بالکل خاموش ہو گئے۔

اسلام نے ذمیوں کے متعلق جو قواعد بنائے اور جس مراعات الحفظ کو مدنظر رکھا ہے اس سے بڑھکر کوئی ایسا ہی خیر خواہ مخالف ہو وہ بھی یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسلمانوں نے دین کے بارہ میں اور مسلم و غیر مسلم کے مابین انصاف کرنے کے متعلق نہایت نرمی اور نہایت بردباری سے کام لیا ہے اور اپنے ہمسایہ غیر مذہب والوں کے ساتھ

بجائے تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلانے کے تبلیغ اسلام نہایت نرمی اور خوش اسلوبی سے ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۔ (حکمت اور دانائی کی باتوں اور پسندیدہ وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو۔ اور طرز موزوں اور اسلوب بہا خوش کے سوا سے (ان سے بحث نہ کرو)۔

(بعض لوگ خلفاء راشدین کی فتوحات کو اشاعت مذہب پر مبنی قرار دیتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایک کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خلفاء اشاعت اسلام میں کوشش کرتے تھے۔ اور یہ منصب کے لحاظ سے

انکا فرض بھی تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے اہل ردّہ کے خلاف جو فوج کشی کی تھی وہ بعض سیاسی وجوہ و اسباب پر مبنی تھی خلیفہ ثانی کے عہد میں بیشتر اسلامی فتوحات وقوع پذیر ہوئیں لیکن ان میں اشاعت اسلام کو اُسی حد تک دخل تھا جہاں تک کہ وعظ و نصیحت کا تعلق ہے۔ چنانچہ وہ ہر موقع پر اسبات کو واضح کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے میں کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے اپنی خلافت کے عہد میں مسلمانوں اور ذمیوں کو یکساں ملکی حقوق عطا کر رکھے تھے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو آپ بے دریغ حدِ قصاص جاری فرماتے۔ قتل کرنا تو بڑی بات ہے۔ اگر کوئی پیرو اسلام کسی ذمی سے سخت کلامی کا مرتکب بھی ہوتا تو پاداش کا مستوجب ٹھہرتا۔ ذمیوں کو مذہبی رسوم کے ادا کرنے میں پوری آزادی حاصل تھی۔ وہ علی الاعلان ناقوس بجاتے تھے صلیبیں نکالتے تھے۔ مذہبی پیشواؤں کو مذہبی حیثیت سے جو اختیارات حاصل تھے انہیں برقرار رکھا گیا تھا۔ غیر مذاہب کے پیروؤں سے جو معاہدے کئے جاتے تھے اُن میں مذہبی آزادی کا حق لازمی طور پر درج کیا جاتا تھا۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حذیفہ الیمان نے اسی قسم کی ایک تحریر میں مصر حجت الفاظ لکھے تھے

"نہ انکا مذہب بدلا جائیگا اور نہ اُنکے مذہبی امور میں دست اندازی کی جائے گی"۔

"علیٰ ہذا فتح جرجان کے موقع پر جو معاہدہ سپرد قلم ہوا اس میں یہ مضمون لکھا گیا تھا:۔

اُنکے جان مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے۔ اور اُن میں سے کسی شے میں تغیر نہ کیا جائیگا"۔

آذربیجان والوں کے معاہدے میں بھی یہ الفاظ تھے:۔

"جان۔ مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے"۔

اشاعت اسلام میں جس غیر جانبداری کا ثبوت دیا جاتا تھا اسکی واضح ترین دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ قریش مکہ صحابہ کرام کو ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دیتے تھے۔ تذلیل و توہین کرتے تھے بلکہ انہیں جان تک لینے میں بھی دریغ نہ تھا۔ بایں ہمہ اُن میں سے کسی ایک نے بھی ان مصائب سے گھبرا کر اسلام سے اعراض نہیں کیا بلکہ انکی عقیدت و ارادت میں اور بھی رسوخ و استحکام پیدا ہوا۔ پیغمبر اسلام علیہ افضل التحیۃ والسلام کی نسبت میں پیش از پیش ثابت قدم ہوئے۔

اشاعت اسلام میں تلوار کا کوئی کام نہیں

مخالفین اسلام ترقی اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات گھڑنے لگتے ہیں۔ انہی اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ

Marfat.com

آپ نے تلوار کے زور سے کامیابی حاصل کی اور قوتِ بازو سے لوگوں کو اپنے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا۔ مگر یہ اعتراض کرنے والے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ایک ایسے انسان کو جس نے یتیمی اور بے کسی میں پرورش پائی جو کسی حکمران اور صاحبِ اقتدار خاندان میں پیدا نہ ہوا جسکے پاس کوئی وبیدی طاقت اور قوت بھی جو بے سر و سامانی اور بے کسی و تنہائی تھا۔ اس نے تمام عرب بلکہ تمام دنیا کے خیالات اور خیالات کے خالق اور ان کے ماننے والوں کو کہاں سے اور کس طرح مغلوب کیا جو ہتھیار کی کامیابی کا ذریعہ ہوتی۔ اور اس تلوار کے چلانے والے میں اتنا زور اور اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ دنیا اسکے آگے گھٹنے پر مجبور ہو گئی۔

اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ اعتراض اپنے غلط ہونے کا آپ ہی ثبوت ہے۔ پیغمبر اسلام کی اس فداکاری اور جاں نثاری کو دیکھا جائے۔ اس اخلاص اور محبت پر نظر کی جائے۔ اس فرمانبرداری اور سرفروشی کا خیال کیا جائے جو آپ کی غلامی میں داخل ہونے والوں نے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ اور صبر و استقلال کے کوہِ گراں کے مقابلہ میں دکھائی اور قدم قدم پر جسکا ثبوت دیا۔ تو ان لوگوں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بانی اسلام نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور نہ ماننے والوں کو مسلمان بنایا۔

ایک صحابی کو جنکا نام زید تھا جب قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میں لیگئے تو ابوسفیان نے جو اسوقت کافروں کا بہت بڑا سردار تھا ان سے کہا۔ اے زید! کیا اسوقت تم چاہتے ہو کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو اور تمہاری بجائے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کریں؟

اسکا جواب غور سے سنکے زید نے اپنی موت کی کچھ پرواہ نہ کر کے یہ کہا۔ "میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے گھر آرام سے بیٹھوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔

یہ جواب سنکر ابوسفیان بول اٹھا۔ میں نے محمد (صلعم) کے اصحاب کو جیسا انکا پکا دوست دیکھا ہے۔ ایسا اور کسیکو نہیں دیکھا۔

اسلام نہیں بلکہ عیسائیت پھیلانے کا طریقہ

تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا الزام سے اسلام کی حقیقت اور صداقت دنیا پر اور زیادہ نمایاں ہو گئی تعصب اور حسد نے الزام لگانے والوں کو اسقدر کور باطن کر دیا ہے کہ اتنی سی بات بھی ان کے ذہن میں نہیں آتی کہ اگر اسلام واقعی تلوار کے زور سے پھیلتا یا پھیلایا جاتا تو کیا الزام لگانے والوں کی نسل اپنے موجودہ مذہب پر قائم رہ سکتی تھی۔ یہ لوگ تاریخی واقعات پر کیسے پردہ ڈال سکتے ہیں کہ جب غیر مسلم قومیں ترکی اور دیگر

Marfat.com

ممالک کے مسلم تاجداروں کے جاہ و جلال سے مرعوب نہیں تو اسلام کی تلوار نے خود عیسائی حکومتوں کی رعایا کو انکے وسیع جور سے پناہ دی۔ مثال کے طور پر ہم سلیمان اعظم (سلطان ٹرکی) کا عہد حکومت پیش کرتے ہیں۔ جسکی فراخ حوصلگی اور اولوالعزمی و معدلت گستری کا یورپین مورخوں نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مگر اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کو ان زبردست حقائق سے کیا سروکار؟ انکی مصلحتوں کا یہی تقاضا ہے کہ وہ محل بے محل اپنے گلے کی پوری طاقت سے برابر یہی صدا لگائے جائیں کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے۔ اور اسکے مقلدین اس بیسویں صدی میں بھی اسی حربہ سے کام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن اسکے لئے یہ خبر خاص دلچسپی کا باعث ہوگی کہ دنیا میں ایک ایسا مذہب موجود ہے جسکا ایک با اثر پیرو اپنے منہ سے اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ

"مشرق میں جہاں کہیں گورے رنگ کا آدمی گیا وہ اپنے ساتھ تین چیزیں لیتا گیا۔ کیسہ، صلیب اور تلوار۔ صلیب تو اسکے کپڑوں کے نیچے غالباً دل کے قریب لٹکتی رہتی ہے۔ لیکن جب کوئی نازک موقعہ آتا ہے تو وہ فوراً اس تلوار سے کام لیتا ہے جو اسکے پہلو میں حائل رہتی ہے۔ گورے ہر آدمی کے لئے روپیہ نہایت ضروری چیز ہے۔ وہ اسکے لئے مذہب کو بھی طاق نسیان پر رکھ دیتا ہے۔"

ریورینڈ پارلس ٹیلو گلاسگو کے مذکورہ بالا الفاظ اپنی شرح خود کر رہے ہیں۔ گویا یورپ یا امریکہ کا سپید رنگ کا مبلغ اسوقت تک عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کسی غیر مسیحی ملک میں قدم رکھنا گوارا نہیں کریگا جب تک اسکے دل کے قریب صلیب اور اسکی کمر میں تلوار نہ لٹکتی ہوگی۔ اور کیسہ میں زر سرخ نہ ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ مسیحیت کی تبلیغ دراصل کشور کشائی کا ابتدائی مرحلہ ہے۔

پیغمبر اسلام ظالم اور قاتل تھے یا مظلوم اور قابل رحم

شعب ابوطالب سے نکلنے کے بعد ابوطالب و حضرت خدیجہؓ کہ جن دونوں کا بہت لحاظ تھا ان کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوگیا اور انتقال کے بعد قریش کو کسی کا پاس و لحاظ نہ رہا۔ اب وہ نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت صلعم کو ستانے لگے۔

ایک مرتبہ آپؐ راہ میں جا رہے تھے۔ ایک شقی نے آکر مفرق مبارک پر خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں آپ گھر میں تشریف لائے اور آپکی صاحبزادی نے دیکھا اور پانی لیکر آئیں۔ آپکا سر دھوتی تھیں اور جوش محبت سے روتی جاتی تھیں۔ اہل مکہ حضرت کی ناامیدی تھے۔ اسلئے آپ نے طائف جانے کا ارادہ کیا۔ طائف میں بڑے بڑے امراء اور ارباب اقتدار تھے۔ ان میں عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا۔ یہ تین بھائی تھے۔ آنحضرت صلعم

ان کے پاس گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ ان بیہودوں نے جو جواب دیا وہ نہایت تحیر انگیز اور گستاخانہ تھا ان بدبختوں نے طائف کے بازاریوں کو اُبھار دیا شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اور آپ کے پاؤں پر پتھر مارنا شروع کیا۔ آپ کی جوتیاں خون میں بھر گئیں۔ جب آپ زخموں سے چور چور ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو تھام کر کھڑا کر دیتے اور پھر پتھر برساتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے۔ آخر آپ نے ایک باغ میں انگور کی ٹٹی میں پناہ لی۔ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا جو باوجود کفر کے شریف الطبع و نیک نفس تھا۔ اس نے اپنے غلام کے ہاتھ جسکا نام عداس تھا انگور کا خوشہ ایک کشتی میں رکھکر بھیجا۔ اس سفر میں زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ آنحضرت صلعم نے طائف سے پھر کر چند روز نخلہ میں قیام کیا۔ پھر حرا میں تشریف لائے اور مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھ کو اپنی حمایت میں لے سکتے ہو۔ مطعم نے یہ درخواست منظور کی۔ بیٹوں کو بلا کر کہا کہ ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تلواروں کے سائے میں حرم میں تشریف لائے اور نماز ادا کی اور گھر کو واپس گئے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ حج کے زمانہ میں جب عرب کے قبائل ہر طرف سے آکر مکہ کے پاس اترتے تو آپ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور تبلیغ اسلام کرتے۔ عکاظ کا میلہ جو اہل عرب کا قومی و علمی دنگل تھا۔ اور قبائل عرب میں بنو عامر۔ محارب۔ فزارہ۔ غسان۔ مرہ۔ عبقہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنو نضر۔ کندہ۔ کلب۔ حارث بنی کعب۔ عذرہ۔ حضارمہ مشہور قبائل تھے۔ ان سب قبائل کے پاس آپ تشریف لے گئے لیکن ابولہب ہر جگہ ساتھ ساتھ جاتا تھا۔ اور جب آپ کسی مجمع میں تقریر کرتے تو برابر سے بولتا کہ یہ ہمارے دین سے پھر گیا ہے۔ الغرض قریش نے سخت مخالفت کی۔ اور چاہا کہ آپ کو اسقدر ستائیں کہ آپ عاجز ہو کر تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جائیں جو کفار آپ کے ہمسایہ تھے یعنی ابوجہل۔ ابولہب۔ اسود بن عبد یغوث۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف۔ نضر بن حارث۔ نبیہ بن حجاج۔ عقبہ بن ابی معیط۔ حکم بن ابی العاص سب قریش کے سربرآوردہ رؤسا تھے۔ اور یہی سب سے بڑھ کر آپ کے دشمن تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت آپ پر مٹی ڈالتے تھے۔ سجدہ میں آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دیتے تھے۔ آپ کی گردن میں چادر لپیٹ کر زور سے کھینچتے تھے۔ ایک موقعہ پر ابوجہل نے کہا کہ کاش! اسوقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت کر اٹھا لاتا کہ جب آپ سجدہ میں جائے تو اسکی گردن پر بیچ سے ڈال دیتا۔ چنانچہ عقبہ نے اوجھ لا کر آپ کی گردن پر ڈالدی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرتے تھے کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ کو خبر دی۔ وہ اگرچہ اسوقت بچی تھیں مگر جوش تحمل سے دوڑی ہوئی آئیں اور اوجھ کو ہٹا کر بُرا بھلا کہا۔

ایک مرتبہ آپ بازار ذوالمجاز میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا۔ ابوجہل موجود تھا۔ آپ پر خاک پھینکتا اور کہتا جاتا تھا کہ اسکے فریب میں نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔

ایک دفعہ آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچا۔ اتفاقاً حضرت ابوبکر آ گئے اور عقبہ کے ہاتھ سے چھڑایا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ حج کے زمانہ میں قبائل کے پاس تبلیغ اسلام کرتے تھے سنہ نبوی میں آپ مشدد و قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔ عقبہ کے پاس قبیلہ خزرج کے چند اشخاص آئے آپ نے انکو دعوت اسلام دی اور سب نے اسلام قبول کیا۔ یہ چھ شخص تھے اور مدینہ کے رہنے والے تھے دوسرے سال بارہ اشخاص مدینہ سے آئے اور انہوں نے بھی اسلام قبول کیا اور ایک معلم احکام سکھانے والا مانگا۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو بھیج دیا۔ وہ مدینہ میں جاکر سعد ابن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے اور روزانہ گھر گھر دورہ کرتے رہتے اور ہر روز ایک دو آدمی اسلام قبول کرتے تھے۔ پھر آئندہ سال بہتر اشخاص حج کے زمانہ میں آئے اور بمقام عقبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مدینہ میں اسلام کو پناہ حاصل ہوئی تو آپ نے صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت دی۔ رفتہ رفتہ اکثر صحابہ چلے گئے۔ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر و حضرت علی رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے جو بعد میں بڑی مشکلات اور خطرات کے اندر تشریف لے گئے

اسلام اور مسیحیت میں تلوار کا مرہون منت کون ہے؟

اسلام پر تلوار کے استعمال کا بے بنیاد الزام

اکثر اوقات عیسائیوں۔ سیاست دانوں ناواقف اور جاہل لوگوں کی طرف سے اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسکی اشاعت پر امن طریقہ کی بجائے تلوار کے زور سے ہوئی ہے۔ اس نظریہ کی تائید میں مخالفین اسلام ابتدائی فتوحات کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تلوار کے زور سے اشاعت اسلام نہیں ہوئی تو عرب۔ شام۔ مصر۔ جنوبی افریقہ۔ ایران اور اسپین کو ایک اقل قلیل مدت میں کس طرح مسخر کر لیا گیا۔ اسکے بعد ہندوستان بھی فتح ہوا اور ترکوں نے یورپ کے بعض حصوں پر اپنا پرچم لہرا دیا۔ وسیع الخیال اور مفکر عیسائی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ عیسائی مذہب کی اشاعت انہی طریقہ سے ہوئی ہے اور تلوار کی قوت سے ہی عیسوی خیالات نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے۔ تاریخ کا یہ واقعہ کس طرح قلم زد کیا جا سکتا ہے کہ بادشاہ شارلیمن نے پانچ ہزار

سکین قوم کے باشندوں کو عیسائی مذہب قبول نہ کرنے پر ذبح کر ڈالا۔ اور اسپین میں عیسائی حکومت اور عیسائی پوپوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کا کلیتہً استیصال کر دیا۔ امریکہ اور اسپین میں جو مذہبی احتساب کے محکمے قائم تھے انکا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انکے ذریعہ سے لاکھوں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنالیا گیا۔ اور لاکھوں کو عیسائی عقیدہ قبول نہ کرنے پر خارج البلد کیا گیا۔ غرضیکہ ہمارے زمانہ میں دنیا کے بہت سے حصوں میں مسلمانوں کے ساتھ سخت ظالمانہ اور جابرانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ بلقان اور کریٹ میں مسلمانوں پر جو کچھ گزری وہ سب لوگ جانتے ہیں (اور اب طرابلس اور برقہ الجزائر اور مغربی اقصیٰ میں اٹلی اور فرانسیسی حکومت کی جانب سے جو مظالم مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں وہ بھی واقعات کی ذیل میں شمار کر لیجئے) یونان نے بلقان کے اندر جو ظلم و ستم مسلمانوں کی جان پر توڑے انکا بیان زبان و قلم سے نہیں کیا جا سکتا۔

مقصود یہ ہے کہ مختصر طور پر اس الزام کی تحقیق کر کے فیصلہ کریں کہ آیا مذہب اسلام کی نشر و اشاعت بذریعہ تلوار ہوئی یا اسکے روحانی و جامع کمالات نے اسکو آسمان شہرت پر آفتاب بنا کر چمکا دیا۔ اور قلوب انسانی اسکی اخلاقی برتری کو دیکھکر خود بخود جھک گئے۔

قرآن میں جبر کی مخالفت

سب سے پہلے ہم اس الزام کی تحقیق قرآن حکیم سے کرتے ہیں تاکہ اسپارہ میں قرآن کی تعلیم بھی معلوم ہو جائے۔ جب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو ہم اس آیۃ کو موجود پاتے ہیں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (اسلام یا دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہے) اس آیۃ کریمہ کی رو سے جبر تبدیل مذہب حرام اور جرم ہے۔

اسلام کے آغاز میں ہم دیکھتے ہیں کہ اہل کتاب یعنے عیسائی۔ یہودی۔ زرتشتی اور دیگر اقوام نہایت آزادی سے اپنے اپنے فرائض مذہبی کو بجا لانے میں آزاد تھیں۔ تاہم بت پرستی خود بخود فنا ہو گئی۔ اور اسلام نے لوگوں کو ایسا قابل بنا دیا کہ وہ تہذیب۔ تمدن۔ تعقل اور نفسی کمالات۔ ذہنی ارتقا کے درجہ پر پہنچکر جو دراصل انسانی زندگی کا مقصد ہے چنانچہ اسلام اور تہذیب کے علمبردار یورپ کے رہنما بنے۔ اور فن تعمیر و فنون لطیفہ کو انتہائی کمال تک پہونچا کر ان کو یورپ کا استاد بنا دیا۔

اسلام کے ابتدائی ایام میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت تھوڑے سے عیسائی اور یہودیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا وجود برائے نام تھا۔ مصر کے فتح ہونے تک بھی بہت سے اہل کتاب مشرف بہ توحید ہو لیکن جو باقی رہ گئے انپر کبھی جبر نہیں کیا گیا۔ اور آزادی کے ساتھ ان کو اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت مل گئی

عرب میں بنو تغلب کے عیسائی جو بنو امیہ کے تابع فرمان تھے ان پر اسلام قبول کرنے کے لئے جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ برضا و رغبت وہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ بنی امیہ نے تبلیغ اسلام کے لئے کوئی مشن قائم نہیں کیا تھا۔ البتہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسلام کے پروپیگنڈا کے لئے متعدد محکمے ضرور قائم کئے تھے جن کے باعث بکثرت یہودی اور عیسائی مسلمان ہوتے رہے۔ اس زمانہ میں سوائے تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کے تبلیغ اسلام کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا۔

ہمیں اس بات کو تسلیم کرنے سے بھی انکار ہے کہ ایرانیوں نے اسلام قبول کر کے بہت کچھ مادی فوائد حاصل کئے۔ کیونکہ ایرانی عناصر عربوں کے سخت مخالف تھے۔ بخارا اور خوارزم کے باشندے بہت جلد اسلام کے پشت پناہ اور وسط ایشیا کے بازو بن گئے۔ اور وسط ایشیا میں ترک نسلوں کے اندر انہوں نے خوب اسلام کی اشاعت کی۔ بخارا تو مسلم علماء و فضلاء کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ ابتک بخارا کو یہ عزت حاصل ہے۔

ایشیائے کوچک میں آفتاب اسلام کی ضیا پاشی

ایشیائے کوچک میں سلجوقیوں کی آمد کے وقت تمام باشندے عیسائی تھے۔ لیکن ان میں اسلام بہت سرعت سے پھیلا۔ اور بغیر تلوار کے حملہ آوروں کے اخلاق اور ان کی روحانی برتری اور فوقیت کو دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہوئے۔

۱۰۷۵ء اور ۱۱۰۰ء میں جب سلجوقی ایشیا کوچک میں داخل ہوئے تو وہاں کے باشندے بازنطینی حکومت کے ٹیکسوں اور جبریہ فوجی خدمات سے تنگ تھے لیکن جب سلجوقی فوجوں نے ایشیائے کوچک میں ڈیرے ڈالے تو یہی عیسائی باشندے حملہ آوروں کا خیر مقدم کرنے کے لئے نکلے اور مشرف بہ توحید ہو گئے۔ ترکوں نے ہمیشہ اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ مساویانہ اور عادلانہ سلوک کیا۔ لیکن اسکے مقابلہ میں عیسائی قوموں نے ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے وہ عیسائی حکومتوں کے لئے کسی طرح قابل فخر نہیں کہا جا سکتا۔

قفقاز کی ایک حیرت انگیز مثال

قفقاز اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ہمارے لئے ایک اور مثال پیش کرتا ہے۔ چند صدی پیشتر جب مسلمانوں نے روسی حملہ کو روکنے کیلئے قفقاز کے میدانوں میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے تو قفقاز کی کل آبادی مسلمان ہو گئی۔ حالانکہ ان کو اسلام قبول کرنے پر جبراً آمادہ نہیں کیا گیا۔ مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ اسلام ہی آزادی کا علمبردار اور غلامی کا دشمن ہے اسلام قبول کر لیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہوں نے کامرانہ وار مقابلہ کیا۔

چین جزائر ملایا۔ فلپائن اور جاوا

چین ایک ایسا ملک ہے جس پر کبھی مسلمانوں نے فوجکشی نہیں کی۔ مگر باوجود اسکے اسلام وہاں بڑی سرعت کے ساتھ پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ اسوقت وہاں باختلاف اقوال تین چار کروڑ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ بقول ایک چینی فاضل کے اب چین کے مسلمانوں کی تعداد ۷ کروڑ سے متجاوز ہے۔ کیا کوئی شخص یہ مان سکتا ہے کہ یہ سب لوگ تلوار کے خوف سے مسلمان ہوئے۔ اسی طرح جزائر ملایا۔ جاوا اور فلپائن میں بھی مسلمان کبھی فاتحانہ طور پر داخل نہیں ہوئے۔ مگر اسلام نے وہاں بھی اپنا اثر و نفوذ پیدا کیا اور کروڑوں انسانوں کو اپنا گرویدہ اور شیدا بنا لیا۔

برطانیہ نے جس وقت ہندوستان پر تسلط جمایا۔ اس وقت یہاں کے مسلمان آبادی کا دسواں حصہ تھے۔ مگر آج وہ آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ حالانکہ اس دوران میں مسلمانوں کی حکومت پامال اور اسلامی تلوار زنگ آلود ہو چکی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کی اشاعت اور توحید کی عمومیت تلوار کی مرہون منت نہیں ہے۔

آفریقہ میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ

موجودہ وقت میں سب سے زیادہ حیرت کی بات آفریقہ میں اسلام کی اشاعت ہے۔ جہاں جنگ عظیم کے بعد لاکھوں انسانوں نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی۔ آفریقہ میں عیسائی مشنری اور حکومتیں دونوں متفقہ اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے غریب کارانہ سعی کر رہی ہیں مگر اسلام رعد و برق کی طرح انسانی قلوب کو اپنی تعلیم سے منور کر رہا ہے اور عیسائیت سرد حتی ہے کہ یہ کیوں اور کس طرح ہو رہا ہے۔

مگر عیسائی مذہب کی اشاعت تلوار سے ہوئی

ان تمام حقائق اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تلوار کو اشاعت اسلام میں کوئی معمولی تعلق بھی نہیں ہے۔ برخلاف اسکے اسپین میں محکمہ احتساب نے آگ اور تلوار کے زور سے دین مسیحی کی اشاعت کی۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔

عیسائی قوموں نے اپنی محکوم آبادی کو زبردستی عیسائی بنایا۔ عیسائی تبلیغ کے لئے بے شمار روپیہ خرچ کیا۔ پھر بھی لوگوں کو جبر اور تلوار کے زور سے عیسائی بنانے کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ اسکے مقابلہ میں اسلامی حکومتوں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ نہ کوئی کثیر رقم تبلیغ پر صرف ہوئی۔ مگر اسلام محض اپنی اخلاقی برتری اور روحانی تفوق کے باعث دنیا میں سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور بغیر تلوار کے لوگوں کے قلوب کو مسخر کرتا جا رہا ہے۔

End

Marfat.com

ہر ہفتہ دو ہزار عیسائی ہندوستان میں بڑھ رہے ہیں

ہندوستان خصوصاً پنجاب میں پنج قوموں یعنے چوہڑوں وغیرہ اور ہندوؤں اور بودھوں سے عیسائی شدہ قریباً دو ہزار آدمیوں کو ہر ہفتہ بپتسمہ دیکر عیسائی بنا رہی ہیں۔ علاوہ پنج قوموں کے ان میں ہندوؤں کی معقول تعداد ہوتی ہے۔ مگر مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ ۲۳ جولائی ۱۹۲۵ء کے اخبار ملاپ کا حسب ذیل اقتباس اس پر کافی روشنی ڈالتا ہے:۔

"ہندوستان میں مشنریوں نے کیا کام کیا ہے؟ اس معاملہ پر غور کرنے کے لئے لنکاشائر انڈیپنڈنٹ کالج مانچسٹر میں ایک جلسہ ہوا جس میں تقریر کرتے ہوئے پادری گاڈرے سے فلپس فارن سکرٹری لنڈن مشنری سوسائٹی نے کہا کہ ہمیں یہ بھی ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم ہر سال عیسائی مذہب کی اشاعت کے لئے غیر ممالک میں اپنے آدمی بھیجتے ہیں۔ دیگر ممالک کی نسبت ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کا کام بہت ترقی پر ہے۔ اس میں کلام نہیں۔ ایشیا میں عیسائی مذہب کی اشاعت کا بہت شاندار کام ہو رہا ہے۔ لیکن ہندوستان کو عیسائی مذہب کا مرکز کہا جانا چاہیئے ہندوستان میں عیسائی گرجوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اسوقت ایک لاکھ ۱۰ ہزار ہندوستانی عیسائی ایجنٹوں کا گرجا سے تعلق ہے۔

ہمارا کام زیادہ ہندوؤں اور بودھ دھرم والوں میں ہے۔ ہماری سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے ہم دو ہزار ہندوستانیوں کو عیسائی بنا کر ہر ہفتہ بپتسمہ دیتے ہیں۔ آج سے بیس سال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد اتنی نہ تھی جسقدر کہ آج ہے۔ یعنی یہ تعداد بیس سال کے اندر ۵۳ ہزار بڑھ گئی ہے۔ ساتھ ہی میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ غیر عیسائیوں کی تعداد بھی پہلے سے بڑھ رہی ہے۔ مگر ہم اسی کوشش میں ہیں کہ اپنی سرگرمیوں کا دائرہ اسقدر وسیع کریں کہ ہندوستان میں آئندہ چند سال کے اندر عیسائیوں کی تعداد پہلے سے دوگنی ہو جائے۔ ہمارے پاس روپیہ کافی ہے۔ کام کرنے والے آدمیوں کی بھی کمی نہیں۔

عیسائیت کی رفتار

عیسائی مذہب کی ترقی کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:۔

۱۸۸۱ء ۱۵ لاکھ۔ ۱۹۰۱ء ۲۹ لاکھ۔ ۱۹۱۱ء ۳۸ لاکھ۔ ۱۹۲۱ء ۴۶،۵۴،۰۰۰ لاکھ

انہوں نے ۱۹۰۱ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان فی صد ۲۴،۶ ترقی کی اور ۱۹۱۱ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ۲۲،۶ کی ترقی کی جو کہ مسلمانوں کی ترقی کے مقابلہ میں ۱۹۱۱ء میں پانچ گنے سے زیادہ اور ۱۹۲۱ء میں سات گنے سے زیادہ ہے۔

Marfat.com

ہندوستان میں مسیحیت کا وسیع نظام

ہندوستان میں جس کوشش سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو جائے گا۔ ۱۹۲۳ء کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:۔ مسیحی مشنریان ۱۹۶۷۔ تبلیغی مراکز ۱۲۴۰۔ مبلغ ۲۱۸۷۔ ٹریننگ کالج برائے تعلیم تبلیغ ۶۱۔ گرجاؤں کے پادری ۱۸۷۶۹۔ مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں ۹۹۔ پریس ۸۲۔ سنڈے سکول ۸۲۰ ہائی سکول ۹۱۰۔ کالج ۵۰۔ زراعتی سکول ۹۰۸۔ صنعتی سکول ۱۶۰۔ تعداد طلبہ ۱۰۶۰۰۰۰ لاکھ۔ ایسائندہ ۸۴۸۴ ہزار ہسپتال ۸۰۸۔ ڈاکٹر اور نرسیں ۱۵۹۸ ہزار۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں تمام ہندوستان میں ۱۳۶۹ مشنیں تھیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:۔ امریکہ اور کینیڈا کی تبلیغی جماعتیں ۱۸۱ آسٹریلیا کی تبلیغی جماعتیں ۸ انگریزی تبلیغی جماعتیں ۱۸۱ لنکا کی تبلیغی جماعتیں ۳ بین الاقوامی " " ۹ بلدی " " ۱۲ ہندوستان " " ۱۲

میزان کل ۱۳۶۹

مگر دس برس کے اندر سنہ ۱۹۲۳ء میں ان کی تعداد میں ۱۸۱ مشنریوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں ان مشنریوں کا سالانہ خرچ ۵۲ کروڑ روپیہ تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب وہ کسقدر خرچ کر رہی ہوں گی۔ انجیل کا ترجمہ ۱۰۴ زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں سنہ ۱۹۲۹ء میں ۵۰۰۰۰۰ لاکھ انجیلیں فروخت اور تقسیم کی گئیں مگر سنہ ۱۹۲۷ء میں انکا عدد ۹۰۰۰۰۰ لاکھ کو پہنچ گیا۔

عیسائیوں کی ترقی سے مسلمانوں کی ترقی کا اندازہ کیجئے

عیسائی مشن ہندوستان میں ہر ہفتہ میں دو ہزار مرید ہندو بدھ اور دیگر اقوام سے اپنے مذہب میں داخل کر رہے ہیں۔ اور سوا ڈیڑھ سو سال کی حکومت میں کم و بیش پونے دو لاکھ دیسی عیسائی ہندوستان میں ہو گئے ہیں (یورپین ان سے علیحدہ ہیں) اگر مسلمان سات آٹھ سو سال میں اس نسبت سے بھی بڑھتے تو آج ۔۔۔ کروڑ ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں حالانکہ لاکھوں مسلمان افغانستان ایران ترکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ سے

حملہ آوروں کے لشکروں کے ساتھ صدیوں سے ہندوستان میں آتے رہے ہیں۔

لاہور ڈائیوسیز میں نیا بشپ

سول ملٹری گزٹ مورخہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء میں ایک عیسائی کی مراسلت کا مضمون حسب ذیل ہے:۔

"یہ تجویز ہے کہ لاہور ڈائیوسیز (بشپ کے علاقہ) میں ایک نیا اسسٹنٹ بشپ (غالباً اسقف ثانی)

Marfat.com

مقرر کیا جائیگا۔ کیونکہ دیہات میں ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد کے اس علاقہ میں بڑھ جانے سے جو اسوقت چالیس ہزار ہو گئے ہیں۔ نائب بشپ کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ اور اپریل ۱۹۳۰ء سے اسی وجہ سے چرچ آف انگلینڈ کا نام چرچ آف انڈیا رکھنا منظور کیا گیا ہے۔ یہ تو زمانہ حال کا واقعہ ہے تمام معقول پسند لوگ اسپر اتفاق کرینگے کہ انگریز ظلم و تعدی کے ذریعہ سے اسوقت ہندوستان میں لوگوں کو عیسائی نہیں بنا رہے ہیں۔ بلکہ عیسائی مشنری عیسوی دین کی اشاعت مختلف طریقوں سے کر رہے ہیں جنکا یہ نتیجہ ہے۔ اگر اس نسبت سے بھی مسلمانوں نے اپنے عہد حکومت میں ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے کام میں سرگرمی دکھلائی ہوتی تو آج تمام ہندوستان میں ایک ہندو بھی نظر نہ آتا۔

کثرت ازدواج اور یورپ

کلکتہ کا اخبار سٹیٹسمین لکھتا ہے کہ اسوقت یورپ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے بقدر ایک کروڑ اسی لاکھ زیادہ ہے۔ اگر عورتوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی تو ڈیڑھ صدی میں اہل یورپ کثرت ازدواج پر مجبور ہو جائیں گے۔ اہل یورپ میں عیسائیوں کی کثرت ہے اور وہ اسلام کے خلاف خوفناک اور بالکل بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود ان کو اسلامی اصولوں کا تتبع کرنا پڑتا ہے۔ طلاق۔ خلع وغیرہ کے جو قوانین اسوقت یورپ میں رائج ہیں وہ دراصل اسلام ہی کی تعلیم کا اثر ہے۔ اگرچہ اسوقت یورپ کثرت ازدواج کو برا سمجھتا ہے۔ لیکن وہ بقول سٹیٹسمین ڈیڑھ صدی میں اس کا بھی قائل ہو جائیگا۔

کل دنیائے اسلام کی آبادی بلحاظ مردم شماری

ملک	مسلمان	فیصدی
ارجنٹائن	۷۵۲۰۰	۱ سے کم
کی آسٹریلیا (برٹش)	۲۴۸۰۰	۰
ٹرینیڈاڈ	۳۶۰۰۰	۶¾
فجی	۱۵۰۰	۹
الپائنہ	۵۸۴۶۷۵	۷۰
پیٹاگان	۳۰۰۰۰	۱۳¾

ملک	مسلمان	فیصدی
شمالی امریکہ	۱۱۰۰۰	۱ سے کم
امریکہ (اضلاع متحدہ)	۱۱۰۰۰	〃
برازیل	۱۰۰۶۰۰	〃
گی آنا (ڈچ)	۱۵۴۳۱	۱۳½
آسٹریلیا	۲۵۰۰۰	۶¾
یورپ	۶۰۵۸۹۴۹	۱¼
بلگیریا	۹۷۲۵۰۰	۱۳¾
رومانیا	۴۴۰۸۶۰	۱ سے کم

ملک	مسلمان	فیصدی
روس	۴۴۰۰۰۰۰	۱/۲ ۴
افریقہ (کل)	۶۱۹۹۸۳۴۲	۴۷.۴/۵
بلجین کانگو	۱۶۶۴۰۰۰	۱۶
یگبیا	۲۸۸۰۰	۱۲
گولڈ کوسٹ	۱۰۱۴۰۰	۱/۲ ۴
جنوبی افریقہ	۵۰۰۳۶	۱ سے کم
نیاسالینڈ	۷۳۰۰	۱
کینیا	۴۲۶۰۰۰	۱۸
سوہیلی لینڈ	۳۴۰۰۰۰	۹۹
کامرون	۲۰۰۵۰	۳۶
ٹانگانیکا	۳۰۰۰۰۰	۷
مصر	۱۱۹۵۹۴۸	۹۱ ۱/۲
مراکش	۵۲۰۰۰۰۰۰	۹۷
بینی گال	۱۲۹۶۰۰۰	۹۹
آوری کوسٹ	۲۶۰۰۰۰	۲۰
مارسی نینیا	۲۶۰۰۰۰	۹۸
وولٹا	۴۵۰۰۰۰	۱۴ ۱/۲
کانگو	۵۶۰۰۰۰۰	۹۳
فرانسیسی افریقہ	۶۵۰۰۰۰	۱۳۲
ٹوگولینڈ	۳۶۵۰۰۰	۵۹
اطالوی افریقہ	۱۵۴۹۰۰۰	۸۳
ایری ٹری	۳۰۰۰۰۰	۷۴ ۱/۲

ملک	مسلمان	فیصدی
یوگوسلاویہ	۱۴۳۶۹۰۵	۱۱
ابی سینیا	۴۰۰۰۰۰۰	۴۰
برٹش آفریقہ (کل)	۱۵۵۸۹۹۹۰	۱۸
سرالیون	۳۰۰۰۰۰	۱۹ ۱/۴
نائیجیریا	۱۱۰۰۰۰۰	۶۱
بسوٹولینڈ وغیرہ	۹۱۵۳	۱ سے کم
زنجبار	۱۸۳۵۰۰	۹۳
یوگنڈا	۶۳۰۰۰	۲ ۱/۲
مصری سوڈان	۳۰۰۰۰۰۰	۵۱
ٹوگولینڈ	۱۲۵۰۰۰	۶۹
جنوب مغربی افریقہ	۱۰۰۰	۱ سے کم
فرانسیسی آفریقہ الجیریا	۴۹۱۴۲۴	
ٹونیشیا	۱۸۹۱۲۵۰	
گنیا	۱۶۰۰۰۰۰	۸۴
دہومی	۳۴۰۰۰۰	۳۵
فرانسیسی سوڈان	۱۴۰۰۰۰۰	۹۴
نائیجیریا	۱۱۴۵۰۰۰	۹۱
سمالیلی کوسٹ	۴۴۵۰۰	۹۹
کامران	۳۶۵۰۰۰	۱۵ ۱/۴
ٹرنامسکر	۵۵۰۰۰	۲
لیبیا	۹۰۰۰۰	۶۵
اطالوی سمیٹ لینڈ	۹۴۹۰۰۰	۹۹

Marfat.com

ملک	مسلمان	فیصدی
لائبریا	۲۰۰۰۰۰	۱۵
موزمبیق	۱۳۰۰۰۰	۴
افنی	۲۰۰۰۰	۱۰۰
ایشیا (کل)	۱۶۱۲۸۰۴۲۲	۱۷ ۱/۳
فلپائن	۵۸۶۹۹۹	۴ ۱/۴
جزیرہ قبرس	۶۱۴۴۲	۱۹ ۱/۲
سکوطرہ	۱۲۰۰۰	۱۰۰
ہندوستان	۶۹۸۱۵۰۰۰	۲۱ ۱/۲
مالایو	۷۰۱۹۹	۱۰۰
ملایا	۴۲۰۸۴۰	۳۱ ۱/۲
شمالی بورنیو	۲۰۰۰۰۰	۷۷ ۱/۲
سراوق	۱۵۰۰۰۰	۲۵
عراق	۲۶۴۰۶۰۰	۹۲ ۱/۲
چین (ملحقات)	۲۷۰۲۰۰۰	۱۶
فرانسیسی ایشیا	۳۴۱۸۶۰	۱ ۱/۲
,, شام ولبنان	۱۰۱۳۰۸۴	۵۳ ۱/۲
ایران	۹۳۵۰۰۰۰	۹۸ ۱/۲
روسی ایشیا	۱۰۲۰۰۰۰	۳۴ ۳/۴
ٹرکی	۸۳۵۰۰۰۰	

ملک	مسلمان	فیصدی
گنیا	۱۰۰۰۰۰	۳۴
رہی ڈمی ارو	۷۹۵۰۰	۹۹
مراکش (ہسپانوی)	۴۹۵۰۰۰	۸۲ ۱/۴
افغانستان	۱۲۰۰۰۰۰۰	۱۰۰
عرب	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۰۰
عدن اور پیرم	۵۴۰۰۰	۹۹
جزیرہ بحرین	۱۱۹۰۰۰	۹۹
لنکا	۳۰۲۵۳۲	۶ ۱/۴
سٹریٹ آبادیات	۲۵۸۷۱۹	۲۹
ملایا	۷۵۸۰۶۰	۲۹
برونی	۲۴۰۰۰	۹۸
فلسطین	۶۷۰۸۹۰	۸۰
چین خاص	۶۴۳۳۰۰۰	۱ ۱/۲
مشرقی ایڈیٹر	۳۶۰۰۰۰۰۰	۶۶
فرانسیسی ہند	۱۳۲۶۰	۴ ۱/۲
عمان	۵۰۰۰۰۰	۱۰۰
پرتگالی تیمور	۹۰۰۰۰	۲ ۱/۴
سیام	۱۵۰۰۰۰	۱ ۱/۲

ہندوستان میں مسلمان

شہر	تعداد	اوسط فیصدی
اجمیر	۱۰۱۶۶۹	۳۰ ,,

شہر	تعداد	اوسط فیصدی
انڈیمان	۱۰۴۱۴	

Marfat.com

شہر	تعداد	فیصدی
آسام	۲۲۰۲۴۷۰	۲۷
بلوچستان	۴۲۰۶۴۸۰	۹۱
بنگال	۲۵۲۱۰۸۹۰	۵۳
بمبئی اور لنڈن	۳۸۲۰۱۵۲	۱۹
برہما	۵۰۰۰۰۰	۴
دہلی	۱۴۱۶۵۸۰	۲۹
جموں و کشمیر	۲۵۴۸۵۱۴	۷۷
جنوبی ہند میں	۱۰۰۰۰۰۰	
پنجاب	۱۳۰۰۰۰۰۰	۵۵

شہر	تعداد	فیصدی
ریاست منی پور	۱۷۴۸۶۰	
بڑودہ	۱۹۲۲۳۲۸	۷
بہار	۳۷۹۰۱۸۲	۹
(صرف سندھ میں ۷۳ فیصدی)		
وسطی ہند	۲۳۱۵۲۰	
حیدرآباد	۱۲۹۸۲۷۶	۱۰
(صرف کشمیر میں ۹۵ فیصدی)		
شمالی مغربی صوبہ سرحد	۲۰۴۲۶۸۶۰	۹۱
ریاستہائے راجپوتانہ	۹۰۰۰۰۰۰	۹

کل ہندوستان کی آبادی

اصل ہندو ۱۰ کروڑ۔ اچھوت اقوام ۶½ کروڑ۔ سکھ ۴۰ لاکھ۔ جینی ½ ۱۲ لاکھ۔ مسلمان ۸ کروڑ۔
بدھ ½ ۱ کروڑ۔ پارسی ½ ۱ لاکھ۔ عیسائی ۶۰ لاکھ۔

گذشتہ سو سال میں مسلمانوں کی ترقی حیرت انگیز ہے

اسلام کی سادگی و پاکیزگی رفتہ رفتہ اپنے شدید ترین دشمنوں کو بھی کلمۂ حق کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ بھائی پرمانند کے اسم گرامی اور اسلام کی جانب آن کے میلان سے کون ناواقف ہے۔ لیکن اسلامی تعلیم کا اعجاز دیکھئے کہ [illegible] ذوق و شوق اصول اسلام کی تعریف میں مضمون چھاپ رہے ہیں۔ بھائی صاحب کے اخبار "ہندو" لاہور کی ۱۴ جولائی ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں لالہ دیوان چند بی۔ اے وکیل قصور تحریر فرماتے ہیں:

"آج ہندو سوراجیہ کی کشمکش میں اسقدر غلطاں ہیں کہ اپنی قومی ہستی کا احساس ان میں دن بدن کم ہوتا ہے۔ اسکے برعکس اسلام کی اخوت اور حریت انکو ایک زبردست منظم جماعت بنا چکی ہے۔ اسلام کی مساوات اور وحدانیت ان کے متحرک قومی احساس کو مضبوط کرتی ہے۔ اور ہندوؤں کی ذات پات۔ چھوت چھات اور بے حد فرقہ بندی ان کو مقابلہ میں کمزور اور نکما بنا رہی ہے۔ اسلام کے پھیلاؤ کا کارن اس کا سادہ۔ کم خرچ

Marfat.com

اور غریبوں کے لئے مفید اور دلکش سوشل سسٹم (نظام اجتماعی) ہے۔ غریب ہندوؤں کی لڑکیاں تو امیر لے لیتے ہیں مگر لڑکے زیادہ تر کنوارے رہ جاتے ہیں۔ اور دو ہواؤں کے کارن ہندو ہر چالیس سال کے بعد دو فیصدی کم ہو جاتے ہیں اور مسلمان پانچ فی صدی بڑھ جاتے ہیں۔ اسلامی حکومت کے دوران میں مسلمانوں کی تعداد مقابلتہً بہت کم تھی۔ مگر ہندوؤں کے مظالم اور اسلامی سوشل سسٹم کی سادگی اور سب کے مفید ہونے کے کارن گذشتہ سو سال میں مسلمانوں کی ترقی حیرت انگیز ہوئی ہے اور جو پولیٹیکل نتائج برآمد ہوئے ہیں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہندوؤں نے اپنے سوشل قوانین رواجات رسومات کو مساوات سادگی اور کم خرچی کی طرف مبدل نہ کیا تو بلاشبہ چند سو سالوں میں ہندوستان کا نام بدلنا پڑیگا۔

ایک ہزار قبطی ہر سال مسلمان ہوتے ہیں

لنڈن ٹائمز کا مصری نامہ نگار دسمبر ۱۹۲۵ء میں لکھتا ہے کہ جدید مصری دستور اگرچہ رعایا کو مذہبی آزادی کی اجازت دیتا ہے لیکن دوسری طرف یہ بھی قانون میں شامل ہے کہ اگر کوئی عورت سن معین کے اندر شادی کرلے تو پھر اسکو تبدیلی مذہب کی اجازت نہیں ہوگی۔ پھر بھی قانون اس امر کی بھی اجازت دیتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کا لڑکا یا لڑکی مرتد ہو جائے اور ارتداد پر مصر ہو تو باپ کو اسکے مار ڈالنے کا اختیار ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ واقف کار اشخاص کا اندازہ ہے کہ ہر سال تقریباً ایک ہزار مسیحی قبطی خود بخود مسیحیت سے دستبردار ہو کر دین اسلام کے آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ مصر کا قانون جو کچھ بھی کہے۔ لیکن ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آخر مصری قبطی عیسائی جو مسلمانوں کی طرح وہاں مذہبی آزادی رکھتے ہیں کونسی تلوار کے ڈر سے مسلمان ہو رہے ہیں؟ کیا ان کا خود بخود ہزاروں کی تعداد میں داخل اسلام ہونا اسلام کی پُرامن سرائیت اور تعلیم اسلام کے فطرت انسانی کے مطابق ہونے کی دلیل نہیں ہے؟

مسلمان بتدریج کس طرح بڑھے؟

۱۸۷۱ء کی مردم شماری میں ہندوستان میں صرف چار کروڑ چند لاکھ پر مسلمان تھے۔ ۱۹۱۱ء میں مسلمان ۶۶۶۴۷۲۹۹۔ اور ۱۹۲۱ء میں مسلمان ۶۶۷۴۳۵۴۳۲ تھے اور ۱۹۳۱ء میں ۶۶۷۴۳۵۴۳۲۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمان جبراً ہندوؤں کو مسلمان کر کے نہیں ہوئے بلکہ محض قدرتی وسائل سے بڑھے ہیں کیونکہ پہلے پہل ۷۱۱ء میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اسی سال بعد مسلمان ہندوستان میں آ گئے تھے۔ اور محمد قاسم جو گورنر حجاج کا بھتیجا تھا خلیفہ عمر کے عہد میں سندھ پر حملہ کر کے وہاں اسلامی سلطنت قائم کرلی تھی

اب بھی اسلام کس طرح ترقی کر رہا ہے

ہندوستان اور باقی تمام دنیا میں اسلام برابر بڑھ رہا ہے۔ پس یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ ہندوستان میں حکومت اسلامی کے تحت میں ہی مسلمانوں نے ترقی کی۔ یا ہندو مسلمان کئے۔ اب انگریزی عہد میں بھی لاکھوں ہندو مسلمان بن رہے ہیں جن میں بعض بڑے نامور اور قابل لوگ بھی ہوتے ہیں جیسے مہاراجہ ناہر سنگھ آف ہرات بمعہ اپنے خاندان اور جمعیت کثیر کے اور انگلستان میں بڑے بڑے نامور امراء اور پرنس جیسے سر آرچبالڈ ہملٹن لارڈ ہیڈلے وغیرہ وغیرہ بلا کسی جبر و اکراہ کے خود اسلام کے حلقہ بگوش بن رہے ہیں۔ نہ اُن پر مسلمانوں کی کسی قسم کی حکومت ہے اور نہ اُن پر اسلام کا کوئی رسوخ ہے۔

مسلمان آبادی ہند کا پانچواں حصہ تھے جلدی چوتھا حصہ ہو جائیں گے

سنہ ۱۹۲۳ء میں ہز ہائینس سر آغا خان نے بذریعہ براڈ کاسٹ اہل امریکہ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ سلطنت جرمنی کی کل آبادی چھ کروڑ ۲۰ لاکھ ہے۔ حالانکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی ۷ کروڑ ۸۰ لاکھ ہے۔ پچاس برس گذرے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کل ہند کا ۱/۵ حصہ تھی۔ مگر مسلمانوں کی آبادی رات دن بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ اب ان کی تعداد ہندوستان کی کل آبادی کا ۱/۴ حصہ ہو گیا۔ اور ہمارے بچوں کے متوسط العمر ہونے تک ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد آبادی ہندوستان کا ۱/۳ حصہ ہو جائے گی۔ ہندوؤں سے مسلمان رسوماتِ وضع قطع لباس عادات و قوانین بلکہ کھانے پینے تک میں بھی مختلف ہیں۔ ہندو سود لیتے ہیں مسلمان کے ہاں سود ناجائز ہے۔ غرض کہ مسلمان کسی طرح بھی ہندوؤں کے ساتھ مخلوط نہیں ہو سکتے۔

تمام دنیا کی اسلامی آبادی

فرانس کے ایک رسالہ ماندہ مسلمان نے مسلمانان عالم کی آبادی کے حسب ذیل اعداد شائع کئے ہیں:۔

شمالی افریقہ	مراکش فرانسیسی حمایت میں	۴۷۵۰۰۰	مراکش ہسپانی اثر میں۔ ۵۵۰۰۰۰
	رایوڈاارو ہسپانی۔	۵۰۰۰۰	الجیریا و فرانسیسی ہرا۔ ۵۱۷۴۰۰۰
	ٹیونس۔	۲۰۰۰۰۰۰	ٹریپولی و اٹالی آبادی۔ ۵۶۹۰۰۰
	سارا نیسیا	۲۷۵۰۰۰	مصری سوڈان ۳۳۳۰۰۰۰۰
	مصر	۱۲۸۰۰۰۰۰	

Marfat.com

مغربی افریقہ	موری ٹانیا فرانسیسی	۶۱۰۰۰	سینی گال فرانسیسی	۹۱۵۰۰۰	فرانسیسی سوڈان	۶۸۴۰۰۰
	فرانسیسی گائنا	۱۶۰۰۰۰۰	ساحل طلا فرانسیسی	۱۷۰۰۰۰	ڈہومی فرانسیسی	۷۰۰۰۰
	ہوٹ والٹا فرانسیسی	۴۴۴۰۰۰	نائگر "	۹۵۲۰۰۰	برٹش گائنا	۷۰۰۰۰
	پرتگالی گائنا	۴۰۰۰۰	سرالیون برٹش	۴۵۰۰۰۰	ساحل طلا برٹش	۷۵۰۰۰
	ٹوگو (برخے فرانسیسی برخے برطانی)	۸۰۰۰۰	جمہوریہ لائبریا	۲۰۰۰۰۰		
وسط و جنوبی افریقہ	برٹش نائیجیریا	۶۹۵۰۰۰	کیمروں زیر اثر فرانسیسی	۵۰۰۰۰۰	کوبانگی چاری (فرانس)	۲۵۰۰۰
	چاڈ فرانسیسی	۹۲۰۰۰۰	بلجیئن کانگو	۲۵۰۰۰	نیاسالینڈ برطانی	۱۶۰۰۰۰
	یونیئن سوتھ افریقہ	۴۶۰۰۰	بکوانا لینڈ برٹش	۹۰۰۰		
مشرقی افریقہ	موزمبیق پرتگالی	۶۰۰۰۰	میڈیغاسکر فرانسیسی	۶۷۰۰۰۰	خبر وری یونیئن فرانسیسی	۳۰۰۰۰
	موریشس برٹش	۴۵۰۰۰	جزائر سیچلز برٹش	۳۰۰۰	زنگبار زیر حمایت برطانی	۲۰۰۰۰۰
	تانگانیکا زیر حمایت برطانی	۴۰۰۰۰۰	یوگنڈا برٹش	۶۰۰۰۰۰	کینیا۔ برٹش نوآبادی	۱۰۰۰۰۰۰
	برٹش سومالی لینڈ	۳۰۰۰۰۰	اٹالین سومالی لینڈ	۵۰۵۰۰۰	فرانسیسی سومالی لینڈ	۲۱۰۰۰۰
	ارٹھریا۔ اطالی نوآبادی	۲۶۱۰۰۰	حبش	۳۰۰۰۰۰۰		
مشرقی یورپ	البانیا	۵۶۴۰۰۰	یوگوسلاویا	۱۳۳۶۰۰۰	بلگیریا	۶۹۰۰۰۰
	یونان	۱۸۰۰۰۰	سائپرس۔ قبرص	۶۱۰۰۰	روڈس	۱۲۰۰۰
	رومانیا	۲۵۰۰۰۰	پولینڈ و لتھوینیا	۸۰۰۰		
سوویٹ روس	سائبیریا	۲۹۵۰۰۰	کریمیا	۱۸۶۰۰۰	ترکستان	۱۸۰۰۰۰۰
	بخارا	۷۴۶۰۰۰	شمالی کوہ قاف	۱۵۰۰۰۰۰	قزاق	۴۱۹۰۰۰۰
	ازبکستان	۶۰۰۰۰۰	سمرقند	۱۰۰۰۰۰۰	سنگولیا	۲۰۰۰۰۰
	آزربیجان	۱۶۰۰۰۰۰	گوریا	۳۰۰۰۰۰	ارمینیا	۸۶۰۰۰
	ترکی	۱۲۶۰۰۰۰۰	عراق	۲۶۴۰۰۰۰	شام	۲۳۰۰۰۰
	فلسطین	۵۵۶۰۰۰	ویرات	۹۳۲۰۰۰۰	افغانستان	۶۳۸۰۰۰۰
برطانوی ہند	مارواڑ	۱۰۱۷۶۶	انڈیمن	۱۰۴۴	آسام۔ بین پور پراونس	۱۶۸۴۷ ۲۲۰۲۴۶۰

Marfat.com

ریاست بلوچستان	۳۶۶۱۹۵
بنگال	۲۵۳۱۰۸۰۲
بمبئی سندھ	۸۴۰۶۷۵
سنٹرل انڈیا بھوپال	۳۳۱۵۲۰
کرورگ	۱۳۰۲۱
حیدرآباد	۱۲۹۸۲۷۶
صوبہ مدراس	۲۸۴۰۴۸۸
صوبہ سرحد شمال مغرب	۲۰۶۲۶۸۶
راجپوتانہ	۹۰۰۳۴۱
لنکا	۳۰۸۶۹۴
برٹش ملایا سٹیٹس نارتھ بورنیو	
بورنیو	۱۲۰۰۰
ملایا	۱۲۵۰۰۰
سیلنگور	۱۲۵۰۰۰
نان فیڈریٹڈ ملایا سٹیٹ	
پرلس	۳۵۰۰۰
چین کانسو	۳۰۰۰۰۰۰
دیگر صوبجات	۴۰۰۰۰۰۰
ڈچ انڈیز جاوا	۳۶۰۰۰۰۰۰
بافکا بلٹن	۱۳۰۰۰۰
نیو گائینا	۷۰۰۰۰۰
فلپائن	۴۴۳۰۳۷
برازیل	۲۵۰۰۰

صوبہ بلوچستان	۳۶۷۲۸۲
بہار اوڑیسہ	۳۶۶۱۹۵
صوبہ جات بمبئی	۳۸۲۰۱۵۳
سنٹرل پراونسز وبرار	۵۶۳۵۷۴
دھلی	۱۴۱۷۵۸
کشمیر	۲۵۴۸۵۱۴
ریاست میسور	۳۴۰۴۶۱
ریاستہائے پنجاب	۱۳۶۹۰۶۲
ممالک مغربی وشمالی	۲۴۳۹۳۵
سراوق	۸۰۰۰۰
سٹیٹ سیٹلمنٹ سنگاپور	۸۵۰۰۰
فیڈریٹڈ ملایا سٹیٹ	-
نیلگری سمبیلان	۱۰۸۰۰۰
جوہور	۱۶۰۰۰۰
کیلان ٹان	۲۹۵۰۰۰
سن کیانگ	۱۲۰۰۰۰۰
سراوک	۸۰۰۰۰
سماٹرا	۶۶۰۰۰۰۰
بورنیو	۵۴۰۰۰۰
ٹایمور	۲۳۰۰۰۰
وشیانا	۷۰۰۰
برٹش گائینا	۱۸۰۰۰۰

بٹرڈوڈ	۱۹۲۳۲۸
صوبہ جات بہار	۳۶۹۰۰۰۰
برمی مانیا	۵۰۰۵۹۲
صوبہ جات متوسط	۱۸۴۵۸
گوالیار	۱۶۹۸۸۳
مالابار مدراس	۳۶۳۹۹۲
اقوام سرحدی صوبہ	۲۱۳۳۶
اضلاع پنجاب	۱۱۴۴۴۳۲۱
ریاستہائے یوپی	۶۴۸۱۰۳۲
برطانوی شمالی بورنیو	۴۰۰۰۰
پے نانگ	۱۵۰۰۰۰
پیراک	۲۶۰۰۰۰
پاہنگ	۱۶۰۰۰
کیدا	۲۶۰۰۰۰
ٹرنگنو	۱۵۳۰۹۲
یون نان	۶۰۰۰۰۰
رای یولگا	۲۳۵۰۰۰
سیلیبس	۱۰۰۰۰۰۰
بالی لمبک	۵۵۰۰۰۰
امریکہ	۱۰۰۰۰
ڈچ گائینا	۲۰۰۰۰

Marfat.com

فرنچ گی آنا	۶۰۰۰	ٹرینی ڈاڈ	۱۸۰۰۰	دیگر مقبوضات امریکہ	۱۵۰۰۰
فرانس کا علاقہ واقعہ امریکہ	۱۰۰۰۰۹	ہلحیم کا علاقہ واقعہ امریکہ	۵۰۰۰		

دنیا میں ستر کروڑ مسلمان آباد ہیں

سنہ ۱۹۳۱ء کی تازہ مردم شماری کے مطابق رسالہ "نیر ایسٹ" لنڈن نے مسلمانان عالم کی تعداد شائع کی ہے۔ اس سے قبل مسلمانان عالم کی تعداد ۴۰ کروڑ تک بتائی جاتی تھی۔ لیکن اس رسالہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی ۷۰ کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔

شمالی افریقہ ۲۹ کروڑ ۲۵ لاکھ ۸۰ ہزار۔ مغربی افریقہ ۲ کروڑ ایک لاکھ ۱۱ ہزار۔ وسطی اور جنوبی افریقہ ۹۲ لاکھ ۸۰ ہزار مشرقی افریقہ ۹۲ لاکھ ۷۵ ہزار۔ مشرقی یورپ ۱۷ لاکھ ۲ ہزار۔ سوویٹ روس ۲ کروڑ ۲۲ لاکھ ۲۵ ہزار (حالانکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روس میں تقریباً ۵ کروڑ مسلمان آباد ہیں)۔

مشرق قریبہ و ایشیائے کوچک ۳۱ لاکھ ۷۲ ہزار۔ ملایا ۲۰ لاکھ ۳۴ ہزار۔ انڈو چائنا جاوا و سنگاپور ۹ کروڑ ۵۹ لاکھ ۵۸ ہزار ہندوستان ۸ کروڑ ۹۱ لاکھ ۱۸ ہزار ۵ سو ۱۴۔ چین ۲ کروڑ ۸ لاکھ۔ (حالانکہ ایک انگریز مصنف نے اپنی تصنیف میں کئی سال پہلے لکھا تھا کہ چین میں مسلمان پانچ کروڑ سے بھی زیادہ ہیں)۔ دیگر ممالک ۶۶ ہزار ۸ سو ۲۷۔

غرض مسلمانوں کی آبادی صفحہ عالم پر روز بروز بڑھ رہی ہے۔ موجودہ رفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ انشاء اللہ ان کی آبادی بہت جلد تمام دنیا پر سبقت لے جائے گی۔

ہندوستان میں ہندو کتنے گھٹ رہے ہیں اور مسلمان کتنے بڑھ رہے ہیں؟

اور دنیا کی آبادی میں مسلمانوں کی کثرت

ہندوستان کی ہر دس سالہ مردم شماری کے شائع ہونے پر ہندو مبصرین ملک کہنے لگتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ سر سندر ونا تھ بینرجی متوفی مشہور ایڈیٹر بنگالی کلکتہ و سابق وزیر بنگال کے داماد ڈاکٹر مکرجی نے ایک انگریزی رسالہ اس مضمون پر غالباً بنام "ایک مرنے والی قوم" کے لکھا تھا۔ حال میں آخری مردم شماری کے نتائج شائع ہونے کے بعد مسٹر بال کرشن صاحب ایم۔ اے پرنسپل راجہ رام کالج کولہاپور نے "ہندوؤں کے زوال کی خوفناک رفتار" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جسکو ذیل میں

ملخصاً درج کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ بتلاتے ہیں کہ جہاں ہندو مسلسل طور پر کم ہو رہے ہیں وہاں مسلمان اور عیسائی کس شرح سے بڑھ رہے ہیں۔ اور وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر ہندو تنزل کی یہی رفتار رہی تو پنجاب میں (۱۱۸) سال کے بعد اور تمام ہندوستان میں (۴۶۰) سال کے بعد کوئی ہندو باقی نہ رہیگا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

میرے ہندو بھائی کنبھ کرن کی نیند سوئے ہوئے ہیں وہ اپنے زوال کو روکنے کے لئے کوئی کوشش نہیں کر رہے۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلے دس سالوں میں حرکت اور زندگی کی کچھ کچھ نشانیاں نظر آتی ہیں۔ مگر چوبیس کروڑ ہندوؤں کو حرکت دینا آسان کام نہیں۔ ان کو جگانے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہر ایک ہندو کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ سال بسال ہندو ہندوستان میں کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جو بات کہ مسلمان بادشاہ اسلامی سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی نہیں کر سکتے تھے وہ اسلامی راج کے نہ ہوتے ہوئے بھی پوری ہو رہی ہے۔ ہر روز ہندو دھرم کو عورت و مرد چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہو رہے ہیں۔ مسلمان تو دینے کی بجائے لے ہی رہے ہیں۔ اس صورت میں ہندوؤں کا زوال اور مسلمانوں کا عروج کیوں نہ ہو۔ ذرا اعداد و ذیل دیکھئے:۔

تین مذہبوں کا مقابلہ

دھرم	سنہ ۱۸۸۱ء	سنہ ۱۸۹۱ء	فی صدی اضافہ
ہندو	۱۸۹۶۳۷۴۵	۲۰۷۶۳۱۶۲۷	۱۰ء۵
مسلمان	۵۰۶۲۱۵۸۵	۳۷۳۲۱۱۶۵	۱۴ء۴
عیسائی	۱۸۶۲۶۳۴	۲۲۸۴۳۷۰	۲۲ء۴

اس حساب سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ دس سالوں کے اندر ہندو ایک سو سے ایک سو دس ہو گئے۔ مسلمان ۱۱۴ ہوئے مگر عیسائی ۱۲۲ء۴ ہو گئے۔ دھرم کی دوڑ میں ہندو سب سے نیچے رہے اور عیسائی سب سے آگے ہو گئے۔ مگر اگلے دس سالوں میں ہندوؤں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں اور مسلمان و عیسائی خوب بڑھ گئے:۔

دھرم	سنہ ۱۸۹۱ء	سنہ ۱۹۰۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۲۰ء۷ کروڑ	۲۰ء۷ کروڑ	
مسلمان	۵ء۷ ″	۴۶۲ ″	۸ء۵
عیسائی	۲۲ء۸ لاکھ	۲۹ء۲ لاکھ	۲۷ء۹

Marfat.com

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں ۱۰۰ عیسائی دس سالوں میں ۱۵۲ ہو گئے اور مسلمان ۱۰۰ سے ۱۰۹ ہو گئے ہندوؤں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ وہ ساکن اور بے حرکت ہی رہے۔ وہ جہاں تھے وہیں رہے۔ مگر دوسرے دہرم والے بازی لے گئے۔ اگلے دس سالوں میں بھی ہندو پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دیکھئے:۔

دہرم	سنہ ۱۹۰۱ء	سنہ ۱۹۱۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۷ ، ۲۰ کروڑ	۷ ، ۲۱	۵
مسلمان	۲ ، ۶ ،،	۶ ، ۶	۵ ، ۶
عیسائی	۲ ، ۲۹ لاکھ	۷ ، ۳۸	۶ ، ۳۲

یعنی ایک سو عیسائیوں کی جگہ پر ۱۳۲ عیسائی دس سالوں میں ہو گئے۔ مسلمان بھی ۱۰۶ سے زیادہ ہوئے مگر ایک سو ہندو صرف ۱۰۵ ہوئے۔ مگر یہ تھوڑی سی ترقی اگلے دس سالوں میں رُک جاتی ہے۔ ہندو بڑھنے کی بجائے گھٹ جاتے ہیں اور دوسرے دہرموں والے خوب ترقی کرتے ہیں۔ مثلاً

دہرم	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	فیصدی اضافہ
ہندو	۷ ، ۲۱ کروڑ	۶ ، ۲۱ کروڑ	۵ ،
مسلمان	۶ ، ۶ ،،	۸ ، ۶ ،،	۱ ، ۵
عیسائی	۷ ، ۳۵ لاکھ	۵ ، ۴۷ ،،	۹۲ ، ۵

اب صاف طور پر عیاں ہو گیا ہو گا کہ عیسائی اور مسلمان لوگ برابر بڑھتے گئے ہیں مگر ہندوؤں میں کلی زوال ہوا ہے اور جو اضافہ ہوا بھی ہے وہ دوسری جاتیوں سے کم ہوا ہے۔ ان چالیس سالوں کا حساب دیکھنے سے سب کی آنکھیں کھل سکتی ہیں۔

دہرم	سنہ ۱۸۸۱ء سے	سنہ ۱۹۲۱ء تک اضافہ فیصدی
ہندو	۸۲ ، ۲ کروڑ	۱۵
مسلمان	۸۲ ، ۱ ،،	۳۷
عیسائی	۲۹ لاکھ	۱۵۵

چالیس سالوں میں ہندو دہرم میں لوگ ایک سو سے ایک سو پندرہ ہوئے مگر مسلمان ۱۳۷ اور عیسائی ۲۵۵ ہو گئے دہرم کی دوڑ میں ہندو بہت پیچھے رہ گئے اسکے نتائج خطرناک ہیں۔ کیونکہ اس رفتار سے اگر ہندو دہرم میں

Marfat.com

زوال ہوتا گیا تو کوئی دن ایسا آئیگا کہ اس ہندوستان میں ہندوؤں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ ذیل میں فی سیکڑہ تعداد ان تین دھرم والوں کی دکھائی جاتی ہے اور جو ترقی یا کمی فیصدی ان میں ہوئی ہے وہ بھی درج ہے۔

دھرم	سنہ ۱۸۸۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	تبدیلی فیصدی
ہندو	۷۴٫۳	۶۸٫۴	۵٫۷ کمی
مسلمان	۱۹٫۷	۲۱٫۷	۱۲ اضافہ
عیسائی	۷٫	۱٫۵	۱۸ اضافہ

اس فہرست سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جہاں سنہ ۱۸۸۱ء میں ہندوستان کی ساری آبادی میں سے ہندو ۷۴ فیصدی تھے چالیس سالوں میں ۶۸ فیصدی رہ گئے۔ یعنے لگ بھگ ۶ کی کمی ہوئی۔ دوسری طرف جہاں مسلمان ۲۰ فیصدی تھے وہ ۲۲ فیصدی ہوگئے۔ عیسائی بھی ایک فیصدی بڑھ گئے۔ اگر اس تعداد سے ہندو گھٹتے رہے تو حساب صاف ہے اور نتیجہ بھی سب پر عیاں ہے۔ کہ ۶۰ سالوں میں سارے ہندوستان میں کوئی ہندو نہیں رہیگا۔ ہندوستان مسلم ستھان اور عیسائی ستھان بنجائیگا۔ آریہ ورت میں اناریہ دھرموں کا راجیہ ہوگا۔ رام کرشن۔ بدھ گوتم۔ شنکر کناد کے نام لیوا اور پانی دیوامر چکے ہوں گے۔ ویدک دھرم کا ناش آریہ فلسفہ ہندو تہذیب۔ ہندو دھرم شاستر لیبا میٹ ہوچکا ہوگا۔ ہندوستان کی وہی حالت ہوگی جو مصر ایران جاوا۔ بالی۔ بورنیو وغیرہ ملکوں کی ہوچکی ہے۔

(چالیس سالوں میں ترقی دھرم)

صوبہ	ہندو	مسلمان	فیصدی بڑھے
پنجاب	۱٫	۲۹	//
یو۔پی	۲٫۴	۹	//
مدراس	۱۸	۳۱٫۵	//
سی۔پی۔برار	۱۷	۲۱٫۵	//
بنگال	۱۷٫۶	۴۱	//
آسام	۳۴٫۱	۶۷٫۱	//

اس فہرست کا ذرا ملاحظہ فرمایئے اور پورے طور پر اسکے نتیجہ کی کھوج کیجئے تو رونگٹے کھڑے ہوں گے۔

Marfat.com

مسلمان کیوں اور کتنے بڑھ رہے ہیں

ڈاکٹر مونجے واشاعت اسلام

مولانا محمد علی مرحوم نے جو نیشنل کانگریس کے ایک سال صدر بھی تھے کلکتہ خلافت کانفرنس ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر مونجے کی ایک تقریر کا اقتباس پڑھا جو پٹنہ کی ہندو سبھا میں صدر کی طرف سے دی جانے والی تھی۔ لیکن چونکہ تقریر لغویت سے پُر ہے اس لئے بعض ہندوؤں نے انہیں پڑھنے سے باز رکھا۔ فاضل مقرر نے اس کے بعض فقرے پڑھ کر سنائے۔ آپ نے فرمایا:۔ "سر اسٹینلے جیکسن اس فقرے کو غور سے سن لیں۔ جنہوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ شیو لنگم کو پھر اپنی جگہ پر نصب کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہاں رپورٹ لینے والے کرانا کا تبین بھی اس فقرے پر توجہ فرمائیں۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر آپ نے کہا کہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ حلق صرف میرا ہے۔ لیکن آواز ڈاکٹر مونجے کی سنا رہا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"سندھ۔ ملابار۔ پنجاب۔ یوپی۔ افغانستان وغیرہ میں ہندوؤں کی آبادی صرف پچاس سال پہلے مسلمانوں کے مقابلہ میں ۷۰ فیصدی تھی۔ لیکن آجکل ۵۵ فیصدی مسلمان ہیں اور ۴۵ فیصدی ہندو رہ گئے ہیں۔ اسی طرح مشرقی بنگال کے اکثر دیہاتوں میں آجکل ہندو دس فیصدی سے زیادہ نہیں ہیں۔ افسوس کہ بنگال اب ہندوؤں کا صوبہ نہیں رہا۔ بلکہ مسلمانوں کا ہو گیا ہے۔ میں یہ خیال کرتے ہوئے لرزتا ہوں کہ پچاس سال بعد ہندوؤں کا کیا حشر ہوگا۔ خطرہ ہے کہ بنگال بھی کشمیر بن جائیگا جہاں کی مسلم آبادی ۹۵ فیصدی ہے"۔

میرا خیال ہے کہ بنگال میں صرف یہیں کے ہندو کافی نہیں ہیں بلکہ باہر کے ہندوؤں کو آکر یہاں ہماری مدد کرنی چاہیئے۔ صرف بم کے گولے کام نہیں آسکتے جو بعض اوقات حکومت کو پریشان کر دیتے ہیں۔ بلکہ اب لاٹھی چلانے کی بھی ضرورت پیدا ہو گئی ہے"۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ ان چند سطروں میں جسقدر جھوٹ اور افترا ہے میں نے کبھی اپنی عمر میں ایسا جھوٹ نہیں پڑھا۔ سر اسٹینلے کے پاس اگر بندوق نہ ہو تو انہیں چاہیئے کہ کرکٹ کا ایک بلا لیکر ضرور ایسے جھوٹے آدمی کا سر پھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں مالوی جی اور ڈاکٹر مونجے سے استفسار کرتا ہوں کہ کیا خود ان کی اس تقریر کے بعد بھی انکو یہ خیال ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ بقول ڈاکٹر مونجے کے گذشتہ پچاس سال کے اندر ہندوؤں کی آبادی میں ۲۵-۳۰ فیصدی کی جو کمی ہوئی ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کے پاس یقیناً تلوار نہ تھی تو بتائیں کہ

Marfat.com

آخر کونسی چیز نے مسلمانوں کی آبادی کو بڑھایا اور ہندوؤں کی آبادی کم کردی؟ یہ صرف اسلام کی روحانی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہندو کبھی ترقی نہیں کر سکتے جو خود اپنی قوم کے ہندوؤں سے چھوت کرتے ہیں۔ جو قوم دوسرے ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا بھی نہ کھا سکے۔ وہ کس طرح مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے دھرم کی اشاعت اور اپنی قوم کی ترقی کا خیال ذہن میں پیدا کر سکتا ہے۔

کیا دس لاکھ نومسلم تازہ آریہ بنائے ہیں؟

لالہ منشی رام صاحب جو آریہ سماج کے مہاتما ہیں۔ مگر اجمیر کی کولاہور میں یہ شوشہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پچھلی مردم شماری میں دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ اور عیسائیوں کی تعداد ایک لاکھ بڑھ گئی اور ہندوؤں کی تعداد ۲۰ لاکھ کم ہو گئی"۔ اور یہ ایسا اعتراض ہے جو ہر اور ان وطن کے متعصب طبقہ کے بہت سے اعتراضات کا جواب ہوگا۔ مردم شماری کے گذشتہ دس سال میں مسلمانوں کی بے حسی اور جمود ناداری و مفلسی بے نظمی اور انتشار تبلیغی مجالس کی عدم موجودگی اور تحریک اشاعت کی غیر دلچسپی کی سیاسی مصائب کے نزول اور مسلمانوں کی عام پریشانی کو مدنظر رکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان دس لاکھ نفوس کا حلقہ بگوش اسلام ہونا مسلمانوں کی کوششوں سے قطعاً بے نیاز ہے۔ اور یہ محض اسلام کی بے پناہ صداقت تھی جو اسقدر کثیر آبادی کے دلوں میں گھر کر گئی۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ عیسائی مذہب باوجود حکومت کی زردارانہ سرپرستی اور حسین و جمیل امداد کے صرف ایک لاکھ نفوس پر قبضہ کر سکا۔ اسکے خلاف ہندو مذہب کو ۲۰ لاکھ کا نقصان ہوا۔ کیا ان تمام واقعات سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ جس طرح اسلام اپنی دس سال میں ایک لاکھ فی سال کی شرح سے زور، زر، زن اور زمین کی امداد کے بغیر پھیلا۔ اسی طرح اسلام مسلمانوں کے عہد حکومت میں بھی پھیلا ہو تو کیا تعجب ہے۔ تلوار سے اسلام پھیلانے کے تمام قصے افسانے ہیں

اس حقیقت کی توضیح مہاتما جی کے ایک دوسرے ارشاد سے ہوتی ہے یعنی مراد آباد میں [illegible] اسلئے شدھ نہ ہوئے کہ ہندوؤں نے انہیں پانی بھرنے کی اجازت نہ دی۔ اسلام کا اصول مساوات و عقیدۂ اخوت اس کی بے مثال صداقت کے ساتھ ملکر اقوام اور آبادیوں کو بہت جلد انتظام تبدیل کر لیتا ہے آریہ سماج اسلام کے اصول کو بہتا اچھا سمجھتی ہے۔ لیکن اسکی فطری تنگ نظری نسل پرستی اور [illegible] اسے کامیاب نہیں ہونے دیتی۔

اورنگ زیب کا بچھایا جھوٹا

آج اخبار وکیل ۱۵ دسمبر ہمارے سامنے ہے۔ آریہ لیڈر لالہ منشی رام جی کا آخر

پڑھا اور "دنیا کا عالمگیر مذہب" نوشتہ جناب مولوی الف دین صاحب وکیل بھی دیکھا ہے۔ لالہ صاحب اپنی قوم یا مذہب کی بہتری کے واسطے جو کچھ کہیں اور کریں اس میں کسی غیر مذہب والے کو اعتراض کی وجہ نہیں ہو سکتی۔ مگر کسی دوسرے مذہب کے بزرگ کو الزام دینا اور خلاف واقعات بیان کرنا یہ لالہ صاحب کو اور آریہ قوم کو ہی زیبا ہے۔ لیکن جائے شکر ہے کہ اب انکی زبان مبارک سے شاہنشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کا پیچھا چھوٹا۔ اور بجائے عالمگیر کے اب سکندر حکمران کشمیر کی شامت آئی۔ بقول لالہ صاحب حکمران موصوف نے کشمیر کے ہندوؤں کو بوروں اور کمبلوں میں باندھ کر دریا برد کیا۔ اب ہم کو لالہ صاحب سے دریافت کرنا ہے کہ آجکل نہ تو اورنگ زیب کی حکومت ہے اور نہ سکندر حکمران کشمیر کی بادشاہی ہے۔ اب تو برٹش گورنمنٹ کی حکومت ہے جس کا پختہ اصول ہے کہ وہ کسی فرقہ رعایا کے مذہب میں دست اندازی نہ ہوگی۔ تو پھر عرصہ گذشتہ دس سالہ میں چالیس ہزار ہنود کو مسلمان کس نے کیا۔ کیا اورنگ زیب نے قبر سے تلوار چلائی یا سکندر نے۔ اور ایک لاکھ بیس ہزار ہنود نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ وہ دن دور نہیں گیا جبکہ آریہ ڈیپوٹیشن اظہار وفاداری کے لئے گورنمنٹ پنجاب کے دربار میں حاضر ہوا تھا تو سر ڈینس فٹز پیٹرک گورنر بہادر نے صاف صاف بول دیا تھا کہ حکام اضلاع کی رپورٹوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں جہاں آریہ سماجیں ہیں وہاں اُن کے برخلاف شکایتیں پائی جاتی ہیں۔ اور حکومت نے یہ بھی سچ سچ اراکین ڈیپوٹیشن کو کہا تھا کہ تم لوگ جو بولتے ہو کر کے نہیں دکھلاتے۔ ہم کو وہ بھی یاد ہے کہ جب گورنمنٹ نے آریہ لیڈر لالہ لاجپت رائے کو جلاوطن کر کے مانڈلے میں قید رکھا تو آریہ پارٹی نے اُنکے آریہ ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر یہ سچ تھا تو وہ رہا ہونے کے بعد آریہ پارٹی کے لیڈر کیوں رہے۔

اسلام کی کشش

جناب رامانند چٹرجی ایڈیٹر ماڈرن ریویو سنہ ۱۹۲۹ء میں فرماتے ہیں کہ "سنہ ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۱ء تک صرف پنجاب میں چالیس ہزار ہندو مسلمان ہو گئے اور مغربی بنگال میں ہنود کی تعداد میں ۵۲ فیصدی کمی ہو گئی" کیا جناب چٹرجی ہمیں بتائیں گے کہ دس سال کے قلیل عرصہ میں اکٹھے چالیس ہزار ہندوؤں کا حلقہ اسلام میں داخل ہونا کس اورنگزیبی شمشیر کا رہین منت ہے؟ یا یہ اسلام کی خوبیوں کا اثر ظلم اور جبر سے کبھی وہ کشش پیدا نہیں ہو سکتی جو اسلام خود بخود پیدا کرتا ہے۔

ہندوؤں کا مسلمان ہونا جبریہ نہ تھا۔ بلکہ ہندو جاتی کے مساواتی نقائص کا نتیجہ تھا

مسٹر گوبند رام کھنہ ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہندو اہل قلم لالہ لاجپت رائے کے انگریزی اخبار "پیپل" مورخہ ۸۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء ایک مضمون کے دوران میں ہندو جاتی

کے معاشرتی نقائص اور کمزوریوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہندوستان میں مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ :-

"یہ خیال کرنا غلط ہے کہ لاکھوں ہندوؤں کا اپنا آبائی مذہب ترک کرکے مذہب اسلام اختیار کرنا تمام تر مسلمان حکمرانوں اور مسلمان حملہ آوروں کے جبر و تشدد کا نتیجہ تھا۔ مسلمان حملہ آوروں میں تبلیغ مذہب کا جوش ضرور تھا۔ اور انہوں نے بڑی تعداد جبراً مسلمان کی۔ لیکن گذشتہ آٹھ صدیوں میں لوگوں نے جو تبدیل مذہب کیا ہے ان سب کو محض جبر کا نتیجہ و سبب نہیں کہا جا سکتا۔ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ و اقتدار کا تو سلطنت مغلیہ کی بربادی و تباہی پر عملاً خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور دکن و ممالک متوسط میں اور پنجاب میں سکھوں کو قوت حاصل تھی لیکن باینہمہ تبدیل مذہب کا سلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔ یہ اگرچہ ناگوار اور دل آزار تو ضرور ہے مگر اس تلخ صداقت کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ ہندوؤں کا مذہب آبائی چھوڑ کر ایک مسلسل سرچشمہ کی حیثیت میں مذہب اسلام میں داخل ہونا۔ اس کا سبب خود ہندوؤں کے نظام معاشرت کی فرسودگی اور مذہب اسلام کی قوت جذب و قبولیت رہا ہے۔ ہمیں اس مروجہ خیال سے اپنے دل کو تسلی نہیں دینا چاہیئے کہ ہندوؤں کا مذہب اسلام اختیار کرنا جبر اور تشدد کا نتیجہ تھا۔ خود بینی انسان کا سب سے مہلک دشمن ہے۔ میرے خیال میں ہیوگی کی زندگی کا جبریہ رہنا۔ ہندوؤں کے مختلف طبقات میں معاشرتی مساوات کا نہ ہونا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جن کو ہم پنچ ذات کے نام سے موسوم کرنا پسند کرتے ہیں قریب قریب جانوروں کا سا اور وحشیانہ برتاؤ کرنا۔ ان سب باتوں نے لاکھوں ہندوؤں کو اسلام کے حلقہ میں داخل کر دیا۔ اور تاوقتیکہ حالات میں پوری تبدیلی نہ ہو جائے مستقبل قریب میں اس تبدیلی مذہب کے بجائے گھٹنے کے اور زیادہ بڑھنے کا امکان ہے"۔

ہندوؤں کی تنگ نظری اچھوتوں سے

۲۸ مارچ ۱۹۲۸ء کے ہمدرد میں مولانا محمد علی لکھتے ہیں "یقیناً ہندو جاتی سارے عالم میں اپنی تنگ نظری میں یکتا ہے دنیا بھر میں کسی ملت نے اس تنگ نظری کا ثبوت نہیں دیا کہ خود اپنے ہی فرزندوں کو اچھوت سمجھا ہو۔ صدیوں سے سب ہندو نہ ایک دوسرے کو بیٹی دے سکتے ہیں نہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھا سکتے ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ سب ہندو ایک مندر تک میں یکجا نہیں ہو سکتے۔ نہ سب جگہ عام کے لئے سڑکیں ہی کھلی ہوتی ہیں۔ جو جاتی اس درجہ خود غرضی کا شکار ہو اس پر دوسری ملتیں کس طرح اعتبار کر سکتی ہیں"۔

کیا مسلمان ہندو بن سکتے ہیں؟

آج سے چند سال پہلے اگر کوئی ایسا خیال ظاہر کرتا کہ تمام ہندوستانی

مسلمانوں کو ہندو بنا کر متحدہ قومیت بنالی جائے تو اسے محض ایک دیوانے کی بڑ سمجھا جاتا۔ مگر اب ایک مغربی زبانوں اور یونیورسٹیوں کے عالم ہندو مسٹر ہربرٹ ایم۔ اے نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ ایک وقت میں وہ انگریزی حکومت کے خلاف باغیانہ خیالات ظاہر کر چکے ہیں اور دوران جنگ میں جرمن فوج اور حکومت کے مشیر و معاون رہ چکے ہیں انکی علمی لیاقت قابل تعریف ہے۔ لیکن عقل میں فتور معلوم ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ گذرا ہے۔ انکا خیال تھا کہ سب مسلمانان ہند ضرور ہندو بن جائیں۔ یا انہیں جبراً ہندو بنا لیا جائے تاکہ ہندوستان میں سبھی ہندو ہو جائیں۔ مگر آٹھ کروڑ مسلمانوں کا ہندو بن جانا سہل نہیں ہے۔ جبکہ چند سو مسلمانوں کو بھی ہندو حلقہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو بحوث جوق جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ دراصل ہندو مذہب قدیم سے ہی مشنری مذہب نہیں ہے جیسا کہ پروفیسر میکس ہولر جیسے عالم سنسکرت نے تصدیق کیا ہے۔ البتہ اسلام مسیحیت کی طرح ایک مشنری مذہب ہے اور ہمیشہ مردم شماریاں اسکی تصدیق کرتی ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری نے بھی اسکی تصدیق کی ہے کہ مسلمانان ہندوستان پچھلے دس سال میں قریب ایک کروڑ کے بڑھ گئے ہیں۔ یا یوں کہو کہ پچھلے چالیس سال میں یعنی ۱۸۸۱ء سے ۱۹۲۱ء تک بارہ فیصدی بڑھ گئے۔ اور ہندو اس عرصہ میں ۵ء۶ فیصدی کم ہو گئے ہیں۔ اسلئے مسلمانوں کا ہندو بننا ممکن نہیں۔ مگر چونکہ لاکھوں کروڑوں مسلمان ہندوؤں میں سے ہی نکلے ہیں اسلئے اور ہندوؤں کا مسلمان بنجانا ناممکن نہیں۔ عرب۔ ایران۔ ترکستان اور افغانستان سے تو تھوڑے ہی مسلمان فاتحین کے ساتھ آئے ہوں گے۔ مسلمانوں کی آبادی کئی وجوہات سے متواتر بڑھ رہی ہے جن کا کثرت ازدواج یا گوشت خوری یا مفلسی اور محنت مشقت کی زندگی گذارنے کی وجہ اسکے سبب ہوں۔

آجکل انگریزی حکومت کے زیر سایہ تبدیل مذہب کے لئے کوئی کسی دوسرے فریق پر زور یا زیادتی نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک لحاظ سے بوجہ ہندوؤں کے زیادہ دولتمند تعلیم یافتہ اور بارسوخ ہونے کے حکومت خود ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے دراصل انگریزی سنگینوں کے ماتحت ہندو ہی حکومت کر رہے ہیں۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو بزور مسلمان بنا رہے ہیں۔

اگر سارے ہندوستانی مسلمان ہوتے

مسٹر محمد امین (سابق لالہ ساگر چند) بیرسٹر ایٹ لاء لاہور نے ہندو اخبارات کے اس سوال پر کہ "آخر مسلمان کیوں شدھی کے خلاف ہیں"۔ نہایت معقول جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس تحریک سے ملک

Marfat.com

کے لئے ایک بڑا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ ہندو مذہب میں مسلمانوں کے لئے کوئی جگہ نہیں کیونکہ منوجی مہاراج نے ہندو قوم کو چار ورنوں (ذاتوں) میں تقسیم کر دیا ہے:۔ (۱) برہمن (۲) کھتری (۳) ویش (۴) شودر۔ اب اگر سات کروڑ مسلمان اپنے نہایت اعلیٰ مذہب کو چھوڑ کر ہندو ہونا بھی چاہیں تو ان کو نہ برہمن اپنی ذات میں ملائیں گے نہ کھتری اور نہ ویش۔ مجبوراً ان کو شودروں میں شامل ہونا پڑے گا۔ چنانچہ ہائی کورٹ کے فیصلے موجود ہیں۔ کہ اگر کوئی ہندو جو عیسائی ہو گیا ہو۔ دوبارہ ہندوؤں میں واپس آئے تو اُسے شودروں میں شمار کیا جائیگا مسلمان جن کو اسلام میں رہکر آزادی برابری۔ خودداری اور اخوت کی عادت ہو گئی ہے۔ جب وہ ہندو دھرم میں آکر شودر بنیں گے تو قدرتی طور پر اعلیٰ ذاتوں کے ہندو مثلاً برہمن اور ویش اُن پر ظلم کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ کروڑوں نئے شودر تنگ آکر بغاوت کر دینگے جس سے تمام ملک میں طوائف الملوکی۔ انارکزم اور بالشوزم پھیل جائیں گی۔ خون کی ندیاں بہیں گی۔ پھر غیر ملک کے لوگوں ہی کو آکر انتظام کرنا پڑے گا اور سوراج کا حصول ہمیشہ کے لئے ناممکن ہو جائیگا۔

بخلاف اسکے اگر تمام ہندو مسلمان ہو جائیں تو صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ قدیمی مسلمان ان تمام نو مسلموں سے ویسا ہی محبت و مساوات کا سلوک کریں گے جیسا میرے ساتھ کیا گیا۔ اسلام میں کوئی ذات پات نہیں ہے۔ سب مسلمان برابر اور بھائی بھائی ہیں۔ اسلام بہادری۔ فیاضی۔ اخوت۔ آزادی۔ تہذیب اور ترقی کی تعلیم دیتا ہے۔

انگلستان کا سب سے بڑا فلاسفر فریڈرک ہیریسن لکھتا ہے کہ اگر ہندوستان کے بتیس کروڑ انسان سب کے سب مسلمان ہوتے تو ہرگز کوئی غیر قوم اُن پر حکومت نہ کر سکتی[1]۔ افغانستان۔ ایران۔ عرب۔ ٹرکی وغیرہ ملکوں کو دیکھو۔ جہاں کے سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے کس طرح آزادی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ میں نے اپنے خطبۂ صدارت میں جو کراچی "نو مسلم کانفرنس" میں پڑھا تھا یہ باتیں دلائل کے ساتھ ثابت کر دی تھی کہ اسلام میں تمام مذاہب کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ دیگر تمام مذاہب کے نقائص سے بری ہے۔ بلکہ اس میں بہت سی ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو دیگر مذاہب میں موجود نہیں۔ اور جن کو دیگر مذاہب اب مجبوراً اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ انکی ترقی کے لئے لازمی ہیں۔

---

[1] کشمیر کے ایک منصف مزاج پنڈت اعلیٰ افسر نے ایک گفتگو میں اسی طرح راقم سے ذکر کیا کہ جب مسلمان بادشاہوں یا بزرگوں نے کشمیری پنڈتوں کو مسلمان کیا تھا تو ان سے بڑی غلطی ہوئی کہ انہوں نے سب کو مسلمان نہ کر لیا۔ ورنہ آج کشمیر میں کوئی ہندو مسلمان کا بکھیڑا نہ ہوتا اور ہماری ملک میں بڑی آسانی سے ترقی ہو سکتی (مؤلف)۔

ہیں اس موقعے پر ہائیکورٹ کے ایک تازہ فیصلے کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پچھلے دنوں شدھی کے چند دلدادہ آریوں نے لودھیانہ جاکر کچھ چماروں کو آریہ بنالیا۔ جب وہ چمار ہندوؤں کے کنویں سے پانی پینے لگے تو ہندوؤں نے اُن پر فوجداری دعویٰ دائر کردیا کہ اُن کے پانی لینے سے فساد کا خطرہ ہے۔ ویسی مجسٹریٹ نے جھٹ اُن سے نیک چلنی کی ضمانت لے لی۔ اسپر اُنہوں نے اپیل کی تو ویسی ڈپٹی کمشنر نے اُن شدھی شدہ چماروں کی اپیل خارج کردی۔ مجبوراً بیچاروں نے ہائیکورٹ میں نگرانی کی درخواست دی۔ ہائیکورٹ کے منصف مزاج جج مسٹر ہیریسن صاحب نے انکو بری کردیا۔ اور اپنے فیصلہ میں لکھا کہ اگر ان غریب شُدّھ چماروں کے پانی لینے سے ہندوؤں کی طرف سے نقض امن کا خطرہ ہے تو نیک چلنی کی ضمانت ہندوؤں سے لینی چاہیئے نہ کہ امن پسند چماروں سے"۔ اگر آج ملک میں ہندوؤں کا راج ہوتا تو ان چماروں کو شُدّھ ہونے کے باوجود بھی انصاف حاصل نہ ہوسکتا۔

مسلمانوں کی اقلیت کا خطرہ

کلکتہ خلافت کانفرنس میں مولانا محمد علی نے ۱۹۲۷ء میں فرمایا مسلمانوں کے اندر بدقسمتی سے ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوگئی ہے جو مسلمانوں کو ہندوؤں کی اکثریت سے مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ لیکن جو لوگ خواجہ معین الدین چشتی اور محمد بن قاسم کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں وہ دشمنوں کی اکثریت کی پروا نہیں کرتے۔

آپ نے کہا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی گنتی اکثریت سے مسلمانوں کی بڑی جماعت ایک حد تک خائف و مرعوب بھی ہوچکی ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان اب بھی اتنے گئے گذرے نہیں ہوگئے کہ انہیں کسی موقع پر اللہ کا کلام سنایا جائے اور سمجھایا جائے تو وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ وہ بیدار ہوں گے۔ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور کبھی اگر موقع آجائے تو کثیر التعداد قوم کے مقابلہ میں اپنے آپ کو پیش کرکے یہ ثابت کردیں گے کہ مسلمان اکثریت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اسکے دل میں اللہ کے خوف کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ اور میرا یہ خیال ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے مرعوب یا خائف ہونے ہی کا نام شرک ہے۔ مثال کے طور پر فاضل مقرر نے جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ حنین اور پھر خواجہ معین الدین چشتی رح اور محمد بن قاسم اور شہاب الدین غوری وغیرہ کے واقعات و حالات سنائے۔

مولانا محمد علی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ انگریزوں کی پالیسی ہمیشہ دو قوموں کو آپس میں لڑا کر اپنا اقتدار قائم کرنا ہے۔ بغیر اسکے انکی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ غالباً مسٹر گلیڈ اسٹون نے ایک مرتبہ

کہا تھا کہ ہماری پالیسی کے لیے آسٹریا کا وجود نہایت ضروری ہے۔ اگر ہمارے مقاصد کی تکمیل کا یہ سبب (آسٹریا کا وجود) نہ ہوتا تو ہمیں اپنی کامیابی کے لئے ایک آسٹریا پیدا کرنا پڑتا۔

آٹھ سو برس کی غلامی قوم۔ مولانا نے فرمایا کہ ہندو جو آٹھ سو سال سے مسلمانوں کے تابع رہے ہیں اور اب ایک عرصہ سے انگریزوں کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے بعض افراد میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کر کے کسی طرح ان کو پیس ڈالیں گے۔ تو پھر انگریزوں سے سمجھ لیں گے۔ مگر "ایں خیال است و محال است و جنوں"۔ اول تو انگریز مسلمانوں کو تباہ نہیں ہونے دیں گے۔ کہ انگریزوں کی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے ہندوؤں مسلمانوں دونوں کا وجود نہایت ضروری ہے۔ بالفرض اگر مسلمان تباہ بھی کر دیئے جائیں تو انگریزوں کو اپنی حکومت کے مضبوط کرنے کے لئے ہندوستان میں ایک دوسرا آسٹریا پیدا کرنا پڑے گا۔ اسلئے ایسے حضرات کو جو ایسے خبط میں مبتلا ہیں اپنے یہ خیالات بدل دینے چاہئیں اور ہنگامہ و فساد کی پالیسی کو صلح و دوستی کے قانون سے بدل دینا چاہیئے۔

ہندوؤں کو تنبیہ۔ بنیا۔ پلاسی۔ پاڑہ اور دانا پور وغیرہ میں مسلمانوں پر جو مظالم ہندوؤں نے ڈھائے ہیں۔ اس قسم کے ہنگامہ و فساد کی فضا کو ہندو لیڈروں نے نہ بدل دیا تو وہ یاد رکھیں کہ مسلمان آخر انسان ہیں اور ایک انسان کب تک اس قسم کے مظالم کو سہتا رہے گا۔ وہ یاد رکھیں اور اچھی طرح جان لیں کہ مسلمان اب کی مرتبہ پیٹھ دکھانے والے نہیں۔

باجے اور گائے کا مسئلہ۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صحابی جسم میں تیر گڑ جانے کی وجہ سے سخت بیتاب تھے سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ تیر نکالنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اور اس سے تکلیف کی زیادتی کا اندیشہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سجدے میں جانے دو تاکہ اللہ سے متوجہ ہو جاؤں۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم نے گائے اور باجے کے دونوں مسئلے منظور کر لئے۔ اور ہندو پریس کو خاص طور پر مخاطب کر کے کہا کہ آپ حضرات نے ہمیں اس کا کیا بدلہ دیا؟۔

رسول اکرمؐ کی توہین۔ آگے چل کر مولانا نے فرمایا کہ ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہندوؤں کی طرف سے جو ملا وہ ہنگاموں اور فسادات کے علاوہ ہمارے آقائے نامدار سردار دو جہاںؐ کی توہین کی صورت میں۔

مسلمان زنا کرنے کے بعد مسلمان رہ سکتا ہے۔ شراب پینے کے بعد مسلمان رہ سکتا ہے۔ سؤر کا گوشت کھانے کے بعد مسلمان رہ سکتا ہے۔ ان گناہوں کی پاداش اسے بھگتنی پڑتی ہے۔ لیکن دائرۂ اسلام سے وہ جدا

Marfat.com

نہیں ہوسکتا۔ لیکن وہ چیز جس سے مسلمان، مسلمان باقی نہیں رہ سکتا اس میں اللہ کے رسولؐ کی محبت کا فقدان ہے۔
مولانا نے ہندو پوربی دربانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان بیچاروں کا کوئی قصور نہیں جنکے سامنے کلکتہ آکر بالوی جی نے تقریر کی ہے۔ بلکہ قصور صرف ان کا ہے جو ان لوگوں کو ہنگامہ و فساد کے لئے اُبھارتے ہیں۔ اسلئے درحقیقت غنڈے یہ ہندو پوربی دربان نہیں بلکہ بڑے بڑے غنڈے دوسرے ہیں۔
مولانا نے فرمایا کہ فساد کا جواب فساد نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ انگریزوں کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں کے جسقدر مظالم ہیں برداشت کرسکوں گا کروں گا اور مسلمانوں کو بھی یہی ہدایت کروں گا۔

ہندوؤں کی ذات پات کی سختی ہی ہندوستان میں ترقی اسلام کا ایک ذریعہ بنی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ایک برادری قائم کی اور بزرگی و فضیلت کا محور نیکوکاری و صلاح کو قرار دیا اس نے اعلان کیا یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔
جن ارباب فکر نے اسلام کے ہندوستان میں اس سُرعت اور تیزی کے ساتھ پھیل جانے کے اسباب کا کھوج لگایا ہے انکا فیصلہ ہے کہ ان اسباب میں ایک نہایت ہی مؤثر سبب ہندو یا برہمنی تمدن کی "ذات پات" کی انسانیت کُش قیود کے مقابلہ میں اسلام کی انسانیت پرور ہمہ گیر اخوت اور مساوات کی تعلیم تھی۔
اسلامی تمدن ہندو تمدن سے مغلوب ہوگیا۔ مگر واحسرتا کہ ہند کی اس اعجوبہ زار سرزمین نے اس غارتگر اقوام و اکال الامم نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہمارے تمدن کی امتیازی خصائص سمیٹنا شروع کردئے۔ اور ہم پر برہمنی تمدن کا رنگ غالب آگیا۔

اسلام کی اشاعت نماز کے اثر سے

سندھ میں ابتداء میں اسلام کیونکر پھیلا؟ اہل سندھ کو کس چیز نے مسلمان بنایا؟ کیا ہندو قوم تلوار کے خوف سے اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھی؟ کیا عرب اتنے سخت گیر تھے کہ نامسلمانوں کو زبردستی مسلمان کرتے تھے؟ ان مسائل کا بہترین جواب وہ عجیب و غریب واقعہ ہے جسکی روایت تاریخ معصومی نے کی ہے۔ فاتحان عرب کا سیلاب فیروزمندی سندھ پر مسلط ہے

عساکر اسلامیہ نے ہندوؤں کو گھیر رکھا ہے۔ اس نئے گروہ کی عادات و اطوار اہل سندھ کے لئے سب سے انوکھے ہیں۔ بات بات پر استعجاب کی نظریں پڑتی ہیں اور حیرت کا سر ہلا کر واپس آتی ہیں۔

ہندوؤں کا فلسفہ اخلاق نہایت صحیح رمز شناس فطرۃ تھا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان حملہ آوروں کے خصائص کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ یہ سیبوستان (سیبوی یا سبی) کا واقعہ ہے جسکا محاصرہ مسلمان کئے ہوئے تھے۔ ہندوؤں نے لشکر اسلام میں اپنے جاسوس بھیجے جو چاروں طرف دریافت حال کے لئے پھر رہے تھے۔ اتنے میں مسلمانوں کی نماز کا وقت آگیا۔ یا تو ہر شخص اپنے اپنے شاغل میں منہمک تھا یا دفعتہً نعرۂ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ایسا انقلاب لایا کہ جو مسلمان جہاں تھا اور جس حال میں تھا اس صدائے آسمانی کا جواب دینے کے لئے اپنے اپنے مقام سے دوڑ پڑا۔ نمازیوں نے جلدی جلدی وضو کئے صفیں سیدھی کیں جماعت مستقیم ہوئی۔ سارا لشکر (محمد بن القاسم بن محمد الثقفی) امام بنا۔ اور ساری گردنیں اس معبود برحق کے آگے جھک گئیں۔ جسکے سوا کسی کو وجوہ سرفرازی شایاں نہیں۔ یہ خالص ادعائے اسلامی ایسی تھی کہ ہندو جاسوس نہ سمجھ سکے اور مرعوب نہ ہو جاتے۔ ان پر حیرت چھا گئی کہ جو قوم ایک مقصد خاص میں اتنا بڑا اتفاق رکھتی ہو۔ ایسی عجیب الکیف وحدت قومی کا نمونہ عمل پیش کر سکتی ہو کہ ایک کھڑا ہے تو سب کھڑے ہیں۔ ایک جھکتا ہے تو سب جھک پڑتے ہیں۔ ایک پیٹھ پانی خاکسائی کرتا ہے تو سارے کے سارے اپنی پیشانیاں رگڑنے لگتے ہیں۔ ایک بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک کا رخ اگر دائیں یا بائیں پھرتا ہے تو سب کے رخ اسی طرف پھر جاتے ہیں۔ جو قوم ایسی تجیر خیز شان اتحاد رکھتی ہو ایک نامحدود مقصد کے حصول میں ایسی وحدانیت افعال و یکسانی احوال پر قادر ہو وہ جو چاہے کر سکتی ہے اور جو آرزو ہو وہ برلا سکتی ہے ایسی قوم کا مقابلہ عبث و مقاومت بے سود ہے۔ یہ سبق آموز احساس عبرت انگیز تھا جسے لئے ہوئے جاسوس اپنی جماعت میں واپس آئے اور ہندوؤں کو سارا حال سنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کو خود بخود اسلام کی [illegible] ہوئی اور ایک ممتاز سربرآوردہ وفد بھیجکر مسلمانوں سے مصالحت کر لی جسکے بعد ہندو بسکثرت مسلمانوں سے واقف ہوتے گئے۔ اسی مناسبت سے ان میں اسلام ترقی کرتا گیا۔

اسلام خود بخود کس سرعت سے پھیل رہا ہے

چند سال کا عرصہ گذرا ہوگا کہ انگلستان کے ایک ٹیلر نے کئی ہزار عیسائی جماعت کے روبرو بمقام لنڈن ہپکنز ہال ایک لکچر دیا تھا جس میں چند منٹ پیش کر کے بتایا تھا کہ افریقہ میں ہمارا مشن اسلام کے لئے راستہ صاف کر رہا ہے۔ ہم لاکھوں روپیہ اور صدہا

Marfat.com

جانوں کے حرف سے وحشیوں کو شائستہ بناتے ہیں اور پھر وہ ہزار مزاحمت سے بھی مسلمان ہونے سے نہیں رُکتے ایسا ہی چند سال پہلے چھپا تھا کہ ممالک روس میں اسلام پھیل رہا ہے۔ شہر گنجہ کے کثیر التعداد آرمینی شہر وارسا کے ایک لاکھ رومن کیتھولک عیسائی اور مواضع آلا۔ آمنود۔ جابرین کے تین ہزار دو سو اُنہتر باشندے صوبہ تبوتش کے بانوے خاندان۔ جماعت شہر لیون۔ ضلع سنوس کے ۸۰ آدمی صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔ جن بدگو مخالفوں کو عالمگیر کے خلاف مصنوعی داستانوں کے بغیر نہ نیند آتی ہے نہ کھانا ہضم ہوتا ہے۔ انکو یقین کرنا چاہیئے کہ دین اسلام خود عالمگیر ہے۔ اسکی مخالفت کرنا قدرت سے لڑنا ہے۔

حضرت مسیح کی فضیلت اسلام میں کس دلیل میں بیان کیگئی ہے

پیغمبر اسلامؐ سوائے اپنے تمام پیغمبروں کے مداح ہیں

اپیی فینی آکسفورڈ مشن کے عیسائیوں کا ایک مذہبی ہفتہ وار اخبار ہے۔ ۳ جولائی ۱۹۱۰ء کے پرچہ میں "مسیح بروایات اسلام" ایک دلچسپ مضمون درج ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ قرآن مجید میں مسیح کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر خدا چاہتا کہ مسیح اور ان کی ماں کو اکٹھے تباہ کر دیتا تو اسے کوئی چیز اس سے روکنے والی نہ تھی۔ پھر امام بخاری کے مجموعہ حدیث سے بعض حدیثیں حضرت عیسےٰ کی معصومیت کے متعلق نقل کی ہیں۔ علامہ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف میں تولد جدید کا اصول مسیح سے منسوب کیا گیا ہے۔ احیاء العلوم سے ایک دو حوالے حضرت مسیح کے بیان کئے ہیں۔ تاریخ طبری سے مسیح کے آخری کھانے کی رسم کا حوالہ دیا گیا ہے جبکہ مسیح نے اپنے رہ گروں کے ہاتھ دھلائے تھے اور ان سے درخواست کی تھی کہ پطرس کے انکار کو ملاحظہ کریں۔ پھر بوستان سعدی۔ نظامی اور مثنوی مولانا روم سے بین صاحب کا ترجمہ درج کیا ہے۔ پھر دیوان شمس تبریز سے ایک شعر نقل کیا ہے۔ بعدہٗ حضرت مسیح کی بے خانمانی کی ایک تمثیل نقل کر کے بتایا ہے کہ حضرت مسیح کا دنیا میں کوئی گھر نہیں تھا۔ پھر فتحپور سیکری کے پل کا ایک کتبہ نقل کیا ہے۔ کہ دنیا ایک پل کی مثال ہے۔ اور پل پر گھر تعمیر کرنا عقلا کا کام نہیں۔ اسکے بعد محسن فانی کی کتاب دبستان۔ ابن مسکویہ کی کتاب جاودان۔ عربی کتاب الاغانی سے حضرت مسیح کے متعلق حکایات و تماثیل نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ قرآن کے بعد ان اسلامی لٹریچر کی کتابوں میں مسیح کی زندگی کے کئی قابل تعریف پہلو دکھلائے گئے ہیں۔ مضمون نگار کا مطلب اس دردسری سے یہ ہے کہ قرآن اور مسلمان

Marfat.com

مصنفین نے حضرت عیسٰے کی بے انتہا تعریف کی ہے۔ اور درحقیقت اسلام کی نظر میں حضرت عیسٰے کا بھی عالیشان درجہ ہے۔ ایک دفعہ جناب عبّاس آفندی سے جو بہائی فرقہ کے امام تھے راقم الحروف کی ملاقات مصر کے شہر بندر عباس میں ہوئی تھی۔ اُنہوں نے اپنے امریکہ کے تجربات کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ ایک مرتبہ امریکہ کے ایک گرجا میں میں نے عیسائیوں کے سامنے ایک وعظ میں بتلایا تھا کہ اسلام نے حضرت مسیح کی اس سے بہت زیادہ عزت قرآن میں بیان کی ہے جس سے زیادہ عیسائی بائبل میں نہیں بیان کر سکے۔ اور اسلام اس حق گوئی پر نازاں ہے۔

نوع بشر پر اسلام کے انعامات

بھوانی پور برہمو سماج (کلکتہ) کے ایک عظیم الشان جلسہ میں صلاح الدین خدا بخش نے فرمایا کہ اسلام نے تہذیب و تمدن کے لئے بہت سے عطیات پیش کئے ہیں۔ اور زمانہ ماضی کی اسلامی دنیا میں تہذیب و تمدن میں اپنی روشنی دکھائی۔ مذہب اسلام کے جہاد یات پر بحث کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اسلام جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں یہودیت و عیسائیت کی ایک اصلاح یافتہ صورت ہے۔ اسلام کے ایک نہایت آزاد خیال خلیفہ ہارون الرشید نے فرمایا ہے کہ اسلام اس فطری تضاد التعین کو خوشگوار نشو و نما دیتا ہے جس کی تعلیم سے یہودی اور عیسائی دونوں عاری ہیں۔ اور اسلام انسان کی مادی و روحانی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ یہی اسلام کی طاقت اسکی کامیابی کا راز ہے۔ اور اسی بنا پر اس کو آئندہ شاندار عظمت حاصل ہونے کی توقع ہے۔

اسلام میں امن و سلامتی کی تعلیم

علاوہ بریں اسلام ایک انسان کو دوسرے انسان سے تمیز نہیں کرتا بلکہ ان کو مساوی درجہ دیتا ہے۔ نہ اس نے دنیا کو مصفا اور غیر مصفا عنصر میں تقسیم کیا ہے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نیا مذہب لائے وہ نوع بشر میں افتراق پیدا کرنے کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ ان کو متحد کرتا ہے۔ اللہ کے نام پر انہوں نے نوع انسانی کو از سر نو حیا کی دعوت دی۔ یہ ایک پر امن پیام تھا۔ مذہب کے معاملہ میں اکراہ و جبر نہیں۔ یہ قرآن کی تعلیم ہے۔ اور اس تعلیم کے متعلق قرآن کی آواز کوئی غیر یقینی آواز نہ تھی۔ اس طرح حضرت سرور کائنات دنیا میں امن لے کر آئے نہ کہ تلوار۔ اور اس طرح سب سے پہلے اسلام نے دنیا کو جو نعمت دی وہ امن تھی۔ جسکو اسلام نے نشو و نما دیا۔ اور اسکا تحفظ کیا۔ یہ عالمگیر پیام امن بغیر غیر متزلزل رواداری اور خیر اندیشی کے حاصل نہیں ہو سکتا تھا تو جذبہ امن۔ رواداری اور خیر اندیشی اسلام کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ اور یہی اسکا ابتدائی و بنیادی انعام ہے۔

Marfat.com

حال ہی میں مسٹر بکنھال نے مدراس میں دوران تقریر میں فرمایا کہ "اسلام تمام دنیا کو اخوت کی دعوت دیتا ہے۔ اسلامی تہذیب نہ صرف اُن لوگوں کے لئے بہت اہم ہے۔ جو اسلام کے پیرو ہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام کسی فرد واحد یا کسی واحد جماعت کی ترقی کا حامی نہیں بلکہ وہ سارے انسانوں کو بلند مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام کا حقیقی مقصد یہی ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنائے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس سے مسلمانوں کو ابتدا میں کامیابی ہوئی کہ جس سے دنیا متحیر ہوگئی۔

اسلامی سکہ پر گائے کا بت ہندو تالیف قلوب کے لئے

شیخ عبدالحکیم صاحب مدیر جمعیۃ القریش نے الہ آباد میں جماعت قریش کے عربی النسل ہونے پر ۲۴۔ مئی ۱۹۲۳ء کو فرمایا:۔

آپ کی جمعیت بسر کردگی ابوالقاسم راجہ داہر والی سندھ سے اپنے بیڑے کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے جانب ہند جھکی۔ حضرت ابوالقاسم تو بعد فتح کھال میں بند ہو کر بحضور خلیفہ وقت واپس بسوئے وطن بلائے گئے[1] اور جمعیت یہاں رہ پڑی۔ یہاں اہل قریش نے دیکھا کہ یہ ملک سراسر بتکدہ ہے تو شروع شروع میں تالیف قلوب سے کام لے کر اشاعت کا کام نکالتے رہے۔ چنانچہ ابتدائے حکومت میں سب سے پہلے سکہ رائج الوقت کا سوال آیا۔ ہندوؤں نے اصرار کیا کہ گائے کا نقش ہو اور قابل پرستش جانور اور مظہر شان اللہ ہے وہ کسی سکے کو منظور نہیں کر سکتے جب تک اس پر گائے کی تصویر نہ ہو۔

حضرات! آپ کے مجاہد بزرگ پر عنایت تالیف القلوب مان گئے کہ وہ ایسا سکہ چلا دیتے ہیں۔ جس پر ایک جانب گائے کی تصویر ہو اور ایک جانب کھجور کے درخت کی تصویر ہو۔ کہ اسلامی نشان ہے چنانچہ یہ سکے ابھی تک بجانب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مگر جب قریش نے دیکھا کہ تالیف قلوب سے کام نہیں نکلتا۔ اور اسلام کی اشاعت میں انکی مصلحت وقت آڑے آرہی ہے اور معلوم کیا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا بت گائے ہے کہ ہزاروں ہندوؤں میں لاکھوں کی تعداد میں زندہ اور مجسم صورتوں میں پوجا جارہا ہے اور اسکی پرستش رکنے میں نہیں آتی۔ اور توحید کی اشاعت میں مانع ہے تو پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہکر توحید کی چھری اُس بت کی گردن پر رکھدی گئی سنت موسوی قرآن کریم اور محمد اعظم کا حکم آپ کی تائید پر موجود تھا۔ پھر اس بت شکنی کو روکنے والا کون تھا

---

[1] اب تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بالکل ایک تاریخی غلطی ہے۔ ہرگز جناب قاسم کو ہندوستان سے کھال میں سی کر نہیں بھیجا گیا۔ کسی دوسری جگہ اسکی زیادہ تفصیل درج ہے۔

آزادی

اغیار کو عقائد اسلام پر بیباکی سے نکتہ چینی کی اجازت

اسلامی آزاد خیالی اور رواداری کی ایک بیّن ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے نہایت طاقت اور جبروت کے زمانہ میں اپنے مخالف مذاہب کے لوگوں کو عام اجازت دیدی تھی کہ وہ اس پر جس طرح بے باکی سے چاہیں اعتراض اور حملے کریں۔ علامہ شبلی نعمانی مسلمانوں کے علم کلام کی پیدائش کے اسباب کی وجہ یوں بتلاتے ہیں:

دولت عباسیہ میں جب یونان کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات میں عام آزادی دیگئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرہ کا سامنا پیش آیا۔ پارسی۔ عیسائی۔ یہودی۔ زنادقہ ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فتوحات اسلام کے آغاز میں انکو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچ چکا تھا اسکا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقادات متزلزل ہو گئے۔

اس وقت اگرچہ نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حکومت کے زور سے نکتہ چینوں کی زبانیں بند کر دیجائیں لیکن مسلمانوں کی آزاد خیالی نے اس تنگ کو گوارا نہ کیا۔ کہ قلم کا جواب تلوار سے دیا جائے۔ علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا۔ اور جو ہتھیار مخالفین نے اسلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے انہیں سے اُن کے دانت کھٹے کئے۔ انہیں مصنفوں کے کارنامے ہیں جو آج علم کلام کے نام سے مشہور ہیں۔

بنگال میں کبھی مسلمان حکمراں ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی

مذہب انکار نہیں کر سکتا کہ سلطنت ہمیشہ مذہب کی سرپرستی اور نشاۃ ثانی کا باعث رہی ہے۔ عیسائیت کو موجودہ زمانہ میں دیکھ لیجئے۔ ہندو مذہب۔ بدھ مذہب۔ اسلام۔ غرض دنیا کے تمام مذاہب کو فروغ اور رونق سلطنت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اسلام کی اقلیمتوں میں سے موجودہ زمانہ میں نجد میں وہابیت اور ایران میں شیعیت کو اسی مسئلہ کی بنا پر فروغ حاصل ہوا لیکن بعض مقامات پر یہ نظریہ غلط بھی نظر آنے لگتا ہے۔ چنانچہ بنگال کی یہی حالت ہے۔ بنگال تیرھویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی نہایت محترم جماعت نے محمد بن بختیار کی سرکردگی میں فتح کیا تھا۔ اسوقت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کے وقت تک برابر مسلمانوں ہی کے قبضے میں رہا۔ اسلئے کہ بنگالیوں میں جنگی قوت کا فقدان مشہور عالم ہے۔ پانچسو برس کے طویل عرصہ میں کبھی ہندوؤں کی طرف سے

Marfat.com

اس کو واپس لے لینے کی کوشش تک نہ ہوئی۔ اور ہر دہلی سے فاصلہ کے سبب اکثر و بیشتر بنگال کے گورنر مطلق العنان و خود مختار رہے۔ بنگال کی تاریخ میں کہیں اس کا پتہ نہیں چلتا کہ یہاں کے مسلمان حاکموں نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی کوشش کی ہو۔ لیکن اس وقت بنگال کی یہ حالت ہے کہ ہندوؤں کی آبادی ۴۳ فیصدی ہے اور مسلمانوں کی ۵۳ فیصدی۔ کل ہندوستان کی مسلم آبادی کا ۱/۳ سے زائد حصہ صرف بنگال میں آباد ہے۔ یہاں پنجاب سے دوچند۔ اور یو۔پی سے زائد سہ چند مسلمانوں کی تعداد ہے۔ اور اس میں روز بروز حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے

سکھ اخبار اسلامی بے تعصبی کا قائل

اسلام صرف ہندوستان میں ہی نہیں دنیا کے اور ملکوں میں بھی ہے۔ ٹرکی میں بھی ہے۔ مصر میں بھی ہے ایران میں ہے۔ افغانستان میں ہے۔ ان ممالک میں سب کے سب مسلمان ہی نہیں رہتے۔ حکومتیں اسلامی ہیں مگر ان میں دیگر مذاہب کے آخر اور بھی بستے ہیں۔ مگر ان اسلامی حکومتوں کی طرف سے ان غیر مسلموں کو اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی پوری اور کھلی اجازت ہے۔ تاریخ اسلام میں بے شمار ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دمشق اور یروشلم میں بعض حالات کے اندر گرجوں کے نصف حصوں کو مسجدیں بدل دیا گیا۔ اور باقی نصف میں عیسائی عبادتگاہیں رہیں۔ صرف مسجد میں نماز ہوتی تھی۔ اور گرجے میں عیسائی گھنٹے بجا کر عبادت کرتے تھے۔ مگر قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے کبھی اعتراض نہ کیا تھا۔ افغانستان سے ہمیں آجتک کوئی ایسی خبر موصول نہیں ہوئی کہ وہاں کے مسلمانوں نے شاہ افغانستان سے شکایت کی ہو کہ ہندوؤں کی آرتی جلوس کا باجہ سکھوں کی ڈھولک اور چھینے انکی نماز میں مخل ہوتے ہیں۔

بے شک ان اسلامی ملکوں سے ایسی صدا آجتک بلند نہیں ہوئی۔ اور نہ نفس اسلام کی نظر میں مساجد کے سامنے عام طور پر باجا بجانا منع ہے۔ لیکن جس بات کی مسلمانان ہند کو باجے وغیرہ سے شکایت ہے وہ اسلئے ہے کہ عام ہندو مسلمانوں کو ذوق کرنے کے لئے اور اُن کے اوقات نماز میں مخل ہونے کے لئے بضد اور بنکرار باجے بجاتے ہیں۔ جیسے کہ حال میں سر سموئیل ہور وزیر ہند نے کسی ممبر پارلیمنٹ کے جواب میں مارچ ۱۹۳۲ء کو کہا ہے کہ کانگریس کا فوجی جھنڈا اسوقت صرف اسوجہ سے گورنمنٹ خلاف قانون قرار دیتی ہے کہ وہ سرکاری ممانعت کی خلاف ورزی میں نمایاں کیا جاتا ہے یعنے سرکار کو چڑایا جاتا ہے ورنہ جھنڈے کی ذات میں تو کوئی عیب نہیں۔

Marfat.com

اسلام پر تین اعتراضات کے جوابات

ایک احمدی مبلغ لکھتا ہے کہ دو ماہ میں عاجز نے نیو یارک سینٹ لی انڈیانیس سینٹ لی۔ رچمانڈ ہائٹ میں تبلیغ اسلام کے لئے دورے کئے۔ مختلف کالجوں۔ ہالوں اور گرجاؤں میں اسلام پر لیکچر ہوئے۔ لیکچروں کے اختتام پر سامعین کو سوالات و اعتراضا کا موقعہ دیا گیا۔ اور بعض نے اسلام کے متعلق سوال کئے اور اُنکو تسلی بخش جواب دئے گئے۔ اس ملک میں عام طور پر اسلام کے خلاف تین اعتراض ہوتے ہیں۔

اوّل۔ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ دوم۔ اسلام تعدد ازدواج کی تعلیم دیتا ہے۔ سوم۔ اسلام غلامی کا حامی ہے۔ یہ ایسے اعتراضات ہیں کہ ان کی رد میں کئی مضامین اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن چونکہ پادریوں کا پراپاگنڈہ بہت پرانا اور زبردست ہے اور ہمارے ذرائع بہت محدود ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کے دلوں سے غلط فہمیاں نکالنا کافی وقت اور ذرائع چاہتا ہے۔ ان ممالک میں تینوں اعتراضات کا (جو اوپر بیان ہو چکے ہیں) جواب دینا بہت آسان ہے۔ اگر اسلام زمانہ ماضی میں تلوار کے ذریعہ پھیلا تو اس وقت جبکہ اسلامی طاقتیں بالکل شکست ہو چکی ہیں اور ان کے پاس کوئی سیاسی و تمدنی ذرائع نہیں رہے تو اسلام کیوں یورپ۔ امریکہ اور ایشیا و افریقہ میں پھیل رہا ہے۔ حالانکہ مسلمان بے سروسامانی کی حالت میں ہیں۔ تلوار ان کے پاس نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اسلام ہر لمحہ اقوام و مذاہب کو اپنے اندر جذب کر رہا ہے۔ اس دلیل سے کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ سچائی اور کامل تعلیم کی وجہ سے پھیلا ہے۔

اگر اسلام غلامی کا حامی ہوتا تو ضرور تھا کہ ایسی تعلیم اسلامی نوشتوں میں پائی جاتی۔ و نیز اسلامی ممالک میں اس تعلیم پر عمل کے آثار ظاہر ہوتے۔ مگر یہ دونوں باتیں نابود ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے غلاموں کو آزادی اور برابری کے حقوق دلوائے۔

ترقی اسلام کے بعض اسباب

اسلام نے رنگ یا قوم یا شرافت کو معیار عزت قرار نہیں دیا ہو

آج ہندوستان میں عام شکایت ہے کہ ایک ادنیٰ درجہ کا انگریز اعلیٰ درجہ کے شریف ہندوستانی سے بوجہ گورا ہونے کے معزز سمجھا جاتا ہے۔ اصلاع متحدہ امریکہ میں شور ہے کہ گورے امریکن سیاہ رنگ کے حبشی امریکنوں سے دشمنوں کی طرح سلوک کرتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ قومی تعصب

Marfat.com

کی تہ میں یہی خیال متمکن ہوتا ہے کہ ہم یا ہماری قوم فلاں شخص یا اسکی قوم سے شریف یا زیادہ مہذب یا اعلیٰ پایہ کے ہیں مگر اسلام نے اس قسم کے تعصب کی جڑ کو بھی کاٹ دیا ہے۔ اور ادنیٰ یا اعلیٰ۔ کالے یا گورے۔ رذیل یا شریف میں کوئی فرق نہیں رہنے دیا۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ غریب اور مفلس لوگ رہتے تھے۔ چنانچہ مدینہ میں مسجد نبوی میں آپ کی صحبت سے فیض اٹھانے کے لئے بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے جنہیں اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ یہ ایسے مفلس تھے کہ ان میں سے اکثر کے پاس ستر ڈھانپنے کے لئے صرف ایک چادر ہوتی تھی۔ اور نماز پڑھنے کے لئے اگر اس سے ستر ڈھانپتے تھے تو اوپر کا بدن اور سر ننگا ہو جاتا تھا۔ اور اگر سر ڈھانپتے تھے تو ستر ڈھانپنا مشکل ہو جاتا تھا۔ حالانکہ یہ اصحاب صفہ بڑے مقرب صحابی اور شمع نبوت کے پروانے تھے۔ جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شب و روز اسی صحن مسجد میں جمع رہتے تھے۔ لیکن جہاں غریبی امیری اور شرافت و رذالت کا کچھ فرق نہیں رہتا۔ کالے گورے کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا۔ قرآن شریف میں صرف ایک کرا اس امتیاز مدارج کا قلع قمع کرنے کو بتا دیا گیا تھا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم لوگوں میں اللہ کی نظر میں سب سے باعزت اور شریف وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور نیک ہے۔ اگر کوئی سید یا خاندانی نیک نہیں ہے مگر ایک بھنگی جو آج ہی مسلمان ہوا ہے اللہ کی نظر میں نیک اور پرہیزگار ہے تو وہ اس سید یا امیر ابن امیر سے زیادہ قابل عزت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہ جن سے غالباً حضرت عائشہ صدیقہ کے بعد سب سے زیادہ حدیثیں مروی ہیں ایک نہایت مفلس شخص تھے کہ گھر گھاٹ اور روٹی کپڑے کا ٹھکانا نہ تھا۔ مگر اعلیٰ پایہ کے صحابی اور دیندار تھے۔ اور حضرت بلالؓ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ حبشی غلام تھے۔ مگر اسلام میں انکا درجہ بڑا اعلیٰ ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حکایت اس مطلب کی توضیح کر دے گی۔

حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ کو جوتے کی نوک سے اٹھانا

ایک روز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام حاضر تھے کہ جن میں حضرت بلالؓ مؤذن مسجد نبوی بھی موجود تھے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ اے بلال تم سیاہ رنگ غلام ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چیں بجبیں ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ ابھی تمہارے مزاج میں جہالت کی بو باقی ہے یہ سنتے ہی حضرت عمر حضرت بلال کے قدموں پر گر پڑے اور کہا کہ مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی۔ جب تک تم مجھ کو جوتے کی نوک سے نہ اٹھاؤ گے میں ہرگز نہیں اٹھوں گا۔

مگر واضح رہے کہ حضرت بلالؓ عرصہ تک حضرت عمرؓ کے غلام رہ چکے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے انہیں آزاد کر دیا تھا

اسلئے حضرت بلال شرمندہ ہو کر کہنے لگے کہ یا حضرت عمر میں تو وہی ہوں جو مدت تک آپکا غلام رہا ہوں۔ اور آپ نے ہی مجھے آزاد کیا ہے مجھ سے یہ گستاخی نہیں ہو سکتی کہ جوتی کی نوک سے آپ کو اٹھاؤں۔ مگر آپ نے ہرگز پرواہ نہ کی۔ اور جب تک آپ کے آزاد کردہ غلام نے جوتے کی نوک سے نہ اٹھایا یا زمین سے سر نہ اٹھایا پر نہ اٹھایا کیا اسلام میں کوئی قومی تعصب باقی رہ سکتا ہے۔ ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابو جہل۔ این چہ بوالعجبی است

آج امریکہ (ریاست متحدہ) میں جو دنیا کی سب سے مہذب اور طاقتور سلطنت ہے سب سے بڑا سوشل معمہ یہ بنا ہوا ہے کہ امریکہ کے معزز گورے لوگ وہاں کے حبشی باشندوں سے حیوانوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ انکا رنگ کالا ہے۔

تمام بنی آدم صرف ایک قوم ہیں

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (بقرہ ۲۶/۱۳) سب لوگ یعنے تمام دنیا کی آبادی خواہ کسی غرض بلا کسی دیار کسی قوم کسی رنگ کی ہو۔ ایک ہی قوم یا ایک ہی جماعت تھے۔ اللہ تعالیٰ انکی ہدایت کے لئے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے انبیا بھیجے اور اُن کے ذریعہ سچی کتاب بھیجی جس سے ظاہر ہے کہ تمام بنی آدم ایک ہی امت ہے۔ ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

جب کہ تمام نوع انسان ایک ہی گروہ ہیں اور اُن سب کی ہدایت کے لئے ڈرانے اور خوشخبری سنانیوالے انبیا بھیجے گئے ہیں۔

پھر دوسری جگہ کلام مجید میں ارشاد ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۝ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ تو گویا سبھی مذاہب والوں کے پاس اور ہر قوم میں نبی اور ہدایت کرنے والے بھیجے گئے۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سچائی اور ہدایت نہ بھیجی ہو۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان دیگر اقوام کو جو مسلمان نہیں ہیں عداوت اور حقارت کی نظر سے دیکھے۔ یہ نفرت اور حقارت کو یک قلم نابود کر دینے والی تعلیم ہے۔ اسلئے مسلمان ہندو، بدھ اور بدھوں اور مجوسیوں کے مذہبی پیشواؤں یعنے رامچندر جی۔ کرشن جی وغیرہ اور مہاتما بدھ اور پارسیوں کے

باقی مذہب زردشت کو اُن اقوام کے پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور اِن آیات قرآنی کے مطابق ایسا تسلیم کرنے کے سوائے چارہ نہیں ہے۔ تو پھر مسلمانوں کو تعصب سے کیوں متہم کیا جاتا ہے۔

قُولُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

یعنی۔ لوگوں سے کہدو ہم اللہ کو مانتے ہیں اور جو خدا نے ہماری (آنحضرتؐ) کی طرف نازل کیا ہے اس کو مانتے ہیں اور اسکو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ پر اسحاقؑ پر اسمٰعیلؑ پر یعقوبؑ پر اور انکی اولاد پر نازل ہوا ہے۔ ہم اسپر بھی ایمان لاتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا ہے۔ ہم تو ان سب چیزوں کو مانتے ہیں جو خدا نے اپنے بھیجے ہوؤں کو دی ہیں۔ ہم تو خدا کے بھیجے ہوؤں میں فرق ہی نہیں کرتے (کیونکہ) ہم خدا کے ماننے والے ہیں۔ (قرآن)

اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ ہم تو خدا کے بھیجے ہوؤں میں فرق نہیں کرتے اور ہم اُن سب چیزوں کو مانتے ہیں جو خدا نے اپنے نبیوں کو دی ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کو ماننے والے ہیں۔ دراصل اسلام کی تعلیم میں سب سے بڑی بات خدا کو واحد ماننا ہے۔

سب ایک خدا کے بندے ہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رب العالمین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے تمہیں دنیا جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رب العالمین سے مراد بھی تمام مخلوق کا رب اور پرورش کنندہ ہے۔ جس میں ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر مذہب کے لوگ شامل ہیں۔ اور رحمۃ للعالمین میں بھی مسلمانوں یا اور کسی قوم کی کوئی خصوصیت یا کسی قوم کا استثناء مقصود نہیں ہے۔ تو پھر مسلمانوں کو کونسی چیز ہندوؤں یا عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ سے دوستانہ برتاؤ کرنے سے مانع ہو سکتی ہے۔ جبکہ سب کا خالق اور مالک ایک ہی ہے تو وہ کس طرح پسند کر سکتا کہ اسکے بندے آپس میں لڑیں اور فساد کریں۔

اور جبکہ تمام مخلوق خدا کا باپ بھی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہے تو ایک باپ کی اولاد اور ایک خدا کی مخلوق میں کس لئے دشمنی ہونی چاہیئے۔ البتہ ہمارے مذاہب جدا جدا ہیں تو کیا مذہب ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر ہر گروہ اپنے خدا کو خوش رکھنے کے لئے عمل کرتا ہے تو پھر اُسی کی وجہ سے آپس میں لڑ جھگڑ کر خدا کو ناراض

کیوں کریں۔ ع "مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر کرنا"

قرآن شریف میں حضرت آدمؑ کی نسبت فرمایا ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي (اور میں نے اپنی روح آدمؑ میں پھونکی)۔ اور وہی روح تمام نسل آدمؑ میں دائر و سائر ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی روح ہے۔ تو گویا سب ہندو مسلمانوں کی روح یکساں ہے۔ تو اس وجہ سے ایک دوسرے کو حقارت اور عداوت سے نہیں بلکہ محبت اور اخلاص سے دیکھنا چاہیئے۔ خصوصاً مسلمان جن کے لئے یہ احکام نازل ہوئے ہیں وہ ان کی تعمیل پر مجبور ہیں۔

مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ غیر مذہب والوں سے صرف اس وجہ سے مت جھگڑو کہ وہ تمہارے معبود کی نہیں بلکہ کسی اور معبود کی پرستش کرتے ہیں بلکہ بقول "لکم دینکم ولی دین" خود بھی اپنے دین پر قائم رہو۔ اور دوسروں سے مزاحمت نہ کرو۔ ارشاد ہے۔

دشمن سے بھی بے انصافی نہ کرو

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَّا تَعْدِلُوا ۚ اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ۔ (مسلمانو! ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی عداوت تمہیں ایسا بے پر بہ اکیخت کر دے کہ تم اسکے ساتھ انصاف نہ کرو۔ بلکہ ہر حالت میں تم انصاف کرو۔ کیونکہ انصاف تقویٰ اور پرہیزگاری کے قریب ہے)

انصاف ہر حالت میں قائم رہنا چاہیئے خواہ فریق ثانی تمہارا دشمن ہو یا کافر ہو یا کچھ بھی ہو۔ تو گویا کافروں اور دشمنوں سے بجائے بے انصافی کرنے کے اُن سے انصاف کی تاکید کی گئی ہے۔ اور انکی جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے اختلاف عقائد پر ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے بے انصافی اور سختی کرنے سے بزور روکا ہے اور لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کا حکم محکم بھیجکر ضمیر کی آزادی میں ذرا مداخلت نہیں کی۔ اس قانون کے زیادہ تر پابند ہونے والوں ہی کی یہ شان تھی ؎

کفر و اسلام در ستش پویاں وحدہٗ لا شریک لہٗ گویاں

اسلام میں سب یا نیاں مذاہب کے پاس ادب کی ہدایت ہے

فرقہ بھائی کے سابق امام عباس آفندی سے بندر سعید (مصر) میں راقم کی کئی دفعہ ملاقات ہوئی اور مذہب کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ ہر چند کہ بھائی اپنے منشا کے مطابق قرآن مجید کی تاویل کرتے ہیں۔ تاہم عام طور پر انکے مذہب کی بنیاد اسلام پر ہی ہے۔ آفندی موصوف نے فرمایا کہ ہم امریکہ میں

بیسیوں عیسائیوں کے گرجاؤں میں جاکر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں جو دراصل اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے۔ ہم اُن لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ اسلام سے زیادہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعریف خود عیسائیوں نے بھی نہیں کی جنہوں نے اُنہیں انسان کے درجہ سے اُٹھاکر خدا بنادیا۔ جو اس روایت کے زمانہ میں باور کرنا مشکل ہے۔ لیکن اسلام نے انہیں روح اللہ کہا۔ اور اُن کے بلا باپ کے پیدا ہونے کی تائید کی اور اُنہیں نہایت اُلوالعزم اور شاندار پیغمبر تسلیم کیا۔ پھر بھلا مسلمان کبھی عیسائیوں کے پیغمبر یا بانی مذہب یا خدا کو گالی دے سکتے ہیں۔ خواہ عیسائی اسلام کی نسبت کیسے ہی ناشائستہ اور واہی خیالات اور الفاظ استعمال کریں۔

اسی طرح مذکورہ بالا آیت کی تعمیل میں مسلمان ہندوؤں یا دیگر مشرکوں کے معبودوں اور مذہبی پیشواؤں کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ خواہ آریہ سماجی یا دیگر ہندو اسلام کا سبّ وشتم کرتے رہیں مگر مسلمان اُنکے بزرگوں کو احتراماً سیتا جی اور رامچندر جی اور کرشن جی یہانتک کہ سوامی دیانند وغیرہم کا بھی احترام سے ذکر کرتے ہیں۔ نظیر نے کرشن گھنیا کے بال پن پر کیسی عمدہ تعریفی نظم لکھی ہے۔

اسلام نے کسی فلسفی یا سائینسدان کو زندہ نہیں جلایا

اسلام کی تیرہ چودہ صدیوں کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملیگی جس میں کسی فلسفی یا سائینسدان یا عالم کو علمی تحقیقات ومعلومات کے لئے زندہ جلادیا گیا ہو۔ یا اُسے قتل کیا گیا ہو۔ جسکی متعدد مثالیں ان صفحات میں موجود ہیں۔ خلفائے عباسیہ اور دیگر تاجداران اسلام کے دربار مسیحی۔ یہودی اور ہندو علماء سے آراستہ تھے حالانکہ زمانہ حال کے انتہائی مغربی تہذیب کے دوران میں بھی کوئی غیر یورپین اس حیثیت اور منصب کو نہیں پہنچا۔ کہ جسکا فخر صدیوں تک غیر مسلم لوگوں کو مسلم درباروں میں حاصل رہا ہے۔

قطع نظر غیر مسلم اہل علم کے غیر مسلم رعایا ابتک اسلامی سلطنتوں میں امن وچین کی زندگی مکمل حفاظت حقوق کے ساتھ بسر کرتی رہی ہے۔ جیسے کہ ترکی میں ابتک یونانی عیسائی آبادی کے تمام مقدمات یونانی بطریق اعظم کے صدیوں سپرد رہے ہیں۔ گویا کہ یونانی سلطنت ترکی کے کبھی تابع ہی نہ تھے۔ اور نہ ترکی عدالتیں اُن پر حکم فرما تھیں۔ اسکے مقابلہ میں اُن ممالک کے بدنصیب مسلم رعایا کا حال دیکھئے جو عیسائیوں نے مسلمانوں سے زمانہ قدیم میں ہسپانیہ وسسلی کی طرح چھین لئے۔ جہاں مسلمانوں کی کثیر آبادی تھی اور جہاں وہ صدیوں حکمران رہے تھے آج وہاں ایک مسلمان نام لینے کو نہیں ملتا۔ یا بلقان کے مختلف بلاد جو حال میں مہذب عیسائیوں نے

Marfat.com

ترکوں سے چھینے ہیں جہاں کوئی خال خال مسلمان نظر آتا ہے۔

جن یہودیوں نے آج بیت المقدس میں عربوں کا دم ناک میں کر رکھا ہے۔ اور آج انگریز صرف اس ملک میں ان کی پشتیبانی کے لئے سرگرم ہیں اُسوقت کہاں تھے جبکہ تمام عیسائی یورپ یہودیوں کا جانی دشمن تھا۔ اور صرف ترکی ایک سلطنت تھی جو یورپ بھر کے یہودیوں ۔۔۔۔۔ سے جان بچا کر بھاگتے ہوئے یہودیوں کے لئے اُسکا مأمن و ملجا تھا۔ بے شک یورپ میں سب سے پہلے انگریزوں نے یہودیوں کو پناہ دی۔ مگر مسلمانوں کے صدیوں بعد ایسا کیا۔

ترقی اسلام بالسیف اسباب حسام

اب ان لوگ جب سمجھ نہیں سکتے کہ اہل اسلام کی تعداد دنیا میں کیوں اتنی حیرت انگیز تیزی سے ترقی کر رہی ہے تو وہ حیران ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یا تو اپنی سمجھ کی کمی یا تعصب کے خیال سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مذہب اسلام ضرور بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ درحقیقت شروع میں اسلام نے ایسی ہی حیرت انگیز ترقی کی تھی کہ چند ہی سالوں میں مذہب اسلام اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے یا مسلم فاتحین کی فتوحات کی بدولت اسوقت کی تمام معلوم دنیا پر پھیل گیا۔ فاتحین اسلام لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کرتے تھے۔ لیکن اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں جو ایک خفیف رقم ہوتی تھی تو انہیں اپنی پناہ میں لے لیتے تھے اور انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتے تھے۔ اصطلاح اسلام میں ان لوگوں کو ذمی کہتے ہیں۔ ذمیوں سے جو رعایات کرنی اسلام نے منظور کی ہیں صرف انہیں رعایات اور حسن سلوک کو دیکھکر بہت سے ذمی مسلمان ہو جاتے تھے۔ اسلئے ان لوگوں کو مسلمان کرنے کے لئے ہرگز شمشیر کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اس باب میں بعض اور وسائل کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے ذریعہ سے جوق جوق لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ مثال کے طور پر ہندوستان کو لیجئے۔ گذشتہ دو تین سو سال میں جب سے انگریز ہندوستان کے اکثر حصوں پر قابض ہیں پس ظاہر ہے کہ کسی کو مسلمان کرنے کے لئے ہرگز شمشیر استعمال میں نہیں لائی گئی لیکن مسلمانوں کی آبادی کئی کروڑ بڑھ گئی ہے۔ صرف ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک کے انگریزی حکومت کے ماتحت دس سالوں میں سات کروڑ کی جگہ مسلمان قریباً آٹھ کروڑ ہو گئے ہیں۔

ابتدائے اسلام میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کشت و خون ناپسند فرمایا۔ اور اسی طرح

Marfat.com

تمام خلفائے راشدین اور سپہ سالاران نے دین کے معاملہ میں جبر کو ہرگز روا نہیں رکھا۔ اگر بالفرض کسی مسلمان بادشاہ یا سپہ سالار نے ملک گیری کے لئے کہیں کشت وخون کیا ہے تو ہمارے پاس اسکا کوئی معتبر ثبوت نہیں تو مذہب اسکا ذمہ دار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ لیکن ہندوستان کی تاریخ کے مطالعہ سے ہر منصف مزاج آدمی کو قائل ہونا پڑے گا کہ کبھی مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام کے خیال سے ہندوؤں پر سختی نہیں کی۔ بلکہ انہیں علوم وفنون سکھائے اور خود ہندو علوم کی سرپرستیاں کیں۔ سب سے زیادہ سلطان محمود یا اورنگ زیب عالمگیر کو بدنام کیا جاتا ہے لیکن عالمگیر کے حالات کو بھی بغور دیکھئے کہ اس نے کس طرح ہندوؤں کو اپنی ماتحت ہر قسم کے فوجی اور ملکی اعلیٰ عہدے دئے۔ انکی کیسی عزت افزائیاں کیں۔ یہانتک کہ ہندوؤں کے مندروں تک کو جاگیریں خطا کیں جنکی سندیں ابتک مندروں اور کتبوں میں مل رہی ہیں۔ اور کئی ہندوؤں کو ریاستیں تک بخشدیں۔ سلطان محمود غزنوی نے بھی فتوحات حاصل کیں اور مندر توڑے لیکن اشاعت اسلام کبھی نہیں کی۔

یوں تو معترضین جو چاہیں کہیں لیکن وہ اسکا کیا جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ آرنولڈ صاحب کی کتاب پریچنگ آف اسلام کے ایک اقتباس میں شہادت موجود ہے کہ

وہ اسلامی ممالک جن پر مسلمانوں نے کبھی فوجکشی نہیں کی

(۱) جبکہ ہسپانیہ جیسی شاندار اسلامی سلطنت کا یورپ میں خاتمہ ہوگیا۔ اور غرناطہ جو وہاں اہل اسلام کا آخری ملجا وماوی تھا اُسے عیسائی بادشاہ کا باجگذار بننا پڑا تو ٹھیک اُسی وقت اسلام کو جزیرہ سماٹرا میں قدم جمانے کا موقعہ مل گیا۔ اور ٹھیک اُسیوقت اسلام نے مجمع الجزائر ملایا میں جو اسوقت غالباً ہندوستان سے بھی زیادہ حاجی بیت اللہ کو بھیجتا ہے اسلام کو اپنی سیاسی کمزوری کے اوقات میں نہایت شاندار روحانی فتوحات نصیب ہوئیں۔ جبکہ کافر سلجوق ترکوں نے گیارہویں صدی میں اور کافر مغلوں نے تیرہویں صدی میں مسلمانوں کی گردنوں پر اپنے قدم جمائے۔ مگر اسلام کی کتنی غیر معمولی روحانی فتح ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فاتحین نے مفتوحین کا مذہب قبول کرلیا۔ یہ امر بار بار غور کرنے کے لائق ہے کہ مسلمان جو کفار کی تیغ بلا سے ہلاک ہو چکے تھے۔ بغداد کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ نہایت ظلم وستم کا شکار ہو چکا اور بغداد کی تمام شاندار تہذیب تباہ ہوگئی۔ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ یہی کافر ترک اور مغل اپنے مفتوح مسلمانوں کے ہاتھوں پر مسلمان ہوگئے بغداد کی اس تباہی پر شیخ سعدی رح کا شہر آشوب تاریخی مرثیہ کیسا دردناک ہے۔ جسکے مطلع کے اشعار قابل ذکر ہیں

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں — بر زوالِ ملکِ مستخدم امیر المؤمنیں
اے محمدؐ گر برآری در قیامت سر ز خاک — سر برآور ایں قیامت در میانِ خلق بیں۔
نازنینانِ حرم را موج خونِ بے دریغ — داستاں بگذشت و ما را خون دل در آستیں الخ

اسی طرح یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ مراکش سے زنگبار اور سرالیون سے سائبیریا اور چین تک اور بوسینیا سے گائنا تک مذہب اسلام پھیلا ہوا ہے جن میں سے روس اور چین میں بڑی بڑی اسلامی آبادیاں پیدا ہو گئی ہیں جن میں کبھی اسلامی افواج کا قدم نہیں پڑا۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا عفو و درگذر

انسان کے ذخیرہ اعمال میں سب سے زیادہ نادر الوجود اور کمیاب چیز دشمنوں پر ترحم اور ان سے عفو و درگذر ہے لیکن حضور رحمۃ للعالمین کی ذات اقدس میں یہی جنس فراواں تھی۔ کون نہیں جانتا کہ شمع نبوت کے گل کر دینے کا کونسا دقیقہ کفار قریش نے باقی چھوڑا لیکن جب مکہ فتح ہوا اور تمام قریش نے ہتھیار ڈال دئے تو دریائے رحمت نے جوش مارا۔ فوراً فرمایا "تم سب چھوڑ دئے گئے آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے"۔ کیا تاریخ کوئی مثال پیش کر سکتی ہے۔ کہ کسی نے دشمنوں کے وحشیانہ مظالم برداشت کرنے کے بعد ان سے کلیتہً عفو و درگذر کا برتاؤ کیا ہو۔ قرآن نے فرمایا تھا کہ "دارِ آخرت انہی کے لئے ہے جو برائی کا بدلہ نیک برتاؤ سے دیتے ہیں"۔ یہی باعث ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی شبانہ روز ایسی روح پرور نظیریں پیش کرتی تھی۔ قبائل عرب میں سب سے زیادہ سرکش قبیلہ بنو حنیفہ تھا۔ اسکے رئیس اعظم ثمامہ بن آثال گرفتار ہو کر حضورؐ کی خدمت اقدس میں آئے اور انہیں مسجد نبوی کے ستون سے ایک رسی میں جکڑ دیا گیا۔ ایک روز آپ انکے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم کو کیا سزا دی جائے۔ ثمامہ نے عرض کیا اگر مجھے سزائے قتل دیجائے تو بے شک ایک خونی کو آپ قتل کرینگے اور اگر مجھے چھوڑ دیا جاؤں تو ایک شکر گذار پر احسان ہوگا۔ اور اگر آپ زر فدیہ چاہتے ہیں تو جسقدر آپ کو مطلوب ہو پیش کیا جائے۔ آپ خاموش واپس ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لا کر آپ نے ثمامہ سے فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو۔ اس خلاف توقع احسان کا ثمامہ پر یہ اثر پڑا۔ کہ آزاد ہو کر پہلے غسل کیا اور دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مبغوض نہ تھا۔ اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ میں آپ کے مذہب کو سب سے زیادہ جھوٹا سمجھتا تھا۔ لیکن آج آپ ہی کے مذہب کو سچا مذہب یقین کرتا ہوں سب سے زیادہ برا میں آپ کے شہر کو جانتا تھا۔ لیکن آج روئے زمین پر میں آپ کے شہر کو سب سے اچھا سمجھتا ہوں

یہ چند مخلصانہ جذبات پیش کرنے کے بعد مشرف باسلام ہو گئے۔ جن لوگوں نے انکی زندگی کے روح فرسا واقعات کا مطالعہ کیا ہے انہیں معلوم ہو گا کہ ایک مرتبہ تمام کفار مکہ نے خاندان عبدالمطلب کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کر دیا تھا۔ جسکے باعث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاندان سمیت تین سال تک شعب ابی طالب نامی ایک پہاڑ کی گھاٹی میں بے یار و مددگار پناہ گزیں رہے۔ آزمائش کے اس سخت وقت میں کفار مکہ نے سامان رسد بالکل بند کر دیا تھا۔ خاندان نبوت کے لئے یہ کس قدر جانگداز موقع تھا۔ کہ چمڑے کے ٹکڑے کھا کھا کر وقت بسر کیا۔ مکہ کو قرآن میں خدا نے وادی غیر ذی زرع (بن کھیتی کی زمین) کہا ہے اسلئے یہاں گیہوں شہر یمامہ سے آتا تھا۔ یہی ثمامہ اسلام لانے کے بعد جب مکہ پہنچے تو کفار نے طعنہ دیا۔ یہ برافروختہ ہو گئے اور کہا خدا کی قسم اب بغیر حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دانہ بھی یمامہ سے نہیں آسکتا۔ چنانچہ غلہ کی آمد بند ہو جانے سے مکہ میں کال پڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کفار مکہ کی سرکش گردنیں سفارش کے لئے آستانہ نبوت پر جھک گئیں۔ اور باب رحمت وا ہو گیا۔ آپ نے ثمامہ کو لکھ بھیجا کہ غلہ کی رسم بند نہ کیجائے۔ اور غلہ بدستور آنے لگا۔

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کفار کے وحشیانہ مظالم کا مناسب جواب دیتے اور عفو و درگذر کی بجائے انتقام سے کام لیتے۔ تو آئین انصاف کے عین مطابق ہوتا۔ لیکن جس عفو و درگذر کی تعلیم قرآن فرماتا ہے اسکے مقابلے میں یہ کوئی بڑی چیز نہیں۔ کیونکہ قرآن کا ارشاد تو یہ ہے کہ تم اپنے نیک برتاؤ سے دشمن کے دل میں گھر کر سکتے۔ اور اس کو دلی دوست بنا سکتے ہو۔ برائی اور بھلائی دونوں برابر نہیں ہو سکتیں۔ برائی کا جواب تم بھلائی سے دو گے تو جو شخص کہ تمہارے اور اسکے درمیان دشمنی ہے اسوقت قریبی دوست کی مانند ہو جائیگا۔ اور یہ خوبی بجز صابروں کے اور کوئی نہیں حاصل کریگا۔ اور اس وصف سے بڑا خوش قسمت ہی فائدہ لے سکتا ہے۔ اسلام نے اپنے انہی مکارم اخلاق کی بدولت ترقی حاصل کی۔ کیا ایسے نیک اور معاف کرنے والے نبی قاتل اور جہانسوز ہو سکتے ہیں؟

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں محض خود حفاظتی کے لئے تھیں

جسقدر لڑائیاں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے کی ہیں وہ سب ڈیفنسو یا حفاظتی لڑائیاں تھیں۔ اور حفاظت نفس یا ڈیفنس کے لئے دشمن پر حملہ کرنا ہرگز عقل و تمیز کے خلاف نہیں۔

جبتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعوان و انصار کم رہے جہاد کا حکم نہیں ہوا۔ بلکہ جان بچانے کے لئے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ لیکن جب بعد صلح حدیبیہ بہت سے اہل مکہ ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو کفار مکہ انکی اولاد اور مال و دولت پر قبضہ کر بیٹھے۔ اسوقت اور ایسی حالت میں

جہاد کا حکم ہوا۔ اور مہاجرین کے اموال مغصوبہ کو کفار سے چھین لینے کی غرض سے غزوۂ اُحد اور غزوۂ بدر وقوع میں آئے۔ اور جب مسلمان فتحمند ہوئے تو خیبر کے یہود اور مشرکین مکہ کے درمیان جاسوس بنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی تدبیر کرنے لگے اسلئے غزوۂ خیبر کی ضرورت پیش آئی۔

جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا وعظ و نصیحت سنکر زیادہ لوگ آپ پر ایمان لانے لگے تو ابو جہل اور ابولہب کو سخت صدمہ پہنچا اور یہ دونوں آپ کے سخت دشمن ہو گئے۔ کبھی کبھی کفار مثل مسیلمہ کذاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ یا محمدؐ! ایک برس تم ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کرو۔ اور ایک برس ہم تمہارے معبود کی پرستش کرینگے۔ اس طرح ہمارے اور تمہارے درمیان صلح رہے گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی انہیں کہا لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ کس قدر نرمی اور امن پسندی کا جواب ہے کہ تمہیں تمہارا دین اور ہمیں ہمارا دین مبارک ہو۔ کیا مذہب کے لئے تلوار سے لڑنے والے ایسی ہی نرم باتیں کیا کرتے ہیں۔

اسلام کن حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تکلیف پاکر مدینہ چلے گئے۔ مگر ان دشمنوں نے ان پر چڑھائی کی۔ تب مسلمان مقابلہ میں نکلے۔ چنانچہ سب سے پہلا حکم قرآن شریف میں جو لڑائی کے متعلق پایا جاتا ہے وہ ان الفاظ میں ہے۔ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ ان لوگوں کو اجازت جنگ کرنے کی دی جاتی ہے جنکے ساتھ جنگ کی جاتی ہے اسلئے کہ انپر ظلم ہوا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو مدد دینے پر قادر ہے وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے"۔

پس مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اسوقت دی گئی جب دشمنوں نے پہلے ان کو گھروں سے نکالا۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ پھر اسپر بھی نہ چھوڑا۔ بلکہ ان پر چڑھائی کی اور جنگ کرکے ان کے وجود کو مٹا دینے کا فیصلہ کرلیا۔ تب مسلمانوں کو اجازت ہوئی کہ اپنی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ اور قرآن شریف نے جنگ کے حکم کو بھی صاف الفاظ میں محدود کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا۔ "اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور اس حد سے آگے نہ بڑھو"۔

اور تاریخ کی کھلی کھلی شہادت موجود ہے کہ پہلی تینوں لڑائیاں جو مسلمانوں کو کرنی پڑیں وہ تینوں مدینہ پر تھیں۔ یعنے دشمن پورے تین سو میل سے چڑھکر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تب مسلمان اپنی حفاظت کے لئے باہر نکلے۔ اور قرآن شریف میں کافروں کو قتل کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ ہاں دین۔ ملک اور قوم کی حفاظت کے

Marfat.com

کہ جب دوسرے تمہیں تباہ کرنا چاہیں اور اس غرض کے لئے تلوار لیکر نکلیں تو تم بھی تلوار لیکر انکا مقابلہ کرو۔ بلاشبہ ایک وقت آتا ہے کہ تلوار چلانا ہر ایک انسان کا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ وہی وقت ہوتا ہے جب اپنی حفاظت اسکے سوا ممکن نہ ہو۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک کو جبراً مسلمان نہیں کیا

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی شخص ایک بھی واقعہ پیش نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کو جبراً مسلمان کیا گیا ہو اور ہو کس طرح سکتا تھا جب صاف اعلان کیا جا چکا تھا کہ مذہب میں جبر کوئی نہ ہوگا۔ اور اسلام کی تو تعلیم ہی ایسی ہے جو دنیا میں صلح اور محبت کو پھیلاتی ہے اور تمام مذاہب کو محبت کے ساتھ رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس سے بڑھکر صلح کی کیا بنیاد رکھی جا سکتی تھی۔ کہ قرآن شریف نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ مسلمان وہ ہے جو دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وہ لوگ اسپر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اُتارا گیا اور اسپر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور پھر فرمایا اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی نہیں آئے لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ط ہر قوم میں ہادی گذرا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ایک دشمن کے کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں قتل کیا ہو

گو بعض مخالفین کی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام بزور شمشیر پھیلایا۔ اور ایک انگریزی کتاب کی تصویر میں آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک میں قرآن دکھلایا گیا ہے۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قرآن پیش کرتے تھے۔ جو اسے قبول نہ کرے اس کا سر تلوار سے کاٹ دیتے تھے۔ یہ کتنا بڑا بہتان ہے حالانکہ آنحضرت صلعم نے بنفس نفیس کسی پر تلوار نہیں چلائی سوائے ابی بن خلف کے جیسا کہ سیرۃ حلبیہ میں ہے۔

فاما ابو عزة فظفر به رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد هذه الوقعة بحمراء الاسد فامر عاصم بن ثابت فضرب عنقه وحملت رأسه الى المدينة۔ اور دوسری جگہ سیرۃ نبویہ میں ہے ولم يقتل بيده الشريفة الا ابي بن خلف لما قتل ولا بعد یعنے حضرت ابو عزہ پر قابو پانے کے باوجود عاصم بن ثابت کو حکم کیا۔ انہوں نے اسکی گردن ماری۔ مگر ابی بن خلف جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت دشمنی رکھتا تھا۔ اور بالمشافہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ اُسکو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ دیکھو سیرۃ حلبیہ وکان ابی يقول

Marfat.com

بمکۃ للنبیؐ یا محمدؐ ان عندی الحود یعنی فرسا اعلفہ کل یوم فرقاً من الذرۃ اقتلک علیہا فیقول لہ انا اقتلک انشاء اللہ۔ پھر جو شخص تلوار سے حملہ آور ہو تو اسکو قتل کرنا ہرگز داخل تعصب نہیں۔ کیا کوئی بھی شخص کہہ سکتا یا کوئی کتاب بھی دعوٰی کرتی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک بھی دوسرے دشمن کو عمر بھر میں قتل کیا ہے؟

اسلام ہرگز تلوار کا مذہب نہیں

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس اپریل ۱۹۲۶ء کے موقع پر فرمایا کہ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ پیغمبر عربی صلعم تلوار کا مذہب لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ جب آپ آغاز کار میں مکہ معظمہ میں تھے تو تیرہ برس تک اپنا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر نہیں رکھا۔ بلکہ آپ ہر وقت کفار کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ آپؐ کے جسم اطہر کو بارہا مجروح و خون آلود کیا گیا۔ آپ کے عہد ہمایوں کے جو حالات غزوات و سریات کی صورت میں نظر آتے ہیں وہ آپ کی زندگی کے ضمنی واقعات ہیں۔ وہ محض اسلئے ہیں کہ آپ نے اسلام کو تلوار کی مدد سے بچانے کی کوشش فرمائی۔ ایک ایک غزوہ کا حال پڑھ جاؤ تو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کو جسقدر احوال پیش آئے وہ قریباً تمام کے تمام اپنے قبیلہ قریش کے ساتھ تھے۔ جزیرہ عرب آبادی میں ہندوستان سے کم ہو تو ہو۔ لیکن وسعت میں اس سے کسی طرح کم نہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا سارا جزیرہ عرب تلوار کے زور سے فتح ہوا؟ اگر یہی خیال ہو تو بتاؤ کہ عمان اور یمن کو مسخر کرنے کے لئے کونسی فوج بھیجی گئی۔ جب اسلام کی صداقت کا عرب میں شہرہ ہوا تو حالت یہ تھی کہ ہزار ہزار آدمی ایک دن میں مسلمان ہوتے تھے۔ امیر المؤمنین علیؓ کی تعلیم و ترغیب کے سبب سے یمن والے ایک دن میں مسلمان ہو گئے حضرت خالد بن ولید نے قیصر و کسرٰے کے دفتر الٹ دئے تھے۔ مگر وہ حضرت علیؓ کی طرح یمن کا دل فتح نہ کر سکے۔ حجاز جو سرچشمہ ہدایت ہے وہ کبھی جہالت کا گہوارہ تھا۔ مگر یمن ہمیشہ سے علم و حکمت کا علمبردار ہے۔ پس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یمن نے اسلام کی خوبیاں دیکھنے کے بغیر کبھی اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی طرح عمان اور مسقط کا بڑا علاقہ صرف چند روز میں حضرت عمرو بن العاص کی تبلیغی جدوجہد سے مسلمان ہوا تھا۔

جن دنوں حضور خواجہ ہر دوسرا علیہ التحیۃ والسلام نے کسرٰے کے نام دعوت نامہ بھیجا تو کسرٰی نے حضور کا نامہ مبارک چاک کر دیا۔ جب حضور کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا جس طرح میرے نامے کے پرزے کئے گئے اسی طرح سلطنت کسرٰے پارہ پارہ ہو جائے گی۔ ان دنوں فیروز دیلمی ایران کی

طرف سے یمن کے گورنر تھے۔ کسریٰ نے فیروز دیلمی کو لکھا کہ ہمارے قریشی غلام مدعی نبوت (جناب محمد رسول اللہؐ) کو گرفتار کرکے ہمارے حضور میں بھیجدو۔ مگر قبل اسکے کہ کسریٰ کا نامہ پہنچے فیروز شرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور جب یمن پر مسلمانوں کا تسلط ہوا تو وہی فیروز وہاں کے گورنر مقرر کئے گئے اور زمانہ نے دیکھ لیا کہ کسریٰ کی سلطنت کس طرح آخر علم اسلام کے سایہ میں آگئی۔

کارلائل نے ایک نہایت مزیدار بات لکھی ہے۔ وہ اُن لوگوں میں سے نہیں جو اسبات کے قائل ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ وہ سوال کرتا ہے کہ اگر اسلامی لشکر نے خلق خدا کو مسلمان بنایا تو بتاؤ کہ اس لشکر کے سپاہیوں کو کس نے جبر و اکراہ کرکے لشکر اسلام میں داخل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت العمر اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ پس بتاؤ کہ خالد بن ولید جیسے سپہ سالار اور عمرو بن العاص فاتح مصر کو کس نے تلوار سے مسلمان بنایا تھا؟ کیا ان حضرات نے سید خلائق صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف سے کلمۂ توحید پڑھا تھا؟ تمام اکابر صحابہ فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے ہاتھ میں ضرور تلوار دی تھی۔ مگر جیسا کہ مولانا نے فرمایا وہ تلوار لوہے کی اور معدنی نہ تھی بلکہ محمد رسول اللہ صلعم کی سیرت اور اخلاق حسنہ۔ طہارت نفس۔ پاکبازی۔ دیانت و امانت کی تلوار تھی"۔

ان حالات کے جاننے کے بعد صرف شقی القلب لوگ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی رفتار ترقی تلوار کی دھار پر مبنی تھی۔ اسلام کی اشاعت کے لئے کبھی تلوار نیام سے نہیں نکلی۔ گذشتہ زمانے کے حالات کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو زمانہ حاضرہ کے حالات اپنی زبان سے کہہ رہے ہیں کہ اشاعت اسلام کو تلوار سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔

حقوق مفتوحین

اسلام کے قبل مفتوحین کے ساتھ ظالمانہ سلوک ہوتا تھا۔ اسلام نے جو حقوق ان کو عطا کئے ہیں وہ اس وقت مہذب ترین ممالک کے لئے باعث تقلید ہیں۔

یورپ کی مہذب سلطنتوں کا مقصد انکے ماتحت ممالک سے عموماً یہ ہوتا ہے کہ اس سے مرکزی حکومت کی دولت اور ثروت میں اضافہ ہو۔ انگلستان جس طرح ہندوستان کی صنعت و حرفت کو کمزور کرکر اسکی خام پیداوار سے اپنی دولت میں اضافہ کر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہندوستان کی پچاس فیصدی آبادی افلاس کا شکار ہونے کے باوجود یہاں سے انگلستان سالانہ تیس کروڑ روپے مطالبات وطن وغیرہ کے نام سے بطور خراج حاصل کر رہا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں لاکھوں نفوس انسانی کی فوجی امداد کے علاوہ

Marfat.com

تقریباً دو ارب روپیہ اس نے انگلستان کو بطور امداد ادا کیا ہے۔ اسلام کا مقصد کبھی یہ نہیں رہا کہ مفتوحین کو محاصل کے گرانبار بوجھ سے تباہ و برباد کر دے۔ چنانچہ زراعت اور تجارت مفتوحین کے ہاتھوں میں رکھی گئی عمال کا تقرر ان کی منظوری کے بعد عمل میں آتا تھا۔ محاصل کی اجرامی میں ان کی رائے لی جاتی تھی اور پھر مفتوحین میں سے جو شخص مسلمان ہو جاتا تھا اسکے حقوق عام مسلمانوں کی مانند ہو جاتے۔ ذمّی پر خراج جو عائد ہوتا تھا اسیقدر مسلمان زکوٰۃ کے طور پر ادا کرتے تھے۔ مفتوحین کے آرام کی خاطر حضرت عمرؓ نے عراق کا دفتر مال خود فارسی زبان میں ہی باقی رکھا۔ اسلام نے مفتوحین کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے اُسکے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک قول کا ذکر کافی ہے جس کی رو سے جو شخص کسی ذمّی کو تکلیف دے گا وہ آپ کا دشمن ہے۔ ذمی کہاں تک حکومت اسلامیہ کے دلدادہ تھے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جنگ یرموک کے پیش آنے کے وقت جب مسلمان شہر حمص کو خالی کر چکے تو وہاں کے یہودی اور عیسائی دونوں نے قسم کھا کر مسلمانوں کی حکومت کو رومیوں کی حکومت سے بدرجہا زیادہ قابل قبول تسلیم کیا۔

انسداد غلامی اب یہ سوال پیدا ہو گا کہ جب اسلام افراد کی آزادی کا اسقدر خواہاں ہے تو پھر اس نے کیوں غلامی کو باقی رکھا؟ علماء سیاسیات کے قول کے مطابق انسان کی ترقی تدریجی طور پر ہوئی۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تمدن اس حالت کو نہ پہنچا تھا کہ انسان آلات جر ثقیل اور برق و بخار کی مدد کے بغیر انسانی محنت سے بے نیاز ہو جائے۔ بقول علامہ فرید وجدی احکام قرآنی جو فطرت انسانی کے مطابق ہیں اگر اس میں عورتوں کو آزادی عطا کرنے کے ساتھ ہی ساتھ غلامی کا بھی خاتمہ کر دیا جاتا تو وہ حکم اصول فطرت کے خلاف ہو جاتا۔ اسلام نے یہ حکم نہیں دیا کہ غلامی بدستور جاری رہے۔ آنحضرتؐ کے حکم "بدترین مال آخر زمانہ میں غلام ہوں گے" کے مطابق اسلام نے غلامی کو ایک زمانہ کے لئے محدود کر دیا۔ اسکے ساتھ ہی جو مساویانہ برتاؤ اسلام نے غلاموں کے لئے مخصوص فرمایا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت سلمانؓ۔ بلالؓ اور سالم کی وقعت مسلمانوں کے پاس جلیل القدر صحابہ کرام سے زیادہ تھی۔ حضرت اسامہ کی ماتحتی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے باعث ننگ و عار نہیں تھی۔ اور پھر غلاموں نے اسلام کے ممتاز رہنماؤں کی حیثیت سے جو کارنمایاں انجام دئے ہیں وہ محتاج تشریح نہیں ہیں۔

آزادی اقوام دول یورپ اڑھائی صدیوں سے متعدد بین الاقوامی معاہدوں نیز موجودہ مجلس اقوام کے قیام سے نہ صرف دنیا کی بقائے امن کے لئے کوشاں ہیں بلکہ کم تعداد والی قوموں کو بڑی سلطنتوں کی

Marfat.com

دست برد سے محفوظ رکھنے نیز جنگ کے زمانہ میں جب کہ معاہدے ساقط ہو جاتے ہیں اس وقت متخاصمین کو چند اصول انسانیت کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اقوام کی آزادی کا یہ تخیل ابھی تک عمل کا غذی سے زیادہ وقعت حاصل نہیں کر سکا۔ جیسا کہ جاپان و چین کی ۱۹۳۲ء کی جنگ سے ظاہر ہے کہ باوجود لیگ آف نیشنز کے ایڑی چوڑی تک زور لگانے کے ایک خوفناک جنگ شروع ہے لیکن اسلام صدیوں پیشتر ہی مسلمانوں کو متخاصمین کے ساتھ رزمی معاہدوں کی پابندی اور اقوام کی آزادی پر پابند کر چکا ہے وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ کے حکم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ جنہوں نے اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا جو شریفانہ برتاؤ کیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں تبلانی مشکل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عورتوں بچوں اور جنگ کے ناقابل لوگوں کے قتل کا حکم نہیں دیا اور نہ اپنے پیروؤں کو اس کی ہدایت کی۔ اس کے مقابل سترھویں صدی میں ولیم سوم (انگلستان) کے حکم سے وادی گلنکو کی آبادی کا قتل عام دھوکہ اور دغابازی سے عمل میں آتا ہے۔

دمشق کے قتل عام کے وقت کم سن بچوں کو ان کی ماؤں کے آغوش سے کھینچکر جس طرح سنگینوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور کس طرح شریف زادیوں کی عصمت دری کی گئی۔ اس قسم کے واقعات انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہیں۔ کیا کوئی شخص اسلام میں ایسے واقعات بتلا سکتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ کے مطابق مسلمان معاہدوں کے احترام پر پابند کر دیئے گئے اقوام عالم کی آزادی اور قلمتوں کی تحفظ کے متعلق لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ کا ارشاد کرنا کافی ہے۔ اس موقع پر یہ الزام عاید ہوگا کہ اسلام نے یہودیوں اور نصرانیوں کو مدینہ سے باہر کیوں نکالا اور ایران و روم پر کیوں پیشقدمی کی؟ الزام اول کا جواب مذہبی آزادی کے تحت دیا جاتا ہے۔ ایران و روم کے حملوں کے متعلق اسقدر کہنا کافی ہے کہ تحریک اسلام گویا دنیا کو جہالت اور کفر سے نجات دلانے کے لئے شروع ہوئی۔ اس مقصد کے ماتحت قانون فطرت کے موافق غیر ممالک پر فوج کشی ناگزیر تھی۔

فاتحین نے مفتوحین کا مذہب قبول کیا ڈبلیو۔ آرنولڈ صاحب نے پریچنگ آف اسلام کے نام سے جو نہایت عالمانہ کتاب لکھی ہے اس میں وہ مندرجہ بالا دلیل کی تائید حسب ذیل فرماتے ہیں:۔ پیغمبر اسلام کے انتقال کے ایک سو سال بعد پیروان اسلام نے اپنے آپ کو

سلطنت روما کے زمانہ عروج سے بھی بہت بڑی سلطنت کا مالک پایا۔

گو کئی صدیاں بعد یہ عظیم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اسکی سیاسی طاقت بھی کمزور ہو گئی۔ لیکن اسکی روحانی فتوحات بدستور جاری رہیں۔ جبکہ مغلوں کی فوجوں نے (۱۲۵۸ء میں) بغداد کو تاخت و تاراج کیا۔ خاندان عباسی کی مرجھائی ہوئی شوکت کو خون میں غرق کر دیا۔ اور جبکہ مسلمانوں کو (۱۲۳۱ء میں) لیئوں اور کسٹائل کے فرڈی ننڈ نے قرطبہ سے نکال دیا۔ اور غرناطہ جو ہسپانیہ میں اہل اسلام کا آخری جائے پناہ تھا اُسے عیسائی بادشاہ کا باجگذار بننا پڑا۔ تو ٹھیک اسی وقت اسلام کو جزیرہ سماٹرا میں قدم رکھنے کا موقعہ مل گیا۔ اور ٹھیک اسی وقت مجمع الجزائر ملایا میں اسلام نے کامیابی سے ترقی کرنی شروع کی۔ اپنی سیاسی کمزوری کے اوقات میں اسلام کو بعض نہایت شاندار روحانی فتوحات نصیب ہوئی ہیں۔ دو بڑے اہم تاریخی مواقعات پر کافر وحشیوں نے پیغمبر اسلامؐ کے پیروؤں کی گرفتوں پر قدم جمائے۔ یعنے سلجوق ترکوں نے گیارہویں اور منگلوں نے تیرہویں صدی میں اور ان دونوں صورتوں میں فاتحین نے مفتوحین کا مذہب قبول کر لیا۔ اسی طرح دنیاوی طاقت کی مدد کے سوائے مسلم مبشرین وسط افریقہ، چین اور جزائر شرق الہند میں اپنے مذہب کو لے گئے۔

چنانچہ آج مذہب اسلام مراکش سے زنگبار تک اور سمرقند سے سائبیریا اور چین تک۔ بوسنیا سے نیوگائنی تک پھیلا ہوا ہے۔ خالص اسلامی ممالک کے باہر روس اور چین میں بہت بڑی بڑی اسلامی آبادیاں ہیں لیکن ان کے علاوہ کئی ملکوں میں چھوٹی چھوٹی اسلامی آبادیاں ہیں جو غیر مسلموں کے درمیان مذہب اسلام کی نام لیوا ہیں۔ مثلاً لتھوآنیا میں پولش زبان بولنے والے تاتاری النسل لوگ جو کووٹو اور گراڈینو کے اضلاع میں آباد ہیں۔ کیپ کالونی کے ڈچ زبان بولنے والے مسلمان اور ہندوستانی قلی جو اپنے ساتھ مذہب اسلام کو جزائر غرب الہند میں لیگئے اور برٹش اور ڈچ گائنا میں مل گئے۔

اچھوت ہندو کی گت اور ہر نو مسلم کی مساوات اور شان

آریہ اخبارات مسلمانوں پر کیسے رکیک اور لچر الزام لگانے کے عادی ہیں۔ آریہ گزٹ نے اسلام پر ایک یہ الزام عائد کیا ہے کہ اسلام نے رعایا کو مجلسی سیاسی و علمی حیثیت سے تباہ و برباد کیا ہے۔ اسپر اخبار الحدیث لکھتا ہے کہ آج یورپ تسلیم کرتا ہے کہ یورپ نے جسقدر علوم میں ترقی کی ہے یہ سب مسلمانوں کے فیض کی رہین ہے کہ جنہوں نے اندلس (ہسپانیہ) میں سکول اور کالج جاری کر کے اہل یورپ کو علوم پڑھائے۔ باوجودیکہ یہ الزام ناقابل توجہ ہے۔ مگر ہم آریوں کو ایک بدیہی بات پر توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اگر کسی اچھوت

Marfat.com

کا کپڑا اُن سے چھو جائے تو کپڑا ادھو لینے کے قابل ہو جائے۔ ہاتھ لگ جائے تو نہانا پڑے تعلیم سے اُن کو بے نصیب رکھا گیا۔ مجلسی حقوق سے انکو علیحدہ رکھا۔ سیاہی حقوق تو کیا ہی دینگے۔ ہاں آریوں کے گورو نے اُن کو یہانتک ترقی بے شک دی جو فرمایا کہ شودر آریوں کا آٹا گوندھے اور گوندھتے وقت منہ پر کپڑا باندھے تاکہ اسکے مُنہ کے کیڑے آریہ کے آٹے میں نہ پڑیں۔ (ستیارتھ) پرکاش

یہ ہے اُن سات کروڑ ہندوؤں کی مجلسی سیاسی اور علمی ترقی جو ویدک دھرم کے پیرو اور ویدوں کے قائل ہیں اسکے بعد ذرا اسلامی برتاؤ بھی دیکھئے کہ کسی قوم یا کسی شخص کو اچھوت قرار نہیں دیا۔ ایک بھنگی اور سید کو مجلسی حقوق میں برابر کا حصہ ہے۔ کیا آریہ گزٹ کو ہندوستان کی کائستھ قوم کا حال معلوم نہیں وہ شاہی زمانہ میں جتنا کچھ علمی اعزاز رکھتے تھے ان کو کس نے بڑھایا تھا۔ راجہ ٹوڈرمل۔ راجہ بیربل وغیرہ کو کتنا کچھ اعزاز تھا۔ غازی اورنگ زیب نے بنارس وغیرہ کے مندروں کو لاکھوں کی معافیاں دیں جو آجتک وہ لوگ کھا رہے ہیں۔ اے کاش کہ آریہ گزٹ کے ایڈیٹر صاحب نے اور نہیں تو لالہ لاجپت رائے جی کی تاریخ ہند ہی دیکھی ہوتی تو یہ غلط دعویٰ نہ کرتے۔

مسلمانوں کا شعار دشمنوں سے کیسا رہا ہے

اخبار مشرق کا ایک نامہ نگار اسلام کی بے تعصبی کا ڈیفنس یوں لکھتا ہے کہ :۔ سوامی شردھانند کی موت نے زمانہ کو بہت کچھ شور مچانے کا موقع دیا ہے۔ اے عبدالرشید! تجھے خدا اور رسول کے احکام کا جاننا فرض اور لازمی تھا۔ تاکہ آج کسی کو تیری قوم پر یہ بہتان دھبہ لگانے کا موقعہ نہ ملتا۔ آہ .... تجھے کیا خبر تھی کہ بانی اسلام اور اُس کے پیروؤں نے اسقدر ضبط و تحمل سے کام لیا ہے کہ ظلم و ستم اور زبردستیوں کی لہروں کا زبردست سیلاب ان کے سروں سے گزر اکرتا تھا اور وہ پرواتک نہ کرتے تھے۔ اب میں اپنے زود رنج نکتہ چین ساتھیوں کو قرآن پاک کی تحریر۔ بانی اسلام کے افعال اور اُن کے پیروؤں کی تقلید کی چند مثالوں سے بتلاؤں گا کہ اسلام اور مسلمان اس الزام سے کہاں تک بری ہیں۔

(قرآن شریف) (۱) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲)

اے مسلمانو! جو لوگ تم سے جنگ کریں تم بھی اللہ کی راہ میں (دین کی حمایت میں) ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو اللہ (کسی طرح) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۲) اور (اے پیغمبر) اگر (غیر مسلم) صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی انکی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ کیونکہ وہی

(سب کی) سنتا اور خوب جانتا ہے۔

(۳) اور (اے پیغمبر) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دو۔ تاکہ وہ اللہ کے کلام کو سُنے پھر اُس کو اسکی امن گاہ میں پہنچا دو۔ اسلئے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم)۔ جہاں پر اونٹنی کا ہلکا زخم۔ اور اپنی عورت کو ایک تھپڑ برسوں کی جنگ کا باعث ہوا کرتا تھا وہیں کا باشندہ اپنی تکالیف اور اپنے پیروؤں کے ناگفتہ بہ صدمات کو اس طرح خاموشی کے ساتھ برداشت کر گیا جس طرح چٹانیں موجوں اور ہلکے نرم پودے تند و تیز ہواؤں کا مقابلہ کرتے ہیں بنو ہاشم کا بہادر اور ممتاز قبیلہ عرب کے تمام قبیلوں سے اپنی توہین کا بدلہ لے سکتا تھا مگر وہ ہستی جو رحمۃ للعلمین ہو۔ دنیا کو فسادیں کیوں کر مبتلا کر سکتی تھی۔

۱۔ مسلمانوں کی پہلی جنگ۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو بہت سے قیدی ہاتھ آئے تھے جس میں وہ لوگ بھی تھے جن کا اسلام کی بربادی کی کوشش میں زبردست ہاتھ تھا۔ ان کے ساتھ مسلمانوں نے جو سلوک کیا۔ اس کو منصف مزاج مصنف سری پرکاش دیوجی یوں لکھتے ہیں۔ "اِدھر مسلمانوں کو یہ تاکید تھی کہ اُن قیدیوں کو قیدی نہ سمجھیں بلکہ اُن کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کریں۔ اور عزت و احترام سے رکھیں۔ چنانچہ جب تک یہ قیدی مسلمانوں کے پاس رہے مسلمانوں نے انکی خاطر تواضع کی اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔ جب ان قیدیوں میں سے پہلا قیدی رہائی پاکے مکہ آیا تو اہل اسلام کی نسبت اس نے یہ رائے ظاہر کی کہ خدا انکا بھلا کرے وہ ہم کو سواری دیتے تھے اور خود پیادہ پا چلتے تھے۔ وہ ہم کو گیہوں کی روٹی کھانے کو دیتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گذارہ کرتے تھے۔

۲۔ جس وقت مکہ فتح ہوا تو مکہ والوں کا خیال تھا کہ گلیاں لاشوں سے بھر دی جائیں گی۔ اور ایک خوفناک خونی منظر آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ مگر اُس چشمۂ رحمت و منبع جود و سخا نے اُنہیں بلا کہکر چھوڑ دیا کہ "تم پر کوئی ملامت نہیں وہ خداوند کریم سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ جاؤ تم آزاد ہو۔

۳۔ چھ ہزار قیدی جو بنی ہوازن سے تھے تمام مسلمانوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک روز مسجد نبوی میں جہاں آپ مع صحابہ کرام تشریف رکھتے تھے بنی ہوازن کا سردار آتا ہے اور قیدیوں کی رہائی کی التجا کرتا ہے اور وہ سخی کہتا ہے کہ "میں نے اپنا اور تمام مسلمانوں کے قیدی آزاد کئے"۔ اور منٹوں میں تقسیم کئے ہوئے چھ ہزار قیدی آزاد کر دئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

پیروانِ اسلام کے نمونے۔ ۱۔ ہرمزان ایران کی فوج کا زبردست سردار۔ حکومت کسریٰ کا باعث فخر مرد میدان جسکے ہاتھوں مسلمانوں کی بڑی تعداد داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھی گرفتار کرکے مکہ معظمہ لایا جاتا ہے۔ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسکی موت کا حکم صادر ہوتا ہے۔ ہرمزان پانی پینے کے لئے مانگتا ہے۔ پانی دیا جاتا ہے۔ وہ التجا کرتا ہے کہ جب تک میں اس کٹورہ کا پانی نہ پی لوں قتل نہ کیا جاؤں۔ اسکی یہ التجا منظور کی جاتی ہے۔ مگر پانی پینے کی بجائے وہ پیالہ زمین پر رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب اِسے نہ پیوں گا۔ تمام حاضرین اس کی اس چالاکی سے حیران رہ جاتے ہیں۔ ہاں وہ اسلام کی خوبیوں پر گرویدہ اور اس سے متأثر ہوکر اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خلیفہ چہارم میدان جنگ میں اپنے دشمن (اوخیو) کو پچھاڑتے ہیں اور سر جدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں کہ وہ روئے مبارک پر تھوک دیتا ہے۔ آپ اُسکے سینہ سے اُتر آتے ہیں اور اپنے مغلوب دشمن کی حیرانی و پریشانی کو یہ کہکر دور کرتے ہیں کہ "میں دین کی حمایت میں تجھ سے لڑا تھا مگر تیرے تھوک دینے سے غصہ معلوم ہوا۔ چونکہ غصہ نفس کا فعل ہے اس لئے نفس کی خاطر تجھے مار کر گنہگار ہونا نہیں چاہتا تیرا زیر کرنا پھر ہوتا رہے گا۔" اجی خبط کی انتہا ہوگئی کہ اپنے قاتل کو تکلیف و ایذا دینے سے منع فرما گئے۔

۳۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز اپنے صوبہ دار کو یہ حکم لکھتے ہیں کہ مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی فوج لڑائی پر بھیجتے تھے تو انکو حکم دیتے تھے کہ اللہ کا نام لیکر جنگ کرو۔ اللہ کے دین کی حمایت میں اللہ سے کفر کرنے والوں سے لڑو۔ فریب اور دھوکا نہ دو۔ عہد شکنی نہ کرو۔ مقتولوں کے ناک کان نہ کاٹو۔ اور کسی بچے۔ عورت یا ضعیف کو قتل نہ کرو۔ (خلیفہ نے لکھا) اور تم بھی اپنے لشکروں اور فوجی مہم والوں کو یہ ہدایت کردو۔

یہ مذکورہ بالا مثالیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ اگر معترضین اسلام کا مطالعہ کرینگے تو شاید اُن کے خیالات تبدیل ہوجائیں گے۔ اور وہ ایسے لغو اعتراض سے باز رہیں گے۔ ان چند ہی مثالوں پر غور کرکے دیکھیں کہ مسلمانوں کا شعار کیا تھا۔

برٹش عہد میں کروڑوں ہندوستانی کس تلوار کے زور سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے

سو سال پیشتر ہندوستان کے اندر بہت کم مسلمان تھے۔ آج اُنکی تعداد پونے آٹھ کروڑ سے زائد ہے۔ کیا یہ محض تلوار کے زور سے مسلمان ہوئے ہیں؟ یہ تلوار اُسی وقت چل سکتی تھی۔ جب ہندوستان

پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ لیکن ایک بھی واقعہ اس قسم کا پیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہو۔ کہ ان ایام میں بھی غیر مسلموں کو تلوار کے زور سے اسلام میں شامل کیا جاتا تھا۔ اگر اس زمانہ کے متعلق بھی کسی قسم کا شبہ ہو تو پھر ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ "برٹش حکومت کے آغاز سے لیکر اسوقت تک جو کروڑوں غیر مسلم اسلام کے حلقہ بگوش بنے ہیں ان پر کب تلوار چلائی گئی۔ کب ان کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا گیا۔ "مہاراجا ناہر سنگھ کو نصر اللہ بنانے والی تلوار کہاں ہے"۔ "سوامی شردھانند کے بھتیجے کو کس کی تلوار نے مسلمان بنایا"؟ "پنڈت ستیہ دیو کی گردن کسکی تلوار کے آگے جھکی۔ اور وہ کیوں مسلمان ہوئے"؟ "یورپ و امریکہ میں جو بیسیوں یورپین و امریکن مسلمان ہو رہے ہیں انکو کس کی تلوار ڈرا رہی ہے اور یورپ و امریکہ کے آزاد باشندے کس کے خوف سے مسلمان ہوتے جاتے ہیں"۔

مسلم اور ہندو جہاد کا مقابلہ

جہاد پر اغیار بہت اعتراض کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ اسلام میں کیسی اشد ضرورت اور حفاظت مال و جان کے وقت ہی اسکی صرف بطور دفاع ہی اجازت دی گئی ہے۔ اہلحدیث امرتسر ۶ محرم ۱۳۴۷ھ میں مولوی ثناء اللہ صاحب "مسلم اور ہندو جہاد" کا یوں مقابلہ کرتے ہیں

قرآن مجید میں سب سے پہلی آیت جہاد یہ ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ یعنے "جن مسلمانوں کو مخالفوں کی طرف سے مارا جاتا ہے ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی ہاتھ اُٹھائیں۔ اللہ انکی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے"۔

یہ ہے ابتدائی تحریک اور بنیاد جہاد جس پر ساری عمارت بنی ہے۔ اب ذرا وید ک جہاد بھی سنئے۔ پرمیشور حکم دیتا ہے۔ "اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف و ہراس پرجاہ و جلال عزیزو! اور جوان مردو! پرمیشور کے حکم پر چلو اور بدفرجام دشمن کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سر انجام کرو۔ دشمنوں کو تہ تیغ کرو تاکہ تمہارے زور بازو اور ایشور کے لطف و کرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو" (ستیارتھ پرکاش اتوداک ۱۰۔ ورگ ۹۷۔ منتر ۲)۔

اس منتر کی تشریح خود یہی منتر ہے۔ کسقدر صفائی سے حکم ہی نہیں بلکہ اظہار غصہ بھی ہے کہ بدفرجام (بدذات) دشمن کے ساتھ ایسا کرو۔

وجوہ ترقی اسلام

اتفاق کی بات ہے کہ جس روز حضرت ابراہیمؑ (فرزند رسول اللہ) کا انتقال ہوا اسی شب کو چاند گرہن شروع ہو گیا۔ عرب کے بعض کمزور اور اوہام پرست لوگوں کے نزدیک یہ

Marfat.com

واقعہ سخت المناک تھا۔ وہ فوراً دوڑکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ ہم مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں"۔

آنحضرتؐ۔ "تم کیوں مسلمان ہونا چاہتے ہو۔ اسلام میں تمکو کیا خوبی نظر آئی"؟

لوگ۔ "یارسول اللہؐ! اب ہم کو یقین ہوگیا ہے کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ کیونکہ آج ہی حضرت ابراہیمؑ کا انتقال ہوا۔ اور آج ہی چاند گہن میں آگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے فرزند کا ماتم افلاک پر بھی ہوا ہے۔ یہانتک کہ چاند نے بھی ماتمی لباس پہن لیا"۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع تبلیغ اسلام کا ہوسکتا تھا۔ لوگ آپ کے در پر کھڑے ہیں اور استدعا کر رہے ہیں کہ آپ ہم کو مسلمان کر لیجئے لیکن اُلوالعزم نبی کی راست گفتاری اور حق گوئی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ ابراہیمؑ کی وفات کی وجہ سے چاند گہن میں آگیا اور اس نے ابراہیمؑ کے غم میں ماتمی لباس پہن لیا۔ یاد رکھو۔ آفتاب و ماہتاب کو کسی کی موت و زندگی سے کوئی تعلق نہیں"۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تصرف کرتا ہے۔ اگر ابراہیمؑ کی آج وفات نہ ہوتی تب بھی چاند گہن ہوتا۔ ارضی و سماوی کارخانے علیحدہ ہیں ان کو کسی کی موت و زیست سے کوئی تعلق نہیں"

اگر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہیں تو خاموش ہی ہو جاتے اور ان لوگوں کو مسلمان کرکے اپنی قوت میں اضافہ کرتے۔ لیکن نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی بنیاد مستحکم نہیں ہے۔ ان کی ایک غلط بات نے رہنمائی کی ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام کی دیگر مذاہب سے زبردست رواداری

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مدیر اہل حدیث امرتسر نے موضع کانگڑی متصل ہردوار میں آریوں کی بڑی درسگاہ گوروکل کے سالانہ جلسہ پر مذہبی کانفرنس اپریل ۱۹۳۲ء میں اسلامی رواداری پر یہ مضمون پڑھا تھا۔

صاحبان! اسلام نے دوسرے مذاہب کے ساتھ دو طرح کا نیک برتاؤ کیا۔ ایک تو یہ کہ اس نے سب سے پہلے جملہ بھلے انسانوں کی عزت کرنے کی تعلیم دی۔ اور صاف حکم دیا کہ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ ہر قوم میں

راہ نما گذرے ہیں۔ انکی عزت کیا کرو۔ یہ بھی حکم دیا ہے کہ قرآن سے پہلے بھی خدا نے الہام کئے ہیں۔ ان سب کو صحیح مانو۔

کون نہیں جانتا کہ اسلام سوائے خدا کے ہر قسم کی مخلوق پرستی پر سخت خفا ہے۔ اس فعل کو لائق عذاب قرار دیتا ہے۔ باوجود اسکے فرماتا ہے کہ غیر قومیں جن لوگوں کی پوجا پرستش کرتی ہیں اُن لوگوں کو تم مسلمان بُرا مت کہا کرو۔ ان کو اس سے تکلیف ہو گی۔

اس کے علاوہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ جو رواداری سکھائی ہے وہ بڑی تعریف کے قابل ہے۔ جسکی پوری تفصیل میں تھوڑے وقت میں نہیں کر سکتا البتہ تھوڑا سا اجمالی ذکر سناتا ہوں۔

اسلام دنیا میں سیاست اور صلح کا پیغام لایا ہے۔ اسلئے اسلام کے احکام دو قسم کے ہیں۔ صلح اور سیاست۔ ظاہر بینوں کی نظر غلطی کر جاتی ہے۔ جہاں وہ سیاسی حکم دیکھتے ہیں جھٹ بول اُٹھتے ہیں کہ اسلام میں غیروں کی رواداری نہیں۔ اسلئے ہم اس غلط فہمی کو آج دور کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کی دو حیثیتیں رکھی ہیں۔ ایک تو رعایا ہونے کی حیثیت میں خواہ وہ اسلامی حکومت کی رعیت ہوں یا غیر مسلم کی جیسے آج ہم سب ہیں۔ دوسری سیاسی جس وقت مسلمان برسرِ حکومت ہوں۔ ہم اپنے مضمون کو اسی حیثیت سے لکھتے ہیں۔ جس پوزیشن میں آج ہم سب ہندوستانی ہیں۔ یعنے بحیثیت ایک جگہ رہنے والی رعایا کے ہم کو اسلام نے دوسرے اہل مذاہب سے کیسا برتاؤ کرنا سکھایا ہے۔ پس حاضرین سنیں اور ناظرین پڑھیں۔

قرآن مجید میں عام ہدایت ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ یعنے "اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کیا کرو۔ اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم نیک سلوک کیا کرو۔ اور قریبیوں یتیموں مسکینوں کے ساتھ۔ نزدیکی پڑوسیوں۔ اجنبی کے ہمسایوں مجلس میں یا گاڑی وغیرہ میں ساتھ بیٹھنے والوں مسافروں اور اپنے ماتحتوں وغیرہ سب کے ساتھ (خواہ کسی مذہب یا کسی قوم کے ہوں) نیک سلوک کیا کرو۔ اللہ تعالےٰ متکبروں مغرور لوگوں سے پیار نہیں کیا کرتا۔"

ان آیات میں جتنے لوگوں سے احسان و مروت کرنے کا حکم ہوا ہے ان میں یہ شرط نہیں کہ یہ لوگ مسلمان

ہوں۔ بلکہ عام ہے جو بھی ہوں۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہوں۔ محض انکی غربت مسکنت اور ہمسائگی کا تقاضا ہے کہ ان سے سلوک اور احسان کرنے کا حکم ہے۔

ایک مقام پر نہایت مختصر لفظوں میں ارشاد ہے اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ "جیسا خدا تم پر احسان کرتا ہے تم لوگوں پر احسان کرو"۔ رواداری کا سب سے بڑا اصل الاصول ایفاء وعدہ ہے۔ قرآن مجید نے ایفاء وعدہ کا بڑی تاکید سے حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ط "اے انسانو! وعدہ پورا کیا کرو۔ بے شک وعدہ سے سوال ہوگا"۔

حدیث شریف میں ایفاء وعدہ کو یہاں تک اہم قرار دیا ہے کہ خلاف وعدہ کرنے والے کو بے دین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ "جو امانت گذار نہیں وہ ایماندار نہیں۔ جو وعدہ وفا نہیں وہ دیندار نہیں"۔

پبلک جانتی ہے کہ دنیا میں عقل ہی ایک جوہر لطیف ہے جسکی تلاش میں بالغ نابالغ سب کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے عقلمندوں کے نشان ایسے بتائے ہیں کہ نیکدلی اور رواداری سے پُر ہیں چنانچہ ارشاد ہے۔ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ "یعنی عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ کا وعدہ پورا کرتے ہیں۔ اور مخلوق سے وعدہ نہیں توڑتے۔ اور جو الٰہی تعلقات کو جوڑتے ہیں۔ اور جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ خدا کو راضی کرنے کے لئے تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور خدا کے دیئے ہوئے میں سے اللہ کی راہ میں پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ اور برائی کو نیکی سے دور کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کا خدا کے ہاں انجام بخیر ہے"۔

دیکھا اور سنا گیا ہے کہ بعض لوگ کسی دوسرے شخص کے ساتھ رواداری اور سلوک کرنے سے اسلئے رکتے ہیں کہ ہمارے خاندان یا برادری کا نہیں۔ یہ اصول گو غلط ہے تاہم لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے خیال کو عجیب طرز سے غلط فرمایا ہے یعنی یہ امر ذہن نشین کرایا ہے کہ تم سارے انسان ایک ہی باپ اور ماں کے بچے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى۔ "خدا نے تم انسانوں کو ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں سے پیدا کیا ہے"۔

Marfat.com

غرض اس سے یہ ہے کہ تم انسان ایک ہی خاندان ہو پس رواداری اور احسان کرنے میں تم کو نسلی اور خاندانی امتیاز مانع نہیں ہونا چاہیئے۔ غرض اسلام کی تعلیم متعلق رواداری کا خلاصہ مولانا حالی مرحوم نے جو بتایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدٰے کا — کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا — خلائق سے ہے جسکو رشتہ ولا کا
یہی ہے مروت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

باقی احکام جو کلام مجید میں متعلق جنگ و جہاد ہیں وہ سیاسی و پولیٹیکل ہیں۔ جنکی بابت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ وہ حکومت کی شان ہے نہ رعیت کی۔ رعیت ہونے میں اسلام کی تعلیم متعلق رواداری صرف اتنی ہے کہ ؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

یہودیوں پر مسلمانوں کا اعتماد

ماموں کے بعد طارق بڑھا۔ فتح و ظفر نے اسکی رکاب کو بوسہ دیا۔ اُسے یہودیوں پر اسقدر اعتماد تھا کہ جب اس نے قرطبہ فتح کیا تو اُسے یہودیوں کی حفاظت میں چھوڑ دیا۔ یہودی عربوں کے نہایت وفادار دوست تھے۔ عربوں نے انکی خدمات کو فراموش نہیں کیا۔ اور ان کی خدمات سے ہزار گنا زیادہ معاوضہ دیا۔ جہاں مسلمانوں کا علم لہراتا تھا یہودی بھی جا پہنچتے تھے۔ ان دونوں نے ملکر فلسفہ اور علم و فن کو ترویج دی۔ اور ہسپانیہ نے پھر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کر لیا۔

اسلام بزورِ شمشیر کے اتہام کی مسکت تردید

اسلام پر جو بزورِ شمشیر پھیلائے جانے کا الزام اُس کے دشمن اپنی جہالت یا بدنیتی سے دیتے ہیں یہ نہایت ظالمانہ اتہام ہے۔ یہ درست ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت سے ایک سو سال کے اندر مسلمان فاتحین نے معلوم دنیا کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یعنے سب سے بڑی سلطنت جو اس سے پہلے دنیا دیکھ چکی تھی۔ اور وہ رومن امپائر تھی۔ ایک سو سال کے اندر مسلمانوں نے اس سے بڑی سلطنت قائم کر لی۔ لیکن مسلمانوں کا لشکر کشی کر کے فتح کرنا ہرگز اس بات کا مرادف نہ تھا کہ وہ اپنی رعایا کو اپنا مذہب قبول کرنے پر بھی مجبور کرتے تھے۔ نہیں بلکہ جو قومیں مسلمانوں کی حکومت قبول کر کے انہیں ایک خفیف سی رقم

بطور ٹیکس کے دینی منظور کرتے ہیں کہ جسے مسلمانوں کی اصطلاح میں جزیہ کہا جاتا ہے۔ تو ہرگز اُن کے مذہب میں مداخلت نہ کی جاتی۔ اور انکی ہر طرح سے حفاظت اور حمایت کی جاتی۔ اور انہیں فوجی ملازمت سے بھی بری کر دیا جاتا۔ اور اتنی بڑی خدمت اور ذمہ داری کا معاوضہ یہ خفیف سا ٹیکس ہوتا تھا۔

مثلاً لاکھوں کروڑوں عیسائی اور یہودی اور پارسی اور ہندو جو مسلمان سلاطین کی رعایا بنے تو جہاں جہاں اُنہوں نے جزیہ دینا منظور کیا کسی نے اُن کے مذہب سے تعرض نہ کیا۔ لیکن (۱) اس سے بڑی دلیل اسلام کے بزور شمشیر پھیلانے کے حق میں یہ ہے کہ جن ملکوں کو مسلمانوں نے کبھی فتح نہیں کیا اور ان پر انہیں کبھی سیاسی استیلا حاصل نہیں ہوا۔ (۲) جن اقوام سے مسلمانوں نے شکست کھائی اور اُن کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو گئے پھر انہیں فاتح اقوام نے خود بخود اپنی مفتوح قوم کا مذہب قبول کر لیا۔ جیسے کہ سلجوقی ترکوں نے گیارہویں صدی مسیحی میں اور مغلوں نے چنگیز خان کے ماتحت تیرہویں صدی میں بغداد کو برباد کر دیا تھا اور (۳) نیز جن ممالک پر مسلمان کبھی سیاسی اقتدار لیکر نہیں گئے بلکہ محض بطور سیاحوں یا مسافروں کے گئے جیسے کہ چین اور روس اور جزائر جاوا و سماٹرا کا حال ہے وہاں آج کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ تلوار تو کہیں رہی یہاں تو مسلمانوں کے پاس لاٹھی بھی نہیں تھی بلکہ بطور رعایا وہ وہاں رہتے تھے۔

مسلم مبلغین کی خدمات

آرنولڈ صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ اسلام کی ترقی کے جو مختلف اسباب مثل معاشرتی سیاسی اور مذہبی کے ذمہ دار ہیں۔ ان میں نہایت زبردست وجہ مسلم مبلغین کی سرگرمی اور خلوص ہے کہ جنہوں نے تمام اطراف واکناف عالم میں اپنے دین کی اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔ اور اُن سب کے رہنما اور سردار خود پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کوئی بعد کا پیدا ہوا خیال نہیں ہے۔ بلکہ شروع سے ہی قرآن مجید میں اشاعت دین کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ آرنولڈ صاحب نے قرآن مجید کی مکی سورتوں میں سے چند آیات تبلیغ دین کی تائید میں منتخب کر کے نقل کی ہیں۔ اور اسکے بعد لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں جو سورتیں کتاب مجید کی نازل ہوئی ہیں کہ جس وقت پیغمبر اسلام کے ماتحت مسلمانوں کی ایک زبردست فوج اور ایک طاقتور جمعیت موجود ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی قرآن میں زبردستی سے تلقین دین کی ہدایت نہیں کی گئی۔

دو عیسائیوں کی رائیں ترقی اسلام پر

ایک عیسائی نے اسلام کی غیر معمولی ترقی کی توجیہ کرنے کی یوں کوشش کی ہے۔ اشاعت اسلام میں ایک نامور یورپین

مورخ (ڈوانپورٹ) کی رائے نقل کی گئی ہے جس میں اس نے اس حیرت ناک ترقی کی وجہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو اس مذہب نے اس سرعت سے حاصل کی جو آج تک کسی دوسرے مذہب کو اتنی قلیل مدت میں حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ لکھتا ہے:-

"کیا یہ خالص مذہبی جوش تھا۔ یا ایک مذہب کی نئی طاقت تھی۔ جو اب پہلی مرتبہ اپنی تمام پاکیزگی کے ساتھ پھیلنے لگا تھا۔ کہ جس نے عربوں کی فوج کو ہر میدان میں کہ جس میں نمودار ہوئی اسے فتح و نصرت نصیب کی۔ اور خصوصاً اتنے قلیل زمانہ میں اتنی بڑی سلطنت قائم کر دی جو آج تک دنیا نے نہیں دیکھی تھی لیکن اس بات کی شہادت نہیں ملتی کہ یہی وجہ تھی۔ ان لوگوں کی تعداد نہایت کم تھی کہ جنہوں نے پیغمبر اسلام کی مثالیت بطیب خاطر اور دلی اعتماد سے قبول کی تھی۔ حالانکہ دوسری طرف اُن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی کہ جو صرف پیروی دباؤ اور دنیاوی منفعت کی امید سے اسلام میں داخل ہوتے تھے سیف اسلام خالد بن ولید اس زور اور تعجب کے امتزاج کی بہت عمدہ مثال تھی کہ جس کے ذریعہ سے وہ خود اور بہت سے قریش اسلام لائے تھے۔ جنکو دل سے یہ یقین نہ تھا کہ خدا نے نہیں دلوں اور بالوں سے پہلے پیغمبر صاحب کے چچا ابو طالب کے بھتیجے کو بھیجا ہے۔ مگر یہ خیال کا بڑا زبردست خیال تھا۔ اور یہ خیال اس زمانہ کے عربوں میں شاید ہر دوسری قوم سے زیادہ تھا کہ جس کی وجہ سے بہت سے عربوں نے اپنے ہموطن پیغمبر اور اسکے مذہب کو ایک اجنبی کے پیغمبر اور مذہب سے ترجیح دی۔ اس سے بھی زیادہ وہ کشش تھی جو نئے مذہب کے لیڈر کو کثرت مال غنیمت حاصل کرنے۔ اور اپنے وطن کے ویران اور سنگلاخ پہاڑوں کے عوض جہاں صرف قوت لایموت مل سکتی تھی۔ ایران شام اور مصر کے سرسبز اور سیر حاصل علاقوں سے بدل دینے کی امید تھی۔

یہ اقتباس پیش کر کے ڈبلیو آر لیونارڈ صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ عالیشان فتوحات کہ جو عربوں کی سلطنت کی بنیاد قائم کر دی تھی یہاں تک مقدس کا نتیجہ نہیں تھیں جو اسلام کی اشاعت کے لئے لڑی گئی تھیں۔ لیکن انکے دستہ پیچھے لوگوں نے جیسا کہ مذہب کے لئے لڑنا کہا ہے اکثر اوقات یہی نتیجہ اسکی غرض و غایت سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح عیسائی مورخین نے غلطی کر کے مذہب اسلام کی اشاعت کا ذریعہ سمجھنے لگے۔

اسلامی رواداری

ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی مصنف اپنی مشہور کتاب تمدن عرب میں لکھتا ہے کہ جس وقت ہم مسلمانوں

عرب پر نظر ڈالیں گے اور انکی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اشاعت اسلام میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ تمام مفتوح اقوام کو اپنے مذہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا اور بالآخر انکی زبان کو بھی اختیار کیا تو یہ محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے جنکی حکومت میں وہ اس وقت سے قبل تھے بہت زیادہ منصف پایا۔ اور نیز انکے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچا اور سادہ پایا۔ یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیل سکتا۔

رابرٹسن اپنی کتاب چارلس پنجم میں یوں لکھتا ہے کہ وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت اسلام کے جوش کے ساتھ سچی رواداری بھی تھی۔ ایک طرف تو وہ اپنا دین پھیلاتے تھے اور دوسری طرف اُن اشخاص کو جو اسے قبول نہ کرتے تھے اپنے اپنے ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے۔

موسیو ربیان اپنی کتاب سفر مشرق میں لکھتا ہے کہ عیسائیوں کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے کہ مذہبی رواداری میں جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروج ہے عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھایا۔ یہ بھی ایک بڑا ثواب کا کام ہے کہ انسان دوسرے کے مذہب کی عزت کرے اور کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کرے

لیبان کی شہادت الزام شمشیر کے خلاف

فرانس کے بلند پایہ مؤرخ گستاولیبان اپنے ایک فاضلانہ مضمون "حضرت محمدؐ اور قرآن" میں رقمطراز ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے دنیا میں سب سے پہلے وحدانیت خالص کی اشاعت کی۔ اسی خالص وحدانیت کی وجہ سے اسلام کی ساری سادگی اور شان ہے۔ اور یہ سادگی ہی اسلام کی قوت اور سرعت ترقی کا باعث ہوئی۔ اسلام دلوں کے اندر اس قسم کا زندہ اور پرجوش ایمان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ پھر اس میں مطلقاً شک اور تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ محمد صاحب کی تبلیغ و ہدایت اور قرآن کی تعلیم علوم طبعی سے موافقت رکھتی ہے۔ اسکا اثر یہ ہے کہ وہ انسان کے اخلاق کو نرم کرتی ہے اور انسان میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کی اشاعت کا سبب یہ ہے کہ اس میں شہوات نفسانی کی باگ ڈھیلی کر دی گئی ہے اور علاوہ اسکے یہ مذہب بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ ہم نہایت آسانی کے ساتھ یہ ثابت کر سکتے

ہیں کہ یہ الزامات بالکل غلط ہیں۔ ہاٹنگر نے ایک طول طویل فہرست ان اخلاقی احکام کی شائع کی ہے جو مسلمانوں میں بطور ضرب المثل کے رائج ہیں۔ بلا طرفداری اسلام یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بڑھ کر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی سے محترز رکھنے کے لئے راہنما نہیں ہو سکتا۔

یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیل سکتا جس وقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا اسوقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا لیکن مذہب تبدیل کرنا قبول نہ کیا۔ چین میں اگرچہ عربوں نے گز بھر زمین پر بھی قبضہ نہیں کیا تاہم اسوقت چینی مسلمانوں کی تعداد دو کروڑ ہے[1]۔

کارلائل کا اعتراف حقیقت

اسی طرح کارلائل نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ اگر اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے تو وہ کونسی تلوار تھی جس نے خالد ابن ولیدؓ۔ فاروق اعظمؓ اور عمرو بن العاص کو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ یہ تلوار خلق محمدی اور اسلام کی سچی تعلیم کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

شمشیر کا استعمال اصول اسلام کا اصلی جزو نہیں

اسی بارہ میں اور بزور شمشیر اسلام پھیلانے کی تردید میں مسٹر السپی پی سکاٹ جو عربی کے بڑے عالم اور ایک منصف مزاج عیسائی مصنف ہیں تاریخ اندلس کی جلد اول میں لکھتے ہیں:۔

"جبر کا اصول جو بعد میں اسلام کے ساتھ ملایا گیا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اصول اسلام کا اصلی اور ضروری حصہ نہیں۔ حضرت محمدؐ نے شمشیر کے استعمال کی اسوقت تک ہدایت نہیں کی جب تک کہ تمام امن کے وسائل ختم نہ ہو جائیں۔ اور صرف دوران جنگ میں شمشیر کے استعمال کی اجازت ہے۔"

اسلام نے دنیا کے لئے کیا کیا؟

ایک منصف کا جواب ایک عیسائی کو۔ کلکتہ کے اخبار ایسوسی ایٹر نے اپنی لاعلمی اور تعصب کی وجہ سے ایک دفعہ یوں لکھا تھا کہ "اب جبکہ مسلم لیڈر نصرانی حکومتوں سے رحم کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے دنیا کے لئے کیا کچھ کیا"۔ علوم و فنون سے اسلام بالکل بے بہرہ رہا ہے۔ قتل و غارت اور خونریزی اسکے ہاتھ میں ہاتھ کا کرتب تھا۔ لیکن موجودہ دنیا نے اس ناشائستہ کھیل کا کافی نظارہ کر لیا ہے۔ کیا آغا خان یا کوئی اور بہادر مسلم لیڈر ہمیں یہ بتلا سکتا ہے کہ اسلام نے دنیا میں بجز اسکے کیا کیا ہے کہ یا تو کشت و خون کرے یا جب حالات زیادہ سخت اور نازک ہو جائیں تو ایک عاجزانہ درخواست عیسائی سلطنتوں کی خدمت میں روانہ کرے۔"

[1] ایک مصنف نے اپنی کتاب چین میں مسلمانان چین کی تعداد پانچ کروڑ لکھی ہے۔ منہ

Marfat.com

ماڈرن ریویو کے فاضل ایڈیٹر مسٹر رامانند چیٹرجی نے اس زہر آلود تحریر کا جواب یوں دیا تھا جو ہر چند کہ نہایت مختصر ہے تاہم حقیقت پر مبنی ہے۔

ہمیں مصنف کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اُسے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جیسی معمولی حوالہ کی کتاب کے حسب ذیل مضامین پڑھنے چاہئیں۔ "عرب"، "فلسفہ عربی"، "اہل عرب" وغیرہ وغیرہ۔ ازمنہ وسطیٰ میں مسلمان تمام یورپ کے اساتذہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ ہمیں ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی انتظامی قابلیت سیاسی تدبر اور علوم و فنون کی ذہانت کا کافی ثبوت مل سکتا ہے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی تعمیر میں سڑکیں بنانا، ان کی مالگذاری کا طریقہ وغیرہ اُن سے ترکیب حاصل کئے ہیں۔ موجودہ خیال کے مطابق مسلمان ہندوستان کے سب سے بڑے موسس تھے۔ اگر آپ انکی تہذیب اور طرز زندگی کے علوم و فنون کی تکمیل کے حالات پڑھنا چاہیں تو مسٹر ایم۔ جی رانیڈے سے منتوفی کے خطبہ صدارت میں دیکھیں جو انہوں نے ۱۹۰۹ء میں انڈین سوشل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں پڑھا تھا۔ اور جو انکی دیگر تصنیفات کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ خود پرستی اور خارتگری کے بارہ میں مغربی عیسائی مصنفین کی کتب سے از روئے علم یہ باسانی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس میں یورپ کی سبھی اقوام سبقت لے گئی ہیں۔

باوجود مسلمانوں کی اس معزوضہ بے رحمی اور سنگدلی کے آرمینیوں جیسی چھوٹی سی قوم بھی نیست و نابود نہیں ہوئی۔ لیکن شمالی اور جنوبی امریکہ۔ آسٹریا۔ ایشیا۔ اور آفریقہ کی یورپی نوآبادیوں کی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسقدر آباد قومیں تھیں جو بالکل تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔ اور کسقدر صفحہ ہستی سے معدوم ہو چکی ہیں۔

اربابِ رائے کی رائیں اسلام کے متعلق

غیر مسلموں کے ساتھ حکومت اسلامیہ کے برتاؤ کا دستور العمل

سپین کے بنی امیہ خلفا کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان ہے۔ کیونکہ اس سے سپین کے ہمعصر (عیسائی) اور پچھلے مسلمان بادشاہوں کے مقابلہ میں بلکہ اس انیسویں صدی کے زمانہ تک انکے بادشاہوں کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہے۔ یعنی ان کا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات میں آزادی دینا" (چیمبرز انسائیکلوپیڈیا)۔

"تعصب کا اور عجیب زعم اور محض بیکاری ہے۔ ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے مسلمانوں

Marfat.com

کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنا نہیں دیتے تھے۔ یہودی۔ عیسائی سب خوش و خورم تھے۔ جن ملکوں کو خلیفہ فتح کرتے تھے وہاں کے باشندے خواہ اپنا دین برا ہی خواہ ہندو قتل نہیں کئے جاتے تھے۔ ایک مثال بھی اس بات کی نہیں پائی جاتی کہ کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑنے کے سبب جلا گیا ہو۔ نہ مجکو یہ یقین ہے کہ زمانہ اسلام میں کوئی شخص صرف اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اس نے مذہب اسلام قبول نہیں کیا۔ بلکہ فتح ہوتے ہی وہ سب باشندے امن و امان اپنی ملکیت اور اپنے مذہب پر قابض چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ (گاڈفرے ہگنز)

"حضرت محمد نے اپنی حیات میں مختلف نسبتیں کیں اور انکے ساتھ قائم کیں۔ ان سے خلفا نے دوسرے مذاہب کو آزادی دینے کی نصیحت پائی۔" (گبن)

"حضرت محمد نے قومی معاملات میں حق رسانی سے فتح کرنے میں رحم اور عکمرانی کرنے میں اعتدال اور سب سے مقدم دوسرے مذہب کی عدم مزاحمت احکام قرار دیئے ہیں۔ اسلام نے کبھی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی۔ کسی کو ایذا نہیں پہنچائی۔ کوئی مذہبی محاکمہ خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لئے قائم نہیں کیا۔ کبھی اسلام نے لوگوں کے مذہب کو تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں اس نے اپنے مسائل کا جاری ہونا لازم سمجھا مگر اسکو جبراً جاری نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فتحمندوں کے برابر حقوق حاصل ہو گئے تھے۔ اور محفوظ تھے۔ ان امور سے بھی آزاد ہمدانی ہیں جو ہر ایک فتحمند نے ابتدا دنیا سے حضرت محمد کے زمانہ تک اختیار کی ہیں۔"

"اسلام کی تاریخ میں ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے جو دوسرے مذہب کو میسر آزاد رکھنے کے بالکل برخلاف ہے۔ اسلام کی تاریخ کے ہر ایک صفحہ میں اور ہر ایک ملک میں جہاں اس کو وسعت ہوئی دوسرے مذہب سے مزاحمت نہ کرنا پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک عیسائی شاعر (ملٹن) نے علانیہ کہا تھا کہ "صرف مسلمان ہی روئے زمین پر ایک قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہیں" اور ایک انگریز سیاح سلیمان نے مسلمانوں پر یہ طعنہ کیا ہے کہ وہ حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہیں" (البیسٹ ایشیٹک لیٹریچر)۔

آپ سے کام کا تخم ریزہ

جیسا کہ کسی دوسری جگہ لکھا گیا ہے اسلام بھی عیسائیت اور بدھ مذہب کی طرح ایک مشنری مذہب

جو علی الاعلان لوگوں کو اپنی صداقت قبول کرنے کے لئے مشنریوں کے ذریعہ سے بلاتا ہے۔ اور ہندوستان میں جب سے مسلمان وارد ہوئے ہیں۔ بہت سے اکابر صوفیائے کبار اور علمائے کرام یہ کام کرتے رہے ہیں۔ جیساکہ سر تھامس آرنولڈ نے تفصیل سے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ لیکن گذشتہ بیس تیس سال کے اندر بعض آریہ سماجی لیڈروں نے اسلام کی اس اشاعت کی نقل کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ پہلے پہل لاہور میں مسٹر رام بھجدت وکیل لاہور اور بعض دیگر آریہ سماجی لیڈروں نے ہندوؤں میں بھی شدھی کی تحریک پھیلانی چاہی۔ اور بعدہٗ سوامی شردھانند (سابق لالہ منشی رام وکیل جالندھر) نے شدھی کا کام زیادہ مستعدی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور ایسے دل آزار پمفلٹ میں "رنگیلا رسول" اور "وچتر جیون" جیسی کتابیں پیغمبر اسلام کی توہین میں آریہ سماج کے زیر اثر چھپنے لگیں کہ ایک مسلمان نے دہلی میں سوامی شردھانند کو روز روشن میں مار ڈالا۔ اور اسی طرح دو مسلمانوں نے ایک ایسی ہی تصنیف پر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے متاثر ہو کر کلکتہ میں دو بنگالیوں کو مار ڈالا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بغیر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پر دشنام اعتراض کرنے کے آریہ سماج کا کام نہیں چل سکتا۔ لیکن اگر اسلام پر ایسے اعتراض کرنے ہی ضروری ہیں۔ اسکے سوائے آریہ سماج کا کام ہی نہیں چل سکتا تو معترضین کو چاہیئے کہ تہذیب اور معقولیت کی حدود کے اندر رہ کر اعتراض کریں۔ اور اعتراض دنکتہ چینی سے پہلے اسلام کی کافی واقفیت حاصل کرلیں۔ نہ جیساکہ سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اسلام و عیسائیت وغیرہ ادیان پر واہی تباہی اعتراضات کئے ہیں۔ حالانکہ وہ عربی سے تو کہیں رہا فارسی اور اردو تک سے بھی واقف نہ تھے۔ اسی طرح اسلام کے سوائے وہ بہائیت اور سکھ وغیرہ مذاہب کی کتابیں بھی نہیں جانتے تھے۔ وہ سنسکرت اور ہندو مذہب کے عالم ہوں گے۔ مگر اُن کے اعتراضات سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان مذاہب سے بالکل واقف نہ تھے۔ مگر سنی سنائی باتوں پر اعتراض کر دیئے۔

مسلمانوں کے احسانات ہندو پر

بجائے ملوالٹ الملوکی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے شہنشاہی ہندوستان میں مسلمانوں کی ذات سے قائم ہوئی اور شاہنشاہی امن پھیلانے کا سبب ہوئی۔ اور جو شے امن پھیلانے کا سبب ہوئی اور جو شے امن پھیلائے اُسے سمجھنا چاہیئے کہ وہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اور جس کی بدولت یہ نعمت حاصل ہو

اسکا احسان سب سے بڑا ہے۔

واضح رہے کہ تمام آرین قومیں ایران اور ترکستان کی طرف سے ہمیشہ پئے در پئے ہندوستان پر حملے کرتی رہیں۔ انہیں قدیم حملہ آوروں نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب حملے شروع کئے تو یہ حملے بہ نسبت سابق کے زائد تر مہذب صورت میں کئے۔ اسلام قبول کرنے سے ان حملہ آوروں میں زائد خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ اور ان مسلم حملہ آوروں نے ہمالیہ سے سنگلدیپ تک اور سواحل مشرق سے سواحل مغرب تک ہندوستان میں جو با امن حکومت اور مستقل شاہنشاہی کی بنیاد ڈالی۔ اس نے سرزمین ہند کی گذشتہ خوبیوں میں چار چاند لگا دئے۔ اس نظر سے تاریخ ہند کو ہر شخص شروع سے آخر تک پڑھے۔ اور انصافانہ نظر سے غور کرے تو خود بخود سمجھ جائیگا کہ مسلمانوں کے احسانات باشندگان ہند پر اس زمانہ میں جبکہ سلطنت اسلامی کو ہندوستان میں عروج تھا کیا کیا تھے۔ اور اسکے ساتھ ہی سلطنت اسلامی کی تباہی کے زمانہ میں جو خرابیاں مسلمانوں کی سلطنت میں تھیں ان کو بالکل نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ گلستان کی سیر فصل بہار میں کیجئے فصل خزاں میں بیکار ہے۔ مسلمانوں کی تاریخیں اس زمانہ کی پڑھنی چاہئے جب مسلمانوں کے حملے ہندوستان پر اور مسلمانوں کی کامل حکمرانی ہندوستان پر تھی۔ اور اسی زمانہ کی تاریخ دیگر ممالک کی پڑھنی چاہیے اور مقابلہ کیجئے کہ دیگر ممالک میں فاتحین ملک غیر کا برتاؤ مفتوحین کے ساتھ کیسا ہوتا تھا یا خود قدیم آریین کے حملہ آوروں نے اس زمانہ میں کیسا برتاؤ کیا تھا جب وہ اسلام سے بے بہرہ تھے۔ اور پھر مقابلہ کر کے غور کیجئے تو مسلمانوں کے تمام گذشتہ افسانے جو شکایت کے پیرائے میں سنائے جاتے ہیں۔ خدا کی نعمت معلوم ہونے لگیں گے۔ اور یہ معلوم ہو گا کہ جو احسان مسلمانوں نے ہندوستان پر اپنے عہد حکومت میں کئے وہ کسی قوم نے غیر قوم پر حکومت حاصل کرنے کے بعد زمانہ قدیم میں نہیں کئے۔

ہندو حملہ آوروں کا جہاں سوز رویہ

جو سلوک ہندو حملہ آوروں نے ہندوستان کی اصل قوموں گونڈ اور بھیل وغیرہ سے کیا ہے۔ وہ اسی سے ظاہر ہے کہ آجتک یہ قومیں گو زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کوئی لٹریچر یا سوشل وقعت نہیں رکھتی۔ ان کو شودروں کی ذیل میں شمار کیا گیا۔ اور مار مار کر جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا گیا۔ پھر کورو اور پانڈو کی لڑائی جو مہابھارت کے نام سے مشہور ہے کس کو یاد نہیں۔ ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل تھی۔ لیکن ہزاروں

Marfat.com

نہیں بلکہ لاکھوں آدمی میدان کوروچھتر میں خاک و خون میں مل گئے۔ غرض جو زبردست راجہ کبھی ہوا ہے۔ اس نے زبردست کو سر نہیں اُٹھانے دیا۔ ہندوؤں کی تاریخ گو ہندوستان میں محفوظ نہیں رہی۔ لیکن کشمیر میں ابھی پانچ چھ ہزار سال کے مسلسل واقعات تاریخ راج ترنگنی میں موجود ہیں۔ ہمارے دوست ان کو پڑھیں اور دیکھیں کہ اس چھوٹے سے ملک میں کسقدر خونریزیاں ہوتی رہی ہیں۔ اور تعصبات نے ملک کی حالت کہاں تک پہنچا دی تھی۔ یورپ کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ یورپ کی شائستہ قومیں جو آج اپنے سوا تمام دنیا کی قوموں کو وحشی یا نیم وحشی کا خطاب دیتی ہیں محمود کے زمانے میں نہیں بلکہ اسکے بعد کئی صدیوں تک ایشیا سے بمراتب زیادہ وحشت و خونریزی اور بے رحمی میں مبتلا تھیں۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بھی نوع انسان کی دو خصلتیں نہ کبھی بدلی ہیں اور نہ آئندہ بدلنے کی امید ہے۔ ایک طمع اور خود غرضی۔ دوسرے زبردستوں کا زبردستوں کو کچلنا اور پیسنا۔ جس طرح مگرمچھ مچھلیوں اور بینڈکوں کو کھاتا اور شیر اور چیتا ہرن اور بیل گائے کو فوش جان کرتا ہے اسی طرح جو انسان قوی اور زبردست ہیں وہ ضعیفوں کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے ہندوستان کو کس طرح فتح کیا؟

محمد شفیق خان صاحب نے مشرق میں لکھا تھا کہ اس سوال کے دو حصے ہونے چاہئیے۔ ایک تو یہ کہ اہل ہند کے قلوب مسلمانوں نے کس طرح فتح کئے اور دوسرا یہ کہ اہل ہند کی زمین مسلمانوں نے کس طرح فتح کی۔ دوسرے حصے کے متعلق ہندوستان کی تاریخ دیکھنا چاہئیے۔ جسکا مختصر جواب مختلف تاریخوں کے بغور پڑھنے کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ڈاکو ڈاکہ زنی سے غیر کا مال اور متاع حاصل کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں نے بھی ہندوستان کو فتح کیا۔ مگر یہ ڈاکہ زنی سلف سے چلی آتی ہے مسلمانوں پر اسکا کوئی الزام نہیں ہے۔ ایرین قوم پہلے جس طرح ڈاکوؤں کی حیثیت میں اہل ہند پر پے در پے حملہ کرتی رہی وہی حملے کی صورت مسلمانوں کے وقت میں بھی قائم رہی۔ فرق اتنا ہوا کہ اسلام نے ان کو مہذب کر دیا تو اب غیر مہذب حملے کی جگہ مہذب حملے ہونے لگے۔ ایرین اسلام کے قبل جب ہندوستان پر حملہ کرتے تھے تو ہندوستان کے باشندوں کو اپنا غلام بنا لیتے تھے۔ اور ہندوستان کی (زمینداریاں) زمین کو غصب کر کے باہم تقسیم کر لیتے تھے۔ باشندوں کا حق سوائے سے کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ مسلمانوں کے جب مہذب حملے شروع ہوئے تو انہوں نے ہندوؤں کے جان و مال کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور انکی زمین کو اپنے اوپر

Marfat.com

حرام تصور کیا۔ وہاں کے باشندوں کو غلام بنانے سے بالکل پرہیز کیا۔ ہاں اسیران جنگ کے متعلق رائیں مختلف تھیں۔ انہیں غلام بناتے تھے۔ اور بعض فاتح غلام بنانا خلاف احکام قرآن سمجھتے تھے۔ اور جو غلام بناتے تھے وہ بھی اس حسن سلوک کے ساتھ کہ غلام نہ بنانے سے غلام بنانا بہتر تھا۔ یعنی غلاموں کو اپنا داماد اور اپنا جانشین اور اپنا ولی عہد تک قرار دیتے تھے۔ اور بڑے بڑے آزاد اس غلامی پر رشک کرتے تھے (جس کی مثالیں خاندان غلاماں ہمنداہ۔ خاندان مملوک ہند وغیرہ میں ملتی ہیں)۔

یہ تو صورت اس فتح کی ہے جو ڈاکوؤں کے لباس میں ہوئی۔ اب دوسری صورت فتح قلوب کی سنئے وہ البتہ قابل سننے کے ہے اور ایسی ہے کہ دنیا میں کوئی قوم دوسری قوم پر آج تک اس طرح فتحیاب نہیں ہوئی ہے وہ یہ کہ صوفیائے اسلام۔ علمائے اسلام تاجران اسلام کے ساتھ ہندوستان کا گشت بذریعہ جہاز رانی وغیرہ کرتے تھے اور ان کے اثر صحبت سے دین اسلام کی رغبت ہندوؤں کے دلوں میں پیدا ہوتی تھی۔ وہ اہل مشرقی اور مغربی کے دلوں میں نور ایمان کی جھلک اب تک دیگر اطراف ہند کے مسلمانوں سے زیادہ ہے کہ جہاں ملک فتح کرنا مقصود نہ تھا نور ایمان کا پھیلانا مقصود تھا۔ وہاں بہتر صورت میں اسلام نمایاں ہوا۔

سب سے کم غلطیاں مسلم فاتحین سے ہوئیں

بعض الزامات بعض بعض مسلمان بادشاہوں یا امرا کی زیادتیوں یا غیر مذاہب والوں سے بدسلوکی یا سنادر کے گرانے یا کسی ہندو سے سختی کرنے کے لگائے جاتے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے بعض صحیح ہوں۔ کیونکہ ایسا ہونا ناممکن نہیں ہے۔ اور شخصی مظالم یا زیادتیوں سے انکار گو ہٹ دھرمی جہالت اور ضد کا ثبوت دینا ہوتا ہے۔ لیکن ایسی قابل اعتراض مثالیں کم و بیش سبھی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ اور اگر میزان تنقید و انصاف میں اچھی طرح تولا جائے تو یقیناً مسلمان ہی وہ قوم نکلے گی کہ جس سے سب سے کم ایسی بدتمیزیاں سرزد ہوئی ہوں۔ کیونکہ مذہب اور اس کے قیود نے مسلمانوں کو سختی سے ایسی باتوں سے محترز رہنے کی تاکید کی ہے۔

انفرادی واقعات کی مثال بے سنے ہے

ہر چند کہ مذہب اسلام میں جبراً دین پھیلانے کی کوئی مثال یا حکم نہیں ہے لیکن دوسری طرف بعض مسلمان بادشاہوں یا حکام نے بعض

معلوم ہوتا ہے کہ ضرور بعض اوقات میں بعض حاکموں یا سرگرم قاضیوں اور ملّاؤں نے کچھ نہ کچھ زبردستی یا سہل انگاری کی ہوگی۔ تاہم نہ یہ الزام سب مسلمان سلاطین پر عائد نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ یہ عام میلان حکومت کا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً پنجاب میں حکومت رائے کا قتل۔ یا بعض دیگر معدودے چند بے انصافی کے واقعات۔ یا اورنگ زیب عالمگیرؒ کا سوا من جنیو تورا کر کھانا کھانا۔ یہ ہرگز میزان عقل کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آٹھ سو سال کی اسلامی حکومت کے اندر اور کروڑوں غیر مسلم رعایا میں سے صرف بعض کے ساتھ کوئی بے اعتنائیاں ظہور میں آئی ہوں تو ان سے یہ نہیں نتیجہ نکالا جاسکتا کہ سبھی مسلمان بادشاہ ظالم اور متعصب تھے۔ کیا آج بااختیار یا حکومت کے خلاف ازنکاب جرائم کرنے والوں کو حکومت سزائیں نہیں دیتی؟ یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اگر آج انیسویں صدی مسیحی میں یورپ کی تہذیب کا اور رنگ ہے تو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ چند صدیاں پہلے ہندوستان میں اسلامی حکومت میں جو انصاف اور تہذیب تھی اسوقت کے یورپ کو وہ بھی نصیب نہ تھا۔

اسلامی کامیابی کا راز ابتدائے اسلام میں دنیا میں ایرانی اور رومی دو زبردست قومیں عربوں کی ہوئی ہیں کیا یہ ممکن تھا کہ مسلمان تلوار کے زور سے ان قوموں پر غالب آجاتے۔ حالانکہ انکی تعداد اسوقت چند ہزار سے زیادہ نہ تھی؟ نہیں نہیں ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ دنیا میں سب سے بڑا جنگجو اور بہادر شخص اٹیلا تھا۔ باوجودیکہ اُسکے ساتھ قوم ہُون کے لاکھوں آدمی تھے۔ مگر وہ اُن ملکوں پر جو رومن امپائر کی سرحد سے ملے ہوئے تھے قبضہ نہ کرسکا۔ نہایت محنت اور تکلیف کے بعد وہ صرف اسی بات پر قادر ہوا کہ اپنی جرار فوجوں کے ساتھ اُن ملکوں سے عبور کرگیا۔ مگر انکے باشندوں کو کسی تدبیر سے مطیع اور حلقہ بگوش نہ کرسکا۔ مسلمان جب رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلہ میں آئے تو انکے پاس نہ اسقدر فوج تھی جو شمار میں اٹیلا کی فوج سے برابری کرتی۔ نہ اسقدر سامان جنگ تھا جو رومیوں اور ایرانیوں کے سامان جنگ کے سامنے کچھ حقیقت رکھتا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انکی حالت ایسی کمزور تھی کہ ان عظیم الشان قوموں کے مقابلہ میں انکا کوئی نام بھی نہ لیتا تھا۔ باوجود ان کمزوریوں کے اسلام پچاس برس سے بھی کم عرصہ میں ان ملکوں پر غالب آگیا جنپر یہ نامور قومیں اپنی عظمت و جلال کے پھریرے اڑا رہی تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر فتح کی وجہ قوم کی کثرت اور سامان جنگ کی افراط نہ تھی تو پھر آخر اسکا کیا سبب تھا کہ مسلمانوں نے اسقدر جلد ان عظیم الشان قوموں کو پاش پاش کردیا اور انکے ملکوں پر قابض ہوگئے؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ وہ چیز جس نے مسلمانوں کے ہاتھ میں ان ملکوں کی حکمرانی کی باگ سونپ دی نہ وہ خونخوار فوجوں کی کثرت تھی نہ آبدار تلواروں کی جہنکار تھی۔ بلکہ وہ مذہبی آزادی تھی جو مسلمان حکمران اپنی عملداری میں غیر قوموں اور غیر مذہب والوں کو عطا کرتے تھے۔ یہ پاکیزہ اور اعلیٰ اصول جسکے بغیر انسانی ترقی نہیں ہو سکتی ایام جاہلیت میں نہ تھا۔ اور اسلام سے پیشتر دنیا کی تاریخوں میں بھی اسکا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ جب اسلام نے یہ شائستہ اور عمدہ اصول جاری کئے تو علاوہ اسکے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیبیہ کی صلح میں جس معاہدہ پر دستخط کئے تھے وہ سب سے پہلا انٹرنیشنل معاہدہ تھا۔ جب مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو عیسائیوں نے یہ خیال کیا کہ مذہبی آزادی اور انصاف کا جو وعدہ مسلمانوں نے کیا ہے وہ غالباً دھوکے اور فریب پر مبنی ہوگا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہم تمہارے خلیفہ کے سوا اور کسی کو یہ شہر سپرد نہ کرینگے۔ اگر تمہارے خلیفہ یہاں آکر معاہدہ پر بذات خود دستخط کریں تو ہم بے تکلف تمہاری اطاعت منظور کر لیں گے۔ انکے اصرار کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عمرؓ بہ نفس نفیس بیت المقدس کو تشریف لے گئے۔ اور اپنے ہاتھ سے اُس مشہور معاہدہ پر دستخط کئے جسکے باعث بیت المقدس مسلمانوں کے دائرہ حکومت میں شامل ہو گیا۔ اسوقت عیسائیوں نے مسلمانوں کا نہایت خوشی سے استقبال کیا۔ اور انکی اطاعت دل سے قبول کی۔ اسلام نے ذلت اور غلامی کا وہ طوق اُنکے گلے سے نکال ڈالا جو رومی حکومت نے مدت دراز سے ڈال رکھا تھا۔ بہت سے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کا یہ عمدہ اور فیاضانہ سلوک دیکھکر مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہ ہوئے اُنہوں نے اسلامی حکومت کے زیر سایہ صدیوں امن و امان اور آرام و اطمینان سے زندگی بسر کی۔ یہ آزادی اور یہ آسائش جو مسلمانوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو دی رومیوں کی حکومت میں کبھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ یہی سبب تھا کہ رومیوں کی سلطنت پر زوال آنے لگا۔ اور یہ وہ قوم تھی جس نے غیر قوموں کے دلوں کو مسخر کیا۔ اور جس سے شہر کے شہر بغیر جنگ و پیکار کے مطیع اور محکوم ہو گئے۔ ہرقل جو اس زمانہ میں رومی سلطنت کا قیصر اور جو بہادری اور دلیری میں مشہور تھا۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ ایک دفعہ سے زیادہ مقابلہ نہیں کیا۔ اور باوجود اسکے کہ اسکی فوجیں مسلمانوں کی فوجوں سے بہت زیادہ تھیں مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس نے میدان جنگ سے بھاگتے کے وقت بلند آواز سے کہا کہ اے میرا ملک شام! میں اب تجھ سے رخصت ہوتا ہوں اور تجھپر ہمیشہ حکومت کرنے کی حسرت جو دل میں ہے اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں"۔ ہرقل کو اچھی طرح یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے فتح حاصل نہیں کی بلکہ

قابل اعتراض ہے کہ انکی حکمرانی کے اصول نہایت شائستہ ہیں اور وہ معاہدہ کے سخت پابند ہیں رفتہ رفتہ مسلمانوں نے انہیں پاکیزہ اور عمدہ اصولوں کی برکت سے افریقہ اور ایشیا کے بڑے حصہ کو فتح کیا اور ان ملکوں کے باشندے یا تو اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے یا ذمی ہو کر انکی حکومت کے سایہ میں آزادی اور آسایش سے رہنے لگے۔

۱۴۹۲ء میں اسپین کے عیسائیوں نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں بلایا تاکہ وہ اس ملک کو فتح کر کے قوم گاتھ کے ظلم و ستم سے انکو آزاد کریں۔ اس فتح میں بھی انہوں نے اسپین کے باشندوں پر کوئی جبر نہیں کیا بلکہ انکو پوری مذہبی آزادی عطا کی۔

۱۴۹۲ء میں سکے جب وہ سویلین سمندری میں عیسائی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو انکے جنرل نے اس شہر کے باشندوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ کیا۔ اور یہ اس برتاؤ کے بالکل مخالف تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدی پہلے انکے ساتھ کیا تھا۔

جب صلیبی معرکوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تعصب اور عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ تو سلطان صلاح الدین نے ایک منٹ کے لئے بھی اُن قوانین سے غفلت نہ کی جو اسلام قوموں کے درمیان تعلقات قائم رکھنے کے لئے بنائے تھا اور اسکے ساتھ ایسی بے تکلفی کا برتاؤ کرتا تھا کہ جو شخص انکو دیکھتا تھا یہ یقین نہ کر سکتا تھا کہ ان میں کوئی عداوت ہے۔ یا دونوں نے کسی وقت ایک دوسرے کے قتل کے لئے تلوار اٹھائی ہے۔ اسی طرح جب وہ عیسائیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتا تھا تو مشکل سے یقین آسکتا تھا کہ یہ دونوں ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھا چکے ہیں۔ وہ خاص حکم جسکے باعث اسلام بہ نسبت دیگر مذہبوں کے ممتاز ہے یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں۔ ذمیوں کی جان و مال اور مذہبی حفاظت کے جو احکام اسلام نے نافذ کئے ہیں وہ بھی ایسے عمدہ ہیں کہ جب غیر قوم کے آدمی کے بطور ذمی کے مسلمانوں کے دائرہ حکومت میں شامل ہو جاتے ہیں تو ان میں اور مسلمانوں میں کوئی ظاہری امتیاز باقی نہیں رہتا۔

یہی وہ مہتم بالشان اصول ہیں جنکی وجہ سے اسلام آسانی سے دنیا میں پھیل گیا۔ اور جس سہولت اور سرعت کے ساتھ مسلمانوں نے شام اور مصر کو فتح کیا اسی آسانی اور تیزی کے ساتھ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان اور طارق نے اسپین کو فتح کیا۔ ترکوں نے روم اور ایشیا کے ملکوں کو فتح کیا۔ وغیرہ

Marfat.com

عثمانیہ کی بنیاد رکھنے والے اپنے آبائی اور اصلی ملک پر قانع تھے اور شریعۃ اسلام کے قوانین پر پورا عمل کرتے تھے اور انکی شجاعت اور دادگستری مشہور تھی۔ نیکیار۔ نیکو سیدیا اور صوبہ بی تھینیا کے دیگر شہروں کے باشندوں نے انکو اپنے شہروں میں بلایا اور انکی اطاعت جان و مال سے قبول کر کے انکو اپنے شہروں پر قابض کر دیا۔ جن اشخاص نے عثمان اول کی تاریخ کو مطالعہ کیا ہوگا وہ جانتے ہوں گے کہ اس سلطان نے صوبہ مذکور کو جبر و ستم اور تلوار کے زور سے فتح نہیں کیا۔ بلکہ خود اس صوبہ کے باشندوں نے چاہا تھا کہ رومیوں کے ظلم و ستم سے آزاد ہو کر سلطان کے سایہ حکومت میں آجائیں جس میں انکو انصاف اور بہبودی کی زیادہ توقع تھی۔ اسی نمونہ کو پیش نظر رکھکر بروسہ کے باشندوں نے اطاعت قبول کی اور اپنا شہر ترکوں کے سپرد کر دیا۔ اس زمانہ سے پیشتر دنیا کے کسی ملک میں باقاعدہ اور تنخواہ دار فوج نہ تھی۔ سلطان اورخان نے یینی چری فوج بھرتی کر کے سلاطین یورپ کے لئے ایک نہایت عمدہ مثال قائم کی جسکو دیکھ کر انہوں نے بھی باضابطہ تنخواہ دار فوجیں رکھنی شروع کیں۔

صوبہ تھریس کے حاکموں نے بھی جو رومی گورنمنٹ کی طرف سے حکمرانی کرتے تھے ترکوں کو اپنے صوبہ پر قابض کر دیا۔ اس واقعہ پر کوئی شخص تعجب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مسلمان اسپین میں بھی اسی طرح داخل ہوئے تھے اور کونٹ جولین نے اپنے بادشاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر انکی فوج کو اپنے ملک کے ساحل پر اترنے کی اجازت دے دی تھی۔

جب ایشیائے کوچک اور تھریس پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور خود نیمی کی ضرورت باقی نہ رہی تو یورپ کو یہ امر نہایت ناگوار ہوا۔ انہوں نے ترکوں کے برخلاف صلیبی لڑائیاں برپا کرنی شروع کر دیں۔ مگر یہ مقصد نہ تھا کہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھ سے چھڑائیں بلکہ قسطنطنیہ کے میدانوں کو ترکوں کے خون سے رنگین کرنا منظور تھا تاکہ ان کو اس شہر پر حکومت نہ کرنے دیں۔ ان لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تو میادہ نیکوپولی اور وارنا کے میدانوں میں بیشمار خون بہایا گیا۔ تاہم ترکوں نے اسپران جنگ کے ساتھ نہایت مروت کا سلوک کیا۔ اور جب وہ اپنے ملکوں کو واپس گئے تو ان سے نہ فدیہ لیا نہ انکو کوئی نقصان پہنچایا۔ انہوں نے رومن امپائر میں داخل ہونے کے وقت عیسائیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ انکو کامل مذہبی آزادی عطا کی اور نہایت فیاضی اور شہم کا برتاؤ کیا۔

تمام فتوحات میں مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا۔ انہوں نے دیگر فاتحوں کی طرح کبھی اس مقولہ پر عمل نہیں کیا کہ جو قوم مغلوب ہو اسکو بالکل کچل ڈالو۔ تاریخ سے کافی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمان فاتح ہمیشہ مفتوح قوموں کے

ساتھ مروّت اور انسانیت سے پیش آئے۔

سلطان سلیم اول کے عہد حکومت میں جب ترکوں نے ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا تو دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ سلاطین ترک سے بہتر کوئی حکمران ایسا نہیں ملسکتا جو حرمین کی کامل حفاظت کر سکے اس بنا پر خاندان عباسیہ کے سب سے اخیر بادشاہ نے جو اسوقت مصر میں موجود تھا سلطان کو امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین تسلیم کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت کی فی الحقیقت اس زمانہ میں کوئی مسلمان بادشاہ اس قابل نہ تھا کہ مسلمانوں اور غیر قوموں میں عمدگی اور خوبی سے تعلق قائم رکھ سکے اور شریعت کے احکام کو قوت کے ساتھ نافذ کر سکے۔

سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ میں ترکوں کی سلطنت معراج کمال پر پہنچ گئی تھی۔ یورپ کے تمام سلاطین تسلیم کرتے تھے کہ ترکوں کی بری اور بحری قوتیں تمام یورپ میں بے نظیر ہیں۔ وائنا (دار الخلافہ آسٹریا) کا محاصرہ نہایت مشہور اور عظیم الشان واقعہ ہے جس سے ترکوں کی بری فوج کی عظمت اور قوت ثابت ہوتی ہے۔ انکی بحری فوج کے کمانڈروں خیر الدین باربروسہ کے نام سے بھی غالباً ہر شخص واقف ہوگا جس نے میڈیٹرینین سی (بحیرۂ روم) میں ایک تہلکہ برپا کر رکھا تھا۔ اور جسکے حملوں کے خوف سے غیر قوموں کے جہاز ہمیشہ لرزتے تھے۔ ابن خلدون نے سلطنت اور حکومت کو انسان کے جسم سے تشبیہ دی ہے جو رفتہ رفتہ نشو و نما کر کے جوانی تک پہنچتا ہے۔ پھر بیماریاں اسپر طاری ہوتی ہیں۔ اور طبیبوں سے معالجہ کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

بعض یورپ کے سیاح اور آثار قدیمہ کے جویا جو علمی تحقیقات کی غرض سے ممالک عثمانیہ میں آتے ہیں۔ اور اُن معبدوں اور کتبوں کی نسبت اپنی معلومات کو وسیع کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے ممالک یورپ کے بڑے بڑے عجائب خانوں میں دیکھے ہیں اور جو اس ملک سے منتقل ہو کر گئے ہیں مگر وہ جب اُن عمارتوں کو دیکھتے ہیں جو اب سے دو یا تین ہزار برس پہلے گزشتہ فرمانرواؤں نے تعمیر کی تھیں اور جنکی رونق اور آب و تاب اب باقی نہیں تو وہ قرآن مجید کے احکام سے ناواقف ہونے کے سبب اسلام پر حملہ کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اسوقت جو کمنڈر ممالک عثمانیہ میں نظر آتے ہیں وہ مسلمانوں کا مذہبی تعصب ظاہر کر رہے ہیں اور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جن چیزوں کو مسلمان اپنے مذاق یا اپنے عقیدے کے برخلاف جانتے تھے انکے برباد کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے تھے۔ انکا یہ خیال کہ مسلمانوں نے غیر قوموں کے ساتھ تعصب کا اظہار کیا ہے۔ غالباً اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ہسپانیہ کے عیسائیوں نے اپنے مخالفوں کی مذہبی تحقیقات کرنے اور

Marfat.com

انکو سخت ترین سزائیں دینے کے لئے ایک محکمہ ایجاد کیا تھا جسے انکو ئی زیشن کہتے تھے اور جس نے بیشمار آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ علاوہ اسکے وہ ہولناک واقعہ بھی ان کی نظر کے سامنے ہے جبکہ سینٹ بارتھالومیو کے عرس کے دن رومن کیتھولک عیسائیوں نے پروٹسٹنٹ مذہب کے عیسائیوں کو کچل ڈالا تھا اسکے سوا ہم کوئی وجہ نہیں جانتے کہ وہ مسلمانوں کو ایسا ہی ظالم اور متعصب کیوں خیال کرتے ہیں اور فولنی۔ شارلو بریان۔ رینان۔ گلیڈسٹون کی دریدہ دہنی اور بدزبانی کی تقلید کر کے انکو اور انکے مذہب کو کیوں برا بھلا کہتے ہیں۔ قدیم یادگاروں کا برباد کرنا اسلام کا کوئی حکم نہیں۔ اور اگر کسی نادان مسلمان نے ایسا کیا بھی ہو تو یہ الزام خاص اسکی ذات پر آتا ہے مسلمانوں کی قوم اور ان کے مذہب پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی اسلام نے غیر قوموں اور غیر مذہب والوں ہی کے ساتھ تحمل کی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ یہ بات بھی سکھائی کہ نہ کسی شخص کو جبر کے ساتھ مسلمان کیا جائے نہ مذہب کی اشاعت میں فریب آمیز طریقوں کا استعمال ہو جبر اور مذہب والے کا ربند ہیں۔ اسلام نے چودہ صدیوں تک جو دنیا کی بہت سی قوموں اور شائستہ ملکوں پر حکمرانی کی ہے اسکی وجہ اسکے سوا کوئی نہیں کہ اسکے تمام طریقے انصاف اور تحمل پر مبنی ہیں۔

جنگ کا اصول قرآن مجید میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر ظلم و زیادتی سے حملہ کریں تم بھی اُن پر حملہ کرو۔ مگر انتقام کی حد سے تجاوز نہ کرو"۔ اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے کسی قوم پر ابتداءً حملہ نہیں کیا۔ اور نہ وہ آئندہ کر سکتا۔ بلکہ اسکی لڑائیوں کی بنیاد ہمیشہ مدافعت پر رہی ہے۔ غالباً یا مغلوب ہونا تقدیری امر ہے جو کسی قوم کے قبضۂ اقتدار میں نہیں۔

اسلام مسلم مشنریوں اور صوفیوں نے پھیلایا

اشاعت اسلام صرف صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی تھی

ہندوؤں کے طبقہ اسلام میں داخل ہونے کا سبب سلطنت اسلامیہ کی کوشش نہ تھی بلکہ بابا فرید شکر گنج رح۔ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء۔ حضرت خواجہ برہان الدین۔ حضرت خواجہ نصیر الدین لودھی۔ حضرت سید یوسف عرف سید راجو قتال حسینی۔ حضرت شیخ صدر الدین قریشی۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ حضرت شیخ رکن الدین ملتانی۔ حضرت مولانا ظہیر الدین بھکری۔ حضرت مولانا فخر الدین ہانسوی سید تاج الدین بدایونی۔ شیخ وجیہ الدین عثمانی۔ مولانا حسام الدین۔ حضرت شمس الدین پنیرانی بھکری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ

Marfat.com

جو سب کے سب درویش اور فاقہ مست عالم تھے۔ تبلیغ اسلام میں مصروف اور ہندوؤں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر رہے تھے۔ ساتھ ہی یہ تصور بھی قائم رہنا چاہیئے کہ سلاطین اسلام جنہوں نے ہندوستان میں حکومت کی۔ ان عالموں اور درویشوں کو اکثر مخالفت کی نظر سے بھی دیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء جو صرف صوفی ہی نہیں بلکہ عالم متبحر بھی تھے اور دہلی میں معروف درس و تلقین تھے۔ ان کے ساتھ سلطان غیاث الدین تغلق کے تعلقات کشیدہ تھے۔ ان کے مرید مولانا شمس الدین یحییٰ کو بھی کشمیر جانے کے لئے کہنا اسلئے نہ تھا کہ سلطان غیاث الدین تغلق کو ملک کشمیر میں اشاعت اسلام کا اہتمام مدنظر تھا۔ بلکہ وہ مولانا ممدوح سے ناراض اور ان کو دارالسلطنت دہلی سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس نے دراصل ان کو جلاوطنی کا حکم ان الفاظ میں دیا تھا۔ اور وہ مولانا موصوف کی تبلیغی اور اشاعتی سرگرمیوں سے ناخوش تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کو سلطان تغلق سے شکایت ہو سکتی ہے کہ اس نے جس طرح ملک کے سرسبز و آباد کرنے۔ زراعت پیشہ لوگوں کو (جو سب ہندو تھے) خوشحال و فارغ البال بنانے ملک میں امن و امان قائم کرنے۔ بیرونی حملوں سے ملک کو محفوظ رکھنے۔ عدل و انصاف کے لئے بہترین قوانین نافذ کرنے اور بغاوتوں کا سلسلہ مٹانے میں جس ہمت و مستعدی اور قابل تعریف طرز عمل کا اظہار کیا۔ اسی قسم کی سرگرمی تبلیغ اسلام اور ہندوؤں کو مسلمان بنانے میں کیوں ظاہر نہیں کی۔ اور اکثر مبلغین اسلام کی جانب سے کیوں سرگراں ہوا۔ لیکن کسی ہندو کو تو اس سے شکایت ہی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان کے موجودہ بائیس کروڑ ہندوؤں میں بائیس ہندو بھی ایسے نہیں بتائے جا سکتے جو اس بات کا دعویٰ کریں کہ ان کے بزرگ سلطان تغلق یا علاء الدین خلجی کے دائرہ حکومت اور سلطنت سے باہر تھے یا مسلمانوں کے محکوم و مغلوب نہ تھے۔ یہ بائیس کروڑ ہندو درحقیقت بائیس کروڑ دلائل اس بات کے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے عہد حکومت میں اپنی سلطنت و سطوت و شوکت کو تبلیغ اسلام کے لئے قطعاً استعمال نہیں کیا۔ اور لوگوں کو مذہب کے معاملے میں مختار و آزاد رہنے دیا اور اسلام کی تعلیم ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ط

جنوب مشرقی یورپ کے مسلمان

اس زمانہ میں اگر کوئی شخص پرانی وضع کے ترکوں کو دیکھنا چاہے تو جائے اور بلقان کی سیر کرے۔ بس صرف جزیرہ نمائے بلقان میں رہ چکے کی تنگ و تاریک گلیوں میں۔ جزیرہ اقلیہ کے سرسبز شاداب باغات میں

Marfat.com

سیر اجیوڑ کی مساجد کے نقش ہیں۔ اور علاقہ دوبروجہ کے کسانوں میں آپ کو پرانے فیشن کے ترک کی صورت دیکھنے میں آسکتی ہے۔ استنبول تو "چڑیا خانہ" بنگیا ہے جہاں بہانت بہانت کے جانور پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے باشندے "مال ٹنی باپ کلنگ" بنے ہوئے "رنگ برنگ" کے مصداق ہو گئے ہیں۔ یعنی کہیں کا اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا" کی مثل ترکان استنبول پر صادق آتی ہے۔ رہا انگورہ تو وہ نئی مغربی ٹیل کی لپیٹ میں غوطہ کھا چکا ہے۔ عورتوں نے چہروں سے نقاب اتار پھینکے ہیں اور وہ "ووٹ" کہکے نعرے پکار رہی ہیں۔ سینما۔ ناچ گھر اور دیگر مہلک مقامات ہیں تمام ترک مرد یورپین لباس پہنے ہیٹ لگائے۔ اچھے خاصے "ٹامی" بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ البتہ وہاں کے اس طرف جدید پارٹی ہے لہذا اگر آپ کو پرانی ٹرکی کا جلوہ دیکھنا منظور ہے تو یورپ جایا کرو دیکھئے۔

مسلمانان بلقان۔ بوڈاپسٹ اور وارسا میں بزمانہ کرسمس یہودیوں کو مختلف کانفرنسوں میں پیغام پہونچانے کے بعد ہم کورومانیہ۔ بلغاریہ اور یوگوسلافیہ کی بھی سیر و سیاحت کرنے کا موقعہ ملا۔ یورپ کے نقطہ نظر سے اگر ان ممالک کے مسلمانوں کو دیکھا جائے تو ان کی تعداد بہت قلیل ہے مگر ہے اس قابل کہ جسقدر توجہ ابتک انکی طرف کی گئی ہے وہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔

خوبصورت اور دلفریب شہر سیر اجیوڑ کی سیر کیجئے تو وہاں چالیس مسجدیں دکھائی دیں گی۔ بہت سے تکئے (فقراء و صوفیاء کی خانقاہیں) نظر پڑیں گے۔ یہاں کے اسکول جو ادقاف کی آمدنی پر چلتے ہیں پرانی کی پرانی پرانی دوکانیں کتب فروشوں کی۔ وقیانوسی وضع کے چھاپہ خانے۔ نیا پوشش عورتیں صریح فحاشی ہوئے۔ جوان مرد یہ سب مناظر دیکھ کر دل میں خود بخود خیال پیدا ہوتا ہے کہ ابھی یہاں سے اسلام کا جھنڈا نہیں اٹھا۔ یا ابھی یہاں کے مسلمان اس حالت کو نہیں پہنچے جو مسیحیت میں جذب ہو جائیں۔ اور یہی حالت ہے کے عجیب و غریب شہر بازار جیوڑ اور سلیسٹرہ یا ویرین وادی نہر ڈینوب کے وہابیانہ کی ہے۔ یونانی کسان اور شاہد درش قبائل جنکے بچے صوفیہ اور فلپوپولس کے قریب مکتبوں میں بخاری قرآن پڑھتے دیکھے گئے۔ یہ تمام باتیں اس امر کی شاہد ہیں کہ جذبہ اسلام پرانی پرانی قسم کے اسلام کی گرفت ان لوگوں کے دلوں پر ابھی تک موجود ہے۔ اگرچہ اصلاحات و ترقی کی بعض بعض علامتیں نظر آتی ہیں مگر خیال یہ ہے کہ زیادہ تر یہ قلیل التعداد لوگ بحالت جمود ہیں اور یورپین زندگی کے بجز ناپید اکنار چند چھوٹے چھوٹے ابتدائی جزیروں کے نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

عربی زبان کا اثر۔ اس روز سے جب ہم شہر وارسا کے ایک کوچہ میں ایک مکان کے اندر جہاں مسلمان لوگ نماز پڑھنے ہیں گئے تھے۔ اُسوقت تک جب ہم نے سیراجیوو میں اسکول کے لڑکوں کو کالے تختہ پر چند چیستانیں اور معمے لکھکر پیش کئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ یہی دیکھا کہ اگرچہ پیروان اسلام کی زبانیں مختلف ہیں مگر سب جگہ دین اسلام کی کلید ایک ہی ہے۔ یعنی زبان عربی۔ یہ سچ ہے کہ ہم تمام اہم مراکز کی سیر نہیں کرسکے نہ ہم کسی جگہ زیادہ ٹھہر سکے۔ مگر جہاں جہاں بھی ہم پہنچے وہاں ممتاز و سرآوردہ مسلمانوں اور مسیحی کارکنان سے بذریعہ سوالات خوب چھان بین کرکے ہم نے اس حصہ دنیا کے اسلام کے متعلق کافی واقعات اور اعداد و شمار حاصل کرلئے کم از کم اتنے تو ضرور حاصل کرلئے جن سے ہمارا دل مطمئن ہوگیا۔ جنوب مشرقی یوروپ کے مسلمان محض ہمسایہ نہیں ہیں بلکہ ان کے آپس میں تعلقات رشتہ داری بھی ہیں۔ یعنی وہ سب تقریباً ایک نسل کے ہیں کسی زمانہ میں وہ سب ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ ان لوگوں کے قدیم بزرگ مسیحی شہداگذرے ہیں جن کے مزاروں پر جاکر اب تک یہ مسلمان دعائیں مانگتے ہیں۔ اسلئے ان ممالک کے کلیسا کو ہدایت ہے کہ ان لوگوں کو بیساؤں نہ بنائے بلکہ انکو پھر حلقہ مسیحیت میں داخل کرلے۔ کیونکہ وہ لوگ پہلے عیسائی تھے یعنی یہ لوگ عیسائیوں سے نومسلم ہوئے تھے لہٰذا انکی "مسیحی شدھی" کرلی جائے۔

یوریپ میں اسلام کیونکر داخل ہوا؟۔ اب ذرا اُن واقعات کو دیکھئے کہ یوروپ میں اسلام کیونکر داخل ہوا۔ جنگ نور کے بعد مغربی ممالک میں تو اسلامی فتوحات کا سلسلہ بند ہوگیا تھا مگر جنوب مشرقی یوروپ کا حملہ بھی جلد شروع ہوگیا تھا۔ ۱۳۴۶ء میں مسلمانوں نے جزیرہ قبرص اور ۱۸۲۳ء میں جزائر یونین اور قریطش (کریٹ) فتح کرلئے تھے۔ اور جنوبی اطالیہ سے ۱۰۵۰ء تک مسلمان لوگ پوری طرح نکالے نہیں جاسکے تھے۔ تیرہویں صدی کے آخر میں مسلمانوں نے ترکان عثمانی کی ماتحتی میں پھر یوروپ کو فتح کرنیکی کوشش کی۔ ایڈریانوپل فتح کرلیا گیا۔ تھریس۔ بلغاریہ۔ ویلاخیہ اور سربیہ کو اسلامی ترکتازوں نے پوری طرح روندڈالا تھا۔ اور صدی کے اخیر میں ملک یونان بھی ترکوں کا ایک صوبہ بنگیا تھا۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ فتح ہوگیا۔ اور اس طرح رومیوں کی مشرقی سلطنت کی قسمت پر مہر لگ گئی۔ مگر اسکے ۱۰۰ سال بعد محاصرہ وائنا کی ناکامیابی سے جنوب مشرقی یوریپ میں فتوحات اسلامی کا سیلاب رک گیا۔ ۱۶۹۹ء میں اہل سربیہ کو ترکوں نے شکست فاش دی اور انکو بھی اپنا غلام بنالیا۔ الغرض تمام ملک باستثنا جبال اسود (مانٹی نیگرو) کے جہاں آج تک جوش حریت و آزادی بیشوں میں موجزن تھا۔ ترکوں کا حلقہ بگوش ہوگیا۔ اسکے بعد ۱۸۰۴ء سے ۱۸۱۳ء تک

اس ملک میں جہاد حریت شروع ہوا۔ اور بعد ازاں بیسیوں برس تک ملک سربیہ سلافی قوم کافروں کے خلاف مرکز شورش و بغاوت بنا رہا۔

اہل ہنگری نے بھی علمبردار مسیحیت بنکر جنرل ہونیادی کی زیر قیادت مسلم حملوں کی مزاحمت و مدافعت کی۔ ۱۴۴۴ء میں انہوں نے صوفیہ کے قریب ترکوں کی ایک طاقتور سپاہ کو شکست دی اور ہوا میں داخل ہو گئے۔ ۱۴۵۴ء میں ایک اور زبردست جنگ ہوئی جسکی رو سے شہر بلغراد کی جان بچگئی۔ مگر کیا بکے؟ کیونکہ ۱۵۲۰ء میں سلیمان اعظم کی سپاہ جرار نے شہر فتح کر لیا۔ اور ۱۵۲۶ء میں سلیمان اعظم کا شہر بوڈاپسٹ میں بہ تزک و احتشام داخلہ ہوا۔ اسکے بعد ۱۶۸۶ء تک ان بلاد پر ترکوں کا قبضہ رہا۔ حتیٰ کہ سوبیسکی نے شہر وائنا کی جان بچائی۔

۱۶۸۳ء لغایت ۱۶۹۹ء یعنی ۱۶ برس تک سخت جنگ ہوتی رہی۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ملک ہنگری ترکی غلامی کے جوئے سے آزاد ہو گیا۔ مگر اسلام کی اشاعت بلقان میں دیگر ذرائع سے صدیوں تک جاری رہی اور اسکا اثر پولینڈ تک پہونچ گیا۔

مگر ملک البانیہ میں اسلام کا داخلہ ۱۴۶۱ء میں حضرت سری سقطی دلی کے دم سے ہوا جو مقدونیہ کے رہنے والے ایک اللہ والے لوگ تھے۔ اہل البانیہ ان کو ولی سمجھتے ہیں اور اُن کے مزار کی اب تک زیارت ہوتی ہے۔ اسی طرح بلا زور شمشیر ترقی و اشاعت اسلام کی اور بھی چند مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وعظ و تلقین کے ذریعہ سے بہت سے عیسائیوں کو دین اسلام میں داخل کیا گیا۔ مگر ظلم و ستم اور دباؤ سے زیادہ کام لیا گیا۔

مجلہ "اکانومک اینڈ فنانشل ریویو" (بلغراد ۱۹۲۷ء) میں ایک مضمون نگار آجکل کے مسلم قلیل التعداد جماعتوں کی حالت کا ذکر کرتا ہوا تمام حال مختصراً اس طرح بیان کرتا ہے کہ:۔

ترکی حکومت نے چار صدیوں تک فطرت انسانی کی تمام کمزوریوں سے کام لیکر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی۔ مسلمانوں کی قلیل التعداد جماعت کو ہر قسم کی فوقیت حاصل تھی۔ اور چونکہ وہ جماعت سب سے زیادہ طاقتور جماعت تھی اسلئے شہروں میں تمام تجارت اور صنعت و حرفت اُسی کے ہاتھ میں تھی۔ علاوہ ازیں یہ جماعت حکومت کی منظور نظر تھی اور اس سے مدد حاصل کرتی تھی۔ مسیحی عنصر اس جماعت سے کم درجہ پر تھا۔ زرعی مزدوروں کی حیثیت سے عیسائیوں کو مالک کی مرضی کا غلام بننا پڑتا تھا۔ بلکہ بعض حالتوں میں تو اس کے حقوق پہلے زمانہ کے غلاموں سے بھی کم تھے۔ اور جب کوئی عیسائی شہر کا باشندہ ہوتا تھا تو اسکو دوسرے

Marfat.com

درجہ کا شہری شمار کیا جاتا تھا۔

حکومت عثمانیہ کا صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ جس طرح بھی ہو سکے عیسائی اکثریت کے مقابلہ میں مسلم جماعت کو زیادہ قوی اور زیادہ با اثر بنایا جائے۔ اقتصادی نظر سے تو یہ اصول ترقی کے لئے نہایت مضر تھا اور اسکا نتیجہ ہر جا لازمی تھا کہ مذہبی تعصب اور نسلی عناد میں اضافہ ہو۔ علاوہ ازیں ترکوں کی پر از نقائص حکومت نے جس میں نہ صرف فقدان اخلاقیات پایا جاتا تھا۔ بلکہ کام کرنے والی جماعتوں کو آزادی دینے کا بھی مطلق خیال نہیں رکھا جاتا تھا ہر قسم کی اقتصادی سرگرمیوں پر پانی ڈال دیا۔ زراعت گرتے گرتے درجہ ادنیٰ تک پہونچ گئی اور کاشتکاری حرفہ اسقدر اجناس تک محدود ہو گئی جو عمدگی زمین، موافقت آب و ہوا اور ارزان محنت کے ذریعہ سے ایسی عمدہ فصل پیدا کر دیتی تھیں جو بیرونجات کا مقابلہ کیا جا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۲۳ء میں سلطنت عثمانیہ کے اندر ایسے بھی اقطاع موجود تھے جہاں ضروریات زندگی کی چیزیں بھی پیدا نہیں ہو سکتی تھیں۔

۱۹۱۲ء میں جب یورپ میں سلطنت عثمانیہ کو زوال ہو گیا تو اسوقت عیسائیوں اور مسلمانوں کی حیثیت اقتصادی کا موازنہ حسب ذیل تھا۔

نہایت زرخیز اور قابل زراعت اراضی کا زیادہ حصہ مسلمانوں کی ملکیت تھا۔ اور تمام عیسائی کسانوں اور کاشتکاروں پر انکی حکومت تھی۔ شہروں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اور جسکی وجہ سے تمام شہر مشرقی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اس طرح عثمانی حکومت کے خاتمہ تک مسلم اقلیت مسیحی اکثریت پر سخت حکومت رکھتی تھی۔ حتیٰ کہ وہ خلاف قانون اور ظلم و ستم کے درجہ تک پہنچ جاتی تھی۔ اور اسی وجہ سے مذہبی تعصبات کی خلیج زیادہ وسیع ہو گئی تھی۔

جنوب مشرقی یورپ کی مسلم آبادی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے واضح ہو گا کہ جنوب مشرقی یورپ میں اسلام کا مسئلہ کسقدر زبردست مسئلہ ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز اور تعجب خیز امر ہے کہ اسوقت البانیا میں جو لندن سے صرف ۵۰ گھنٹہ کی مسافت پر ہے ۳۵ لاکھ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں اور یہ میدان ابھی مسیحیت کے قبضہ سے خارج ہے

نمبر شمار	نام مالک	کل آبادی	تعداد مسلمان
۱	رومانیہ	۷۱۵۳۹۳۲	۲۵۰۰۰۰
۲	بلغاریہ	۵۴۸۳۱۲۵	۶۹۰۶۳۴
۳	ترکی اور یورپ	۱۲۷۰۱۰۰	۶۶۰۱۰۰
۴	البانیہ	۸۱۷۴۱۰	۵۶۰۳۴۸
۵	یونان و قبرص	۶۰۰۰۰۰۰	۲۴۱۴۲۲
۶	یوگوسلافیہ	۱۲۰۱۷۳۲۳	۱۳۳۶۹۸۷
	میزان کل تعداد مسلمانان		۳۸۵۰۲۹۱

Marfat.com

ترکوں کو چھوڑ کر ان میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں جو اُن آبا و اجداد کی نسل ہیں جنہوں نے یورپ کے اس حصہ میں بزمانہ اقبال و سطوت اسلام دین مسیحی ترک کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی زبان بھی وہی ہے جو ان کے ہمسایوں کی ہے۔ یہ ہمسائے مشرقی کلیسیا کے پیرو ہیں۔ اب یہ لوگ آزاد و خود مختار حکومتوں کے ماتحت رہتے ہیں اور پوری طرح اپنی ہی نسل کے مسیحی باشندوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ بعض صورتوں میں ان لوگوں کا حال درج کرتے ہوئے اس خیال سے کہ مسلمان ہر جگہ مسلمان ہوتا ہے انکو حیثیت عمومی دی جا سکتی ہے۔ مگر بلقان میں تاریخ جنگ و جدال۔ اختلافات زبان و نسل اور موجودہ مصنوعی سیاسی حدود کسی دوسرے خیال کا القاء کرتے ہیں۔

رومانیہ۔ چونکہ جنگ عظیم کے بعد ملکوں کی جدید حد بندی ہوئی ہے اسلئے اب سلطنت رومانیہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑی ہو گئی ہے۔ اب اس میں بیسارابیہ بوکووینا۔ ٹرانسلوینیا اور بانات کا کچھ حصہ شامل ہیں۔ صوبہ بیسارابیہ میں بمشکل کوئی شخص مسلمان ہوگا۔ ایک قوم پائی جاتی ہے جسکا نام گجاؤز نئی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ ترکی زبان بولتے ہیں مگر ان کا مذہب مسیحی ہے۔ نسلاً یہ لوگ تاتاری ہیں۔ ان کے آبا و اجداد ۱۸۲۹ء میں ترک وطن کر کے معاہدہ ایڈریانوپل کے بعد روسی فوجوں کے ساتھ پیچھے آئے تھے اور بیسارابیا میں آباد ہو گئے تھے۔ مگر رومانیہ میں مسلمانوں کی آبادی وادی دریائے ڈینیوب میں آباد ہے دریائے ڈینیوب کے اِدھر اُدھر مغرب میں اور سوا اور مشرق میں کانسٹنزا واقع ساحل بحیرہ اسود کے درمیان جس قدر دیہات واقع ہیں ان میں مسلمان لوگ آباد ہیں۔ خصوصاً بخارسٹ کے مشرق میں علاقہ دوبرجہ کے اندر مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ خاص بخارسٹ میں بہت کم مسلمان ہیں اگرچہ وہاں کی پبلک پارک میں بھی ایک مسجد ہے جو اکثر عید کے تہوار کے دن نماز کے لئے کام میں لائی جاتی ہے۔ جمعہ کی نماز بھی اسی میں پڑھی جاتی ہے۔

ہندمیں نور اسلام کس طرح پھیلا

(از علامہ ٹامس آرنلڈ مرحوم)

عیسائیوں کے نزدیک تبلیغ کے ذرائع

موجودہ زمانہ میں دنیائے عیسائیت کے نزدیک تبلیغی

کاروبار کے لئے مشنری سوسائٹیاں۔ تنخواہ دار مبلغین۔ چندے۔ رپورٹیں۔ اخبارات اور اسی قسم کی دوسری جدوجہد اجزاء لاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں اور انکے نزدیک مستقل اور باضابطہ نظام تبلیغ کے بغیر اشاعت مذہب کا لفظ بے معنی ہے۔ عیسائی گرجا کے مذہبی نظام نے ابتداء عہد سے لامذہبیوں میں تبلیغ مسیحیت کو جائز قرار دیا ہے اسکے مبلغین عموماً باقاعدہ اور سند یافتہ پادری اور راہب تھے۔ اور گرجاؤں و مشنری سوسائٹیوں کی طرف مخصوص توجہ تبلیغ مسیحیت کے لئے صرف ہوتی آئی ہے۔ اور اس امر کو اہم ترین فرائض سمجھا جاتا رہا ہے۔ لیکن اسلام میں راہب اور پادری کی کسی قسم کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ اور اسلئے اس کی تبلیغ کے لئے جو کچھ بھی کیا گیا ہے اسکو عیسائیوں کی منظم تبلیغ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہاں کوئی مشنری سوسائٹی نہیں ملتی۔ کوئی باقاعدہ طور پر تربیت یافتہ مبلغین نہیں ہیں اور کوشش کا تسلسل تو بالکل ناپید ہے۔ اس کلیہ سے وہ چند مذاہب مستثنیٰ ہیں جن کی ترتیب و تنظیم میں عیسائیت کی خانقاہیت موجود ہے۔ لیکن ان میں بھی ایک عام مسلمان اور مبلغ مذہب کے مابین کوئی امتیاز اور تفریق نہیں پائی گئی اور نہ ہی وہاں مذہبی اعمال و مراسم کے لئے کوئی مخصوص جماعت یا قوم مخصوص کی گئی ہے۔ اور اور یہی تفریقات ہیں جنکی بنا پر اسلام اور عیسائیت کے تبلیغی نظام میں امتیاز کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کی ذمہ داری کا احساس

اس قسم کی مذہبی جماعت کے نہ ہونے سے جو مذہب کی تبلیغ کے لئے خاص طور پر قائم کی گئی ہو جو نقصانات واقع ہو سکتے ہیں اسکی تلافی عام مسلمانوں کے احساس ذمہ داری سے پوری ہو گئی۔ خدا اور مسلمانوں کے مابین کوئی درمیانی واسطہ نہیں ہے۔ اور اس واسطہ کی عدم موجودگی کے باعث ہر مسلمان کی شخصی نجات اور فلاح کی ذمہ داری خود اسپر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا لازماً وہ زیادہ پابند مذہب اور مذہبی مراسم کی ادائیگی میں زیادہ محتاط اور باقاعدہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے مذہب کے اصول اور عبادات کی تعلیم میں زیادہ محنت کرتا ہے۔ اور چونکہ انکی اہمیت اس کے دل پر زیادہ نقش ہوتی ہے اسلئے غیر مسلموں کے مقابلہ میں اپنے مذہب کی اشاعت کا جذبہ اسکے دل میں زیادہ موجزن رہتا ہے۔

جو مسلمان دوسرے شخص کو مسلمان کرنا چاہتا ہے اُس کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ وہ نومسلم کو کسی مستند مذہبی معلم کے سامنے پیش کرے جو باقاعدہ طور پر اس کو گرجا کی بادشاہت میں قبول کر لے۔ اور نہ ہی اسے کسی قسم کی غلطی سے ارتکاب پر گرجا کی طرف سے سرزنش کا خطرہ ہے۔ لہٰذا یہ قول کہ ہر مسلمان ایک مبلغ ہے

کتنا ہی مبالغہ آمیز ہو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہر مسلمان مبلغ ہو سکتا ہے۔ اور بہت کم متقی مسلمان ایسے ہونگے جو غیر مسلمان کے ساتھ روزمرہ کے تعلقات نہ رکھتے ہوں اور وہ اپنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی تعمیل نہ کریں کہ ان لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بلاؤ۔ (قرآن مجید)۔ الغرض باقاعدہ مبلغین اسلام کے دوش بدوش، جنکا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اسلام کے اصولوں کی تبلیغ کرنے والوں میں سوسائٹی کے ہر طبقہ کے مرد و عورت پائے جاتے ہیں۔ بادشاہ سے لیکر کسان تک اور ہر پیشہ اور حرفہ کے ذریعہ کسب معاش کرنے والے اسلام کی تبلیغ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ مسلمان تاجر اپنے ہم پیشہ عیسائی کے برعکس خصوصیت کے ساتھ اس شغل مقدس میں مصروف ہیں۔ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کرنے والوں کی فہرست لاہور کے ایک رسالہ میں شائع ہوئی ہے۔ ان میں ہم کو اسکول ماسٹر، گورنمنٹ کے کلرک، محکمہ نہر و افیم کے ملازم، اخبار نویس، جلد ساز اور مطبع کے مزدور تک دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی فرصت کا وقت جو دن بھر کے کاروبار سے بچ رہتا ہے۔ بازاروں اور گلیوں میں جو سائیلوں اور ہندوؤں کو جنکے مذاہب پر وہ اعتراضات کرتے ہیں اسلام کی دعوت دینے میں گزارتے ہیں۔

خواتین اسلام کی تبلیغی کوششیں

یہ معلوم کرنا بیحد دلچسپ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ صرف مردوں ہی نے نہیں ادا کیا۔ بلکہ مسلمان خواتین نے بھی اس مقدس کام میں حصہ لیا ہے۔ بہت سے مغل شاہزادے اور بادشاہ اپنی ہندو بیویوں کے ذریعہ اسلام لائے۔ اور یہی حال بہت سے کافر نژاد گوں کا ہوا۔ جو حملہ کرکے ہندوستان آئے اور یہاں کی عورتوں سے شادیاں کرلیں۔ سندھ کے سومرہ راجپوت جنہوں نے جو چاڑ جھیل کے شمال میں قوم لوہو بیں اسلام پھیلانے کے لئے لڑکیوں کے رشتے دیئے۔ عورتوں کے غیر معمولی اثر سے فائدہ اٹھا کر وہ ان قبائل کو اسلام میں داخل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جرمنی مشرقی افریقہ میں غیر مسلم قبائل اپنے گھروں سے نکل کر کچھ عرصہ کے لئے ولیہ کے اور وہ مسلمان محکموں میں کام کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں ان لوگوں کو وہ مسلمان عورتیں جو تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی ان سے وہ نماز کی شدبد سیکھ لیتے ہیں۔ یہ عورتیں کسی بدعقیدہ نکاح سے تعلق رکھتے سے انکار کر دیتی ہیں اور شبہ ہوتا ہے کہ انکے خاوند مسلمان ہو کر اسلامی سوسائٹی کے اعزاز سے بہرہ مند ہو جاتے ہیں۔ بعد میں یہی

Marfat.com

گزشتہ صدی کے ابتدائی نصف میں اسلام کی اشاعت کا فخر زیادہ تر عورتوں کی تبلیغی کوششوں کو حاصل کر رہا ہے۔ بالخصوص عیسائی بادشاہوں کی اُن بیویوں کو جنھوں نے اپنے بچوں کو اسلام کے اصولوں پر پرورش کیا۔ اور اس مذہب کی اشاعت کے لئے ہر امکانی کوشش کی۔ حبشہ کی مغربی سرحد پر ایک اور لاذ مذہب قبیلہ ہے جسے برازنہ کہتے ہیں۔ اس قبیلے کے کچھ لوگ حبشیوں کی ایک رجمنٹ میں بھرتی ہو گئے۔ جو سوڈان کی انگریزی مصری حکومت سے متعلق تھی۔ جب یہ برٹالین خرطوم واپس جا رہے تھے تو کالے سپاہیوں کی بیویوں نے ان لوگوں کو مسلمان کر لیا۔ تازان کی تاتاری عورتیں خصوصاً حبشہ کے ساتھ اسلامی تبلیغ کا زبردست جذبہ رکھتی ہیں۔ مومن عورت محض عورت ہونے کے باعث اسلام کی تبلیغ کی سعادت سے محروم نہیں کی جاتی۔

حضرت نفیسہؒ کی کرامت

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے چند خدا رسیدہ خواتین کربلا سے ہجرت کر کے لاہور میں آ کر آباد ہو گئیں۔ وہاں انہوں نے اپنی پاک بازی اور صوم و صلوٰۃ کے زہد سے ہندوؤں کو سب سے پہلی مرتبہ مسلمان بنایا۔ اگر اس قسم کی بزرگ عورتوں کی تبلیغی اثر کا استقبال ایک شاہی لونڈی روایت عالم وجود میں نہ آتی۔ بہرحال میں ایک مقامی تذکرہ نفیسہ خاتون کا ہے جو حضرت حسنؓ کی پوتی ہوتی تھیں۔ ان کے علمی اور اسلامی تبحر کو دیکھ کر امام شافعیؒ کے شاگرد ہو گئے تھے۔ اور آپ کے گھر میں اور لغت کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ان کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ مصر میں آ کر قیام پذیر ہوئیں تو اسکے پڑوس میں دو عیسائی کا ایک خاندان آباد تھا جس کی لڑکی اسقدر بیمار تھی کہ وہ اسے دوا دارو کے لئے نہیں لے جا سکتے تھے اور نہ ہی ڈاکٹر کو بلا سکتے تھے۔ روزانہ صبح و شام والدین بازار گئے اور حضرت کو لڑکی کی بیماری کے لئے دعا کرتے ہوئے چھوڑ گئے۔ ایک خدا کی رضا اور التجا قبول کی جاتی ہے تو یہ روایت عالم وجود میں

بہت زور پہنچا جو حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش سے پہلے شروع ہو گئی تھی۔ عرب چاروں طرف تیزی کے ساتھ پھیلنے لگے۔ ان کی فوجیں جنگلوں۔ میدانوں اور پہاڑوں کو عبور کرتی ہوئی شام۔ ایران۔ افغانستان اور بلوچستان کو طے کر کے ہندوستان کی سرحد پر پہنچیں۔ مسلم بیڑوں نے ایرانیوں کے بیڑوں کو سمندر کی عمیق گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سونپ دیا اور بحر ہند پہ اپنا قبضہ کر لیا۔ ان بیڑوں کے ساتھ ساتھ عرب کے سوداگر بحر ہند کی ساری تجارت کے ٹھیکہ دار ہو گئے۔

کیرلم میں میت کنونام کے قبرستان میں ملک عثمان کی قبر پہ ۱۶۶ھ (۷۸۲ء) کا کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی میں مالابار کے ساحل پر مسلمان آباد ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کا اثر بہت جلد بڑھ گیا۔ ہندو راجاؤں نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی۔ ان کی تجارت کے لئے آسانیاں بہم پہنچائیں۔ ان کو زمین خریدنے اور مسجدیں بنانے کی اجازت دی۔ مالابار میں آزاد ہوتے ہی ان سوداگروں نے اپنے مذہب کے پھیلانے کی کوشش شروع کر دی۔ مسلمانوں میں پیشہ ور مبلغ اور پادری نہیں ہوتے لیکن ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مذہب کی اشاعت کرے۔ تبلیغ کے کام میں نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں تک نے بڑا حصہ لیا۔ حضرت حسنؓ کی پڑپوتی سیدہ نفیسہ نے مصر میں بہتوں کو مسلمان بنایا۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جس گھر میں رہتی تھیں اس کے پڑوس میں جو گھر تھا اس کی لڑکی ایسی بیمار ہی میں رہتی تھی کہ جان بچنے کی امید نہ تھی۔ وہ رات دن پیٹ کے بل چارپائی پر پڑی کراہا کرتی۔ ایک دن اس لڑکی کے ماں باپ کو بازار جانا پڑا۔ صاحبزادی نے لڑکی کے پاس رہنا منظور کر لیا۔ جب ماں باپ چلے گئے تو صاحبزادی نے خدا سے دعا کی کہ اس لڑکی کا دکھ درد دور کر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی اچھی ہو گئی۔ ماں باپ اور سارا کنبہ صاحبزادی کا گرویدہ ہو گیا۔ اور انہوں نے اظہار شکریہ میں اسلام قبول کیا۔

مسلمان مرد اور عورتیں ہی نہیں بلکہ قیدی تک اشاعت مذہب کے لئے طیار رہتے تھے۔ ایک مسلمان قیدی نے سب سے پہلے یورپ میں اسلام پھیلایا۔

مفتی غلام سرور نے خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ احمد مجددؒ کو جہانگیر نے قید خانے میں بھیجا دیا تھا۔ انہوں نے دو برس میں سینکڑوں ہندو قیدیوں کو مسلمان کر لیا۔

آٹھویں صدی میں مسلمانوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ دکن کے لوگ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی دولت اور بڑھتی ہوئی طاقت کا ان کے دلوں پر سکہ جم گیا تھا لیکن سب سے بڑھکر مسلمانوں کے چند ممتاز افراد کے رواجوں۔ ان کے اطوار اور چال چلن کا اثر پڑا۔ مسلمانوں کا مذہب

سادہ آسان اور اچھا تھا۔ ان کی پرستش خدا کے طریقے دلوں میں گھر کرنے والے تھے اور رات دن خدا کی یاد دلانے والے تھے۔

چنانچہ ایک فرانسیسی عالم نے قبول کیا ہے کہ میں جب کبھی مسجد میں جاتا ہوں تو میرا دل ایک ناقابل بیان کیفیت سے اُمنڈ آتا ہے۔ اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میں مسلمان کیوں نہ ہوا۔

جب ریناں ایسے کٹر اور سائنسدان کے دل پر اسلامی عبادت کا ایسا اثر ہوتا تھا تو اوروں کا کیا ذکر ہے ایک اور بات جو بھولنی نہیں چاہیئے یہ ہے۔ کہ پہلی صدیوں کا اسلام ایک بڑا عملی مذہب تھا۔ اسلام کے ماننے والے اپنے عقیدوں کو محض زبان سے نہیں دُہراتے تھے۔ بلکہ اپنی زندگی اور چال چلن میں پابند ہو کر رہتے تھے۔ ان کی نماز کی صف بندی روزوں کی پابندی مجلسی برابری اور مساوات کا برتاؤ مذہب کے لئے ایسے زبردست حصے تھے کہ ان کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

اس کے خلاف آٹھویں صدی میں وکن میں ہندوستان بھر میں سخت اختلاف جاری تھا۔ بدھ اور ویدک دھرم کے ماننے والے ایک دوسرے کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ برہمنوں کی کوشش سے بدھ اور جین دھرم ختم ہو چلے تھے۔ اور شیو اور وشنو کا مذہب پھیل رہا تھا۔ ان کے آنے کا قدرتی طور پر بڑا اثر ہوا۔ نویں صدی کے اوائل میں مالابار کے خاندان کے آخری راجہ نے جسکی راج دھانی کوونگلور تھی۔ اپنے دھرم کو چھوڑ دیا اور اسلام قبول کیا۔

کوچین کے راجہ کے (جسے زامورن کہتے ہیں) عرب سوداگروں پر بڑی مہربانی کی نظر تھی۔ اسکی اجازت سے اسکے راج میں بہت سے سوداگر آباد ہوئے۔ ان کی تجارت سے راج کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور ان کے بازوؤں کی طاقت سے راج کی قوت بڑھی۔

زامورن نے آس پاس کے راجاؤں کو شکست دے کر ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ جہاں جہاں راجہ کا تسلط ہوا مسلمان سوداگر رہنے لگے۔ قائم اس طرح کالی کٹ کی بندرگاہ کی بنیاد قائم ہوئی۔

ہندو راجہ مسلمانوں کی اتنی عزت کرتے تھے کہ انہوں نے خود اپنی رعایا کو مسلمان ہونے کے لئے جوش دلایا۔ انہیں اپنے بیڑوں کے لئے ملاحوں کی ضرورت تھی۔ اسلئے انہوں نے اجازت دی کہ ان کی قوم کے ہر گھر میں ایک یا دو آدمی اسلام قبول کریں۔ نویں صدی کے بعد اسلام کا اثر دن بدن بڑھتا گیا۔ نہ مفتوحین کو غلام بنایا۔ نہ انہیں اُن کی اراضی سے محروم کیا | قرآن میں ارشاد ہے کہ "ملک خدا کا ہے

وہ ہمیشہ بندگان صالح کو حکومت کے لئے منتخب کرتا ہے" مسلمانوں کی کیا خصوصیت ہے۔ ہر فاتح نے زمانہ قدیم سے آجتک مفتوحین کے ساتھ احسانات کئے ہیں لیکن اس احسان کے بدلے میں مفتوحین کو غلام بنانے اور انکی زمین چھین لینے اور باہم سرداران فاتح میں تقسیم کر لینے کا التزام قدیم فاتحوں نے ملحوظ رکھا تھا۔ مگر مسلمان فاتحین ہمیشہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ اپنے تمام ممالک مفتوحہ میں اس عیب سے پاک رہے۔ نہ مفتوحین کو غلام بنایا اور نہ ان کی اراضی سے انہیں محروم کیا۔ جب یہ دو باتیں شعار اسلام میں خصوصیت کے ساتھ ہمیشہ ملحوظ رہیں۔ تو ہندوستان پر کیا موقوف ہے۔ مسلمان فاتح جہاں گئے ہمیشہ کیلئے ان کے حقوق احسان تاریخ کے صفحوں میں یادگار رہے اور رہیں گے۔

بارھویں صدی ہجری کے بعض مسلم راجے

۱۲۹۳ھ میں ایک کتاب بنام نزہتہ الجلیس مصر کے مطبع وہبیہ میں دو جلدوں میں چھپی۔ جو عباس بن علی بن نورالدین المکی الموسوی کی ادبی تالیف ہے۔ اور جس میں مؤلف نے اپنا سفر نامہ ایران۔ گجرات اور یمن تفصیل وار لکھا ہے۔ مؤلف نے جہاز کے ذریعہ ۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۳ھ کو پہلا قدم ہندوستان کے بندر سورت میں رکھا اور گجرات۔ کاٹھیاواڑ اور بڑودہ۔ برہان پور وغیرہ کی سیر کر کے یکم جمادی الآخر ۱۱۳۹ھ کو اسی سورت کے بندر سے اسلام نامی جہاز پر سوار ہوا۔ اور اسی مہینہ کی ۱۰ تاریخ کو عدن واپس جا پہنچا۔

سیاحت گجرات میں عباس بن علی نے اپنے نہایت دلچسپ حالات بیان کئے ہیں۔ مؤلف لکھتا ہے:۔

ذیقعدہ ۱۱۳۳ھ کی پہلی تاریخ کو ہم ویرگڈھ چاندہ میں پہنچے۔ یہاں کا بادشاہ جس کا نام اب سلطان بخت بلند ہے۔ اور بعض راجہ بخت بلند بھی کہتے ہیں۔ ہندو تھا۔ سید بدرالدین بن سید غالب موسوی رفائی نجف کو راجہ کی قربت و حضوری حاصل تھی۔ راجہ میں آثار رشد و ہدایت دیکھکر اس سے اسلام کے محاسن بیان کئے۔ اور رفتہ رفتہ راجہ پر تعلیم اسلام کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ کفر و شرک کو ترک کر کے بندۂ توحید بنگیا۔ عباس بن علی لکھتے ہیں راجہ بخت بلند نہایت نجیب و کریم تھا۔ اس نے ہماری پوری خاطر داری کی۔ اور چونکہ سید بدرالدین بن سید غالب موسوی میرے قادریہ اور رفاعیہ طریقہ کے پیر و مرشد تھے۔ اس لئے وہ سلطان سے کہکر مجھے اپنے گھر میں لے آئے سلطان سید صاحب کی بہت عزت کرتا ہے۔ ان کو ایک جاگیر دے رکھی ہے۔ جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے ہیں۔

Marfat.com

۱۲- محرم الحرام ۱۱۳۴ھ کو اپنے شیخ طریقت سید بدرالدین بن سید غالب رفاعی مرحوم کی معیت میں دیوگڈھ چاندہ سے باگڈھ ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ باگڈھ بکاف فارسی شیروں کے مقام کو کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں شیر بہت ہوتے ہیں۔ ہمارے اردگرد شیر دہاڑیں مارتے تھے۔ اور کلیجے ہل جاتے تھے۔ مگر ہم خدا کے فضل سے بالکل محفوظ رہے۔

جب باگڈھ اور ہمارے مابین نصف میل کا فاصلہ رہگیا تو ہماری پیشوائی کے لئے وہاں کا بادشاہ جو دیوگڈھ چاندہ کے راجہ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی طرح سید بدرالدین صاحب کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرکے ان سے بیعت بھی ہوا تھا ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ہمارے استقبال کو نکلا۔ یعنی اپنے سواروں پیادوں اور جھنڈوں سمیت۔ اور اسی روز اس نے ایک عام دعوت کی۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس راجہ کا نام علی شاہ رکھا گیا تھا۔

اس کے دیوان (وزیر) کا نام امیر شیر خان تھا۔ مجھے اسکے دولت خانہ پر اتارا گیا۔ اور راجہ نے ہماری جماعت کے لئے معقول روزینہ مقرر کردیا۔ سورت سے عالی جہان شہر جو سر بفلک پہاڑوں اور بلند درختوں سے گھرا ہوا ہے پندرہ دن کے فاصلہ پر ہے۔ ہم شعبان کے اخیر میں وہاں پہنچے۔ ہم نے سور یہاں ہر گلی کوچہ میں آزادانہ اور بکثرت پھرتے دیکھے۔ یہاں کے راجہ کا نام دولی سنگھ ہے جو ظاہر میں کافر اور باطن میں مسلمان ہے۔ اس کے اہل اور عیال سب کے سب کافر اور بت پرست ہیں اسلئے وہ علانیہ اسلام قبول کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ میں اس سے ملوت میں ملا۔ اور اس کو سورۂ یٰسین اور سورۂ رحمٰن پڑھائی۔ اور اس کو دعائے حرز سیفی اور اسمائے حسنیٰ کی اجازت دی۔

راجہ دولی سنگھ ایک فقیر مسمی شاہ غریب سے بڑی عقیدت و ارادت رکھتا تھا۔ اور اسکی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ اس نے راجہ کو قرآن شریف پڑھایا تھا۔ راجہ بھی اس سے بڑی عزت سے پیش آتا تھا۔ ایک دفعہ فقیر صاحب نے وطن جانے کی اجازت مانگی۔ راجہ نے انکار کیا۔ لیکن آخر شاہ غریب کے اصرار پر بدقت اجازت دی گئی۔ جب وہ روانہ ہوگیا تو راجہ نے فرط عقیدت سے اسکے عقب میں آدمی بھیجے کہ وہ اسے کسی طرح واپس لے آئیں۔ چنانچہ راجہ کے آدمیوں نے واپسی کا تقاضا کیا۔ بات بڑھتی گئی۔ آخر شاہ غریب شہید ہوگئے۔ راجہ کو خبر ہوئی۔ اس نے بہت افسوس کیا۔ ایک عالی شان مزار بنوایا۔ جو اس علاقہ کی اب بہت بڑی زیارت ہے۔ راجہ کی طرف سے اس مزار کے ساتھ معافیات کا سلسلہ ہے۔ اور قندیل۔ لنگر اور خیرات میں بہت روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

کیوں ہندو مسلمانوں میں جذب نہ ہو سکے

سنت نہال سنگھ نے اپنی کتاب انڈیاز کانیٹرز (جنگجویانِ ہند) میں لکھا ہے :- یہ قابل لحاظ ہے کہ (مسلمان حملہ آوروں کے داخلہ ہند کے بعد) جو لوگ ہند رہ گئے انہوں نے مسلمان فاتحین کے ساتھ میل جول سے قطعاً پرہیز کیا۔ یہاں تک کہ اونچے درجہ کے لوگ بھی کہ جنہیں برہمنوں نے نہایت ذلیل حالت میں ڈالا ہوا تھا۔ کہ اعلیٰ ذاتوں کے لوگ ان کا سایہ پڑ جانے سے بھی ناپاک ہو جاتے تھے انہوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ کرنے سے انکار کیا۔ عملاً اس قاعدہ میں صرف اسی قدر استثناء ہوا کہ چند راجپوت راجاؤں کے خاندانوں نے اپنی لڑکیاں مغل شہنشاہوں سے بیاہ دینا منظور کیا۔ اکبر سے (۱۵۵۶ء ۱۶۰۵ء) اور جہانگیر سے (۱۶۰۵ء - ۱۶۲۷ء) میں۔

کیسی فضول وجہ ہندوؤں کے مسلمانوں سے الگ رہنے کی بیان کی ہے۔ جبکہ کئی ایک مسلمان بادشاہوں سے ہندوستان کی سب سے اونچی اور سب سے زور قوم راجپوتانہ کے مہاراجاؤں نے اپنی بیٹیاں بیاہ دینی منظور کر لی تھیں تو پھر کیوں ان سے گھٹیا قومیں اور عام لوگ مسلمانوں سے یہ تعلق پیدا نہ کر لیتے اگر مسلمان خواہاں ہوتے۔ تو ہندوستان کی ذلیل اور گھٹیا قومیں مسلمانوں سے کیوں ایسے تعلقات قائم نہ کر لیتیں اگر واقعی مسلمان چاہتے تو جبر یا آشتی سے جس طرح بھی بن پڑتا ہندوؤں سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کر لیتے۔ یہ چند دنوں یا برسوں کا معاملہ نہ تھا بلکہ سات آٹھ صدیوں کا معاملہ تھا مسلمان ہندوستان میں اسقدر عالیشان جلال و جبروت کے مالک تھے کہ انکے ارادہ اور خواہش کو کوئی چیز روک نہیں سکتی تھی۔ اور ہندوستان کے اندر یا باہر جو پہلے کسی اور پنیئن ہمارے زمانہ میں موجود ہے اسوقت اسکا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ کہ اسکی کا اُن کو ڈر ہوتا۔ یہ تو ہندوؤں سے مسلمان رہ کر تعلق پیدا کرنے کا معاملہ تھا لیکن اگر مسلمان سلاطین یا ان میں سے بعض اولوالعزم بادشاہ ہندوؤں کو مسلمان کرنے پر کمربستہ ہو جاتے تو آج موجودہ ہندوؤں کا ہندوستان نہ ہوتا۔ اگر وہ جبر نہ بھی کرتے تو اسلام پھیلانے والے مشن قائم کر دیتے۔ اور خانہ شاہی سے انہیں مدد دیتے۔ لیکن ایسے مشن قائم کرنے کا بھی کوئی ثبوت تاریخ سے نہیں ملتا۔ سنت نہال سنگھ صاحب کا سنت پن تو اسی سے ظاہر ہے کہ صرف اکبر اور جہانگیر کا پتہ دیا ہے بجائیکہ بہت سے بادشاہوں نے یہ تعلق قائم کیا تھا جسکی اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ تفصیل نظر آئے گی۔

Marfat.com

سنت نہال سنگھ نے نہایت طفلانہ طریقہ اور خفیف الحرکاتی سے لکھدیا ہے کہ ادنیٰ ذات کے ہندوؤں نے بھی باوجود اسقدر حقیر و ذلیل ہونے کے مسلمان فاتحین سے شادی بیاہ کا تعلق نہیں پیدا کیا سنت نہال سنگھ جی کو معلوم ہوگا کہ سکھوں کی چند روزہ حکومت کے دوران میں پنجاب کے بھنگی (یعنے چوہڑے) بھی کیس یا لمبے بال رکھکر مذہبی سکھ بنگئے تھے تو مسلمانوں کی ایسی پُر صولت اور عظیم الشان سلطنت میں جو صدیوں تمام ہندوستان پر پھیلی رہی اچھوت ہندو مسلمان نہیں بن سکتے تھے۔ یا مسلمانوں سے رشتہ ناطہ نہیں کر سکتے تھے۔ انگریزوں کو ابھی سو ڈیڑھ سو سال سے زیادہ ہندوستان میں آئے نہیں ہوا۔ تو دیسی عیسائیوں یا اینگلو انڈینوں کی آبادی کتنی بڑھ گئی ہے۔ پورتگالوں ولندیزوں۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں وغیرہ نے ہندوستان میں آکر لاکھوں ہندوستانی عورتوں سے شادیاں کرکے اولادیں پیدا کیں۔ جسکا نتیجہ ایک لمبی چوڑی اینگلو انڈین کمیونٹی پیدا ہوگئی ہے۔ سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں (۱۰۰۴۵۱) یورپین یا اینگلو انڈین ہی موجود تھے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں (اس سے زیادہ) اور سنہ ۱۹۳۱ء میں (تقریباً) پورے دو لاکھ ہوگئے)

سنت نہال سنگھ نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے:۔ اس عرصہ میں اس نئے مذہب اسلام کا ایک واعظ پیدا ہوا جس نے موجودہ افغانستان میں کام کرکے یہاں کے پٹھان باشندوں کو مسلمان بنالیا۔

جب بقول ان کے ایک واعظ تمام افغانستان کو مسلمان کرسکتا ہے تو پھر مسلمانوں کو ہندوستان یا دیگر ممالک میں کیوں اسلام بزور شمشیر پھیلانا پڑا۔ اور وہاں واعظوں کی مدد سے اشاعت دین نہ کی حقیقت یہی ہے کہ واعظوں اور صوفی مشرب بزرگوں نے ہی ہندوستان میں دین اسلام پھیلایا۔ جیساکہ سر ڈبلیو آرنلڈ صاحب نے اپنی کتاب میں بتفصیل و تاکید لکھا ہے۔

ہندوستان میں اسلام کس طرح پھیلا

(از منشی پریم چند بی۔ اے)

یہ بات ہمارے اندر پیوست کردی گئی ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان حریف فرقوں میں منقسم ہورہے ہیں۔ حالانکہ ایسا کہنا حقیقت کا گلا گھوٹنا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ تلوار کے زور سے کوئی مذہب نہیں پھیلتا۔ اور اگر کچھ دنوں کے لئے پھیل بھی جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سبب اونچی ذات کے ہندوؤں کا نیچی ذات پر ظلم تھا۔ بودھوں نے نیچ اور اونچ کا فرق مٹا کر نیچوں کی

نجات کی کوشش کی ۔ اور اس میں انہیں بخوبی کامیابی حاصل ہوئی لیکن جب ہندو مذہب نے پھر زور پکڑا۔ تو نیچی ذاتوں پر پھر تشدد شروع ہوگیا۔ بلکہ اور شدت کے ساتھ۔ انہوں نے نیچوں سے ان کی مخالفت کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ نیچوں نے بودھوں کے زمانہ میں اپنے مذہبی ہندوؤں سے برابری کا دعویٰ کرنے لگے تھے۔ اس برابری کا دعویٰ کرنا ناقابل برداشت ہوگیا تھا۔ یہ کشمکش ہو رہی تھی کہ اسلام نے۔ نیچ کا اختلاف نہ تھا۔ چھوٹے بڑے اور اعلیٰ وادنیٰ کی قید نہ تھی۔ خرابیاں یک لخت دور ہو جاتی تھیں۔ وہ مسجد میں امام کے پیچھے ایک دسترخوان پر بیٹھکر کھانا کھا سکتا تھا۔ یہانتک کہ اعلیٰ ذات بڑھ جاتا تھا۔ ہندو اچھوت سے ہاتھ نہیں ملا سکتا تھا۔ لیکن ایسا ہوتا۔ وہاں کوئی نہیں کہ فلاں شخص کیسا ہے۔ کس ذات کا ہے نیچوں نے اس نئے دین کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا اور گاؤں ہندوؤں کا ظلم جتنا زیادہ تھا۔ وہاں یہ آتش خلاف بھی زیادہ تیز تھی۔ اور وہیں اسلام کی تبلیغ بھی زیادہ ہوئی۔ کشمیر۔ آسام۔ مشرقی بنگال وغیرہ۔ اسکی مثالیں ہیں۔ آج بھی نیچی قوموں میں فاتح حملہ بڑی عقیدت سے کی جاتی ہے۔ انکی نظر میں اسلام فاتح حملہ نہیں بلکہ نجات دہندہ تھا۔

یہ اسلام کی اشاعت کی تاریخ ہے۔ اور آج بھی خاندانی آج بھی چھوت چھات اور اختلاف و امتیاز کی وہی حالت ہے بیداری نظر آتی ہے اسکا سہرا مسٹر گاندھی کے سر ہے۔

اسلام تلوار کے زور سے نہیں۔ بلکہ اپنے اصول کی وجہ کہ وہاں تمام بنی نوع کے یکساں حقوق ہیں۔

غلط تاریخ کو دل سے نکالو

ضرورت یہ ہے کہ ہم غلط تاریخ کو دل سے نکال ڈالیں۔ اور بخوبی غور کر کے اپنی ذہنیت کو قائم کریں۔ تب ہم دیکھیں گے کہ جنہیں ہم اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ انہوں نے حقیقت میں اچھوتوں کو نجات دلائی ہے۔ ہماری ذات پات کی سخت بندشوں کو ڈھیلا کیا ہے۔ اور ہماری تہذیب کی ترقی میں معین ہوئے ہیں۔ یہ کوئی چھوٹی اور معمولی بات نہیں ہے۔ ۱۹۵۲ء

Marfat.com

کے غدر میں ہندو اور مسلمانوں نے جس کو اپنا بنیاد بنایا تھا وہ دہلی کا بے قوت بادشاہ تھا۔ ہندو مسلمان بادشاہوں
میں پہلے بھی لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن وہ لڑائیاں مذہبی اختلافات کے باعث نہیں ہوئیں۔ ملک کے لئے ہوئی
تھیں۔ اسی طرح جس طرح ہندو راجا آپس میں لڑا کرتے تھے۔ ان ہندو مسلم لڑائیوں میں ہندو سپاہی مسلمانوں
کی طرف سے اور مسلمان سپاہی ہندوؤں کی جانب سے۔

پروفیسر محمد حبیب آکسن نے عہد وسطیٰ
اس بحث پر لکھا ہے جسکا اقتباس درج ذیل ہے:-

"کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کو گھوڑوں پر سوار ہونے۔ تیر چلانے۔ جلوس نکالنے اور پوجا پاٹ کرنے کی
سخت ممانعت تھی۔ مگر یہ کہانیں فطری حالات کے غلط مطالعہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس زمانہ کا
ہندو مذہب منظم اور طاقتور تھا۔ اسکے ساتھ مسلمان بادشاہ اسلئے رواداری برتتے تھے کہ اس کے
سوا دوسری راہ نہ تھی۔ ان کے مذہبی نظام کا نتیجہ تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ قرون
وسطیٰ میں سیاسی یا تاریخی لٹریچر میں ہندو مسلم تعلقات کے عنوان سے
اسکا سبب یہ ہے کہ ہندو اس کے لئے تیار نہ تھے۔ نہیں وہ تو اپنی مرکہ پسندی کے لئے بدنام تھے
لیکن اس عہد کی کسی جنگ میں بھی ہم فوجوں کو مذہبی اسباب پر لڑتے نہیں پاتے۔ افغانی سپاہیوں کا
ایک دستہ ٹرین کی جنگ میں رائے پتھورا کے ماتحت لڑا تھا۔ مسلمانوں کی پیادہ سپاہ نے پانی پت کی
جنگ میں مرہٹوں کی مدد کی تھی۔ اسلئے ہندو مسلم جنگ تو واقعی ہوئی ہی نہیں"۔

ہندوستان میں اسلام کا داخلہ

سوانح ابن بطوطہ کا سفر

مراکش کا مشہور سیاح ابن بطوطہ محمد شاہ تغلق کے عہد میں ہندوستان آتا ہے
اور اسکی طرف سے سفیر بنکر چین روانہ ہوتا ہے۔ یہ آٹھویں صدی کا وسط
ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب ابھی تک مدراس کے علاقہ پر مسلمانوں نے حملہ نہیں کیا ہے۔ مگر اسکے چند ہی سالوں کے
بعد بیجانگر اور کرناٹک کے راجاؤں سے لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ابن بطوطہ دہلی سے کھمبایت اور
وہاں سے گندھار اور گندھار سے گوگا نام شہر میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی ملتی ہے۔
یہاں ایک مسجد حضرت خضر کے نام سے بارہوں کی بنوائی ہوئی ملتی ہے۔ اور وہاں حیدری اور دیوانوں کی ایک جماعت

Marfat.com

اپنے شیخ کے ساتھ سکونت پذیر نظر آتی ہے۔ یہاں سے وہ سنگاپور جاتا ہے۔ یہاں راجہ ہریب کی انتخی میں سلطان جمال الدین ہنوری کی ایک ریاست قائم تھی۔ اس کا دارالسلطنت مسلمانوں کا آباد کردہ تھا۔ اسکی جامع مسجد کی عمارت بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی۔ یہ حسن ناخدا کی بنوائی ہوئی تھی۔ جو اس سلطان جمال الدین کا باپ تھا۔ جو جہاز رانی سے ملاک رانی تک جا پہنچا تھا۔ اسی جزیرہ میں ایک بت خانے کے اندر جوگیوں کے بھیس میں نو مسلم اس کو نظر آتا ہے۔

ہندو راجاؤں پر مسلمانوں کے احسانات

سنگاپور سے وہ ملیبار میں قدم رکھتا ہے اور اس ملک میں اس کو چھوٹے بڑے بارہ ہندو راجے حکومت کرتے ہوئے ملتے ہیں۔ ملک بہت آباد ہے اور مسلمانوں کی بڑی عزت ہے۔ تاہم وہ مسلمانوں کے ساتھ کھانے نہیں اور نہ ان کو اپنے گھروں کے اندر آنے دیتے ہیں۔ راستوں میں ملتے ہیں تو ہٹ جاتے ہیں مسلمانوں تاجروں اور جہاز رانوں کی جا بجا بنوائی ہوئی سرائیں ہیں۔ مسلمانوں کی ہر طرف آبادیاں ہیں۔ ملیبار کے جس شہر میں وہ سب سے پہلے داخل ہوتا ہے اسکا نام ابی حسرور بتاتا ہے جو سمندر کے ساحل پر پنگاد ہے یہاں کا مسلمان چودھری شیخ جمعہ ہے جو نہایت فیاض اور خیر ہے۔ یہاں سے پاکن اپور میں وہ داخل ہوتا ہے۔ یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اور انکے چودھری کا نام حسین سلاط ہے جسکی بنوائی ہوئی ایک مسجد ہے۔ خطیب اور امام بھی ہیں۔ راجہ کا نام باسدیو ہے جو تیس جنگی جہازوں کا مالک ہے لیکن کپتان اسکا مسلمان ہے۔ اسکے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے۔ جہاں فارس اور یمن کے مسلمان سوداگر اسکو ملتے ہیں۔ یہاں کے راجہ کا نام رام دیو ہے۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد چار ہزار ہے۔ گو عام رعایا ان سے خوش نہیں۔ مگر راجہ تجارت اور بیوپار کی خاطر ان سے صلح رکھتا ہے۔ یہاں کے مسلمان (نوائط) بدرالدین معبری (کرناٹکی) ہے۔ اور وہ یہاں درس بھی دیتے ہیں۔

برہمنوں کا تعصب مسلمانوں سے

منگرور سے وہ ہیلی میں داخل ہوتا ہے جس فرمانروا یہاں کا چودھری ہے۔ یہاں ایک عالیشان مسجد ہے۔ جسکی وجہ سے یہ شہر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ جہاز والے اس مسجد کی نذر مانا کرتے ہیں۔ اس مسجد کے اندر ایک مدرسہ بھی ہے۔ طلبہ بھی ہیں۔ طلبہ کو مسجد کے خزانہ سے وظیفہ اور غریبوں اور مسافروں کو کھانا ملتا ہے۔ مقدشتوا (فرقہ) کا ایک درویش یہاں مقیم ہے یہاں

نکل کر وہ گرپٹن پہنچا۔ جہاں بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی۔ یہاں کے راجہ کا نام کوئل ہے۔ یہاں سے فارس۔ عمان۔ جہازات جاتے ہیں۔ یہاں سے نکلکر وہ پٹن گیا۔ یہاں بھی راجہ کوئل کی عملداری ہے۔ اور راجہ کوئل کے باپ کی بنوائی ہوئی جامع مسجد اور تالاب ہے۔ اس راجہ کے بزرگوں میں ایک شخص مسلمان ہوگیا تھا۔ اس مسجد میں ایک درخت تھا۔ ہر موسم خزاں میں اس میں سے ایک پتہ ایسا گرتا تھا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوتا تھا۔ پتہ جب گرتا تھا تو آدھا مسلمان اور آدھا ہندو لے لیتے تھے۔ اسکی کرامت کو دیکھکر راجہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اور مسجد اور تالاب بنوایا تھا۔ یہاں سے وہ پٹن پہنچا جو سمندر کا کنارہ ہے۔

شہر سے باہر یہاں مسجد ہے جس میں مسلمان مسافر ٹھیرتے ہیں۔ یہاں برہمن آباد ہیں۔ جن کو مسلمانوں سے سخت نفرت ہے۔ اسی لئے یہاں کوئی مسلمان آباد نہیں۔ یہ مسجد بھی اسلئے دست درازی سے بچگئی کہ ایک برہمن نے اسکی چھت اکھاڑدی تو اسکے گھر میں آگ لگ گئی۔ اسوقت سے اس مسجد کو وہ متبرک سمجھنے لگے یہاں سے وہ پندریا گیا جہاں اسکو مسلمانوں کے تین آباد محلے ملے۔ ہر محلہ میں ایک مسجد ہے۔ ساحل پر جامع مسجد ہے۔ جس میں قاضی و خطیب اور عمان کا ایک عرب ہے۔ چین کے جہاز یہیں جاڑے کا موسم بسر کرتے ہیں۔

مسلمان جہازران سمندر کے بادشاہ تھے

یہاں سے وہ نکل کر کالی کٹ آتا ہے۔ جہاں کا ہندو راجہ سامری ہے۔ یہ دنیا کے بڑے بندرگاہوں میں سے ہے چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن، فارس کے جہازات یہاں آتے ہیں اور تمام دنیا کے تاجر اور سوداگر باہم ملتے ہیں۔ یہاں کا ایک ملک التجار حجرین کا ایک مسلمان عرب تاجر ابراہیم شاہ ہے۔ قاضی کا نام فخرالدین عثمان ہے۔ اور خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین گازرونی (ایران) ہیں۔ جن کو ہندو چین سے فتوحات اور نذرانے ملتے ہیں۔ یہاں کا ناخدا انتقال نامی ایک مسلمان ہے جو نہایت دولتمند اور بہت سے جہازوں کا مالک ہے۔ اسکے جہازات ہندوستان۔ چین، یمن اور فارس کے بیوپار اور سامان تجارت کو لاتے اور لے جاتے ہیں۔ اور یہاں بڑے بڑے مسلمان تاجر ہیں۔ یہ اس سیاح کا اس ملک کے متعلق آخری بیان ہے۔ اور اسکے بعد بہمنی سلطنت اور بیجانگر کی ہندو ریاست پیدا ہوتی ہے۔ اور باہم زور آزمائی شروع ہوجاتی ہے۔ جو تقریباً ڈیڑھ سو برس تک برابر قائم رہتی ہے۔

بہرحال اس نے اپنے سامنے ملکستان دراس میں اسلام کی پرامن رفتار ترقی کا وہ نمونہ دیکھا ہے جیسا

اسکی سرزمین پر مسلمان سپاہی کا بھی گذر نہیں ہوا تھا۔ تاہم تمام علاقہ میں اسلامی نوآبادیاں قائم ہو رہی تھیں۔ یہاں کے مسلمان جہازران سمندر کے بادشاہ تھے۔ بندرگاہوں کے مالک تھے اور مغرب و مشرق کے درمیان بیوپار اور تجارت کی کڑی تھے۔ اور ان کے حسن معاملہ اور اسلام کی سچائی کے اثر سے نہ صرف عوام بلکہ راجہ تک اسلام کو قبول کرتے تھے۔ واقعات خود اسلام کی سچائی اور تبلیغ اسلام کے صحیح وسائل کو آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

ساحل ہند پر اسلام کا پہلا مبارک قدم

مدراس گو نیا شہر ہے اور اس ملک کا یہ نیا نام ہے تاہم اسلام کا نقش اس سرزمین سے بہت پرانا ہے۔ عرب تاجر اور سیاح اس ملک سے بہت پرانی واقفیت رکھتے تھے۔ ان کی زبان میں آپ کے ساحلی ملک کا نام لیبار اور اندرونی سرزمین کا نام معبر ہے۔ جسکے لغوی معنے سمندر کو عبور کرنے کی جگہ ہے چونکہ سمندر کو طے کر کے اہل عرب وہاں تک پہنچتے تھے۔ اسی بنا پر انہوں نے اسکا نام معبر رکھا۔ اور ہندوستان کے تمام صوبوں میں مدراس کو اپنے اسلامی تعلقات کے لحاظ سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

اسلام کو ہندوستان کے ساحلی مقامات سے جو ستر ۷۰ سے لیکر گجرات اور کاٹھیاواڑ تک ہیں یکساں تعلق رہا ہے اور یہ تمام سواحل مسلمان تاجروں کی گذرگاہ رہے ہیں۔ مگر ان تمام سواحل پر ساتھ ساتھ اسلامی بحری نوجوں کا بھی کبھی کبھی گذر رہا۔ چنانچہ تھانہ (بمبئی) اور بھڑوچ میں خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں ایک دفعہ اسلام فاتحانہ داخل ہو چکا تھا۔ اور ۱۵ھ میں پہلی صدی کے خاتمہ پر جو ۱۰۰ھ کی بحری اور بری فوجوں نے مختلف اسباب سے حملہ کیا۔ اور ایک مدت تک وہاں اسلام کی حکومت کو قائم رکھا مگر سمندر کا یہ کنارہ جسکو اپنے مدراس کہتے ہیں اور جس سے عربوں کی واقفیت بہت قدیم تھی اسکو آشتی اور امن و امان کے تعلقات سے وابستہ رہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ صوبہ برس تک اس کی زمین پر ایک مسلمان سپاہی کا بھی گذر نہیں ہوا۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ ان سارے ساتھ سات صدیوں میں مسلمان تجار، سیاحوں اور علماء اور صوفیوں کے ذریعہ سے اس ملک کے ساحل اور اسکے جزائر میں اسلام بڑی سرعت کے ساتھ ترقی پذیر رہا۔ اور نہایت پرامن طریقے سے وہاں پھیلتا اور بڑھتا رہا۔

جہانتک مجھے واقفیت ہے اس ملک پر سب سے پہلے سلطان محمد تغلق کی نگاہ پڑی۔ مگر

Marfat.com

موسم اور آب و ہوا کی ناموافقت کے سبب اسکی فوجوں نے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کی۔ آٹھویں صدی کے بیچ میں جب دکن میں بہمنی سلطنت قائم ہوئی۔ اسوقت سے پہلے مسلمان سپاہیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ سب سے پہلے بہمنی سلطنت کے سپہ سالار اور رکن رکین ملک سیف الدین غوری نے ان علاقوں میں فاتحانہ پیشقدمی کی۔ ۷۴۸ھ میں علاؤالدین حسن گنگو پہلا بہمنی سلطان تخت نشین ہوا۔ اور ۷۵۹ھ میں اس نے وفات پائی۔ اور اس لحاظ سے ملک سیف الدین غوری کا ان علاقوں پر حملہ ۷۵۰ھ کے آس پاس قیاس کیا جاتا ہے۔ اس پر ساڑھے سات سو برس تک اس ملک سے اسلام کا تعلق پُر امن اور دوستانہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسلام فاتحانہ اقدام کا نتیجہ نہ تھا

اس پائدار امن اور دوستی کا اصلی سبب یہ تھا کہ اس ملک اور اس کے جزائر کی تجارت کے اصلی بیوپاری عرب تھے جو یہاں سے صندل، لونگ، الائچی اور خوشبودار مسالے کی دوسری چیزیں عہد قدیم سے لے کر اس وقت تک کشتیوں پر بار کر کے لیجاتے تھے۔ اور ان کو عرب و شام و روم کے بیوپاریوں تک پہنچاتے تھے۔ اور وہاں سے اُدھر کے مصنوعات اس ملک میں لیکر آتے تھے۔

اس بیوپار سے ان علاقوں کے راجہ اور عرب نفع کثیر اُٹھاتے تھے اسلئے دونوں دل سے امن و امان کے خواہاں تھے۔ عرب و ملیبار (مدراس کے ساحلی علاقے) کا یہ تعلق تورات کے عہد سے لیکر سترہویں صدی عیسوی تک رہا۔ یعنے اس وقت تک رہا۔ جب تک پرتگالیوں نے آکر ان عرب کے تاجروں کے جہازوں کو برباد اور اس تجارت کا بزور خاتمہ نہ کر دیا۔ ہمارے موپلہ اور نوائیت بھائی بھی عرب و مدراس کے صدیوں کے تعلقات کی اصلی یادگار ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ ان علاقوں میں اسلام کی ساڑھے سات سو سال کی پر امن رفتار ترقی پر ایک نظر ڈالی جائے۔ تاکہ اُن کور باطنوں کو سکت جواب مل سکے جو دین اسلام کو صرف فاتحانہ اقوام کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس ملک کی کوئی پرانی تاریخ موجود نہیں۔ لے دے کر صرف ایک تحفہ ہے جو گیارہویں صدی ہجری کے آغاز کی تصنیف ہے۔ مگر الحمد للہ کہ تلاش و جستجو سے عرب سیاحوں کے سفرناموں میں کچھ حالات بہم پہنچے ہیں جو تحفۃ المجاہدین کی روایتوں کی تائید کرتے ہیں۔

معجزۂ شق القمر اور ملیبار کے راجہ کا قبول اسلام

جیسا کہ اہل عرب مدراس کے ساحلی مقامات کو ملیبار اور اندرونی حصہ کو معبر کہتے ہیں اور ان کے آس پاس کے جزائر کو دیبات (دیب کی عربی جمع ہے) کہتے ہیں۔ کیونکہ دیب سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں

Marfat.com

جسکی بنا پر ان جزیروں کو مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ کہتے ہیں متقدمہ بالا سے یہ ثابت ہے کہ یہاں اسلام کا قدم تجارت کے ذریعہ پہنچا ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہے کہ مذہب کی سچائی کے ثبوت میں شق القمر کے معجزہ نے دلیل کا کام کیا لیکن اختلاف تین باتوں میں ہے۔

اوّل یہ کہ معجزہ خود یہاں دیکھا گیا۔ یا مسلمان مبلغوں نے اس معجزہ کو یہاں اپنے پیغمبر کے ثبوت میں پیش کیا۔ اور راجہ کے کتب خانہ میں ہیئت و نجوم کی تفسیر اس کو قلمبند رکھنے والی کتاب سے اسکی تائید کی۔

دوسری یہ کہ اس دلیل سے ملیبار کے راجہ کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ یا مالدیپ کے راجہ کو اور ان دونوں میں سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا۔

تیسری بات یہ کہ یہ راجہ تحقیق حال کے لئے خود عرب گیا اور اُسکے نامہ و سفر کے بارے میں اختلاف ہے۔ بہرحال یہ واقعہ ہے اور اسکی تاریخ پہلی صدی ہجری کا ابتدائی زمانہ ہے۔

نقش قدم آدم اشاعت اسلام کا محرک بنا

مسلمان تاجروں اور سوداگروں کے قدم بقدم علماء اور درویشوں کے دلوں کو جس کشش نے ادھر کھینچا وہ یہ مشہور نقش قدم تھا کہ حضرت آدم جب زمین پر آئے تو انکا سب سے پہلا قدم سنگلدیپ یا سراندیپ (لنکا) میں پڑا۔ ان کے قدم کا نشان وہاں کے ایک پہاڑ پر موجود ہے۔ اسی ایک نقش قدم پر سینکڑوں اور ہزاروں زائرین نے ادھر آنا و رفت شروع کی اور اسکا بالواسطہ نتیجہ ان اطراف میں اسلام کی اشاعت کی صورت میں نکلا۔ چنانچہ سب سے پہلا عالم و درویش جسکا اس سلسلہ میں نام آتا ہے وہ مالک ابن حبیب ہے۔ اور انکے رفقاء بھی اسی زیارت کی غرض سے ادھر آ نکلے تھے اور انہی کی تبلیغ نے اس ملک میں اسلام کا سب سے پہلا درخت نصب کیا۔ اور انہیں کی کوشش سے اس ملک میں اسلام کی سب سے پہلی مسجد (نکلور و گرانگانور) میں تعمیر پائی۔

عرب تاجروں کا اخلاق اور کفار کا قبول اسلام

عرب تاجروں کے جہاز عراق اور عمان سے مال و اسباب لیکر یہاں آتے تھے کنارے کے جزیروں میں ٹھیرتے ہوئے چین کو جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے واپس آتے تھے اور عراق و عمان کو چلے جاتے تھے۔ اس بنا پر یہ عرب تاجروں سیاحوں اور درویشوں کا ایک پامال راستہ تھا اور بکثرت آمد و رفت جاری تھی۔ بہت سے عرب عراقی۔ عربی تاجروں نے یہاں رہ کر وہاں کی عورتوں سے شادی بیاہ کرنے لگے یہاں کے راجاؤں کے دربار میں اپنا اثر اور رسوخ پیدا کر لیا۔ اور یہاں مسلمانوں کی اچھی خاصی نو آبادیاں

قائم ہوگئیں اور ان کے اثر سے ویسی ہی باشندوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

دین میں زبردستی کا نام بھی نہیں ہے

مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس نے دنیا کو یہ بتایا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے نہ کہ زبردستی کا۔ قرآن کریم ہی آواز بلند اعلان کرتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے"۔ (پارہ ۳ رکوع ۱)

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ "تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے"۔ (پارہ ۳۰ رکوع ۱ سورہ کافرون)۔

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ "اے پیغمبر تم پر تو صرف تبلیغ ہی فرض ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں" (نہ کہ جبر و زبردستی سے اسلام پھیلانا)

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ "اے پیغمبر آپ ان کافروں پر حاکم بنا کر نہیں بھیجے گئے"۔

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ "اے پیغمبر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ اہل ایمان ہو جائیں" (یہ آپ کا منصب نہیں ہے) صرف یہی نہیں ہے بلکہ اسلام اور اسکی الہامی کتاب نے مسلمانوں کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ تبلیغ مذہب کیونکر اور کس نرمی اور طریق سے کی جائے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ "اے مسلمانو! تم لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف دانائی اور نیک نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے بہترین طریق سے مناظرہ کرو"۔ اسلام کی تبلیغ کا طریقہ تو بس یہی ایک ہے۔ اور دین میں زبردستی نہیں ہے۔ کیونکہ مذہب تو یقین ہی کا دوسرا نام ہے۔ کیا ایسے واضح احکام کی موجودگی میں کوئی مسلمان کبھی کسی دوسرے غیر مسلم کو جبراً مسلمان بنانے کا خیال دل میں لا سکتا ہے۔

مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ یعنی دنیا میں مذہبی آزادی ہونی چاہیئے۔ خواہ کوئی شخص کافر ہو یا مسلمان۔ مذہب اسلام اس میں دخل نہیں دیتا۔ پھر فرمایا وَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ۔ یعنے ضمیر کے خلاف کسی کو کسی عقیدہ پر مجبور نہ کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ یعنے ہر قوم کے نبیوں کو خدا کی طرف سے دنیا کے رہنما اور ہادی یقین کرو"۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے تمام لڑائیاں یکدم بند ہو سکتی ہیں۔ اور مذہب اسلام میں ملکی اور قومی ترقی میں کوئی روک نہیں۔ کفر و ایمان اگرچہ اہم مسئلہ ہے اور اسی پر نجات انسانی کا دارومدار ہے۔ مگر مذہب کے بارہ میں ہر شخص آزاد ہے جسے چاہے اختیار کرے۔ ہاں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور بہبودی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اسے ہلاکت سے بچانے کی غرض سے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دیا اور بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ کا حکم دے کر واضح کر دیا کہ

پہلے اپنی زبانی کوششوں کو تکمیل تک پہنچاؤ۔ سمجھاؤ اور اسکے سامنے دلائل پیش کرو۔ اسکے دلائل سنو اور انکو رد کرو۔ اگر بحث و تمحیص کے بعد کوئی شخص دوسرا مذہب اختیار کرنا چاہئے تو کرنے دو۔ خدا کے حضور تم بری الذمہ ہو جاؤ گے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ "ہم نے تمہیں تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ یعنی تمام دنیا کے لئے۔ جس میں ہندو۔ نصاریٰ، یہود۔ مجوس و ملحد سب شامل ہیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (قرآن) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ میری نماز میری قربانیاں میری زندگی میری موت اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش کرتا ہے۔ جس پر سب مسلمانوں کا عمل ہے۔ تو کیا ایسا شخص جو سب کچھ خدا کے لئے کرتا ہے خدا کے بندوں سے لڑ کر اور اُن کو مار کر کبھی خدا کو خوش کرنے کا خیال کر سکتا ہے؟۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ "جو لوگ تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑے۔ نہ انہوں نے تم کو تمہارے وطن سے نکالا ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور انصاف کرنے سے تم کو منع نہیں کرتا"۔

ہر قوم میں ہادی آئے ہیں

گو قرآن مجید میں ہم کو بہت سے انبیاء کے نام مذکور نہیں لیکن عموماً مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے ہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ ہندوستان میں بھی ان میں سے کئی آئے ہوں۔ جنکا ہمیں نام و پتہ نہیں معلوم نہیں۔ اگر جناب ارجن جی اور کرشن جی اور مہاتما بدھ وغیرہ کو کوئی خدا کا بھیجا ہوا کہے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے تو اس سے انکار کرنا تعلیم اسلام کے مطابق ضروری نہیں۔ کسی مسلمان سے ممکن نہیں کہ ہندوؤں کے خداؤں یا دیوتاؤں کو گالی دے۔ اور انکی توہین کرے۔ جو صریح حکم الٰہی اور شان اسلام کے خلاف ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۱۳:۹) "ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوتا ہے"۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (۳۵:۲۴) "اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ہدایت دینے والا گذر چکا ہے"۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (۱۶:۳۸) "اور ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا اس امر کی ہدایت کے لئے کہ خدا کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو"۔

اسلام صاحب اس مذہب کے بزرگوں کو قبول کرنا سکھاتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

Marfat.com

مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (۴۰ : ۷۸) "اور ہم نے تم سے پہلے بہت پیغمبر بھیجے۔ ان میں کچھ تو ایسے ہیں جنکے حالات تم سے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے"۔

اسلام میں سب انبیاء کو محترم سمجھنے کی تعلیم۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (۲ : ۱۷۸) "ہم ان نبیوں میں سے کسی میں بھی نبی امتیاز نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں"۔

اسلام میں دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی تعلیم۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (۲۲ : ۴۰) "اور اگر اللہ ان لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کے صومعے اور گرجے اور عبادتگاہیں۔ اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں"۔

اسلام میں دوسروں کے معبودوں کو برا کہنے کی تعلیم۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (۶ : ۱۰۸) "اور جن معبودوں مثلاً بتوں وغیرہ کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں انکو برا نہ کہو"۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے صاف طور پر اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کل مذاہب کی بہتر باتیں اپنے سامنے رکھ لیں اور اصول پر غور فرما کر سب سے عمدہ باتوں کو چن کر اختیار کر لیا۔ چنانچہ جزیہ اور خراج لینے کے قانون کو بھی اسلام نے اہل کتاب کے لیا جسکے قواعد نوشیرواں کے باپ کیقباد نے بنائے تھے۔ مذہبی تعصب کی بیخکنی اس سے صاف ثابت ہوتی ہے جو ہم نے قبل و قتال کی دفعات کی گنجائش نہیں۔ قربان اس اسلام کے جس نے تعصب کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

شریعۃ الاسلام کا سرچشمہ سے اخلق اصولی خلفا صفاۃ عما کدر۔ تھا۔ اس ایک بات کے دیکھنے سے اسلام کا بے تعصب ہونا کس خوبی کے ساتھ ثابت ہے۔ علاوہ بریں اسلام کی جانب سے اپنے ہمسایوں سلطنت اسلام کی رعایا کو مذہبی آزادی کا دیا جانا۔ مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں روک ٹوک نہ ہونا بلکہ اجازت دیا جانا کہ ہر شخص بے خوف و خطر مذہبی امور سے بے تعصبی اسلام کی کافی دلیل ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی خدمت میں عیسائیوں کا جانا اور مدینہ منورہ میں حضرتؐ کا اپنی مسجد میں عیسائیوں کو نماز کی اجازت دینا۔ ابو ریحان بیرونی کا ہندوستان میں چودہ برس تک سنسکرت پڑھنا۔ اسلام کا عربی معاہدہ۔ ذمی کو گواہ کے ساتھ بیچنا خلاص سے پیش آنا۔ اور دیگر اہل اسلام کے برابر ان کے ساتھ برتاؤ کرنا۔ انکی عزت کرنا۔ اور ایسی عزت کرنا کہ انکی امت نے بھی نہیں کی۔ اسلام کی بے تعصبی کی کافی دلیل ہے۔ [illegible] کسی مذہب میں نہیں ہے۔

Marfat.com

کافروں کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھلنا اسلام پر افترا ہے

کیا ہمارے ہندو دوست اتنا بھی غور نہیں کر سکتے کہ اگر اسلام کی یہ تعلیم ہوتی۔ تو جہاں جہاں مسلمان حکومتیں قائم ہوئی تھیں۔ وہاں غیر مسلموں کا وجود کس طرح قائم رہ سکتا تھا۔ حالانکہ کوئی اسلامی ملک نہ پاؤ گے۔ جہاں باوجود مسلمانوں کی صدیوں کی حکومت کے دوسرے مذاہب کے لوگ موجود نہ ہوں۔ خود ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی کو لو جس کے ارد گرد اس وقت بھی آٹھ حصہ ہندو آبادی ہے۔ اور ایک حصہ مسلمان اگر تعلیم اسلام وہی ہوتی جو پرکاش یا دیگر آریہ اخبار لکھتے ہیں۔ تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ اس قدر کثیر حصہ آبادی کا جو پایۂ تخت کے نواح میں ہندو رہتا ہے میں اپنے ہندو دوستوں کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ محض جھوٹ ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ کہ غیر مسلم کے قتل سے مسلمان بہشت پا سکتا ہے نہیں بلکہ اسلام نے جس طرح مسلم کا خون ناحق گرانے سے روکا ہے اسی طرح غیر مسلم کا خون ناحق گرانے سے روکا ہے من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا میں قتل مسلم کا ذکر نہیں بلکہ قتل انسان کا ذکر ہے یعنی کسی انسان کا بھی قتل کرنا گویا ایسا ہے۔ کہ سب لوگوں کو قتل کر دیا کاش کوئی آیت قرآنی پیش کی جاتی یا کوئی صحیح حدیث پیش جاتی کہ کافر کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ بلا سند ایسی بات کہہ دینا جس سے اشتعال پیدا ہو۔ ملک کے امن میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔ جب مسلمان بلند آواز سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اس شخص کا قتل بھی ان کے نزدیک جائز نہ تھا۔ جو مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیرنے کا کام کر رہا تھا۔ جو دین اسلام کی تعلیم کو مٹانا چاہتا تھا۔ تو پھر بھی یہی راگ گائے جانا کہ اسلام ہر غیر مسلم کے قتل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے موجب ثواب ٹھہراتا ہے۔ ملک اور قوم کے ساتھ دشمنی کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ مقام تعجب ہے۔ کہ اس مذہب پر جبر کا الزام دیا جاتا ہے۔ جس نے دنیا میں سب سے پہلے اور سب سے آخر یہ اصول قائم کیا کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں۔ قرآن شریف بآواز بلند کہتا ہے لا اکراہ فی الدین مذہب میں کوئی جبر نہیں اور صاف فرماتا ہے من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر جو چاہتا ہے ایمان لائے جو چاہتا ہے انکار کرے۔ اس قدر صراحت کے بعد یہ کہنا کہ اسلام کی تعلیم ہے کہ غیر مسلم کے قتل سے بہشت کا دروازہ کھل جاتا ہے سچائی کا خون کرنا ہے۔

اسلام نے جنگ کی اجازت کب دی

رہا یہ کہ قرآن شریف میں جنگ کے احکام پائے جاتے ہیں۔ تو یہ درست ہے۔ مگر لڑائی کی ابتدا مسلمانوں نے نہیں کی۔ اور اس پر قرآن شریف اور تاریخ اسلام دونوں کھلے گواہ ہیں۔ حالات یہ

تھے کہ مسلمانوں کو مکّہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ اسے جان سے مارا جاتا تھا۔ پہلے کچھ لوگ بھاگ کر حبش میں چلے گئے۔ پھر کچھ مدّت بعد جو مسلمان مکّہ میں رہ گئے تھے۔ وہ اذیتوں کو ناقابل برداشت پاکر مدینہ میں چلے گئے۔ مگر ان کے دشمنوں نے ان پر چڑھائی کی۔ تب مسلمان مقابلہ میں نکلے۔ چنانچہ سب سے پہلا حکم قرآن شریف میں جو لڑائی کے متعلق پایا جاتا ہے۔ وہ ان الفاظ میں ہے اذن الذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق ان لوگوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کو مدد دینے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ پس مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس وقت دی گئی جب دشمنوں نے پہلے ان کو گھروں سے نکالا۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ پھر اس پر بھی نہ چھوڑا بلکہ ان پر چڑھائی کی اور جنگ کرکے ان کے وجود کو مٹا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تب مسلمانوں کو اجازت ہوئی کہ اپنی حفاظت کے لئے جنگ کرو۔ اور قرآن شریف نے جنگ کے حکم کو بھی صاف الفاظ میں محدود کر دیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا اللہ کے رستے میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھو۔ اور تاریخ کی کھلی کھلی شہادت موجود ہے۔ کہ پہلی تینوں لڑائیاں جو مسلمانوں کو کرنی پڑیں وہ تینوں مدینہ پر تھیں یعنی دشمن پورے تین سو میل سے چڑھ کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تب مسلمان اپنی حفاظت کے لئے باہر نکلے۔ اور قرآن شریف میں کافروں کے قتل کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ ہاں دین اور اقوام کی حفاظت کا حکم ہے۔ کہ جب دوسرے تمہیں تباہ کرنا چاہیں۔ اور اس غرض کے لئے تلوار لے کر نکلیں۔ تو تم بھی تلوار لے کر ان کا مقابلہ کرو۔ بلاشبہ ایک وقت آتا ہے کہ تلوار چلانا ہر ایک انسان کا فرض ہو جاتا ہے لیکن وہ وہی وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی حفاظت اس کے سوا نہ کر سکتا ہو۔ یہی صورت اسلام کے لئے پیدا ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں نے بلاشبہ تلوار کو بڑے زور سے چلایا۔ اور کبھی بزدلی نہیں دکھائی۔ نہ جان دیتے وقت کانپے۔ مگر صرف ان دشمنوں کے مقابل جو تلوار سے انہیں تباہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے سے دُگنے تگنے دس گنے تک زبردست دشمن کا مقابلہ کرتے تھے مگر چونکہ دشمن ناحق پر لڑتے تھے اور یہ حق پر لڑتے تھے۔ اس لئے ہمیشہ فتحیاب ہوتے تھے۔ کیونکہ حق کی طاقت خدا کی نصرت کے رنگ میں ان کے ساتھ تھی۔ اگر اس وقت مسلمان نہ لڑتے تو ان کا وجود دنیا سے مٹا دیا جاتا۔ اور وہ اسی قابل ہوتے کہ مٹا دیئے جاتے اگر وہ اپنی جانوں کو مذہب اور قوم اور ملک کی حفاظت کے لئے قربان نہ کرتے۔ اور یہ

Marfat.com

یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف میں کسی کافر کو قتل کرنے کی اجازت یا حکم نہیں صرف لڑائی کی حالت میں اور لڑائی بھی وہ جس کی ابتدا دشمن کی طرف سے ہو۔ خون کرنے کی اجازت ہے۔ مگر اس کے ساتھ پھر حکم ہے کہ دشمن اگر صلح کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو صلح کر لو۔

اگر تلوار دین اسلام کو پھیلانے کے لئے ہوتی۔ تو کافروں اور مشرکوں سے صلح کا حکم کیوں ہوتا افسوس ہے۔ کہ اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے ایک لمحہ کے لئے بھی تدبر سے کام نہیں لیتے اور واقعات کو پس پشت پھینک کر محض اسلام کو بدنام کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

اسلام تمام قوموں میں محبت کی بنیاد رکھتا ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی شخص ایک بھی واقعہ پیش نہیں کر سکتا۔ کہ کسی شخص کو بجبر مسلمان کیا گیا ہو۔ اور ہو کس طرح سکتا تھا جب صاف اعلان کیا جا چکا تھا۔ کہ مذہب میں جبر کوئی نہ ہوگا۔ اور اسلام کی تو تعلیم ہی ایسی ہے۔ جو دنیا میں صلح اور محبت کو پھیلاتی ہے۔ اور تمام مذاہب کو محبت کے ساتھ رہنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس سے بڑھ کر صلح کی بنیاد کیا رکھی جا سکتی تھی۔ کہ قرآن شریف نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔ کہ مسلمان وہ ہے جو دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل قبلک وہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اتارا گیا۔ تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور پھر فرمایا ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نبی نہیں آئے لکل قوم ھاد ہر قوم میں ہادی گذرا ہے۔ لکل امۃ رسول ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ہر قوم کو ہم نے ایک شریعت اور ایک طریقہ دیا کیا اس سے بہتر کوئی اصول دنیا میں آشتی اور محبت کا پیدا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو چارہ نہیں کہ وہ مانے کہ جس طرح عرب میں اور شام میں نبی ہوئے۔ اسی طرح ایران و ہندوستان چین میں بھی نبی ہوئے۔ کیونکہ ان کی الہامی کتاب بتاتی ہے۔ کہ کوئی قوم نہیں جس میں نبی نہ آیا ہو۔ کاش ہمارے ہندو بھائی اسی پیغام قرآنی پر قدم آگے بڑھاتے۔ اور جب انہیں یہ محبت کا پیغام دیا گیا تھا۔ کہ ہم تمہاری قوموں میں بھی نبیوں کا آنا مانتے ہیں۔ اور تمہارے بزرگوں سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کے قائل ہیں تو وہ بھی محبت کا ہاتھ یہ کہہ کر آگے بڑھاتے کہ جو شخص ہمارے بزرگوں کی یوں عزت کرتا ہے ہم بھی اسی طرح اس کے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ اور اس انسان کو جو نسل انسانی پر اتنا بڑا احسان کرتا ہے۔ کہ سب میں محبت اور صلح کی بنیاد رکھتا ہے۔ خدا کا پیغمبر ماننے میں ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

سید الانبیا کی تمام تر کوششیں اس بارہ میں تھیں کہ جس طرح ان کی ذات افضل المرسلین ہے اُن کی اُمت بھی افضل الامم بنے۔ رات دن اس اُمت مرحومہ کی فلاح و بہبودی کا خیال آنحضرت صلعم کو رہتا تھا۔ وہ وہ تدبیریں مسلمانوں کی ترقی کی سوچیں کہ جن سے بالاتر کوئی ہمدرد قوم سوچ نہیں سکتا۔ اُن کی دلی آرزو تھی۔ کہ مسلمانوں کے لئے ایسا مشن تیار کر جاؤں کہ یہ بعد میرے عزیز سے ذلیل شریف سے رذیل اور تونگر سے گداگر نہ ہوں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ سب کو آپس میں ملائے رکھے۔ اس سے زیادہ اور کیا شفقت و ہمدردی کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ جناب باری عز اسمہٗ نے اس باب خاص میں حریص کے لقب سے یاد فرمایا۔ بیشک آنحضرت کو دنیا میں اگر کسی چیز کی حرص تھی تو وہ یہی کہ امت ٹھکانے سر لگ جائے۔

مسلمانوں کی معاشرت، تمدن، عبادت، سیاست وغیرہ کے وہ قابلبدطرق و آئین قرار دئے کہ اگر اہل اسلام اُن پر عمل کئے جاتے اور راہ سے بے راہ نہ ہوتے تو تا قیام قیامت کبھی ادبار و افلاس کا منہ نہ دیکھتے۔ آج جو ذلت مسلمانوں کو نصیب ہو رہی ہے اُس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اپنے ہادی و مرشد کی ہدایتوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ اس کی تعلیم پر جس طرح عمل کرنا چھوڑا تھا غور کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اگر ان مسائل کو جو شریعت اسلام کے ساتھ مخصوص ہیں عبرت ہیں اور سبق آموز نگاہوں سے دیکھتے تو ہرگز ہرگز اس روز بد کی صورت نہ دیکھتے۔ اکثر روشن خیال حضرات جو قوانین شریعت پر معترض ہوتے رہتے ہیں۔ اُس کی وجہ صرف یہی ہے کہ غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ کبھی ہرگز کوئی وسوسہ ان کے دل میں پیدا نہ ہو۔ میں جیسا کہ باب دوم میں لکھ آیا ہوں ہماری شریعت کے جملہ مسائل بالکل عقل و حکمت کے مطابق ہیں۔ کوئی بات ایسی نہیں جس میں بنی نوع انسان کے لئے کوئی فائدہ متصور نہ ہو۔ لغو باتیں کرنا مہمل و لایعنی امور کا رواج دینا تو دیوانوں اور بیوقوفوں کا کام ہے نہ کہ محمد مصطفےٰ صلعم جیسے حکیم کامل اور عقل کل کا۔ انہوں نے ہر امر کو پہلے عقل و حکمت کی میزان میں تول لیا ہے جب اپنی اُمت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

میں اس چھوٹے سے رسالے میں وہ دانش و حکمت کے تمام خزانے تو کہاں کھول سکتا ہوں جو شریعت اسلام اپنے دامن میں لئے چلی آتی ہے۔ ہاں صرف چند باتیں بطور مشتے نمونہ از خروارے اور خوشہ از خرمنے بیان کئے دیتا ہوں اُمید ہے کہ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائیگا تو ضرور شکوک کا ایک بہت بڑا حصہ ان لوگوں کے دماغ سے مٹ جائیگا جو آئے دن اسلام پر معترض رہا کرتے ہیں

اتشارِ رہبانیت

رہبانیت کے معنے دنیا سے تعلقات قطع کر کے پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے کے ہیں عیسائیوں اور یہودیوں کا یہ شعار تھا۔ کہ وہ معاشرت اور تمدن کے مخمصوں سے آزاد ہو کر پہاڑوں کی کھوہوں اور صحرا کے دامنوں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ نہ خود کسی سے ملتے تھے نہ اپنے پاس کسی کو آنے دیتے تھے۔ رات دن یاد خدا کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔

Marfat.com

دنیا نالے چونکہ حد سے زیادہ اُن کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ اس لئے یہ خیال روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی تھی جس کا ایک معمولی اثر یہ تھا کہ آبادیوں میں ویرانی اور ویرانوں میں آبادی نظر آنے لگی۔

ایک بڑی زبردست تعداد اُن ناکتخدا لڑکیوں کی کوہستانی سلسلہ میں دکھائی دیتی تھی جو خدا کی تمام نعمتوں سے اس امید پر دست کش ہو گئی تھیں کہ ایک وقت مسیح میں حضرت عیسیٰؑ سے شادی کریں گی۔ اس زمانہ کے رہبانوں کا حال ایسا ہی سمجھ لو جیسے آج کل ہندوستان میں سادھو اور سنیاسی لنگوٹا باندھے اطرافِ عالم میں چکر لگا رہے ہیں۔

خاتم الانبیا نے اپنی اُمت سے اس قسم کی عبادت کو بالکل ہٹا دیا اور صاف طور پر یہ فرما دیا لا رھبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت نہیں) جو فلسفہ اس اقناعی پردہ کے اندر ہے وہ ذرا سے غور و تامل کے بعد آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

رہبانیت اختیار کر کے عبادت بیشک جیسی چاہئے ویسی ہو سکتی ہے۔ مگر اُس سے تمدن میں جو جو خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اگر اُن کا لحاظ کیا جائے۔ تو اس طریقہ کی عبادت سے بدتر کوئی طریقہ دُنیا میں نظر نہیں آتا۔ ذیل کے واقعات پڑھ کر معلوم ہو گا کہ یہ ایک نیکی کس قدر نیکیوں کے دروازے بند کرنے والی ہے۔

۱۔ اگر درحقیقت رہبانیت ایک پسندیدہ شے ہے۔ تو ہر فرد انسان کا یہ فرض ہے کہ تارک الدنیا بن جائے اور تمام تعلقات سے یک لخت منہ موڑ لے لیکن قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ایسی حالت میں رہبانوں کی معیشت کا کفیل کون ہو گا؟ اور حوائج جسمانی کا اقتضا کس تدبیر سے پورا کیا جائے گا؟

۲۔ رہبان جنگلوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے خُدا کی لاکھوں نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ان کو دیکھتا۔ سونگھتا۔ چکھتا۔ سنتا یا چھوتا تو کس قدر صانع کی معرفت میں اضافہ ہوتا؟

خُدا کو کسی شخص نے آنکھ سے تو دیکھا ہی نہیں مخلوقات ہی سے پہچانا ہے پس جو مخلوقات سے زیادہ واسطہ رکھے گا جو ہر شے کی کمیت و کیفیت کو عبرت بین نگاہوں سے جانچے گا۔ اس کی معرفت و یقین کا پایہ بھی بلند ہو گا اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کیوں حکم دیتا کہ زمین کی سیر کرو سیر و سیاحت سے بڑی غرض یہی ہے کہ تجربات زیادہ ہوں واقفیت کا دائرہ وسیع ہو صنعتِ الٰہی کے عجیب و غریب نمونے آنکھوں کے سامنے آئیں مخلوقات کی مختلف کیفیتوں سے آگاہی ہو۔ رہبان غریب کسی پہاڑ کی کھوہ میں پڑا ہوا کیا جان سکتا ہے کہ اُس کی پس پشت کیا ہو رہا ہے پس بظاہر تو یہ خدا پرستی ہے لیکن بباطن مصنوعاتِ الٰہی کی بے قدری جس سے عین خالق کی تحقیر لازم آتی ہے۔

۳۔ رہبانیت اختیار کر لینے پر انسان اپنے بنی نوع کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اُس کا وجود اُس کی بنی نوع کے لئے بالکل ناکارہ اور بے مصرف ہے اگر وہ بنی نوع کے درمیان زندگی بسر کرتا ہوتا تو نہ معلوم کتنے خدا کے بندے اُس کی ذات سے فائدہ حاصل کرتے

بہت سے مواقع اُس کو ایسے پیش آتے کہ ناداروں کا افلاس دور کرتا ننگوں کو کپڑا پہناتا بھوکوں کو کھانا دیتا۔ بیماروں کی تیمارداری کرتا۔ ضعیفوں اور اپاہجوں کی خبر لیتا یتیموں پر شفقت کرتا مظلوموں کی فریاد سنتا۔ ڈوبتوں کو بچاتا جلتوں کو نکالتا سخت دلوں کو مواعظ سے رحمدل بناتا متکبروں کا سر نیچا کرتا خود عبادت کرتا اور دوسروں کو رغبت دلاتا بنی نوع انسان میں محبت پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔ اصلاح تمدن کی تدبیریں سوچتا معاشرت میں آسانیاں دکھاتا غرضکہ ہزاروں فائدے اس کی ایک ذات سے وابستہ تھے جن کو اس نے اپنی خود غرضی سے ملحوظ نہ رکھا۔ اس کی اس ایک طریقہ عبادت نے ہزاروں نیکیوں سے محروم کر دیا اس کی ذات دوستوں عزیزوں اور بالخصوص اس کے گھر والوں کے لئے اُسی طرح بیکار ثابت ہوئی جس طرح غیروں کے لئے۔ اولاد کی پرورش زوجہ کی خبر گیری جو اس کا ذاتی فرض تھا دوسروں کے سر پڑ گیا۔

۴۔ رہبانیت سے ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ توالد و تناسل کا سلسلہ جس سے تمدن کی رونق اور ذکر خدا کی گرم بازاری ہے قطعاً بند ہو جاتا ہے اور وہ قوت شہوانیہ جس کو بڑی حکمت سے خلاق عالم نے جسم انسان میں ودیعت فرمایا ہے بالکل بے مصرف و ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کفران نعمت ہو سکتا ہے کہ خدا تو اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی نعمت عطا فرمائے جس کی لذت تمام لذات سے مافوق و بالاتر ہو۔ مگر انسان اُس کو مہمل سمجھ کر نظر انداز کر دے اور اُس کے حقیقی فائدہ سے محروم رہے۔

خیال کرو اس سے نظم عالم کو کس قدر عظیم الشان نقصان پہنچتا ہے نہ معلوم ایک شخص کی نسل میں کتنے لوگ پیدا ہوتے؟ اور کیسے کیسے خدا شناس اور معرفت مند ہوتے؟ اور نہ معلوم کیا کیا فوائد بنی نوع کو اُن سے پہنچتے؟ ایک شخص کی محض بے عقلی اور سفاہت نے اُن سب کا کھوج مار دیا۔

ہمارے نبی صلعم نے اس فعل کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی اُمت کو تاکید کی کہ تجرد انہ زندگی بسر نہ کریں حدیث شرار موتاکم العزاب (بدترین مردوں میں وہ مرد ہے جو بن بیاہا مر گیا) سے واضح ہوتا ہے کہ بدون تزویج و مناکحت مسلمان اپنے نبی کو خوش نہیں کر سکتے۔ مقصود بالذات حضرت کا اس سے یہ نہیں کہ دنیا میں منے لڑاؤ بلکہ زیادہ نسل انسانی کا راز اس میں مخفی ہے۔

۵۔ رہبانیت سے خداوند عالم کی ایک بہت بڑی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اُس نے جو انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے تو نہ اس وجہ سے کہ وہ نہ مستقیم القامتہ ہے اچھی صورت رکھتا ہے۔ عمدہ عمدہ لباس پہنتا ہے اونچے اونچے مکانات میں رہتا ہے اہل و عیال کی پرورش کرتا ہے۔ اعلےٰ سے اعلےٰ غذائیں کھاتا ہے۔ رات کو سوتا ہے دن کو مٹر گشت لگاتا ہے۔ بلکہ وہ چیز جس نے اس مرتبہ عظمیٰ اور موہبت کبریٰ پر فائز کیا یہ ہے کہ وہ باوجود ہزارہا وساوس شیطانی میں مبتلا ہونے اور صدہا تمدنی مخمصوں میں گرفتار رہنے کے پھر بھی اپنے معبود کو یاد کرتا رہتا ہے۔ ملائکہ جن کو قدرت نے صرف نفس ملکوتی عنایت فرمایا ہے اگر شب و روز عبادت الٰہی میں بسر کرتے ہیں تو کون محل تعجب ہے کیونکہ ان کے لئے اس کام سے مانع ہی کیا ہے؟ وہ اگر عبادت نہ کریں تو اور کیا کریں؟ نہ اُن میں قوت غضبی ہے۔ کہ ایک دوسرے

Marfat.com

سے لڑیں۔ نہ قوتِ شہوانی ہے کہ کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش کریں۔ اور جسمانی راحت میں حصہ لیں۔ مگر انسان بیچارہ جس کو ایک طرف سے قوتِ غضبی کھینچ رہی ہے۔ دوسری جانب سے قوتِ شہوانی نوچ رہی ہے۔ ایک طرف بیاں ابلیس چپت جما رہے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی کسی وقت اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور باوجود ان ہزاروں بکھیڑوں کے وہ خضوع و خشوع سے عبادت کرتا ہے۔ وہ سچی معرفت کا دم بھرتا ہے۔ کہ ملائکہ عش عش کر جاتے ہیں۔ اگر خدا کو بنی آدم سے ایسی ہی عبادت کرانی مقصود ہوتی جیسی ملائکہ کرتے ہیں تو اس کو ایک جدید نوع کے پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ کام تو بوجہ اتم ملائکہ پورا کر رہے تھے اور اگر یہ امر باب آفرینش میں بڑھانے کے قابل تھا ہی تو پھر قوت غضبی اور شہوانی کی بیڑی کیوں پیر میں ڈالی یہ تو سراسر ظلم ہے کہ اقتدار کم اور کام زیادہ۔ قوت تھوڑی اور باربہت۔ کیسے ممکن ہے۔ کہ ایک پابستہ بھی اسی قدر تیز رفتار ہو جتنا ایک پا کشادہ نہیں بلکہ انسان کو پیدا کر کے خدا کو اپنی کافر مخلوقات پر اس امر کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ میں ایسا شایان عبادت ہوں۔ کہ بنی آدم اگرچہ تمدن کی پابندیوں میں رات دن پھنسے رہتے ہیں۔ مگر پھر بھی وقت پر میرا نام لے ہی لیتے ہیں۔ اب فرمایئے یہ بات کہاں ہے؟۔

۶۔ بہانیت اختیار کرنا حد درجہ بزدلی اور نامردی ہے یہ صورت وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو مصیبتوں پر صبر تحمل بلا پس و استقلال نہیں رکھ سکتے اور قضا و قدر الٰہی کو بھول جاتے ہیں حالانکہ اگر غور کیا جائے تو مصائب کا نزول ایک معیار ہے جس سے انسان کی معرفت اور حق شناسی کو جانچا جاتا ہے جو مصیبت پر صبر کرنا نہیں جانتا اور درد اور دکھ میں شکر نہیں کرتا وہ خدا کی معرفت سے کوسوں دور ہے ایک سنار اس وقت تک سونے کے خالص ہونے کا یقین نہیں کرتا جب تک اس کو تپا کر نہ دیکھ لے گو کہ خدا کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ امتحان لے کر ہی کسی کا حال جانے اس پر تو ذرہ ذرہ کی حالت منکشف ہے۔ مگر وہ اس لئے ایسا کرتا ہے کہ بندوں کو دکھا دے کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔ انسان میں تجربہ کاری اور پختگی اسی وقت آتی ہے جب وہ مختلف قسم کے مصائب کا شکار ہو چکا ہو بہت سے عنوان مصیبتوں کی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو۔ زمانہ کی رفتار کا اندازہ مختلف واقعات سے کر چکا ہو۔ اور یہ باتیں تبھی حاصل ہوتی مگر اس وقت جبکہ بنی نوع کے درمیان رہ کر زندگی بسر کرے جہاں اس کو رات دن ایسے معاملات سے واسطہ نہ پڑتا رہتا ہے سچی جوانمردی اسی میں ہے کہ جو پڑے اس کو خوشی سے جھیلے۔ جو سر پر آئے اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ رحمت خدا سے مایوس نہ ہو استقلال کی باگ ہاتھ سے نہ دے نہ اس میں کہ دنیا سے منہ موڑ کر تعلقات کا رشتہ توڑ کر آبادی کو سلام کر کے دوستوں سے منہ چھپا کر پہاڑ کی چوٹی پر جا بیٹھے۔ لے۔ دنیا دار بندہ اپنے خالق سے ہر ہر موقع پر اس کی نعمتیں اس طرح ہٹ کر کے مانگتا ہے جس طرح بیٹا باپ سے یا غلام آقا سے۔ اس کی نگاہ میں مصنوعات الٰہی کی تو قیر ہے وہ ان کو کارآمد اور ضروری سمجھ کر اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہے اور اس قدر عزیز جانتا ہے۔ کہ جب کوئی نعمت اس سے سلب کر لی جاتی ہے تو بے چین

ہو جاتا ہے اور رو رو کر گڑ گڑا کر اس کے پھر دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے یہ تمام باتیں بندگی کی ایک خاص شان کو ظاہر کرتی ہیں عقل یہ بتاتی ہے۔ کہ خدا کو ضرور ایسے لوگوں سے خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اس کی مخلوقات کے قدرداں ہیں جس سے عین اس کی قدردانی لازم آتی ہے۔ بخلاف اس کے راہب میں ایک متکبرانہ ادا اور بے نیازی کی سی شان دکھائی دیتی ہے کیونکہ وہ دنیا سے قطع تعلق کر دیتا ہے اس لئے اس کو کسی شے کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ بازار عالم کی ہر جنس کو غیر ضروری خیال کر کے کبھی خدا سے کچھ نہیں مانگتا۔ وہ عبادت ضرور کرتا ہے مگر یہ بات کہاں؟

۷ قطع نظر اس کے کہ رہبانوں سے بنی آدم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا خدا نہیں کی پرورش کا بار ان کی قوموں کے سر پر پڑ جاتا ہے کیونکہ جنگل میں جا بیٹھنے سے مائدہ تو نازل ہونے ہی نہیں لگتا۔ اور بھوک تو مر ہی نہیں سکتی۔ پس ضرور ہے کہ کہیں نہ کہیں سے اس نادان مخلوق کا پیٹ پالا جائے اس کام کیلئے بجز دنیا داروں کے اور کون ہو سکتا ہے؟ یا رلوگ تو لنگوٹا باندھ بیٹھ گئے بوجھ پڑا تو اس غریب مخلوق پر جس کے اوپر طاقت سے کہیں زیادہ بار لدا ہوا ہے۔ سچ ہے

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

آریوں نے ایک مرتبہ اس بات کی تحقیق کی تھی کہ ہندوستان کے سادھوؤں کی خوراک میں قومی روپیہ اس قدر صرف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ صرف ایک لاکھ روپیہ کی چھوٹی سی رقم روزانہ ان لنگوٹ بندوں کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہ تو صرف ہندوستان کے ہندو تارک الدنیا لوگوں کا تخمینہ تھا۔ اگر اور فرقوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اور ممالک عالم کے ہر ایک حصہ سے کل تعداد معلوم کر کے حساب جوڑا جائے تو کروڑوں روپیہ اہل دنیا کا اس نا عاقبت اندیش فرقہ کے پیٹ میں جاتا دکھائی دیگا۔ کاش یہ رقم اپاہجوں اندھوں اور بوڑھوں کی دستگیری میں کام آتی ہے۔

وہ مسلمان سخت غلطی پر ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ نے دنیا کو دین سے علیحدہ کر دیا ہے آنحضرتؐ نے کبھی ہرگز ترک دنیا کا حکم نہیں دیا اور نہ کبھی خود دنیا کو ترک کیا۔ بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ دنیا کو ایسے عنوان سے حاصل نہ کرو جس میں خلق اللہ کی دل آزاری اور خدا کی ناخوشی ہو نعمات الٰہی کو ضرور استعمال کرو مگر حلال و حرام میں تمیز کر کے بنی نوع کے حقوق کا لحاظ رکھ کے جو کھاؤ محنت کر کے کھاؤ ضرورت سے زیادہ گھر میں بھر کے حاجتمندوں کا حق نہ مارو۔ لذات میں پھنس کر خدا کو نہ بھولو۔ مال ضرور حاصل کرو مگر ممدوح طریقوں سے۔ بدن کو راحت پہنچاؤ مگر اسی حد تک کہ نظام عالم میں ابتری نہ ہو اچھا کھاؤ اچھا پہنو۔ مگر ننگوں بھوکوں کی خبر لیکر اگر رسول اللہ کی تعمیل کے موافق انسان چلے تو دنیا عین دین نظر آتی ہے یہ مزرعہ آنحضرتؐ ہے یہاں مختلف طریقوں سے نیکیاں حاصل کی جاتی ہیں حصول خیر اسی پر موقوف نہیں کہ گوشہ میں رات دن بیٹھے اللہ ہی اللہ کیا جائیں بلکہ دین کی ترویج جاہلوں کی ہدایت اولاد کی پرورش معیشت کا کسب غریبوں کی خبر گیری معاملات میں انصاف بنی آدم کی مواسات وغیرہ ایسی زبردست نیکیاں ہیں کہ اگر بصدق دل کی جائیں تو ان سے بہتر کوئی نیکی ہو نہیں سکتی۔ جو دین دنیا کو رہبانیت سے بچاتا ہو وہ قتل انسان کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے وہ لوگ کسقدر بے انصاف ہیں جو اسے تلوار کا مذہب قرار دیتے ہیں

Marfat.com

بخت نصر نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا کیا؟ بابل کی نشیبی و مرطوب زمین سے پاکر دریا فتہ کرو۔
پھر قلزم کے شمالی گوشہ یا دریائے نیل میں غرق ہونے والے نے بنی اسرائیل پر غلبہ پاکر انکے ساتھ
کیا کیا؟ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرکے فرماتا ہے وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ فراعنہ مصر
کے شاہد کے ساتھ کیا کیا؟ تاریخوں میں پڑھو اور حسرت و حیرت کی انگلیاں غم و غصہ کے دانتوں سے کاٹو۔
عمالقہ یا جبارین کے ساتھ کیا کیا؟ فضیل جبارین کا کچھ سنا ہوا اور کچھ دیکھا ہوا ضرور یاد ہوگا۔ اس سے
جاکر دریافت کرو۔
ترکستان نے ایران پر غلبہ پاکر کیا کیا تھا؟ کہیں ایسرچ کی خاک سے فرمانروا ہوا ہیں اڑتے ہوئے
بجائے تیر انکو سینکڑوں
ایران کو جب موقع ملا تو اس نے ترکستان کے ساتھ کیا کیا؟ کیخسرو کے آتشی خط کا نامہ کہ پڑھو جہاں
افراسیاب کو قتل کرنے کے بعد ترکستان کے قتل عام کا تذکرہ موجود ہے۔
سامانیوں نے یونانیوں اور رومیوں سے سکندر کی زیادتی کا بدلہ کیسا لیا۔ اسکی روداد بھی کچھ کم خونچکاں
سیاہ اور آہ و فغاں کی آوازیں اور کچھ کم شہروں اور آبادیوں کی آتشزدگی سے شعلے نہیں اٹھتے۔

اسلامی اخلاق کا بے مثال امتیاز معلوم ہوتا ہے کہ اس زود گردش آسمان اور اس دائم الحرکت زمین نے
ہمیشہ طاقتوروں کو شمشیر بکف اور کمزوروں کو خاک و خون میں لوٹتے ہوئے دیکھا تھا لیکن نظارہ بدلا ہے اور
دنیا کی بدنصیبیوں اور ظالمانہ نفس پرستیوں کے خارزار جنگلوں اور ناہموار کہاڑوں کو صاف و ہموار کرکے ایک
قوم اٹھتی ہے۔ وہ قوم خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی طاقتور قوم ہے۔ اسکی طاقت کمزوروں پر رحم کرنے
خدا تعالیٰ کی مخلوق کو برباد کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ مخلوق خدا کی حفاظت اور خلق آزاروں کی ہلاکت کے لئے ہے
تاکہ دنیا اپنے انتہائی حسن و جمال کو حاصل کرے۔ اور انسان اپنی حقیقی ترقیات کی راہوں میں گامزن ہو سکے
وہ طاقتور قوم حملہ آور ہوتی ہے لیکن جبکہ پہلے اسپر حملہ کیا گیا ہو۔ وہ قتل بھی کرتی ہے لیکن پہلے
جبکہ اسکو قتل کیا گیا ہو۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ الَّذِيْنَ
اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ اور جب کوئی اس قوم سے صلح کرنا چاہتا ہے

Marfat.com

وہ فوراً صلح پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ بظاہر صلح اسکے لئے مفید ہے یا مضر۔ وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ یہ قوم کسی دوسری قوم سے ضرر رسیدہ ہونیکے بعد جب اُسپر چیرہ دست ہوتی ہے تو بدلہ لینے میں آپے سے باہر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اکثر مغلوب دشمن کے ساتھ عفو و درگذر ہی کا برتاؤ کرتی ہے۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔ اسی قوم کا نام "مسلمان" ہے۔ اور یہی قوم ہے جو دنیا میں تنہا امن و آسائش کے قائم کرنے والی قوم ہے۔

کوئی اٹھے اور انصاف سے بتائے۔ کہ لڑائی میں عورتوں، بوڑھوں، بچوں کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھنا۔ اپنے خون کے پیاسے حریف پر قابو پانے کے بعد جبکہ وہ پناہ مانگے ہاتھ اٹھا دے ہتھیار ڈال دے کھیتوں کو تباہ نہ کرنا۔ دشمن کے جاندار چیزوں کی تکریم کرنا۔ مفتوحہ قوم کے ساتھ [illegible] پیش آنا۔ اپنی جان خطرہ میں ڈالکر مفتوحہ قوم کی حفاظت کرنا۔ اور اسکو خطرہ کے مقام میں جانے کی تکلیف نہ دینا۔ مفتوح قوم کے بزرگوں کے نام عزت سے لینا۔ وغیرہ باتوں کے متعلق قوانین مسلمانوں سے پہلے کسی قوم نے مرتب کئے اور اس سیر چشمی پر کوئی قوم آمادہ ہوئی؟

مسلمانوں نے شام کا ملک فتح کیا لیکن وہ جو تباہی نہیں کیا جو شام میں مصریوں نے کیا تھا۔ مسلمان ایران میں گئے اور فاتح بنکر گئے لیکن ایران کے شہروں اور قصبوں سے وہ ہوئیں کے بادل نہیں اُٹھے جو سکندر کے ایران میں داخل ہونے کے وقت اُٹھے تھے۔

مسلمانوں نے اسپین میں پہنچکر یورپ کے ساتھ جو جو احسانات کئے اُنکی گرانباری سے یورپ کی جھکی ہوئی گردن کسی طرح سیدھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسپین میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اُسکی روداد سننے اور سنانے والے کو دیکھنے کے لئے پتھر بنا دیتا ہے کیا ہی سخت دل اور پتھر کی آنکھوں کی ضرورت نہیں۔ پتھر کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہونے کا قوی احتمال ہے۔ کیونکہ پتھروں سے اکثر دریا بہہ نکلا کرتے ہیں وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ۔

آؤ ذرا تاریخ کا تماشا دیکھو۔ دیکھنا کیا بیت المقدس سے جاکر پوچھو کہ تجھ میں عیسائی داخل ہوئے تھے تو تیرے صحن میں مسلمانوں کے خون سے پیدا شدہ سمندر کی موجیں کسقدر ہیبتناک تھیں اور پھر چند سال کے اندر ہی سلطان صلاح الدین اپنی متحدہ فوج کے ساتھ آیا تو اسکی تلوار سے مفتوح عیسائیوں

میں سے تو نے کسی کی نکسیر بھی پھوٹتی دیکھی ہے یا نہیں ؟۔

(عبرت۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

اسلام سے پہلے دنیا کی افسوسناک تہذیب

ولیعہد سلطنت سگی بہن سے شادی کرنے پر مجبور تھا شوہر اپنی بیٹیوں کو تندرست نوجوانوں کے پاس بھیجتے تھے اسلام سے پہلے دنیا جس شرمناک تہذیب میں مبتلا تھی وہ اس درجہ افسوسناک ہے کہ دنیا کا کوئی مہذب انسان اسے اچھی نظر سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ مشرق و مغرب جو آج اسلام کا دشمن ہے ذرا اپنا اعتراض کرنا چھوڑ کر دیکھ لے کہ اسلام سے پہلے دنیا کس پستی میں پڑی ہوئی تھی۔

اسلام کی خوشحالی سے قبل ہر جگہ ہر ملک میں ہر قوم میں یہ رسم نظر آتی تھی۔ برادر مظلوم میں یہ رسم تھی کہ جب لڑکی کے دروازے پر پہونچتی تو ایک کیک سا چورا کر کے اسکے سر پر پھیر دیتے تھے۔ اور حاضرین اسکے ٹکڑوں کو لوٹتے تھے یہ ٹکڑے بن بیاہے لڑکوں اور لڑکیوں کے سر پر رکھے جاتے تھے۔ اور یہ مانا جاتا تھا کہ ان ٹکڑوں میں ایسا اثر ہے کہ ان کو اپنے آئندہ زوج و زوجہ خواب میں دکھائی دینگے۔ اس رسم کا پچھلا حصہ ویسا ہندوؤں میں کچھ خدا کچھ بچہ اعتقاداً اب تک رائج ہے۔

قدیم ایران میں ہنڈلیا و بیٹیوں سے شادی کر لی جاتی تھی۔

شہر بیلون میں ہر عورت قانوناً مجبور کی جاتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور اپنی عزت و عفت دیوی کے مندر میں قربان کرے۔

شہر سپرس اور لیڈیا میں رسم تھی کہ جب تک ہر لڑکی بالغ نہ ہو جائے کوئی شریف اس سے شادی نہیں کرتا تھا۔

قارموسا میں کنواری عورتوں کو بھی ۱۲ یا ۱۳ برس کی عمر تک بچہ جننے کی اجازت قانوناً نہ تھی۔ اور ایک خاص طبقہ کی فرقہ ضعیف عورتوں کا تھا جو علاوہ پند و نصائح کرنے کے ان عورتوں کے اسقاط حمل کا بھی کام کرتی تھیں جو قبل از سن مقررہ حاملہ ہو جاتی تھیں۔

اہل روس میں رسم تھی کہ دلہن کو استنبول میں ننگا پہناتے تھے جس سے یہ مراد تھی کہ حالت کنواری کی بے زری نہایت تلخ ہے۔ بعد تقریب شادی دولہا و دلہن دو گھنٹہ کے لئے تنہا چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ اس وقت کیا

چند ضعیفہ عورتیں ان کے پاس جاتیں۔ اور دلہن میں آثار دوشیزگی مفقود پاکر خوشی مناتی تھیں۔ دلہن کے بال بکھرے ہوئے رکھے جاتے تھے۔ اگر زفاف کامل ہو چکا تو وہ اپنے بال باندھ لیتی اور ان عورتوں کے ساتھ اپنی ماں کے پاس جاکر حقوق شادی طلب کرتی تھی۔

اس ملک میں بھی ایک صدی گزری ہوگی جبکہ حاموں میں دو دو تین تین سو مرد اور عورتیں یک جا بالکل برہنہ ہوکر نہاتے تھے۔ اس زمانہ میں بے اولاد عورتوں کو انکے خاوند "کانونٹ" (خانقاہوں میں جہاں عورتیں راہبہ بنکر اپنی زندگی نہایت تکلیف دہ عبادتوں میں گزارتی ہیں) بھیج دیتے تھے۔ اور اگر وہ جانے سے انکار کرتیں تو زبردست زدوکوب کرکے بھیج سکتے تھے۔ اس زدوکوب کے وقت اگر عورت اپنے خاوند کو قتل کر دے تو وہ زندہ تابہ گردن میں دفن کرکے چھوڑ دی جاتی تھی۔ اور کبھی کبھی اس عبرت ناک حالت میں کئی کئی دن زندہ رہتی تھی۔

قدیم زمانہ میں سپارٹا میں یہ قانون تسلیم کر لیا گیا تھا کہ عورت کا فرض منصبی ریاست کے لئے مضبوط اور تندرست بچے پیدا کرنے کا ہے۔ چنانچہ ضعیف۔ کمزور اور دائم المریض مردوں کو حکم تھا کہ وہ اپنی بیویوں کو خوش رو اور مضبوط جوانوں کے پاس تخم اولاد حاصل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً بھیجتے رہیں تاکہ ریاست کی فوجوں کے لئے مضبوط اور بہادر نوجوانوں کی کمی نہ ہو۔

ایک مرتبہ جب اس قوم کی فوج عرصہ تک اپنے وطن سے دور رہنے پر مجبور رہی تو اس میں سے تھوڑے سے منتخب سپاہی گھر واپس بھیجے گئے تھے تاکہ وہ سب کی بیویوں کو حاملہ کر آئیں۔ یہاں کے جوان مرد اور عورتیں بازیاں لگاکر کشتیاں لڑتے اور ننگے ہوکر یکجا نہاتے تھے۔ اور جس جوان معرکہ جس خوشرو طاقتور جوان سے زیادہ محبت ہوتی تھی وہی اس سے اولاد پیدا کرنیکا مجاز ہوتا تھا۔ خواہ وہ کسی کی زوجہ ہو۔

جاپان میں ابتک جوان لڑکیاں زنا کی کمائی سے اپنے والدین کے قرضے اتارتی ہیں جو بڑا نیک کام سمجھا جاتا ہے۔ پھر یکلخت ان سے شادی کرتے ہیں۔

کپتان کک صاحب نے تمام دنیا کی سیاحی کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اوسی نیکا کے باشندوں میں گو مذہبی اعتقاد نہیں اور روح انسانی کو لافانی مانتے ہیں۔ مگر ان میں شادی یا خاندانی تعلقات کا خیال تک بھی نہیں حتیٰ کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کونسے افعال شرمناک اور ناجائز ہیں۔ مرد اور عورتوں میں تعلقات مثل جانوروں کے بے روک ٹوک ہیں۔

جزیرہ ٹونگا اور ویسٹ انڈیز میں اولاد ماں کی مانی جاتی ہے۔ باپ کی نہیں۔ اور عورتیں کل کار معاشرت

Marfat.com

اور جنگ و صلح وغیرہ خود کرتی ہیں۔ مردوں کو دخل نہیں۔ ہندوستان کے نائر لوگوں میں بھی اولاد ماں کی سمجھی جاتی ہے اور عورت ہی جائداد کی وارث سمجھی جاتی ہے۔

اسپارٹا کے قدیم باشندے سالہا سال ایک مرتبہ شہر کی تمام قابل کنواری لڑکیوں کو ایک جا جمع کر کے یکے بعد دیگرے نیلام کرتے تھے۔ اور اسطرح جو روپیہ وصول ہوتا تھا۔ وہ اس پر خرچ کیا جاتا تھا جس کا بوجہ صورتی کوئی خریدار پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ پھر اس روپے سے یا تو خاوند خریدتی تھیں۔ یا اس روپیہ کا لالچ دیکر کسی مرد کو اپنے سے شادی کرنے پر راضی کرتی تھیں۔

قدیم زمانہ کے متعلق جہاں تک تحقیقات سے ممکن ہے۔ یہی پایا جاتا ہے کہ شادی کبھی مذہبی معاملہ نہیں تھا اور پیشوایان دین یا پیغمبروں کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا۔

فرانس میں تقریباً سوا سو برس تک یہ رسم جاری رہی کہ قبل شادی طرفین کے رشتہ دار مخصوص کی قوت اور قابلیت کا پورا امتحان کیا جاتا تھا۔ مردوں کا امتحان چند ڈاکٹر اور عورتوں کا چند ڈاکٹرنیاں کسی حاکم وقت یا پادری کی موجودگی میں کرتی تھیں۔ مگر ۱۷۹۷ء میں مسٹر جیمس ٹی نین نے اس رسم اور دیگر قبیح رسوم کو قانوناً منسوخ کر دیا۔

باشندگان لیٹلہ ہونیا ان لوگوں کو جو زیادہ عمر تک شادی نہ کرتے تھے یا شادی سے بچتے تھے بہت ہی ذلیل و خوار کرتے تھے۔ کوئی مرد ان میں مقررہ قانون سے زیادہ مجرد نہیں رہ سکتا تھا۔ ورنہ طرح طرح کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اوّل یہ کہ حاکم شہر ایسے مردوں کو موسم سرما میں جمع کر کے عدالت عام کی چار دیواری طرف منہ کر دوڑنے کا حکم دیتا تھا۔ اور ان کو اور بھی زیادہ شرم دلانے کے لئے ننگا کر دیتے تھے۔ دوسرے دن اس مجمع میں شامل ہونے نہیں دیتے تھے۔ جس میں کہ سپارٹا کی جوان عورتیں برہنہ ہو کر کشتی کرتیں اور کشتیاں وغیرہ لڑتی تھیں۔ تیسری سزا یہ تھی کہ طاقت والی عورتیں ایسے مردوں کو برہنہ کر کے انکی ٹانگیں پکڑ کے اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کے پاس گھسیٹتی اور برابر گھونسے مارتی جاتی تھیں۔

ملک اسپین میں قدیم زمانہ میں عورت بارہ برس کی اور مرد چودہ برس کا قابل شادی خیال کیا جاتا تھا۔ اور کوئی لڑکی بارہ برس کی ہو کر کسی مرد کو بشرطیکہ وہ چودہ برس کا ہو چکا ہو نہ ملنے پر اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ کہ ان دونوں میں تعلقات شادی کی بنا عقد شادی ہو چکا ہے۔

پیرو کے قدیم باشندوں میں ولیعہد سلطنت اپنی سگی بہن سے شادی کرنے پر مجبور ہوتا تھا۔ اگر کوئی بہن نہ ہو تو قریب کی رشتہ دار سے۔

Marfat.com

ملک برہما میں مانڈلے کے آخری بادشاہ نے انیسویں صدی کے اختتام کے قریب اپنی سگی بہن سے شادی کی تھی۔ اس خیال سے کہ اس درجہ اور وقار کا دوسرا برابر اسکی بہن کے لئے ملنا ناممکن تھا۔

پرو دیا کے قدیم باشندوں میں یہ بہت بری بات خیال کی جاتی تھی کہ کسی کی بیوی باعصمت ہو۔ عورت کے جسقدر چاہنے والے زیادہ ہوں اتنی ہی زیادہ اسکی عزت ہوتی تھی۔

ہندوستان میں ابتک کئی حصوں مثلاً ضلع شملہ کی بعض ریاستوں میں ایک عورت کے سارے سگے بھائی شوہر بنجاتے ہیں۔ یہ مالی دیندار می ہندوستان کی ایک قدیم رسم ہے۔ آریاؤں میں شادی شدہ عورتیں خاوندوں کی اجازت سے دوسرے غیر مردوں سے اولاد حاصل کرتی تھیں۔ جسے نیوگ کہتے ہیں اور اسکی ستیارتھ پرکاش کے مطابق ابتک اجازت ہے۔ جنوبی ہندوستان کے نائر لوگوں میں اولاد لڑکی کی سمجھی جاتی ہے اور مرد اسکے گھر میں جاکر رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔

عیسائی یورپ کے مذہبی تعصب کی چند مثالیں

قرون وسطےٰ میں

سب سے بڑا اور عام الزام جو اسلام پر تاریخی اور مذہبی اعتبار سے مغربی مصنفین نے لگایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام غیر روادار ہے۔

انتقامی کارروائی کا یہ الزام انتہا ہے جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہسپانیہ۔ اطالیہ اور اپولیہ میں ایک مسلمان کو بھی زندہ نہیں رکھا گیا۔ اور یونان میں ۱۸۲۱ء کی بغاوت کے بعد ایک مسلمان بھی زندہ اور ایک مسجد بھی کھڑی نہیں رہنے دی گئی۔ بلقان کے مسلمان جو ایک زمانے میں اکثریت کے مالک تھے تمام یورپ کی سازش و رضامندی کے ساتھ تدابیر خاص سے کم کر دیئے گئے۔ مسلمانوں کے ٹکڑوں میں عیسائیوں کو عجیب عجیب طریقوں سے بغاوت کرنے اور تمام مسلمانوں کا قتل عام کرنے پر ابھارا گیا۔ لیکن جب مسلمانوں نے انتقام لینا چاہا تو انہیں سخت مطعون کیا گیا۔ یہ ویوں پر تمام یورپ کے اندر زمانہ وسطیٰ میں ظلم و ستم کیا گیا۔ عربوں کے ہسپانیہ سے نکلنے پر انکے اوپر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہیں زار کی روس میں ستایا گیا۔ اور جب زمانے میں

Marfat.com

یولینڈ کی سرزمین بھی ان پر تنگ کر دی گئی لیکن اسلامی ممالک میں عیسائی اور یہودی آزادی ضمیر اور اپنے قومی معاملات میں داخلی طور پر کامل اختیارات سے بہرہ اندوز تھے اور ہیں۔ عیسائی مجلس احتساب خونی کے ظلم و ستم سے جو لوگ بھاگے تھے انکے لئے اسلامی ممالک بہترین پناہ گاہ تھے۔ مغربی عیسائیوں کو مسلمانوں کے اعتقادات کے متعلق اسوقت تک کچھ بھی معلومات حاصل نہیں ہوئیں جب تک اٹھارہویں صدی کے دائرۃ المعارف لکھنے والے نہیں پیدا ہوئے۔ لیکن مسلمانوں کو خوب معلوم تھا کہ عیسائیت کیا ہے اور اسلام سے کس کس بات میں مختلف الخیال ہے۔ اگر یورپ کو بھی اسلام کا اتنا ہی علم ہوتا جیسا کہ اس زمانے میں مسلمان عیسائیت سے واقف تھے تو صلیبی جنگیں نہ ہوئی ہوتیں۔

عیسائیت بیرونی دنیا کو قطعی طور پر مردود سمجھتی تھی لیکن اسلام کا یہ خیال نہیں تھا۔ شریف اور نیک دل عیسائی غیر عیسائی دنیا کو صرف عیسائی بنا کر ہی نجات دلا سکتے تھے۔ جب تک مغربی اقوام عیسائیت کے مذہبی قانون سے نکل نہیں گئیں وہ رواداری کے لفظ سے واقف نہیں ہوئیں۔ اسکے برعکس مسلمان رواداری اور تہذیب کے دوسرے اعلیٰ مقامات سے اسوقت محروم ہوئے جب انہوں نے اسلام سے منہ پھیر لیا۔ اسلام کے آنے سے پہلے رواداری کی حصہ مذہب ہونے کی حیثیت سے کبھی تبلیغ نہیں کی گئی تھی۔ مسلمانوں کے لئے یہودیت عیسائیت اور اسلام ایک ہی مذہب کی تین صورتیں تھیں۔ یہودی خدا کی رحمت کو صرف اپنے مخصوص فرقے کے لئے محدود کرتے تھے اور خدا کی بادشاہت کو اپنی قوم کا ورثہ قرار دیتے تھے۔ عیسائی کہتے تھے خدا کا رحم انہیں حاصل ہو سکتا ہے جو ہمارے مخصوص عقائد کو تسلیم کر لیں۔ اور کہتے تھے کہ خدا کی بادشاہت اس دنیا کی زندگی سے ایک علیحدہ شے ہے۔ جو ان عقائد سے انکار کرتا تھا وہ ابدی عذاب کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ خدا کی بادشاہت کا صحیح مفہوم صرف اسلام ہی نے پیش کیا۔ قرآن مجید بتواتر تمام مذاہب کی [illegible] ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے نہیں کہا کہ تم میرے پیرو ہو جاؤ۔ بلکہ صرف یہ فرمایا کہ تم خدا کی بادشاہت کو قبول کر لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور رواداری کے مرتبہ سے ذرا گرے اور بعض اوقات غیر مذاہب کے لوگوں سے سختی کا سلوک کیا لیکن یہ بات صرف صلیبی جنگوں کے بعد ہوئی ہے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ ہمیشہ خاص سلوک کیا تھا۔ شام میں ابتدائی عیسوی مساجد میں جہاں عیسائی اور مسلمان برابر عبادت کر سکتے تھے اسلام کی رواداری کا مقابلہ دنیا کا کوئی مذہب نہیں کر سکتا۔ اسلام کی رواداری قوم مذہب نسل رنگ سے بالاتر ہے رواداری اسلام کی زبردست قوت ہے۔

(علامہ اقبال۔ رسالہ کوثر دہلی)

ہسپانیہ کی ان کویزیشن

دنیا کی تاریخ میں ہسپانیہ کی "ان کویزیشن" سے بڑھ کر کوئی دردناک اور شرمناک واقعات کا سلسلہ موجود نہیں۔ "ان کویزیشن" تعصبات مذہبی کی ایک عدالت تھی جو ان لوگوں کو جن پر رومن کیتھالک مذہب کے متعلق ذرا بھی بدعقیدگی یا الحاد کا شبہ ہوتا بہانہ وحیلہ سزا دیتی تھی۔ اسکے ہزارہا جاسوس اور مخبر جس شخص پر چاہتے الزام لگا دیتے۔ اور اسے بلا کر طرح طرح کے تشدد اور روئگٹے کھڑے کر دینے والی شیطانی سزاؤں کے ذریعہ سے جنہیں عدالتوں میں مذہبی دستور ہو گیا تھا۔ زیر تحقیقات ملزموں کو عدالتوں سے متصل قید خانوں میں ڈالا جاتا تھا کہ جہاں ہر فرد بشر کی رسائی ممکن تھی۔ اور اس انواع و اقسام کے تشدد سے جو لوگ اپنے قصور کا اقرار نہیں کرتے تھے انہیں بھی جانبر ہونا نصیب نہ ہوتا تو قصور کا اقرار کرنے والوں کا حال تو اور بھی ناگفتہ بہ تھا۔ بمشکل کوئی مشتبہ شخص ان عدالتوں سے بری کیا جاتا تھا بخلاف اسکے ان کا قانون خودداری یہ تھا کہ ایک گنہگار کے بچ نکلنے سے سو بیگناہوں کا مارا جانا بہتر ہے۔ کیونکہ اس بچ نکلنے والے بدعتی اور ملحد کے زہریلے اثر سے انکی راستے میں ہزارہا خوش اعتقاد مومن ہو سکتے تھے۔ (ہسٹوریز ہسٹری طبع دل جلد دہم)۔

جس دم سے کوئی مشتبہ ملزم ان کویزیشن کی عدالت میں پیش کئے جانے کے لئے قید خانے میں ڈالا جاتا تھا اسوقت سے لیکر اسکے کسی عزیز و قریب کو اسکی موت و حیات کی کچھ خبر نہیں ملتی تھی اور نہ کوئی اسکی نسبت کچھ استفسار کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر بیٹا بھی پکڑا جاتا تو باپ ایک کلمہ اسکی نسبت نہیں پوچھ سکتا تھا۔ ورنہ بدبختی سے ہمدردی کرنے کے جرم میں وہ بھی اسی خوفناک قید خانہ میں ڈال دیا جاتا۔

"ان کویزیشن" کی عدالتیں جس دردناک عذاب دیکر اقبال کراتی اور قتل کیا کرتی تھیں انکا بیان کرنا مشکل ہے۔ پٹھوں اور شکنجوں کے ذریعہ سے ملزموں کے بازو اور ٹانگیں پیچھے کھینچ کر توڑ دی جاتی تھیں۔ انگلیوں کو اس زور سے ڈوروں سے کس کر باندھ دیا جاتا تھا کہ ناخنوں کے نیچے سے خون پھوٹ آتا تھا۔ ایک خوبصورت لڑکی کا لوہے کا بت بنا کر اندر سے خالی رکھا گیا تھا۔ اور اسکے اندر آہنی سیخیں لگا دی گئی تھیں اور جب کسی بدنصیب کو سزا دینی ہوتی اس میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔

مگر یہ ان کویزیشن صرف ہسپانیہ تک ہی محدود نہ رہی بلکہ پرتگال۔ فرانس۔ اٹلی۔ جرمنی وغیرہ وغیرہ ممالک یورپ میں بھی پھیل گئی۔ اور یہ ۱۲۱۵ء سے شروع ہو کر اٹھارہویں صدی تک جاری رہی۔ یہانتک کہ اس رومن کیتھالک

Marfat.com

انکوزیشن کی اس ناپاک حرکت سے لاکھوں بیگناہ مارے گئے اور ایک عالم پر آشوب ہو گیا۔ بلکہ سپانیہ کے کتنے ناکردہ گناہ مسلمان بھی اسکا شکار ہو گئے۔ دراصل ہسپانیہ سے اسلام کو مٹانے کے لئے یہ ظالمانہ طریقہ ایجاد کیا گیا تھا۔ کیونکہ عیسائی پادریوں کو اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کے ہسپانیہ سے جلاوطن کر دینے کے بعد سے مسلمان خفیہ طور پر اپنے مذہب کے معتقد باقی رہ گئے تھے۔

مصنف ہسٹوریز نیس ہسٹری جلد دہم ضمیمہ الف میں لکھتا ہے کہ "ان کو یزیشن کیسی شدید تھی۔ کون بیگناہ اس سے جان بچا سکتا تھا۔ اگر کوئی ظالم ان کو ی زیشن کسی کو تباہ کرنا چاہتا۔ اگر کسی بیگناہ کو پوپ بنفس نفیس خود بری کر دیتا تاہم ان کوی زیشن اُسے جان سے مار ڈالتی۔ اس سے معافی کا وعدہ کرا کر اقرار جرم کرا لیا جاتا۔ مگر بعد میں جبکہ مطلب حاصل ہو جاتا تو وعدہ کا ایفا ضروری نہ سمجھا جاتا۔ موت بھی گناہوں کی تلافی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ بعد مرگ بھی اس کا بُت بنا کر اُسے جلایا جاتا۔ اور سب سے بڑا غضب یہ کہ رومن چرچ کے اس مظلم کو اس وقت کا دنیاوی قانون بھی تسلیم کرتا تھا۔ اور یہ ایک باضابطہ عدالت تسلیم کی جاتی تھی۔

ان کوی زیشن کی ظالمانہ عدالت کا نظارہ

وینس کی ایک بڑی نامور عدالت کا ایک نظارہ ایک انگریزی مرقعہ سے نقل کیا جاتا ہے جس سے پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں تمام یورپ اور خصوصاً ہسپانیہ اور وینس کی اطالی جمہوریت پر خوف و خطرہ چھایا ہوا تھا۔ اس وقت کی ان کوی زیشن کی خطرناک کونسل میں تین جج بیٹھا کرتے تھے۔ کہ جن کے ناموں کا کسی کو علم نہیں ہوتا تھا۔ مگر اس کونسل کے نام سے ہی ہر ایک بہادر سے بہادر ساکن وینس کا دل لرز جاتا تھا۔ اور یہ سب کچھ مذہب عیسوی کی حفاظت کے نام سے کیا جاتا تھا۔ حالانکہ اس وقت آفتاب اسلام معدلت اور رواداری کے جانبخش جلوے پیش کر رہا تھا۔

عیسائی مذہب کی حمایت میں انکوزیشن کی عدالتوں کا کام

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پندرہویں سولہویں صدی میں اپنے کالونی ممالک میں انکوی زیشن کی مذہبی عدالتیں زوروں پر تھیں جن کا کام یہ تھا کہ

"اُن لوگوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر گرفتار کریں جن پر ان کو، رومن کیتھولک کے خلاف ہونے کا شبہ ہو یا اس مذہب میں کوئی نئی شاخ نکالنا چاہیں اور پھر ان پر مقدمہ چلا کر انہیں عبرتناک سزائیں دیجائیں۔ ان قابل نفرت عدالتوں کا رواج ۱۴۷۸ء میں ملک ہسپانیہ اور ۱۵۳۶ء کے قریب شہنشاہ جان ثالث کے اصرار پر پرتگال میں ہوا۔

۱۵۔ ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد جو لوگ خفیہ طور پر اسلام کے معتقد رہ گئے تھے ان کی تعزیر کے لئے مندرجہ ذیل شرمناک سازش گھڑی گئی تھی۔ جس میں بدعقیدہ عیسائیوں کو بھی سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ۱۲

زمانہ قیام سے یوم انقلاب تک ان ملکوں میں ان عدالتوں کی طاقت نہایت زبردست تھی۔ اور اسکی کارروائیاں چونکہ زیادہ تر خفیہ طور پر ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے آجکل انکی نسبت بہت کم حالات معلوم ہو سکتے ہیں لیکن جسقدر بھی معلوم ہوئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہیں پڑھ اور سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خون رگوں میں جم جاتا ہے صرف ہسپانیہ میں ۱۴۸۱ء سے لیکر ۱۸۰۸ء تک ان عدالتوں کے فتاوی کی رو سے (۳۲۳۸۲) آدمی زندہ جلائے گئے (۱۶۹۱۷) کے بت بنا کر جلائے گئے۔ اور (۲۹۱۴۵۰) کو ان کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے مختلف میعادوں کے لئے قید کی سزائیں دی گئیں۔ جوں جوں علم ترقی کرتا گیا۔ اس ناپاک عدالت کے اختیارات کم ہوتے گئے۔ اور یہاں سے لوگوں کو سزائیں بھی کم ملنے لگیں چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پہلے گریٹڈ ان کوی زیٹر (حاکم عدالت) ٹورکی ماڈا نے ۱۷ سال کے عرصہ میں دس ہزار آدمیوں کو زندہ جلوا دیا اور ایک لاکھ کو قید کر کے ان کی جائدادیں ضبط کر لیں۔

اس موقعہ پر اگر ان تمام طریقوں کا ذکر کیا جائے۔ جنکے ذریعہ ان عدالتوں کے ممبروں کو قتل کیا جاتا تھا۔ تو یقیناً ان سارے عذابوں کو مفصل طور پر بیان کرنا پڑے گا جنہیں انسان اپنے بنی نوع کے لئے تلاش کر کے اپنے کینے کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور جن کا صرف تذکرہ پڑھنے سے ہی انسانیت کو عار آنے لگتی ہے۔ کیونکہ علاوہ خفیہ عذاب اور قتل کے یہ منحوس عدالتیں انسانی زندگی کو تلف کر کے خوشی منایا کرتی تھیں۔

مجرموں کو قتل کرنے کے بیشمار طریقوں میں سے ایک وہ بھی تھا۔ جسے آٹوڈافی کہتے تھے۔ اس کے متعلق ایک شخص چشمدید کیفیت یوں بیان کرتا ہے۔ کہ آٹوڈافی کسی بڑے تیوہار کے موقعہ پر ہوتا تھا تاکہ مجرموں کی عبرتناک سزاؤں کا تماشائیوں پر خوب اثر پڑے بہر نوع یہ بات ضروری ہوتی تھی کہ اس روز اتوار ہو۔ جب کبھی اس قسم کا خوفناک منظر پیش ہونے والا ہوتا تھا۔ تو وہ مینکن راہبوں کا ایک جلوس نکلتا تھا۔ اور ان راہبوں کے پیچھے پیچھے وہ لوگ ہوتے تھے جو اپنے کفر سے تائب ہو چکے ہوں۔ ان کے گلے میں بے آستینوں کے سیاہ کوٹ ہوتے تھے۔ اور وہ ننگے پاؤں چلتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے ہاتھوں میں ایک ایک جلتی ہوئی موم بتی ہوتی تھی ان کے پیچھے پیچھے وہ لوگ ہوتے تھے جو جلائے جانے کی سزا سے بچ گئے ہوں۔ انکے کوٹوں پر نیچے کی طرف اٹھنے والے شعلوں کی تصویریں ہوتی تھیں۔ ان کے بعد وہ لاذہب ہوتے تھے جنہیں زندہ جلایا جانا ہو۔ ان کے کوٹوں پر اوپر کو اٹھتے ہوئے شعلوں کی تصویریں ہوتی تھیں۔ اور ان کے بھی پیچھے وہ لوگ ہوتے تھے جو رومن مذہب کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں ان کی پوشاک پر الٹتے ہوئے شعلوں کے علاوہ چھاتی کی طرف کتوں۔ سانپوں اور دیوؤں کی تصویر ہوتی تھیں جن کے منہ کھلے ہوتے تھے۔

Marfat.com

ہر ایک قیدی کے ساتھ عدالت کا ایک ایک فیملیر ہوتا تھا۔ اور جن کو جلایا جانا ہوتا ان کے دونوں طرف ایک ایک پادری ہوتا تھا۔ جو متواتر انہیں تائب ہونے کی تاکید کرتا رہتا تھا۔ قیدیوں کے پیچھے پیچھے گھوڑوں سوار فیملیر اور خچروں پر سوار انکوزیٹر ہوتے تھے۔ اور سب سے اخیر میں انکوی زیٹر جنرل عدالت کا افسر اعلیٰ ایک گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔ اور اس کے آگے آگے سبز فیتے کی سیاہ ٹوپیوں والے دو آدمی ہوتے تھے۔

رینالڈس نے اپنے ناول دیگزوی دھیرولف میں آٹوڈافی کا ایک سچا نظارہ کھینچا ہے۔ سنا جاتا ہے۔ کہ پھانسی کی شکل کی کوئی چیز ایسے کھلے میدان میں کھڑی کی جاتی تھی جس میں دو تین ہزار آدمی سما سکیں۔ اس میدان کے ایک سرے پر انکوی زیٹر (افسران عدالت) اور دوسرے پر قیدی ہوتے تھے۔ سب سے پہلے انکوی زیشن کی تعریف میں وعظ ہوتا تھا جس کے بعد ایک راہب اس پھانسی کے تختے پر چڑھ کر ان مجرموں کا آخری فتویٰ سناتا تھا جنہیں جان سے مارنا ہوتا تھا۔ اور انہیں دنیاوی عدالت کے سپرد کرتا ہوا کہتا تھا۔ کہ ان کے خون کو نہ چوا جائے نہ ان کی جان خطرے میں ڈالی جائے۔ اس طرح جب قیدی سول مجسٹریٹ کے حوالے ہو جاتے تو انہیں بھاری زنجیروں میں جکڑا جاتا۔ اس کے بعد انہیں جیل میں لے جا کر گھنٹے دو گھنٹے میں سول مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جاتا تھا جو ان سے پوچھتا تھا تم کس مذہب میں مرنا چاہتے ہو؟ اس پر جو لوگ کہتے کہ ہم چرچ آف روم کی گود میں مرنا چاہتے ہیں۔ ان کا گلا گھونٹ کر اور جو دوسرے مذہب میں مرنا چاہتے ہیں۔ انہیں زندہ جلائے جانے کا حکم دیا جاتا۔

اب مجرموں کو فوراً مقتل میں پہنچایا جاتا جہاں جلائے جانے والے قیدیوں کی تعداد کے مطابق چتائیں تیار کی جاتی تھیں۔ سب سے پہلے ان لوگوں کی باری آتی تھی جنہیں گلا گھونٹ کر مارا اور پھر جلایا جاتا تھا۔ ان کے بعد زندہ جلائے جانے والوں کو زینہ کے ذریعہ اپنی اپنی چتا پر چڑھایا جاتا۔ اور جس وقت جلاد لوگوں کے بار بار کہنے پر بھی وہ تائب ہونا منظور نہ کرتے تو وہ انہیں شیطان کے حوالے کر کے مدامی تباہی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ شیطان تمہارا کہنی کے پاس کھڑا ہے۔ اور وہ تمہیں جہنم کے عذاب میں لے جائے گا۔ اس پر بلند زور سے نعرہ لگایا جاتا۔ اور لوگ کہتے کتوں کی ڈاڑھیاں بناوٹ۔ اس کی ترکیب یہ تھی کہ لمبے لمبے بانسوں پر مشعلیں لگا کر انہیں روشن کیا جاتا۔ اور مشعلوں کو ان بدقسمتوں کے چہرے کے نزدیک لے جا کر انکی داڑھیاں اور منہ جھلس دیتے۔ اور سیاہ کر دیتے تھے۔ اس آفاریں خلقت جو میدان میں جمع ہوتی تھی۔ وہ برابر خوشی کے نعرے لگاتی رہتی۔ گویا اس بے رحمی سے اسے بہت حظ حاصل ہوتا تھا۔

مخفی نہ رہے کہ مجرم کو چتا کے بالائی حصے کے ساتھ جکڑا ہوا ہوتا تھا۔ اور اس لئے وہ ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلا سکتا تھا

اس کے بعد چتا کے نیچے ہلکی ہلکی آگ جلائی جاتی جس کا شعلہ شاذ و نادر ہی اس جگہ سے اونچا اٹھتا تھا جس پر مجرموں کو بٹھایا جاتا تھا۔ اور اس طرح پر یہ بدنصیب لوگ جلتے نہیں بلکہ آہستہ آہستہ بھنتے رہتے تھے۔ ہر چند کہ یہ نظارہ رقت انگیز ہوتا تھا اور مجرم (جنہیں حقیقت میں ہم کسی طرح پر مجرم نہیں کہہ سکتے) برابر دردناک آوازیں چلاتے رہتے تھے۔ اور کہتے تھے "خدا کی محبت کے لئے رحم کرو"۔ تاہم ہر جنس اور عمر کے لوگ اس نظارے کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور اطمینان کا اظہار کرتے تھے۔ شکر ہے کہ پچھلی صدی میں یہ بدعت ان دونوں ملکوں سے دور ہو چکی ہے جہاں اس کا بہت بڑا غلبہ تھا۔

اکتوبر ۱۸۲۱ء میں لزبن کی عدالت کا ایک خاص اجلاس ہوا جس میں انکوی زیشن کے موقوف کئے جانے کا حکم دیا گیا۔ اور ایک ممبر نے تجویز کیا۔ کہ جہاں جہاں اس قسم کی عدالتیں قائم تھیں۔ وہاں ذیل کا کتبہ کندہ کروا دیا جائے

"خدا کی دوامی لعنت اس پر تیگیز پر ہو۔ جو اس قسم کی شیطانی ایجاد کو قابل نفرت نہیں سمجھتا"

عدالت کے حکم سے انکوی زیشن کے قید خانوں کے دروازے کھول دیئے گئے تاکہ لوگ ان کے اندرونی حالات سے واقف ہو سکیں۔ ان دنوں ایک انگریز لزبن میں مقیم تھا۔ جس نے ان قید خانوں کے مفصلہ ذیل حالات لکھے ہیں:۔

۸ اکتوبر کو لزبن کی انکوی زیشن پبلک کے معائنہ کے لئے کھول دی گئی۔ اور چار روز تک تماشائیوں کا وہ ہجوم ہوا کرتا تھا۔ کہ لوگ دروازے میں داخل ہونا خطرناک خیال کرتے تھے۔ یہ عمارت مستطیل وضع کی تھی اور اس کے وسط میں ایک صحن تھا۔ عمارت کی تین منزلیں تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک میں متعدد مسقف راستے تھے۔ جن کے ساتھ ساتھ بہت سی چھوٹی بڑی کوٹھڑیاں تھیں۔ ان کوٹھڑیوں میں سے بعض ۶ × ۷ اور بعض ۸ × ۹ فٹ تھیں۔ ہر کوٹھڑی کو دو ہرے دروازے لگے ہوئے تھے جن میں سے بیرونی کواڑ مضبوط شاہ بلوط کی لکڑی اور اندرونی لوہے کے تھے۔ نچلی اور درمیانی منزل کی کوٹھڑیوں میں کھڑکیاں تھیں۔ اور اس وجہ سے جب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ تو کوٹھڑیوں میں روشنی نہیں داخل ہو سکتی۔ بالائی منزل کی کوٹھڑیاں باقی کوٹھڑیوں سے بڑی تھیں۔ اور ان کی چھتوں میں چمنی نما سوراخ بنے ہوئے تھے جن میں سے آسمان نظر آتا تھا۔ ان کمروں میں صرف ان لوگوں کو رکھا جاتا تھا جن کی نسبت خیال ہوتا کہ انہیں بری کر دیا جائیگا۔ تینوں منزلوں کے کمرے مسقف تھے۔ اور ہر ایک کمرے کی چھت میں ایک ایک انچ قطر کا ایک ایک سوراخ تھا جس کے پاس سے ایک راستہ (چھت کے اوپر سے) گذرتا تھا۔ یہ سوراخ اس مطلب کے لئے رکھے ہوئے تھے کہ مقدس دفتر کے

Marfat.com

ملازم جس وقت چاہیں خود پوشیدہ رہ کر قیدیوں کی حالت معلوم کر سکیں۔ یا اگر ایک ہی کوٹھڑی میں دو قیدی بند ہوں تو ان کی گفتگو سن سکیں۔ ان پوشیدہ راستوں میں دیکھنے کی جگہ مختلف مقامات پر اس طرح بنالی گئی تھی۔ کہ ایک شخص ایک جگہ بیٹھا ہوا آس پاس کے دو کمروں میں جھانک سکتا تھا۔ کیونکہ اُسے اپنی توجہ ایک سوراخ سے ہٹا کر دوسرے کی طرف کرنے میں صرف اپنے سر کو حرکت دینا پڑتی تھی۔ جن لوگوں کو قیدیوں کی گفتگو وغیرہ سننے کیلئے متعین کیا جاتا تھا۔ انکی جوتیاں کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ تاکہ قیدیوں کو ان کے پاؤں کی آہٹ نہ سنائی دے۔

بارہا ایسا ہوتا تھا۔ کہ مقدس دفتر کا کوئی فیملیر قیدیوں کے بھیس میں کسی دوسرے قیدیوں کے ساتھ بند کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ اس بدنصیب کی زبانی اس قسم کی باتیں کہلائے جو بعد ازاں اسی کے خلاف بطور شہادت استعمال کی جائیں۔ میں نے بہت سی انسانی کھوپریاں اور ہڈیاں دیکھیں۔ جن میں بعض تو ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ مدت سے وہیں پڑی ہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی انگلیوں سے انہیں نہایت آسانی کے ساتھ توڑ لیا۔ لیکن بخلاف اس کے بعض ہڈیاں تازہ اور سخت بھی تھیں۔ بہت سی کوٹھڑیوں میں بدنصیب قیدیوں کے نام دیواروں پر موجود تھے۔ اور بعض پر لکیریں کھینچی ہوئی تھیں۔ جن سے غالباً یہ مراد تھی۔ کہ فلاں شخص اس کوٹھڑی میں اتنے دن یا اتنے ہفتے قید رہا۔ ایک کوٹھڑی کی دیوار پر میں نے بارہ سے زائد اس قسم کی لکیریں گنیں۔ ایک اور کوٹھڑی کی دیوار پر لکھا ہوا تھا۔ فرانسسکو جوزف کاروالہاس کوٹھڑی میں مارچ ۱۸۰۹ء کی آخری تاریخ کو داخل ہوا اور جتنی اس دیوار پر لکیریں ہیں اتنے دن اس میں قید رہا۔ (انتخاب لاجواب۔ ۹ مارچ ۱۹۱۰ء)

ہسپانیہ کے عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کا کس بیرحمی سے قلع قمع کیا

حالانکہ ہسپانیہ کو مسلمانوں نے باغ بنا دیا

جب مسلمان ہسپانیہ میں کمزور ہو گئے اور عیسائیوں نے اُن پر تسلط حاصل کر لیا۔ تو انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا۔ اور لاکھوں کو قتل کر دیا۔ دنیا میں کسی فاتح قوم نے اتنا ظلم نہ کیا ہوگا جتنا کہ اندلس و ہسپانیہ کے عیسائیوں نے مسلمانوں پر کیا ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو۔ تو ہم آپ کو اندلس لئے چلتے ہیں۔ یورپ کے کتب خانوں کی سیر کرائیں گے۔ اور دکھلائیں گے۔ کہ علم نباتات۔ حیوانات۔ طبعیات۔ کیمیا۔ ہیئت۔ ریاضی۔ ہندسہ اور طب میں

Marfat.com

ہم نے کتنی ترقی کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یورپ والوں نے یہ سب فن ہم ہی سے سیکھے ہیں۔ خود یورپ کے مصنفین مقر ہیں۔ کہ ہسپانیہ کے مدارس میں یورپ کے طلاب زانوئے ادب مسلمان استادوں کے سامنے تہ کرتے تھے۔

اسپین والوں کو ہم ہی نے تجارت و حرفت کا شوق دلایا۔ معدنیات ہم نے کھود سے۔ اسلحہ۔ ریشمی کپڑا۔ اور دباغت کیا ہوا چمڑا اور شکر یہ سب چیزیں ہم ہی نے تیار کرنی سکھلائیں۔ اور ان چیزوں کو ہم نے تمام دنیا میں بھیجنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے اسپین میں دولت پھٹ پڑی اور ہر غریب امیر ہو گیا۔ زراعت میں وہ ترقی کی کہ اس وقت تک اندلس میں جو زراعت آبپاشی موجود ہیں۔ وہ سب ہمارے ہی نکالے ہوئے ہیں۔ جن پر اب تک یورپ والے عش عش کر رہے ہیں نیشکر۔ شہتوت۔ چاول۔ کپاس۔ کیلے کی کاشت وہاں ہم ہی نے پہلے جاری کی۔ اور سارے اندلس کو باغ ارم کا نمونہ بنا دیا۔

جب ہم نے تعمیرات عامہ کی طرف قدم بڑھایا تو مسافر خانے مٹر کیں۔ پل شفا خانے مساجد ہر طرح کی عمارتیں کثرت سے بنوا ڈالیں۔ افسوس ہماری یادگاروں کو ہمارے جانشین عیسائی فرمانرواؤں نے خوب مٹایا۔ مگر پھر بھی ہماری یادگاریں ایسی باقی رہ گئیں جو قیامت تک نہ مٹیں گی۔

عیسائی تعصب بڑے پادری نمی نیز نے غرناطہ کے کتب خانہ کی بیش بہا کتب جنکی تعداد اسی ہزار تھی۔ صرف اس لئے جلا دیا کہ یہ مسلمانوں کی یادگار ہیں۔ مگر اس کا پھل اس نے صرف یہ پایا کہ غرناطہ جہاں لکھوکھا عالم فاضل رئیس امیر کبیر بستے تھے اب وہ ویران حالت میں ہے۔

قرطبہ مختلف علوم و فنون کا مرکز قرار پا گیا تھا۔ اس کا مقابلہ اس وقت کے یورپ کے دارالخلافہ نہیں کر سکتے اس وقت اس کی آبادی تین لاکھ تھی۔ اور اب اس کی آبادی صرف بیالیس ہزار کی ہے۔ اور اب اس کو مقبرہ کہنا بجا ہے ہماری جہازی قوت کا یہ حال تھا۔ کہ مشرق و مغرب کی تجارت ہمارے ہاتھوں بک چکی تھی۔ ہم نے وہاں کی رعایا کو کامل آزادی دے دی تھی۔ چنانچہ وہاں کے بڑے اسقف کو اختیار تھا۔ کہ اپنے مقلدوں کے مقدمے کیا کرے جیسا کہ اس کے بعد ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کر کے وہاں کے بڑے یونانی اسقف کو اپنے ہم مذہبوں کے کل قضایا طے کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ اور اب تک یہی سلسلہ جاری رکھا

شہر اشبیلیہ میں ۸۲ھ میں پادریوں نے ایک مذہبی عدالت قائم کی۔ اور ۸۵ھ میں قرطبہ میں بھی ایسی ہی عدالت قائم کی گئی۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے عہد میں سینکڑوں گرجے تعمیر ہوئے۔ عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے

برابر حقوق رکھتے تھے۔ بہادری کا یہ عالم تھا۔ کہ جس شخص میں یہ دس صفتیں نہ ہوتی تھیں۔ وہ بہادر نہ کہلاتا تھا۔ نیکی۔ شجاعت خوش اخلاقی۔ شاعری۔ فصاحت۔ طاقت جسمانی۔ سہسواری۔ نیزہ بازی۔ شمشیر زنی۔ تیر اندازی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ والی قرطبہ نے جو مسلمان تھا شہر طلیطلہ کا محاصرہ کیا۔ اور وہاں کا فرمانروا ایک عیسائی ملکہ تھی۔ اثنائے محاصرہ میں شہزادی نے قلعہ کے اندر سے کہلا بھیجا۔ کہ عورتوں پر حملہ کرنا بہادری کا شیوا نہیں ہے مسلمان سپہ سالار نے فوج فوراً اٹھالی۔ اور اس کا جواب یہ کہلا بھیجا کہ اچھا مجھے شہزادی کے حضور میں سلام کرنے کی عزت حاصل ہو۔

قرطبہ۔ اشبیلیہ غرناطہ اور طلیطلہ میں ہمارے فن تعمیر کو جس کا جی چاہے جا کر دیکھ لے۔ وہ بے نظیر یادگاریں ہماری باقی ہیں جن کی ایک محراب کو آجکل کے انجینئر سمجھ بھی نہیں سکتے۔ مسجد قرطبہ اشبیلیہ کا سقف۔ غرناطہ کا الحمرا اور الحمرا میں کھڑکیاں اور بستان سرائیں۔ دار الاقامتیں اور الاسود کوشک کی محرابیں۔ یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں کہ کسی کا قلم ان کا بیان کر سکے۔ یہ طلسمات ہیں جنہیں جنات نے بنایا۔ یا مضبوطی میں پہاڑ ہیں جنہیں دیووں اور پریوں نے تعمیر کیا۔ نو سراج سکے والان کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ مگر ہائے افسوس ناقدردانوں نے ان یادگاروں کے ساتھ نہایت بیرحمی اختیار کی۔ چارلس پنجم نے الحمرا کا ایک حصہ کسی غرض سے توڑ ڈالا۔ اس کے چونہ سے اور عمارت بنائے۔

ایک فرانسیسی لکھتا ہے۔ کہ وہ چینی کی پر تکلف ٹختیاں جو قصر کے دالانوں میں نصب تھیں چند سال قبل پیسکر چونہ بنانے کی غرض سے فروخت کر دی گئیں۔ مسجد کا کانسی کا دروازہ پرانے تانبہ کے نام سے بکا۔ بیش بہا لکڑی کے کندہ کئے ہوئے دروازے جو دار بنی سراج میں لگے ہوئے تھے ایندھن کے کام میں لائے گئے۔ اور پھر اس عمارت کو قید خانہ بنایا۔ الغرض جہاں تک اسپین والوں سے ہو سکا مسلمانوں کی یادگاروں کو خوب مٹایا مگر پھر بھی نہ مٹیں۔ مولانا حالی گویا ہسپانیہ کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔ (مسدس)

جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر — یہ ہے بیت حمرا کی گویا زباں پر

کہ تھے آل عدنان سے میرے بانی
عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت ان کی — عیاں ہے بلنسیہ سے قدرت ان کی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت ان کی — ٹپکتی ہے قادس میں سرحسرت ان کی
نصیبے نکا شبیلیہ میں ہے سوتا — شب و روز ہے قرطبہ انکو رونا

Marfat.com

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے — مساجد کے محراب دور جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے — خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

جلال ان کا ہے کھنڈروں میں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

ہم نے جب اسپین میں حکومت کی بنیاد ڈالی تو وہاں کی عیسائی رعایا پر مہربانیاں کیں۔ اور جب ہمارا انحطاط ہوا۔ تو عیسائیوں نے ہم پر ۱۴۹۹ء سے وہ مظالم توڑے کہ جن کو سنکر سنگدل آدمی کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ لاکھوں مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا۔ دس لاکھ مسلمانوں کو بلیڈ نامی پادری نے اس بنا پر قتل کرا دیا کہ ہمارا ان کا فیصلہ عقبیٰ میں ہو جائیگا ۱۶۶۰ء میں حکومت نے اشتہار دیا۔ کہ تمام مسلمان ایک دفعہ ملک چھوڑ دیں۔ جن میں ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان جب جہازوں میں روانہ ہوئے۔ تو ایک لاکھ کو راستہ میں قتل کر دیا گیا۔ دوبارہ فتح اسپین سے لیکر مسلمانوں کے اخراج تک تیس لاکھ رعیت بیجز نکال دی گئی۔ مگر یہ تیس لاکھ رعایا ملک کی جان تھی۔ اس اخراج کے بعد اسپین کی کیا حالت ہو گئی سب جانتے تھے۔ کہ اسپین نے کبھی ترقی نہیں کی۔ اور آج تک بھی وہ گوشہ گمشدگی میں ہے۔ وہ اندلس جس نے ایک زمانہ تک اس قدر عروج پایا تھا۔ دفعتہً ادنیٰ سے ادنیٰ تنزل پر آ گیا۔ زراعت۔ حرفت۔ تجارت۔ علوم ادب مردمشماری سب یک لخت گھٹ گئی۔ اس وقت سے کئی صدیاں گذر چکی ہیں مگر اندلس نے باوجود کوششوں کے اب تک سر نہیں ابھارا۔ طلیطلہ میں جبکی مردم شماری مسلمانوں کے وقت میں دو لاکھ تھی اب کل سترہ ہزار ہے قرطبہ میں دس لاکھ کی بجائے صرف بیالیس ہزار نفوس رہتے ہیں۔ ولایت سلمنکا میں سوا سو بڑے شہر کے اب صرف تیرہ رہ گئے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی مثال جبری تسلط کی ہو سکتی ہے۔ اندلس میں مسلمانوں سے پہلے شائستگی اور تمدن نداردھا۔ مسلمانوں کے وقت میں تمدن اعلیٰ درجہ کا ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے جانے کے بعد سے شدید تنزل آ گیا۔ (از پیسہ اخبار)

قدیم ایرانیوں میں ادنےٰ ذاتوں کو علم تک نہیں سیکھنے دیتے تھے

ایرانیوں میں رواداری کا یہ حال تھا کہ ادنےٰ اقوام کے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھلانے کی اجازت نہ تھی۔ بعینہٖ جس طرح ہندو شودروں کے کان میں ویدکی آواز تک پڑ جانے کے روادار نہ تھے یا سیانوں میں نوشیروان عادل مشہور ہے۔ ایک کفن دوز نے ہزار ہا روپیہ پیش کر کے اپنے لڑکے کے لئے تعلیم کی اجازت مانگی مگر نوشیروان نے

نامنظور کردی۔ ایسا ہی ایک موچی کی درخواست نامنظور کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ فردوسی ؎

ہنر یابد از مرد سوزہ فروش — سپارد بدو چشم بینا و گوش
بدست خردمند مرد نژاد — نماند بجز حسرت و سرد باد

عورتوں کی حالت بھی زبوں تھی۔ فردوسی ؎

کسے کو بود مہتر انجمن — کفن بہتر او راز فرمان زن
نکو گفت دانا کہ دختر صیاد — چو باشد بجز خاکش افسر مباد

عیسائیوں میں رواداری کی کمی

سائیڈل اسکندریہ کے بشپ۔ . . . . . نے ایک نوجوان عورت ہائی پیشیا کو جو ۴۱۵ء میں ارسطو اور افلاطون کے فلسفہ پر لکچر دیتی تھی یہ کہہ کر کوڑے لگائے اور پھر گھسیٹتے ہوئے چرچ میں لے گئے جہاں ایک راہب کے ڈنڈے سے اس کا سر توڑا گیا۔ لاش ننگی کی گئی۔ اس کے بدن سے گوشت نوچا گیا۔ اور ہڈیاں آگ میں جلائی گئیں۔

یوحنا حواری کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب اس کے غسل خانہ میں ایک آزاد مشرب عیسائی داخل ہوا تو وہ جھٹ باہر نکل آیا کہ اس وجہ سے اسکا غسل خانہ گر پڑے۔

چوتھی صدی عیسوی سے ۶۸۰ء تک حضرت عیسیٰؑ کی الہیت کی نسبت کئی کونسلیں منعقد ہو کر اور ان میں عقائد مذہبی طے پا کر عیسائی ہزارہا فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ رہبانیت کا اثر کم نہ ہوا۔ کہ لاکھوں کی تعداد میں راہب پیدا ہوئے جنہوں نے علم و حکمت کی سخت مخالفت شروع کی۔ بت پرستی کا رواج بڑھ گیا۔ معجزوں اور تبرکات پر ایمان کا اعتبار جا ٹھہرا۔ بجائے دوا کے دعا کی طرف رجوع کیا گیا۔ خدا بھول گیا۔ علم و حکمت کی ممانعت کی گئی۔ علاج بھی معجزوں کے ذریعہ کیا جاتا۔ بزرگوں کی ہڈیاں اور آثار فروخت کئے جاتے اور جسقدر کوئی زیادہ قیمت دیتا خرید لیتا۔ جیسا کہ سائیڈل بشپ اسکندریہ نے ہائی پیشیا کی نسبت ایسا سلوک کیا (جو اوپر مذکور ہوا) تو ایتھنز میں قیصر جسٹی نین نے ۵۲۶ء میں فلسفہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ حریت رائے اور حریت عمل ایسی دبائی گئی کہ قریباً ایک ہزار سال تک دنیا میں اس کا نام و نشان نہ رہا۔

بشپہائے اسکندریہ انطاکیہ قسطنطنیہ۔ کارتھیج اور بشپ روم کے درمیان دربارہ افضلیت مرتبہ

Marfat.com

جیگر ڈالا۔ آخر قسطنطنیہ اور روم کے بشپوں کے مابین سخت مقابلہ کے بعد بشپ گریگری نے ۵۹۰ء میں اپنا لقب پوپ (پاپا) اختیار کر کے پوپ گریگری اعظم کے نام سے ملقب ہوا۔ پوپ مسیح کے نائب سمجھے جاتے ہیں اور بہشت و دوزخ کی چابیاں پیٹر نے انہیں کے سپرد کی تھیں۔ پوپ معصوم ہے۔ اور اس کا فیصلہ ناطق سمجھا جاتا ہے۔ یہ علم و حکمت کے مخالف تھے حکماؤ فضلاء کو قتل کرا دیتے تھے چنانچہ انہوں نے یہ قانون پاس کر دیا کہ کوئی عیسائی نہ لکھے نہ پڑھے۔ پادری صرف وہی کتابیں پڑھیں۔ اور جو تعبیر ان کی پوپ کرے۔ وہی واجب التسلیم والاتباع سمجھی جائے۔

قیصر جارڈین نے تیس ہزار یہودی ملک شام سے ہسپانیہ میں جلاوطن کر دئے تھے۔ قیصر جسٹی نین نے ۵۲۷ء تا ۵۶۵ء ایک مجموعہ قانون مرتب کیا جس میں تیس عیسائی فرقوں کے حقوق و فرائض کی تشریح کی گئی۔ اور عام طور پر اعلان کر دیا گیا کہ جو کیتھلک مذہب کی پیروی نہ کریں گے انہیں کوئی ملکی عہدہ نہ دیا جائے۔ اور نہ یہودیوں کو فوجی یا جوڈیشل عہدے دئے جائیں۔ مرتد و ملحدین جمع نہ کر سکیں۔ اور ان کی کتابیں جلا دی جائیں۔ اور وہ کوئی رسم بپتسمہ وغیرہ اپنے ضمیر کے مطابق عمل میں نہ لا سکیں۔

دسویں صدی عیسوی میں جب عیسائیوں پر رومی قیصروں نے تعدیاں شروع کیں تو عیسائی مقتل میں لائے جاتے تھے جبتک ایک آزاد مشرب عیسائی کے ساتھ ایک کیتھلک عیسائی کھڑا نہ ہوتا اسے قتل نہ کیا جاتا کہ مبادا اس کی لاش ایک بدعتی عیسائی کی لاش کے پاس پائی جانے سے مستوجب عذاب سمجھی جائے۔

الغرض چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں عیسائی دنیا میں راہبوں کے غول در غول تثلیث کا پیچیدہ عقیدہ اس پر تو بت آمیز تثلیث کے لئے مستزاد حواشی اور پھر مریم پرستی اور بت پرستی کا اضافہ کونسلوں پر کونسلیں اور ان کے تشویش افزا فیصلے۔ بلوے خونریزیاں فتنے اور فساد برپا رہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اگر آدم گناہ کا مرتکب نہ ہوتا تو بنی نوع انسان کبھی نہ مرتے اور یہ گناہ آدم سے حوا نے کرایا۔ اس لئے عورتوں کی حالت یونانیوں رومیوں ایرانیوں اور ہندوؤں میں ذلیل تھی۔ عیسائیوں میں ذلیل ترین ہو گئی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ تمام عیسائی دنیا کے علماء و فضلا ایک عظیم الشان جلسے میں جمع ہوئے کہ آیا عورت میں روح ہے یا نہیں۔ اور بڑے بحث و مباحثہ کے بعد کثرت رائے سے قرار پایا کہ عورت میں روح ہے۔ ورنہ اس سے پہلے عیسائی دنیا میں عورتیں بیچاریاں بے روح سمجھی جاتی تھیں۔

مصر کا بڑا کتب خانہ جو آگ سے بچ گیا تھا سکندریہ کے بشپ تھیوفلس نے جلا دیا۔ یہ

تہی کتب خانہ ہے جس کے جلانے کا اتہام حضرت عمرؓ پہ لگایا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب یونانی مصری اور ایران کے بھی یہودی لوگ تھے رومیوں کے ماتحت تھے۔ جو عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے اور ان عیسائی مقبوضات پہ کے قبضہ اقتدار میں تھے علم و حکمت اور انسان و انسانیت پہ جو جو مظالم توڑے۔ ان کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے اور دل لرز جاتا ہے (رسالہ وعظ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ۔ اسلام اور رواداری)۔

میکسیکو اور پیرو کے باشندوں پر عیسائی حملہ آوروں کے بے انتہا مظالم

سولہویں صدی کو جس میں اہل یورپ امریکہ میں جا کر آباد ہوئے کچھ بہت زیادہ نہیں گذرا۔ اس صدی میں یورپ کی بہت سی قوموں کے حال سے امریکہ کے اصلی باشندوں پر کونسا ظلم اور کونسی بے رحمی ہے جو روا نہیں رکھی گئی میکسیکو اور پیرو جو امریکہ کے دو شائستہ ملک تھے۔ وہاں کے فتوحات پر جو وحشیانہ ظلم ہسپانیہ والوں نے ڈھائے ان کی نظیر دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملیگی کورٹیز جو ہسپانیہ کا رہنے والا اور میکسیکو کا فاتح تھا۔ اس نے اور اس کے بعد آنے والے جرنیلوں نے یہ ٹھان لی تھی کہ میکسیکو کو ویران کر دیجئے اور وہاں ہسپانیہ کی ایک کالونی آباد کیجئے۔ چنانچہ ان سے جہاں تک ہو سکا انہوں نے وہاں کے قدیم باشندوں کے نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کورٹیز نے میکسیکو کے شہنشاہ مونٹی زوما کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور اس کی رعایا کو اس کی آنکھ کے سامنے جلایا۔ اور قتل کرایا۔ بڑے بڑے آلاؤ جلائے گئے جن میں ہزارہا بنی آدم عام طور پر بے گناہ جلائے جاتے تھے معصوم بچوں کے روبرو انکی مائیں اور باپ ہزار عقوبت و سختی آگ میں جھونک دیئے جاتے تھے۔ دیہات اور جنگلوں میں ہزاروں آدمی شکار کئے گئے۔ یہ وہ اڈا تھا جہاں سے ہسپانیہ کے وہی مقدس اور مہذب عیسائی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو غرناطہ سے ایک ناپاک اور گنہگار قوم ہونے کا اتہام لگا کر نکالا تھا جن کا خیال تھا کہ مسلمان اس لائق نہیں ہیں۔ کہ فرشتہ صفت عیسائیوں کے ہمسایہ اور ہم وطن ہو کر رہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً ایک ملین (دس لاکھ) بنی آدم ان مقدس عیسائیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی عقوبت اور سختی کے ساتھ مارے اور جلائے گئے۔ یہی حال کچھ دنوں بعد پیرو کی سلطنت کا ہوا۔ یہ ایک جنوبی امریکہ میں بحرالکاہل کے کنارے پر واقع ہے۔

Marfat.com

ایک شخص فرنیسیلہ پریزرو کو جو غالباً اطالیہ کا رہنے والا ایک مجہول النسب آدمی تھا جنوبی امریکہ میں سونا حاصل کرنے اور وہاں سے سونا چاندی رولنے کا مدت سے خیال تھا۔ اس نے پانامہ اور اس کے قریب کسی اور مقام میں ایک جماعت کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک بیڑہ جہازوں کا اور کچھ سپاہ اس کے ماتحت ملک پیرو کو جسکے متمول کی اس زمانہ میں بہت شہرت تھی روانہ کریں۔ چنانچہ اس سامان کے ساتھ وہ وہاں پہنچا۔ اور ایک دو حملوں کے بعد اس ملک پر قابض ہوگیا۔ پھر تو کوئی ظلم و تعدی ایسی نہ تھی۔ جو پیرو کے اصلی باشندوں پر روا نہ رکھی گئی ہو۔ ان سے سونا اور چاندی چھین چھین کر اپنے ملک کو بھیجتا تھا۔ ہزاروں بندگانِ خدا اس کے ظلم و ستم سے ملک چھوڑ چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے۔ جہاں وہ فاقے کر کر کے آخرکار مر جاتے تھے۔ اور ہزاروں قتل کر دیئے جاتے تھے۔ تمام مورخوں کا اتفاق ہے کہ ایسی بے رحمی کبھی دنیا میں نہیں ہوئی۔

انگریزی مورخوں کا بیان ہے کہ آسٹریلیا کے قدیم باشندوں پر بہت سختی نہیں کی گئی۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہاں سختی کی کچھ ضرورت بھی نہ تھی۔ وہ بیچارے اس درجہ ناہموار بے ڈول اور ناشائستہ تھے کہ فاتحوں کی سورتیں ان کی ٹیپ ٹاپ اور چمک دمک دیکھ کر شرم کے مارے زمین میں گڑ جاتی تھیں۔

رومن کیتھلکوں اور پراٹسٹنٹوں کا باہمی سلوک

سولھویں صدی میں پوپوں کی زبردستیوں سے بیزار ہو کر جبکہ ریفارمیشن (اصلاح) شروع ہوئی۔ اور پروٹسٹنٹ مذہب پیدا ہو گیا۔ تو یورپ کے مختلف ملکوں میں پہلے پراٹسٹنٹوں اور مصلحوں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے گئے۔ اور پھر اپنی باری سے مدتوں کی جور و جہد کے بعد پراٹسٹنٹوں کی طرف سے رومن کیتھلکوں پر جور و تعدی کا بازار گرم ہوا۔ لیکن دونوں فریقوں نے تعصب کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آگ اور تلوار سے اپنے اپنے مخالفوں کی خوب خبر لی۔ یہاں تک کہ ۱۶۸۰ء میں آسٹریا اور انگلستان میں پراٹسٹنٹوں کو ادائے فرائض مذہبی میں آزادی دی گئی۔ اور ۱۷۹۱ء میں فرانس میں پراٹسٹنٹوں کو صرف اتنا حق دیا گیا۔ کہ وہ پرائیویٹ طور پر عبادت کر لیا کریں۔ اور ایسی عبادت کے لئے جو مکان بنائیں ان پر صلیب نہ بنائیں۔ نہ ان میں گھنٹے اور گھڑیاں رکھیں تاکہ رومن کیتھلک لوگوں کے گرجاؤں کے مشابہ نہ نظر آئیں۔ اور ان قوانین کا نام انگلستان آسٹریا و جرمنی وغیرہ ممالک میں ایکٹ آف ٹالریشن (قانون رواداری) رکھا گیا۔ حالانکہ یہ دونوں فرقے عیسائی مذہب ہی کے تھے۔ اور اس وقت سے گیارہ سو سال پہلے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے

مختلف فرقے ایک ہی مسجد میں نماز پڑھتے چلے آتے تھے۔

یہودیوں سے یورپ کی بدسلوکی

یہودیوں پر اس وقت کے یورپین نے جو ظلم ڈھائے ہیں وہ بھی ناگفتہ بہ ہیں۔ ہسپانیہ وغیرہ کئی عیسائی ممالک نے یہودیوں کو اپنے یہاں آباد رکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ جبکہ جوزف دوم بادشاہ آسٹریا نے مذہبی رواداری کا قانون جاری کیا۔ تو یہودیوں سے اتنی رعایت کی گئی۔ کہ وہ شہروں کے باہر رہیں (جیسے ہمارے ہاں آجکل بھنگی (خاکروب) گاؤں کے باہر علیحدہ جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں) اور زمین کے کسی طرح مالک نہ ہو سکیں حالانکہ یہ رواداری کا قانون تھا۔ صرف فلاں فلاں پیشے بطور خدمت ملک کے اختیار کر سکیں۔ مگر ان کے سوائے کوئی ایسے پیشے اختیار نہ کریں کہ جن کے لئے باعث عزت ہوں اور اسی حقارت اور نفرت مذہبی کا بقیہ ابتک چلا آتا ہے۔ کہ آج انیسویں صدی عیسوی میں مہذب یورپ کے کئی ملکوں میں یہودیوں پر ہجوم کر کے لوگ ان کا قتل عام کرتے رہتے ہیں۔

سروئیس کو بداعتقادی کے جرم میں زندہ جلا دیا گیا۔

جب کیل ون نے سروئیس کو صرف اس وجہ سے زندہ جلا دیا تھا۔ کہ اعتقادات تثلیث کے بارہ میں وہ جمہور علمائے نصاریٰ کے خلاف تھے تو سب پراٹسٹنٹ فرقوں نے اس فعل کی بڑی تعریف کی۔ اور تین مصنفوں نے اس کی تعریف میں جداگانہ رسالے لکھے۔

جبکہ ملکہ الزبتھ نے آخرکار آئرلینڈ کو فتح کیا۔ تو وہ وہاں کے کیتھولکوں سے مذہبی کرنا چاہتی تھی۔ اور انہیں کی زبان میں وعظ کرنے والے پادری ان کے لئے مقرر کیا چاہتی تھی۔ آخرکار اسی بحث میں تین دفعہ اس کا فرمان بدلا دیا گیا۔ اور اس کے بعد پھر جیمس اول نے ان سے ہر طرح کی سختی روا رکھی۔

انگلستان میں رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقوں میں شرمناک عداوت۔

انگریز جو آج اپنے آپ کو دنیا میں مذہبی بے تعصبی کا اوتار ظاہر کرتے ہیں۔ اور دیگر اقوام پر متعصب اور مذہبی دلیل ہونے کا الزام لگاتے ہیں ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ خود ان کے ملک میں ملکہ الزبتھ کے عہد میں رومن کیتھولکوں اور پروٹسٹنٹوں کے درمیان مذہبی نفاق اور عداوت اور عدم رواداری کی کیا حالت تھی۔ حالانکہ اسی کے ہمعصر شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہندوستان میں جس قدر بے تعصبی کا عمدہ دورہ تھا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ میں کتاب اے پاپ لیٹنول آف چرچ مشنری نامی سے جو برنس اینڈ اونس لمیٹڈ لنڈن کے کارخانہ کی مطبوعہ ہے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔ اقتباس فدا لیہ ہیں مگر ناظرین پر صحیح حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ کہ تیرہ صدیوں سے زیادہ عرصہ پہلے

اسلام نے جس مذہبی بے تعصبی اور رواداری پر عمل شروع کر دیا تھا۔ انگلستان میں قریباً ہزار سال بعد تک یہ حال تھا اور اس سے بھی بدتر حال باقی یورپ کا تھا بہرحال یہ اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

اپنے لوگوں کو اپنا ہمخیال کرنے کا ہر طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ تمام ملازمان سرکاری کو فوقیت کا حلف اٹھانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ جو لوگ پرلنے مذہب کی حمایت میں کچھ لکھتے تھے۔ پہلے جرم کی صورت میں ان کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جاتا تھا۔ دوسرے جرم میں عمر قید کئے جاتے اور تیسرے کے لئے پھانسی یا تلوار سے قتل کئے جاتے۔ جو لوگ سرکاری نمازوں میں شامل نہ ہوتے ان پر تباہ کن جرمانے صادر کئے جاتے ۱۵۶۲ء میں فوقیت کی حلف ہر کسی سے لی جا سکتی تھی۔ اور دوسری مرتبہ انکار کرنے کی سزا پھانسی یا تلوار کے ذریعہ موت ہوتی تھی۔ اسی طرح ملکہ الزبتھ کے عہد میں سزا کے قانون زیادہ سے زیادہ سخت اور بے رحمانہ ہوتے گئے کیتھلک کلیسا کو قبول کرنا یا دوسرے کو قبول کرانا موت کے مساوی تھا۔ جو شخص فرقہ میں شامل ہوتا۔ سیمنری بریسٹ ہند کسی غیر ملک کے سیمنری میں طالب علم بن کر داخل ہونا بھی موت کے برابر تھا۔ اور اس وقت پارکر جو آرچ بشپ آف کنٹربری تھا ملکہ کو اس کی نرمی کے لئے الزام دیتا ہے۔ اور زور دیتا ہے۔ کہ کیتھلک لوگوں کو زیادہ سختی سے بیخ و بن سے اکھاڑ دے۔

غرضیکہ اس وقت انگلستان میں ایسا ہی سخت ظلم پھیلا ہوا تھا۔ جو اپنی شدت میں قدیم زمانہ کے بے دین بادشاہوں کے ظلم و ستم سے کم نہ تھا۔ بہت سے مقدس پادری شہید کئے گئے۔ اور بہت سے عام لوگ اس وجہ سے غداروں کی خوفناک موت کا شکار ہوتا پڑا۔ کہ انہوں نے بھاگتے بھٹکتے پادریوں کو اپنے مکانات میں پناہ دی تھی۔ شرفا کے مکانات کی مخروبہ پادریوں کو چھپانے کے لئے ہر طرح کی سختی اور بے عزتی سے تلاشی لی جاتی تھی۔ بہتوں کو جیلخانوں میں ڈالا جاتا۔ بہت سے اعلیٰ اور اوسط درجہ کے خاندان جرمانوں کی وجہ سے تباہ ہو گئے اور تمام کیتھلک فرقہ کے لوگ ہر ممکن طریقہ سے پریشان کئے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک پراٹسٹنٹ حکومت نئے اور جھوٹے مذہب کو گورنمنٹ کے حکم سے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے" (کتاب مذکور صفحہ ۲۰۴)۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۸ پر یوں درج ہے:۔

اس اثنا میں پراٹسٹنٹ لوگ کیتھلک لوگوں سے سخت خوفناک جنگ ہر ملک میں کہ جہاں وہ گھس سکتے تھے لڑ رہے تھے۔ ان پر شورش فرقہ داروں نے اپنے آپ کو نہایت دیوانہ وار زیادتیوں کے حوالہ کر دیا تھا۔۔۔۔۔ ان ہولناک بدعات اور بے رحمیوں سے جو پراٹسٹنٹوں سے سرزد ہوتی تھیں کیتھلک

Marfat.com

دی کو نہایت ذلیل قسم کے بدلے لینے پر آمادہ کر دیا۔ فرانس ایک وسیع میدان جنگ بن گیا تھا۔ کہ جہاں نہایت لرزہ قسم کی جنگ جاری تھی۔ جو مذہبی خانہ جنگی تھی بمقام نامتھس المعروف سکی وغیرہ میں پراٹسٹنٹوں نے کیتھلک ہیوں، پادریوں اور تمام لوگوں کی ایک بھاری تعداد کا قتل عام کر دیا تھا۔ کہا گیا ہے۔ کہ بتمام آستے گیٹن میں دن کی نہریں جاری ہو گئیں۔ سنٹ برتھالمیو کے تیوہار کے دن کیتھلک شرفا کی ایک بڑی تعداد بمقام پاؤ پہ سخت بیرحمی اور فریب سے قتل کی گئی۔ اسی تیوہار کے اگلے موقعہ پر اسی قتل عام کی دوبارہ نقل ہو سکتی تھی کہ جس کے لیے سنٹ برتھالمیو کا تیوہار اس طرح بدنام ہو گیا تھا"۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۹ پر ۱۵۶۲ء کے متعلق حسب ذیل ہے :-

کیتھلکوں اور پراٹسٹنٹوں کے درمیان اس وقت امن تھا۔ اور پراٹسٹنٹ نوجوان شاہ نوارا اور شاہ چارلس کی شادی کے موقعہ پر پیرس میں بھاری تعداد میں جمع تھے۔ کہ ۲۲ اگست ۱۵۷۱ء کو بادشاہ نے جلدی میں ایک کونسل منعقد کی جس میں کوئی مذہبی پیشوا موجود نہ تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ پراٹسٹنٹوں کی ایک عام بغاوت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے قرار پایا کہ ایک قتل عام کیا جائے۔ اور محل شاہی کے گھنٹے بجا کر اس کا اعلان کیا گیا۔ جبکہ مقررہ ساعت آئی تو سپاہی تمام شہر میں پھیل گئے۔ اور شہری کہ جنہیں پراٹسٹنٹوں کے ظلم و ستم نے دلیر بنا رکھا تھا۔ ان کے ساتھ مل گئے۔ یہ نہایت خوفناک رات تھی۔ پراٹسٹنٹ پارٹی کے تمام سرداروں اپنے لڑکوں کے بیدریغ قتل کیے گئے۔ اس کے بعد عام لوگوں کا جوش و غضب تمام ان لوگوں کے خلاف پھوٹ نکلا کہ جنہوں نے گذشتہ مظالم میں ہتھیار اٹھائے تھے۔ اور نہ صرف سپاہی ہی بلکہ کاریگر اور سوداگر بھی گولی سے یا تلوار گھونپ کر یا ڈبو کر بلا لحاظ عمر بیکس مارے گئے۔ اسی طرح کے منظر فرانس کے بعض دوسرے شہروں میں بھی دیکھے گئے"۔

اور صفحہ ۲۲۹ پر :-

گو شاہ ولیم نے ضمیر کی مکمل آزادی کی ضمانت کر لی۔ لیکن اس قرارداد سے کیتھلکوں کو بہت کم فائدہ پہنچا تاہم اس صدی کے دوران میں اور ہر شکل کی گورنمنٹ کے ماتحت۔ اور جبکہ ملٹن اور اسی قبیل کے دوسرے آدمیوں کو بے انتہا آزادی رائے کا دعویٰ تھا۔ قدیم مذہب کے معتقدین کے خلاف بے انتہا سختی کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے۔ الزبتھ نے یہ سختی کی پالیسی اختیار کی تھی۔ کہ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس سے کیتھلک نہایت کمزور اور حقیر جماعت باقی رہ گئی تھی۔ جیمس اول جو کیتھلک میری ملکہ سکاٹ لینڈ کا بیٹا تھا۔ اس نے

Marfat.com

بہت سے تکلیف دہ اور ظالمانہ قوانین نافذ کئے۔ کہ جن کا اثر کھلم کھلا ظلم و تعدی کی نسبت زیادہ حوصلہ شکن تھا۔ کوئی کیتھلک اپنے گھر سے پانچ میل سے دور سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ لنڈن میں یا اس سے دس میل کے فاصلہ کے اندر سکونت رکھ سکتا تھا۔ جو سلطنت کے کلیسا کی عبادت میں شریک نہ ہوتے انہیں پہلے جرم کے لئے دس پونڈ دوسری مرتبہ چالیس پونڈ اور تیسرے جرم کے لئے ساٹھ پونڈ جرمانہ کیا جاتا اور اس میں سے نصف جرمانہ مخبر کو دیا جاتا۔ پیشہ کے وارثوں کی سرگرمی بڑھانے کے لئے انہیں چالیس شلنگ ہر غیر حاضر کے لئے دیئے جاتے جو پراٹسٹنٹ گرجا سے غیر حاضر ہونا کسی وقت بھی سرکار کے بشپ اور جسٹسان پیس کیتھلکوں سے حلف سماعت لے سکتے تھے پوپ کے معتقدین کے لئے گھوڑے۔ اپنے کو گھوڑا اور اتاری ہونا۔ یا فوج بری یا بحری میں ہونا ممنوع تھا۔ جو کوئی بھی کسی کیتھلک کو دھوکا دیتا اس کی جائداد تیسرا حصہ انعام دے دی جاتی۔ کوئی کیتھلک کسی قانونی عدالت میں گواہ یا مدعی علیہ کی حیثیت میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ جو اپنے بچوں کو تولد سے ایک ماہ کے اندر اندر اعتماد بپتسمہ دلانے کے لئے گرجا میں حاضر نہ کرتے انہیں ایک سو پونڈ جرمانہ کیا جاتا تمام تسبیحیں رومن کیتھلک یادگاریں۔ پوپ والی کتابیں اور صلیبیں بدشکل کر دی جاتیں یا جلا دی جاتیں" چنانچہ یہ چند نمونے اس بدقسمت عہد ظالمانہ قانونوں کی ہیں"۔ (اسے پاپولر مینوئیل آف چرچ ہسٹری مطبوعہ لنڈن)

انگلستان میں ایک وقت کا مذہبی تعصب

یورپ میں سولہویں سترہویں صدی میں مذہبی رواداری کا بڑا زور تھا۔ انگلستان میں رومن کیتھالک و پراٹسٹنٹ خانہ جنگیوں نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بنی نوع انسان کا خون بہا دیا تھا۔ جہاں اس زمانہ کی رعایا اگر گورنمنٹ و حکومت کے مذہب سے اختلاف کرتی تھی تو اس کے لئے بہت مہلک نتائج پیدا ہوا کرتے تھے مثلاً ۲۳ اگست ۱۵۷۲ء میں حاکم فرانس نے یہ حکم دیدیا تھا۔ کہ پیرس میں تمام پراٹسٹنٹ مذہب کی رعایا کا قتل عام کر دیا جائے۔ اس عام فرمانِ قضا میں بچے بوڑھے مرد و عورت کا کچھ استثنا اور امتیاز نہ تھا بادشاہ نے کئی موتی گردنوں سے خون کے فوارے نکلنے کا نظارہ اپنے مکان سے بیٹھکر تماشے کے طور پہ دیکھا۔ اسی طرح سے جب انگلستان کی شہزادی میری جو کہ رومن کیتھالک تھی تخت نشین ہوئی تو ایک نوجوان شہزادی کی ننھی خوبصورت گردن پتھر پہ رکھوا کر اس بنیاد پہ کٹوا دی کہ پروٹسٹنٹ ہونے کا عملاً دعوے کرتی تھی۔ راجرس کے دسمبر

بچوں و بیوی پر رحم نہ کیا گیا۔ بلکہ اسی مذہبی اختلاف کی وجہ سے اُنہیں زندہ جلا دیا گیا۔ یورپ میں اسوقت مذہبی رواداری کی یہی حالت تھی۔ (ہند۔ عہدِ اورنگ زیب میں)

یورپ کے مذہبی جنگوں میں بے تحاشا قتل و خون

یورپ میں باوجودیکہ سب عیسائی مذہب کے پیرو آباد تھے مگر اسی مذہب کی دونوں شاخوں (پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھالک) کے باہمی اختلافات کی یہانتک نوبت بڑھی کہ مذہبی جنگیں خصوصاً جرمنی اور نیدرلینڈ میں نہایت وحشیانہ پن سے ہوئیں کہ ان سے لوگوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ مثلاً میگڈن برگ میں شہر کے اطاعت قبول کرنے کے بعد بیس ہزار کے قریب بیگناہ زن و مرد اور بچے تلوار کی گھاٹ اُتارے گئے۔"

ان وجوہات سے انٹرنیشنل لا (قانون بین الاقوام) کی ضرورت پیش آئی۔ حالانکہ اسلام نے اس سے بہت مدت پہلے جنگوں میں انسانیت اور تہذیب کے سلوک کی تاکید کر دی تھی۔

ابتک رومن کیتھلکوں کا انگلستان کے شاہی اعلان پر اعتراض ہے

یہ زمانہ قدیم کی بات ہی نہیں ہے۔ بلکہ انگلستان نے جب آخر کار پروٹسٹنٹ مذہب کو سلطنت کا سرکاری مذہب قرار دیا کہ جسکے رو سے بادشاہ وقت "محافظ دین" کہلاتا ہے۔ اس اعلان شاہی میں بھی رومن کیتھلک مذہب والوں کے ساتھ رواداری کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس میں بعض قابل اعتراض فقرات اس آخر الذکر مذہب کے متعلق شامل ہیں۔ بلکہ رومن کیتھلکوں کی عبادت مذہبی ماس وغیرہ کے متعلق قابل اعتراض فقرات پائے جاتے ہیں جنکو آجتک رومن کیتھلک اپنی دلشکنی کا موجب سمجھتے ہیں۔

عیسائیوں کی باہمی بدسلوکی

عیسائی قرون وسطی میں نہ صرف مسلمانوں سے ہی عناد رکھتے تھے بلکہ خود مختلف فرقوں کے عیسائیوں سے بھی بدسلوکی کرتے تھے۔ کتاب "گیٹ آف بشیا" کا عیسائی مصنف ناقل ہے کہ سیرین چرچ کو جو بدترین نقصان قیصر جسٹینین نے پہنچایا ہے اگر مسلمان اُسے اس سے آدھا چوتھائی بھی نقصان پہنچاتے تو مسلمانوں کا تعصب سمجھا جاتا۔ وہ لکھتا ہے کہ قیصر جسٹینین سیرین عیسائیوں کا مسلمانوں سے زیادہ دشمن تھا کیونکہ وہ اُسے کافر سمجھتا تھا۔ سیرین چرچ کی طاقت کو توڑ دینے اور اُسکے پیروؤں کو آرتھوڈاکس بنانیکے لئے اس نے انکے تمام بشپوں (اسقفوں) کو قید کر دیا۔ تاکہ کسی آرتھوڈاکس پادری کی تقدیس نہ کر سکیں۔ لیکن اُنہوں نے خفیہ طور پر ایک راہب کی تقدیس کر لی تھی کہ جسکا نام جیکولس برادیئس تھا اور جو تیس ۳۰ سال تک اس چرچ کا اکیلا بشپ رہا۔ یہ جا بجا ایک فقیر کا بھیس بدلکر پھرا کرتا تھا اور پادریوں کی کمی پوری

Marfat.com

کرتا رہتا تھا۔ مگر آرتھوڈاکس اُسے تسلیم نہ کرتے۔ اور اُسکے پیروؤں کو جیکوبائیٹس یعنے جیکوبس کے پیرو کہتے نہ کہ مسیح کے۔"

پرتگالیوں کا تعصب ایک اور مثال لیجئے جو انگریزی کتاب سے نقل کیجاتی ہے :-

"جبکہ اہل پرتگال نے ممالک مشرق میں فتوحات شروع کیں تو متعصب کونسٹنٹائن ڈی برگینزا کے متعصب بیٹے نے سیلون میں سنگھالیوں کے غیر مرتب یافتہ اور بھدے جہازوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ اور جزیرہ سیلون کو فتح کر کے کانڈی کے مندر میں جو بودھ کا دانت رکھا ہوا تھا۔ اور جسکی وہ لوگ نہایت درجہ تک عزت اور تعظیم کرتے تھے۔ اُسے اس مندر سے لیجا کر گوا میں پہنچا دیا۔ اور وہاں مفتوح راجاؤں اور بودھ مذہب کے معزز لوگوں کے روبرو اس دانت کو جلا دیا۔ جس سے اِن لوگوں کو سخت صدمہ ہوا۔ پرتگالی فاتحین کا اس سے یہ مطلب تھا کہ اس طرح عیسائی مذہب اس ملک میں مضبوط ہو جائیگا۔ مگر بودھ لوگوں کے اعتقاد پر اس سے کچھ اثر نہ پڑا۔ اور انہوں نے ایک ہاتھی دانت میں سے ایک دانت کا نمونہ تراشوا کر پھر اپنے مندر میں رکھدیا۔ اور بودھ کا دانت سمجھکر اُسی کی عزت کرنے لگے جو آجتک جاری ہے۔

اسی طرح سیامی لوگوں نے ایک بندر کے دانت کو بہت متبرک سمجھکر عقیدتمندی اور خوش اعتقادی سے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ اپنے اعتقاد میں اُسکو بہت متبرک اور بیش قیمت سمجھتے تھے۔ لیکن پرتگیزوں نے جب اُن سے لڑائی کی تو وہ دانت ان سے چھین لیا۔ اور سیامیوں نے ستر لاکھ روپے تاوان دیکر وہ دانت اُن سے واپس لیا جو ابتک سیام کے ایک مندر میں ایک طلائی صندوق میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔

عیسائی یورپ کے مذہبی تعصب کی چند مثالیں زمانہ حال میں

روس کی متذبذب رواداری مسٹر رندون پیئرس اپنی کتاب "ترکی اسلام اور نوجوان ازم" مطبوعہ ۱۹۱۲ء میں لکھتا ہے کہ گذشتہ تیس سال میں اور اٹھارہ ماہ پیشتر کے انقلاب تک کے ماتحت مختلف مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ روسی حکومت کا سلوک بلحاظ رواداری نہایت متذبذب رہا ہے۔ بعض اوقات تو وہ بیحد رواداری اختیار کرتے اور بعض اوقات سخت

تعصب اور قدامت پرستی کی رو سے متاثر ہو جاتے جیسے کہ ارمنیوں کے متعلق کہ صرف اس حالت میں انکی حفاظت کی جائے گی کہ وہ اپنے قومی چرچ کو ترک کر دیں"۔

لیکن یہ تو روسی حکومت کا عیسائیوں کے مختلف فرقوں سے سلوک کی مثال ہے۔ اپنے ماتحت مسلمان رعایا سے جو روسی ایشیا میں سب سے بڑی جماعت ہیں۔ اور اگر یورپین روس کے مسلمان بھی شامل کئے جائیں تو سولہ ملین ہو جاتے ہیں۔ روسیوں کا سلوک ہمیشہ نہایت جابرانہ اور متعصبانہ رہا ہے۔

انگریزوں کی مذہبی رواداری انگریز جو اسوقت دنیا کے مختلف ممالک میں کامیابی سے حکومت کر رہے ہیں اور اُن ممالک کے باشندوں کے مذاہب میں مداخلت نہیں کرتے۔ اسکی نسبت ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ کم از کم یہ رواداری انیسویں صدی سے مروج ہے۔ گو ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد ہندوستان کے مختلف مذاہب میں ہر طرح کی عدم مداخلت کا اعلان شائع کیا تھا۔ اور جبتک کوئی مذہبی دستور انسانیت کے قوانین کے مخالف نہیں پاتا جیسا کہ ستی کا رواج تھا انہوں نے اس میں دخل نہیں دیا۔"

یہی انگریز مصنف لکھتا ہے کہ انگریزوں نے رومیوں سے اس مذہبی رواداری کا سبق سیکھا تھا۔ کہ جنہوں نے سلطنت روم کے آخری زمانہ میں اسی قسم رواداری کو اختیار کیا تھا۔ پلینی کے مکتوبات میں جو ٹائیسا سے اس مصنف اور قیصر کے درمیان رسل رسائل ہوئے اسکا پتہ لگتا ہے کہ اس مصنف اور اسکے شاہی آقا دونوں کو اسوقت تک عیسائیوں پر کوئی اعتراض نہیں تھا جبتک کہ ان سے کسیکو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور وہ اچھے شہری بنے رہیں"۔ (ایڈون بیورس صاحب کی مصنفہ "ترکی اسلام اور نورانی ازم ۱۹۱۸ء)۔

چین میں زمانہ حال کے عیسائی مظالم ۲۷-۱۹۲۶ء میں سخت ہیجان پھیل گیا تھا۔ اسی طرح اس سے پہلے بھی چند مرتبہ چین میں جوش پیدا ہوتا رہا ہے۔ جسکا ایک آخری نمونہ ۱۹۰۰ء کا باکسروں کا ہنگامہ ہے۔ جرمنوں اور دوسری یورپین سلطنتوں نے چینیوں کی خوب گوشمالی کر دی۔ اور اس سے پہلے ایک مرتبہ انکے وفیوں لینے سے انکار کرنے پر انگریزوں نے خوب گوشمالی کی تھی۔ ان آئے دن کی گوشمالیوں سے تنگ آکر چینیوں نے حال میں تمام یورپین سلطنتوں کے خلاف ایک قسم کا مجہول مقابلہ برپا کر دیا۔ یہانتک کہ ۱۹۲۷ء میں دول یورپ و امریکہ کا ناک میں دم کر دیا۔ اور انکے جنگی جہاز دریائے ینگسی کیانگ میں کھڑے ہیں۔ اور بیس ہزار انگریزی فوج نے شانگہی پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ لیکن چونکہ دول یورپ و امریکہ میں کی رفاہ

Marfat.com

کی وجہ سے کسی سخت کارروائی پر اب متفق نہیں ہو سکتیں۔ اسلئے اب چین میں یورپین یا گورے رنگ کی اقوام کے رسوخ اور قبضہ کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ایک مشہور مصنف یورپین مسٹر وی گائڈ نے نیویارک امریکن میں اس بارہ میں ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے جس میں اس نے یورپین رسوخ کی کمی کے بواعث میں لکھا ہے کہ سب سے پہلا باعث انگریزوں کا جاپانی مدد سے جرمنوں کو ٹسنگ تاؤ اور کیاچو سے نکال دینا ہے دوسرا جنگ عظیم میں فرانسیسیوں کا الجیریا مراکو سینی گیمبیا اور انڈوچائنا سے سیاہ رنگ فوجیں یورپ میں لاکر اور انگریزوں کا ہندوستان سے دیسی فوجیں لیجاکر جرمنوں سے لڑنا ہے۔ جب ایشیائی سلطنتوں نے دیکھا کہ کالے یا زرد رنگ کی قومیں بھی گورے رنگ والوں کو مار سکتی ہیں تو اس سے یورپینوں کا رعب مٹ گیا۔ اب انہیں دونوں سلطنتوں کا زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ صرف کم و بیش ایک لاکھ گورے سپاہیوں سے انگریزوں نے بتیس کروڑ ہندوستانیوں پر۔ اور صرف پانچ ہزار گورے سپاہیوں سے فرانسیسیوں نے مراکش پر قبضہ کر رکھا ہے۔ مگر صرف تذکرۃً مسٹر وی گائڈ کے مضمون کا ذکر آگیا۔ جو در اصل اس کتاب کے مضمون سے متعلق نہیں ہے۔ ہمارا مطلب صرف یہ بتلانا ہے کہ یورپ کی عیسائی سلطنتوں نے پہلے مذہب اور تجارت پھیلانے کے ارادہ سے چین میں داخل ہونا شروع کیا۔ اور پھر چینیوں پر کئی طرح کی سختیاں کیں۔ انکے ملک کے بعض حصوں پر جبراً قبضہ کر کے اپنی عدالتیں قائم کر لیں۔ سن یات سن ایک نامور چینی لیڈر نے چین میں بیداری پیدا کی تو چینیوں نے اُن سختیوں کو بھی محسوس کرنا شروع کیا۔ اسکے بعد آخر کار ۱۹۲۸ء میں چینی جمہوریت نے اندرونی خانہ جنگی پر قابو پاکر دول غیر سے چین کو قریباً خالی کرالیا۔

چین پر عیسائی مظالم کا ایک نمونہ لیکن چینی اسوقت کیوں اسقدر زیادہ بھڑکے ہوئے ہیں اور انگریزی مال کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ یہ نہ صرف آجکل کی شکایات کی وجہ سے ناراض ہیں بلکہ پرانے ظلم اور جبر بھی یاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں مارچ ۱۹۱۱ء کے اخبار رفیق ہند سے کچھ کیفیت واقعات حاضرہ پر بخوبی روشنی ڈال سکے گی۔

"ولایت کے رسالہ ریویو آف ریویوز میں ڈاکٹر ڈلن اور سر رابرٹ ہارٹ کے مضامین شائع ہوئے ہیں جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ ڈاکٹر ڈلن لکھتے ہیں کہ چینیوں نے کبھی یورپین معاملات میں دخل نہیں دیا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو ایسی حالت میں لانا نہیں چاہتے جس میں یورپینوں کو انکی نسبت شکایت کرنیکا موقع ملے۔ اور چینی یہ بھی نہیں چاہتے کہ انکے معاملات میں کوئی دوسرا شخص دخل دے۔ جب کسی روسی کو

Marfat.com

پرٹسٹنٹ اور کیتھولک بنانا جرم قرار دیا گیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ کیوں چینیوں کا مذہب تبدیل کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تعلیم یافتہ اور استبداد لوگوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ چینیوں کو تباہ کریں"۔

پھر مسٹر ڈلن اس ملک میں تہذیب پھیلانے کا حال بیان کرتے ہیں۔ "ایک روز مجھے ایک امیر کے مکان پر جانیکا اتفاق ہوا۔ جو غالباً کچھ عرصہ پہلے مرچکا تھا۔ یہ مقام تنگشچاؤ کا واقعہ ہے۔ وہاں ایک کمرہ میں صندوق پڑا تھا جس سے سخت بدبو آتی تھی۔ میرے ساتھ ایک یورپین تھا جس نے میرے استفسار کرنے پر جواب دیا کہ اس میں تین لڑکیوں کی لاشیں ہیں۔ یہ میرا چشمدید واقعہ ہے کہ ملٹری افسروں نے پہلے انکے ساتھ زنا بالجبر کیا اور پھر انکو سنگینوں سے ہلاک کرکے انکی لاشیں اس صندوق میں ڈالدیں"۔ میں یہ سنکر دنگ رہ گیا۔ اسپر میرا ساتھی بولا کہ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے صدہا نظیریں ایسی موجود ہیں۔ جن میں پہلے عورتوں کی عفت میں خلل اندازی کی گئی۔ اور پھر انہیں سنگینوں سے ہلاک کیا گیا۔ اور یا تو وہ مارے شرم کے خود بخود ڈوب مریں یا مکانوں کی چھتوں سے کود پڑیں۔ کئی مرد اور عورتیں تفریحاً ہلاک کی گئیں۔ دو ایک کیس ایسے بھی میری نظر سے گذرے ہیں جن میں سسکتی ہوئی عورتیں سپرد خاک کی گئیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے شہر تنگسچاؤ کی نالیوں میں انسانی خون بہتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور سڑکیں خون سے اسقدر تر تھیں کہ میں اپنے پاؤں بچاکر راستہ نہیں چل سکتا تھا۔ اور بہت کم ایسی دوکانیں یا مکان تھے جہاں لاشیں دکھائی نہ دی ہوں"۔

اب سنئے سر رابرٹ ہارٹ کیا لکھتے ہیں :۔ "شہر کیلی کے جس حصہ پر جاپانی قابض تھے۔ وہاں کا انتظام بہت اچھا تھا۔ ورنہ ایک ملک کے لوگوں نے صفائی کا یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ جس شخص کو گندگی پھیلاتے ہوئے دیکھتے تھے گولی سے اسکا کام تمام کرتے تھے۔ اور دوسرے ملک والوں نے یہانتک کارروائی کی کہ جو چیز نہ اٹھا سکے اسکو وہیں توڑ پھوڑ دیا تاکہ یہ کسی مصرف کے قابل نہ رہے۔ تیسری قوم کے سپاہیوں نے لوگوں کے گھروں میں گھسکر عورتوں کو سخت بے حرمت کیا۔ چند چینی پادریوں نے بھی لوٹ میں خوب حصہ لیا"۔

یہ اقتباس فی نفسہٖ مشترک افواج کی حرکتوں کے اظہار کے واسطے کافی ہیں۔ اب کسی ایزادی کی ضرورت نہیں ہے۔

یورپینوں کے ظلم ڈاکٹر ڈیلن نے ایک ۲۲ صفحہ کا مضمون رسالہ کنٹمپوریری ریویو میں شائع کرایا ہے جس میں چین کے چشمدید حالات لکھے ہیں۔ ڈاکٹر ڈیلن کے آرٹیکل پڑھنے والے کو تعجب ہوتا ہے کہ آیا وہ بیداری میں ہے یا خواب دیکھتا ہے۔ کیا سچ مچ آجکل بھی دنیا میں وہ شیطانی حرکتیں ہوتی ہیں۔ جبکہ کہا جاتا ہے کہ تہذیب اور

Marfat.com

شائستگی ہر ایک زمانہ گذشتہ سے بڑھ کر ہے۔ شکر ہے کہ برٹش افسر اور سپاہی کا دامن ان الزامات سے پاک ہے۔ اگرچہ غارتگری کا ملزم انکو بھی ٹھہرایا گیا ہے۔

مسٹر ڈیلین کا بیان ہے کہ شروع نومبر تک برٹش فوج ہی تھی جس نے بوکسروں سے ہر قسم کی انسانیت کا برتاؤ کیا۔ انکے زخمیوں کا علاج کیا۔ اور چینیوں کو گولی مارنے سے انکار کیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دوسرے جاپانیوں نے بہ نسبت اور ہندوستانی عیسائیوں کے تہذیب کا برتاؤ کیا۔ جہاں کہیں روسی۔ جرمن اور فرنچ افواج کا گذر ہوا۔ زنا بالجبر۔ قتل اور غارتگری کے سوا کچھ نہ تھا۔ بے گناہ عورتوں کے وارثوں کو قتل کر کے اُن سے منہ کالا کرنا۔ اور پھر سنگینوں سے ہلاک کر دینا انکا عام شیوہ تھا۔ بندرگاہ تاکو پر ۳۰۰ نہتے قلی بے قصور قتل کر دئے گئے۔ مسٹر ڈیلین لکھتے ہیں کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ تنگچو کی سڑکوں پر خون پانی کی طرح بہتا تھا۔ اور مجھے کسی طرف جانے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ تاوقتیکہ ہوٹلوں کو انسانی خون سے تر نہ کروں۔ بہت کم مکان اور دوکانیں ایسی تھیں جہاں آدمیوں کی نعشیں اور خون کے تھالے نہ ہوں۔ اور یہ سلوک انکے ساتھ کیا گیا جو فوجی وردی یا بندوق کو دیکھکر کانپ اُٹھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ چینی بیدار کئے گئے۔ اور چند قدم کے فاصلہ پر کھڑے کر کے گولی سے مار ڈالے گئے۔ اور وجہ نہ بتائی کہ کیوں قتل کئے جاتے ہیں۔ تین فرنچ سپاہی ایک حصہ شہر میں گئے جو روسیوں کی زیر حفاظت تھا۔ ایک مکان میں داخل ہو کر آباد ہوئے کہ ایک لڑکی کی عصمت خاک میں ملائیں۔ اسکے والدین کی موجودگی خوفناک تھی اسلئے پہلے انکو نشانہ اجل بنایا۔ اس ہولناک کارروائی سے محلہ میں شور بپا ہو گیا اور سپاہی ہجوم جمع ہو جانے سے اپنا شیطانی ارادہ پورا نہ کر سکے۔ مگر ان قتل شدہ مردوں کو زندہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔

عیسائی یورپ کی خواہشات مسجد ایا صوفیہ کے متعلق

سنہ میں سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کو یونانی قیصر سے فتح کیا تھا۔ اور اُسی روز سے سب سے بڑے عیسائی گرجا ایا صوفیہ یا ہاگیا صوفیہ میں سلطان فاتح اور مسلمانوں نے شکرانہ کی نماز پڑھی۔ اور اُسوقت سے آجتک برابر ایا صوفیہ میں مسلمان خشوع و خضوع سے خدائے واحد کی عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ ترکوں نے صدیاں قسطنطنیہ میں یونانی قیصروں کے تخت پر بیٹھکر بڑے

Marfat.com

شان و شوکت اور جاہ و جلال سے حکومت کی ہے۔ کئی ترک سلطانوں نے عیسائی شہزادیوں سے نکاح کئے اور یوروپ کے عیسائی بادشاہوں پر بیشمار احسان کئے۔ ایک زمانہ میں ترک سلاطین کو یوروپ میں یہ جاہ و جلال اور شوکت و اقبال حاصل تھا کہ ملکہ الیزبتھ (ملکہ برطانیہ) اسوقت کے سلطان کو براہِ راست خط میں مخاطب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ بلکہ اُس زمانہ کے وزیر اعظم کو "عزیز بھائی صاحب" لکھنا ہی اپنی شان کے شایاں سمجھتی تھی۔ یہ زمانہ مشہور ہسپانی بیڑہ کے انگلستان پر حملہ کرنیکا تھا۔ جبکہ ملکہ موصوفہ نے ترکی وزیر سے عاجزانہ درخواست کی تھی کہ میں عورت ذات ہوں اور ایک خدا کی پرستار بھی ہوں۔ (یعنے پراٹسٹنٹ ہوں) نہ کہ ہسپانیہ کے عیسائیوں (رومن کیتھالکوں) کی طرح بت پرست ہوں۔ اپنے سلطان عالیشان سے ہماری امداد کی درخواست کیجئے۔ انگریزی تاریخوں میں اس واقعہ کی پوری تصدیق موجود ہے۔ غرض اس تمہید سے یہ ہے کہ باوجود ترکوں کے قسطنطنیہ میں صدیوں شاندار اور منصفانہ حکومت کرنے کے۔ اور یونانی عیسائیوں کو سلطانوں کے ماتحت پوری سلف گورنمنٹ دیدینے جسکا ذکر اس کتاب کے "ترک سلاطین کی بے تعصبی" کے ضمن میں کافی موجود ہے۔ پھر بھی متعصب عیسائی یوروپ نے آجتک مسجد ایا صوفیہ پر سے ہلال کے صلیب نصب کرنیکا خیال کبھی ترک نہیں کیا۔ فرانس میں کلا ایک عیسائی مصنف نے سلطان عبدالحمید کی انتزاع سلطنت کی کیفیت پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ یوں لکھتا ہے:۔

"پرانی ترکی حکومت کے ماتحت تو یہ صرف چند سالوں کا معاملہ رہگیا تھا کہ سنٹ صوفیہ کے گنبد پر چاندی کے ہلال کی بجائے لاطینی یا یونانی صلیب نصب کی جائے گی۔ لیکن اب ترکوں نے جو پارلیمنٹری حکومت کی بنیاد ڈالی ہے اس سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید دانش مقدس کا گرجا پھر کبھی عیسوی عبادت گاہوں کا صدر نہ بن سکیگا"۔

یعنے کہ پارلیمنٹ قائم ہو جانے سے ترکی حکومت کے زیادہ باضابطہ اور مستقل ہو جانے کا مصنف مزاج مصنف کو سخت صدمہ پہنچا ہوا تھا۔

ان سطور پر مصنف نے جو حاشیہ لکھا ہے وہ اور بھی زیادہ روشنی اس بات پر ڈالتا ہے کہ ایا صوفیہ کو بطور مسجد استعمال کرنے میں ترک عیسائی دنیا کے ایک بڑے حصہ کی آنکھوں میں کس طرح کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:۔

"یہ امید کہ یہ ایک عیسائی عبادت خانہ مسجد سے پھر گرجا بنجائیگا عیسائی دنیا کی ایک نہایت دلی امید ہے

یا تھی۔ اور کس بارہ میں عیسائی اقوام کے نظم فصاحت اور دعاؤں کا اتنا بڑا مجموعہ بن سکتا ہے۔ کہ جس سے ایک کتاب پُر ہو جائے۔ یونانی۔ اطالی۔ فرانسیسی۔ جرمن اور انگریزی حوالجات کے قطع نظر این ڈینی لیوسکی ایک روسی پین سلیوسٹ (روسیا و یوروپ باب چہار دہم مطبوعہ ۱۸۷۱ء) کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ باوجود تمام یوروپ کی مخالفت کے ہمارے لئے قسطنطنیہ کو ترکوں کے ہاتھ سے چھین لینے میں کیسی عظیم تاریخی اہمیت حاصل ہوگی۔ کسقدر بے انتہا خوشی کے ساتھ ہم اس صلیب کی کرنوں کو خیر مقدم نہ کہیں گے جو ہم آیا صوفیہ پر نصب کرینگے"۔

اور شاعر لوٹ جف اپنی ایک نظم پیشینگوئی ۱۸۵۰ء میں بیان کرتا ہے کہ:۔

"سینٹ صوفایا کے پرانے تہ خانے تجدید یافتہ بائی زنطیم میں مسیح کے مذبح پر سایہ کریں گے اسکے سامنے تمام روس کا زار گر جائیگا اور تمام سلیو یا سلاف قوم کا تار کھڑا ہوگا"۔

خیر روسیوں کی آرزوئیں قسطنطنیہ لینے کی تو صاف پولیٹیکل تھیں۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ مذہب اور تاریخی قدامت کی وجہ سے بھی کئی عیسائی اقوام قسطنطنیہ یا کم از کم اسکے عظیم الشان معبد آیا صوفیہ پر قبضہ کرنے کی آرزو مند ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قومیں خواہ جاہل ہوں یا تعلیم یافتہ وہ مذہبی اور اعتقادی معاملات میں کسقدر راسخ اور منجمد ہوتی ہیں۔

اڈریانوپل میں بلغاریوں کا مسلمانوں پر ظلم عظیم

مندرجہ ذیل آرٹیکل قسطنطنیہ عربی اخبار العدل مورخہ ۸ دسمبر ۱۳۲۹ھ سے ترجمہ کیا جاتا ہے جس میں زمانہ حال میں بلغاریوں نے مسلمان ترکوں کو جبراً عیسائی بنانے کی تفصیلی کیفیت درج ہے۔ اور جس سے کہ یوروپ مدعی تہذیب کو ذرا بھی صدمہ نہیں پہنچا:۔

"بلغاریوں نے یورپ میں فرزندان توحید پر جو شرمناک مظالم ڈھائے ہیں وہ بیحد اندوہناک ہیں۔ اسکی تفصیلات معلوم کرکے انسان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُنہوں نے مسلمانوں کے ۱۹ قصبے تباہ کر دئے اور انکو عیسائی بنانے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ یہ مسلمان قبیلہ پوماق سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے زہد و تقوے کے لئے مشہور تھے۔ یہ قبیلہ اڈریانوپل میں آباد تھا۔ یورپ جو تہذیب

Marfat.com

وتمدن پر فخر کرتا ہے۔ کیا اسکی رائے میں بلغاریوں کے یہ مظالم قابل توجہ نہیں۔؟ انہوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنا کر نہ صرف انہیں کے نام بدلے بلکہ اُن کے قصبوں کے نام بھی بدل دئے۔ اور جس نے اپنا اصلی نام بتایا اسکو بارہ پونڈ تاوان عائد کیا۔ انکے مظالم کی وجہ سے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے اور اسلام پر بہت کم آدمی باقی ہے وہ مسلمانوں کو جانوروں کی طرح ہانک کر اپنے گرجوں میں لے گئے۔ انہوں نے انکے عمامے جلا دئے۔ جو مسلمانی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ انکے سروں پر شراب ڈالی۔ اور انکے منہ پر گرم پانی چھڑکا۔

جن گانوں کے باشندے نصرانی ہو گئے ان میں بلغاریوں نے اپنے پادری بھیجے تاکہ وہ انہیں بلغاری زبان میں عیسائیت کی تعلیم دیں۔ علاوہ ازیں حکومت بلغاریہ نے احکام صادر کر دئے کہ جہاں کہیں یوماق قبیلہ کا کوئی آدمی بھاگ کر جائے اُسکو قتل کر دیا جائے۔ اسوجہ سے یہ لوگ مفرور بھی نہ ہو سکے۔

یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ دول یورپ نے اور نہ کو بلغاریوں کے حوالہ کر کے ایک افسوسناک غلطی کی ہے کیونکہ بلغاریوں نے مسلمانوں پر اسقدر سختیاں روا رکھی ہیں کہ انکا بیان الفاظ میں مشکل ہے۔ جو شخص یورپ کی تاریخ لکھیگا وہ ان واقعات کو ضرور قلمبند کریگا۔ اور بتلائیگا تو دنیا پر یورپ کے اس ادعا کی لغویت آشکارا ہو جائے گی کہ اس نے لوگوں کو کامل مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اور وہ کسی کے مذہب میں دا خلت نہیں کرتا۔"

اس مضمون میں اُن اُنیس قصبوں کے نام اور مسلمان باشندوں کی تعداد بھی العدل نے درج کی ہے کہ جسے بوجہ طوالت ہم نظر انداز کرتے ہیں۔

ہسپانی خواہشات مسلمانان ریف کے مقابل

جس فوقیت تہذیب و مذہب کے استحقاق کے ساتھ زمانہ حال تک یوروپ کی عیسائی اقوام [illegible] کی مسلم اقوام کو زیر نگیں رکھنے میں مصروف ہیں۔ انکی ایک مثال ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ اسپر ایک انگریز مصنف مسٹر ونسنٹ شی آن اپنی تصنیف "ایڈونچرس افنگ دن ریفٹیس" میں مذاق اُڑاتا ہوا لکھتا ہے کہ ہسپانیہ کی ملکہ ڈوما ایزابیلا نے ان مغرورانہ الفاظ میں کیپلو کی کتاب پر اپنی آخری وصیت لکھی کہ میں شہزادی اپنی لڑکی اور اُسکے شوہر شہزادہ کو حکم دیتی ہوں اور ان سے التجا کرتی ہوں کہ مقدس مادر یعنی پرپچ (عیسائی گرجا) کے احکام کے نہایت مطیع و منقاد رہیں۔ اور اسکی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں اور کہ وہ افریقہ والوں کی [illegible]

Marfat.com

ہرگز نہ رکیں۔ اور کفار کے مقابلہ میں جنگ کرنے میں مصروف رہیں"۔

مصنف مذکور لکھتا ہے کہ "شہزادی میری لڑکی جوانا لالو کا نامی دیوانی عورت مع اپنی تمام مفلوجوں۔ اور آتشک زدوں۔ دیوانوں اور اخلاقی ضعیفوں کی نسل کے مذہب کی خاطر یقیناً کافروں (یعنے مسلمانانِ ریف) سے لڑینگے"۔

اور مجاہد اعظم عبدالکریم حال ہی میں دکھلا چکا ہے کہ جن کافروں سے خادمانِ مذہب عیسوی ہسپانیوں کو کئی سال سامنا رہا ہے وہ کس پایہ کے مہذب بہادر اور محب الوطن مسلمان تھے۔ کہ جنہوں نے ہر دو ہسپانی اور فرانسیسی افواج کو مدت تک نیچا دکھلایا۔

امریکہ میں حبشیوں کی دردناک حالت

(لنڈن۔ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء) میں ابھی ابھی یونیورسل نیگرو امپروومنٹ ایسوسی ایشن (انجمن فلاح حبشیان عالم) اور افریقن کمیونٹیز لیگ (مجلس اقوام افریقہ) کی وہ عرضداشت مطالعہ کر رہا تھا جو انہوں نے مؤتمر اقوام کو گذشتہ ماہ پیش کی تھی۔ اور جسکے متعلق اخبارات نے ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ یہاں اس دلچسپ درخواست کا صرف ایک فقرہ (یعنی ۳۴ واں فقرہ) نقل کرنا کافی ہوگا۔ صرف یہی ایک پیراگراف ہے جسکا جواب اہل امریکہ سے طلب کیا گیا ہے۔ لکھا ہے کہ:۔

"ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جہاں ہماری ڈیڑھ کروڑ آبادی ہے۔ ہمیں اقتصادی۔ سیاسی اور معاشری غلامی میں رکھا جاتا ہے۔ ہم سے اکثر ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمیں گالیاں دیجاتی ہیں اور قتل کیا جاتا ہے۔ اور پھر اسکا کوئی بدلا اور کوئی تلافی نہیں کی جاتی۔ حالانکہ اس ملک کی کل آبادی کا ہم دسواں حصہ ہیں۔ یہ بات بچہ بچہ جانتا ہے کہ حبشی قوم نے غلامی اور آزادی دونوں حالتوں میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ترقی میں بڑا حصہ لیا ہے اور وہ اس ملک کی کثیر دولت کی نمایندہ ہے۔ یورپین نووارد تا قلان وطن سے امریکہ کی حکومت اور باشندے ہم سیاہ فاموں سے بہتر سلوک کرتے ہیں حالانکہ ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے یہاں بود و ماند اختیار کئے ہوئے ہیں۔

ملک میں تشدد و ظلم کا ایک ایسا نظام ہے کہ وہ سیاہ فام حبشی کو سفید رنگ والوں کی سطح سے نیچے ہی رکھنا چاہتا ہے لیکن اسکے باوجود جب ملک پر کوئی بپتا آپڑتی ہے تو حبشی کو آلۂ کار بنا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ

Marfat.com

عالمگیر جنگ میں ہوا۔ جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں حبشی کو رائے دہی کا حق بھی حاصل نہیں۔ حالانکہ وہ وہاں کا ایک شہری ہے۔ پھر خفیف سے خفیف الزام پر بھی سفید فام باشندوں کے گروہ کے گروہ کسی عدالتی کارروائی کے بغیر حبشی کو طرح طرح کے عذاب کا تختہ مشق بناتے اور اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ انکی کھال کھڑے کھڑے اُتار لی جاتی ہے۔ حبشیوں کی کھال اُتارنے کا عمل اس حد تک پایا جاتا ہے کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دئے گئے۔ اور انکی کھال اُدھیڑ دی گئی۔ حبشی مردوں اور عورتوں کی نعش کے ٹکڑے کر کے بعد انہیں جلا دیا جاتا ہے۔ اور پھر اِن سوختہ جانوں سے سفید فام باشندے جرمانہ وصول کرتے ہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ان حصّوں میں حبشیوں سے چپڑاسیوں کا کام لینا تو معمولی بات ہے۔ جنوبی و شمالی امریکہ کے سیاست دانوں اور مدبّروں میں یہ سمجھوتہ ہوا ہے کہ حبشیوں کو اقتصادی لحاظ سے بھوکوں مارا جائے۔ اور انکو سو پچاس سال کے عرصہ میں ملک سے چلے جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک جو عالمگیر جنگ جاری رہی اُسکے دوران میں امریکیوں کی یہ ناپاک سکیم رُکی رہی۔ لیکن اب تو اس سکیم پر پھر عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ اور ہم سیاہ نسل کے افراد باخبر بخوبی جانتے ہیں کہ امریکہ میں حبشی قوم کا مستقبل تاریک ہے۔ کیونکہ سفید فام باشندے امریکہ کو حبشیوں سے پاک کر کے سفید ملک ہی رکھنا چاہتے ہیں"۔

اس دردناک عرضداشت کے چند اور ہوشربا اقتباسات دے سکتا ہوں۔ لیکن جتنا یہاں درج کیا گیا وہ یہ ثابت کرنیکے لئے کافی ہے کہ امریکہ کے حبشی کیوں اتنے تلخ جان ہو گئے ہیں۔

جنوبی افریقہ کا حال صرف امریکن ہی حبشیوں سے ظلم و تشدد نہیں کرتے بلکہ برطانیہ کے جھنڈے تلے بھی اُن سے ناانصافی ہی ناانصافی کی جاتی ہے۔ جنوبی افریقہ میں ایشیائیوں سے جو اکثر اوقات ہتک آمیز سلوک کیا جاتا ہے اُسکی داستان سے اخباروں کے کالم بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جب امریکہ میں حبشیوں کا یہ حال ہے تو انکے اپنے ملک (افریقہ) میں اُن سے کیا کچھ نہ گذرتی ہو گی۔ میں یہاں اُن پابندیوں اور رکاوٹوں کی چیدہ چیدہ مثالیں ہی پیش کرونگا جو افریقہ کی یونین گورنمنٹ کے قیام کے بعد جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ نے حبشیوں کے خلاف عائد کر رکھی ہیں۔ یہ پابندیاں صرف حبشیوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر میں ہندوستانی بھی اُنکے شریک ہیں۔

(۱) کیپ کالونی میں جہاں دیسی باشندوں کو ساٹھ سال تک حق رائے دہی حاصل رہا ہے۔ اب نگین اقوام کے

ووٹروں کو یہ حق نہیں کہ وہ مجلس آئین ساز کے لئے اپنے کسی نمائندے کو ووٹ دے سکیں۔ ٹرانسوال آزاد ریاست اور نیچ یا نٹال میں کسی دیسی ٹیکس دہندہ کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

(۲) صوبہ کیپ سے باہر سیاہ چہرہ اشخاص کو پارلیمنٹ کے ایک قانون کے مطابق ڈسٹرکٹ ریفارمڈ چرچ کی رکنیت کے حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا ہے (حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی امت کے اس سلوک پر کیا خیال کرتے ہوں گے)۔

(۳) رنگین ماہرین کو صنعتی مراکز میں تجربہ کار اور ماہر مزدوروں کی حیثیت سے کام کرنے کی قطعاً ممانعت ہے وہ ہمیشہ معمولی مزدور کی حیثیت سے ہی کام کر سکتے ہیں اور بس۔

(۴) یونین گورنمنٹ نے شہریوں کی جو مدافعتی جمعیت بنائی ہوئی ہے۔ اس میں کسی رنگدار شہری کو فوجی تربیت حاصل کرنے کی اجازت نہیں۔

(۵) سرکاری زمین کی آبادکاری اور زمیندارہ بنک سے قرضہ لینے کی رعایت صرف یورپینوں ہی کے لئے مخصوص ہے۔

(۶) دیسی کان کنوں کو ان پنشنوں اور دیگر فوائد سے محروم رکھا جاتا ہے۔ جو قانوناً ہر اس کان کن کیلئے مقرر ہیں جس نے کان کنوں کے معاہدہ پر دستخط کئے ہوئے ہوں۔

(۷) حبشیوں کو یونین حکومت کے ماتحت علاقہ جات کے قبائلی کے سوا کہیں بھی جائداد غیر منقولہ خریدنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور قبائلی علاقوں میں وہاں پہلے ہی آبادی کی کثرت ہے۔ اور وہاں چونکہ قانوناً زمین کے انتقال کی مخالفت ہے اسلئے کوئی اراضی کی خرید یا فروخت نہیں کر سکتا۔

(۸) یونین جائداد غیر منقولہ کا کسی حبشی کو اجارہ پر دینا قانوناً منع ہے۔ اور اسکی خلاف ورزی کرنیوالے کیلئے ایک سو پونڈ جرمانہ یا ۶ ماہ قید کی سزا مقرر ہے۔ حبشیوں کو صرف اتنا اختیار ہے کہ وہ دوسرے حبشیوں سے اپنی اراضی کا منافع لیتے رہیں۔ لیکن اسکا کوئی فائدہ نہیں۔ اسلئے کہ حبشیوں کے پاس کبھی اتنی زمین ہوتی ہی نہیں کہ کرایہ پر دے سکیں۔ سارے زمین تو یورپینوں کے قبضہ میں ہوتی ہے۔

(۹) حبشیوں کو ریلوے کی کسی ٹرین میں کسی ایسے ڈبہ میں سوار ہونے کی اجازت نہیں جو حبشیوں کے لئے مخصوص نہ ہو۔

(۱۰) حبشیوں کو ادنیٰ مزدوروں کی حیثیت کے سوا کسی سرکاری عہدہ پر مقرر نہیں کیا جاتا۔ خواہ کتنے ہی

قابل کیوں نہ ہوں۔

(۱۱) حبشی ترجمانوں کو عدالتوں سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ اور انکی بجائے سفید فام آدمیوں کو مقرر کیا گیا ہے، حالانکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ دیسی زبان لوٹی پھوٹی ہی جانتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ عدل گستری محض ڈھونگ رہ گئی ہے۔ اور حبشیوں سے پورا پورا انصاف نہیں کیا جاتا۔

حبشیوں سے اُن کے اپنے ملک میں اور غیر ممالک میں جو ناروا سلوک اور ناانصافی کی جاتی ہے اُسکی اس سے بدتر مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن جو چند مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حبشیوں کا معاملہ ایسا ہے کہ تمام رحمدل اقوام اُس پر ہمدردی سے توجہ کریں۔

مؤتمر اقوام کے روبرو حبشیوں نے جو شکایات پیش کی ہیں انکے متعلق وہ یہی فیصلہ کرے گی کہ یہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ پھر بھی حبشی اپنی شکایات پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

اس موقعہ پر ہمارا ارادہ یہ نہیں کہ ہم سفید فام نسل کو بحیثیت مجموعی اُن مظالم کے لئے مورد الزام بنائیں۔ جو ہم پر ڈھائے گئے ہیں۔ ان مظالم کی کوئی انتہا اور کوئی شمار ہی نہیں۔ اور تاریخ اور روایت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ان سفید فاموں نے سیاہ فاموں پر کسقدر لرزہ انداز اور ہیبتناک مظالم ڈھائے ہیں۔ ہم تو صرف اسقدر درخواست کرتے ہیں کہ ہم سے انصاف کیا جائے۔ ہمارے اوپر جو مظالم کئے جاتے ہیں اُنکا مناسب تدارک کیا جائے۔ ہماری یہ خواہش نہیں کہ ہم اپنے معاملہ کو مہذب دنیا کی عدالت میں پیش کرنے پر زور دیں"۔

عرضداشت کے اخیر میں حبشیوں نے یہ درخواست کی ہے کہ عرضداشت میں جو شکایات درج ہیں مؤتمر اقوام اُن پر ہمدردانہ غور کرے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ انکی یہ درخواست بے سود اور اُن کی التجا صدا بصحرا ثابت ہوگی۔

حبشی غلاموں سے امریکہ میں آجکل کا سلوک امریکہ جو کہ عیسائی ملک ہے جسکی آزادی اور مساوات کا ڈنکا تمام دنیا میں مشہور ہے۔ وہاں پر آج بھی لاکھوں غلام پائے جاتے ہیں۔ اور ان پر آج بھی وہی ظالم و ستم ہو رہے ہیں جو آج سے کئی صدیاں پہلے ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی امریکن پادری میری اس تحریر کو غلط کہے تو میں اسے چیلنج دیتا ہوں کہ یہ تحریر بالکل صحیح ہے اور میں اسے ثابت کر سکتا ہوں۔

اس میں شبہ نہیں کہ حکومت امریکہ نے آج سے ۶۵ سال قبل ان لوگوں کو (جو کہ افریقہ سے غلام بنا کر لائے گئے تھے) آزادی دی۔ مگر ان سیاہ فام بدنصیبوں کا ایک بڑا گروہ جنوبی ریاستوں میں غلامی کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے

Marfat.com

گو وہ قانون کی رو سے آزاد ہیں۔ مگر ان کے مالکوں نے انہیں یہ قانون سنایا تک نہیں۔ اور حکومت نے نہ ہی اُن مالکوں پر اس قانون کے منوانے کی کوشش کی۔ اور ان غلاموں پر بدستور ظلم وستم کئے جا رہے ہیں۔ اور وہ لوگ (جو شمالی ریاستوں میں ہیں) بھاگ کر آ گئے ہیں۔ وہ بھی برائے نام ہی آزاد ہیں۔ انکو امریکن عیسائیوں نے وہی حقوق دئے ہیں جو کہ ہندوؤں نے اچھوت جاتیوں کو۔ یہ ایک بہت لمبا مضمون ہے۔ مگر افسوس کہ مجھے وقت نہیں کہ عیسائیت کی بیسویں صدی کا مکمل نقشہ کھینچوں۔ اوپر کا واقعہ بیان کرنے سے امریکن لوگوں کو مجبوراً اقرار کرنا پڑیگا۔ کہ اسلام غلامی کا حامی نہیں بلکہ دشمن ہے۔

رنگ کا جرم امریکہ میں حبشیوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا ہے اسکا تذکرہ ان صفحات میں بارہا آچکا ہے۔ پچھلے سال لنچ کرنے (بے رحمانہ قتل) کے واقعات کی تعداد بجائے گھٹنے کے بڑھ کر دوگنی ہو گئی ہے۔ اور حبشی کشی کے جذبات گوری آبادی میں برابر روز افزوں ہیں۔ تازہ ڈیلی ہیرلڈ (لنڈن) میں ان ہولناک واقعات کا ذکر ہے۔ جو امریکہ کے دور دراز شہروں میں ان دو متخاصم قوموں کے درمیان پیش آئے ہیں۔ کانوے آرکنیس میں ایک حبشی چور کے قتل کا اقدام کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بلوہ عظیم ہوا۔ جس میں وہ ملزم اور حاکم شہر دونوں ہلاک ہوئے اور چار شخص مجروح ہوئے۔ علاقہ الیما کے مقام منسیول میں ایک ۱۶ سال کا حبشی لڑکا اس جرم میں قیمہ قیمہ کر ڈالا گیا۔ کہ اس نے ایک گیارہ برس کی سفید فام لڑکی سے کچھ چھیڑ چھیڑ کی تھی۔ اس لڑکے کی نعش میں ۳۲ گولیاں پیوست کر دی گئیں۔

امریکہ میں عورت کا رتبہ

الیزبتھ کیڈی سٹینٹن امریکہ کی ایک قابل عورت نے اضلاع متحدہ امریکہ کے شہر بوسٹن کی ۱۸۵۰ء کی حالت امریکہ عورتوں کے حقوق کے متعلق حسب ذیل قلمبند کی ہے۔ حالانکہ امریکہ بلحاظ آزادی حقوق نسواں اُسوقت بھی یورپ بھر سے پیش پیش تھا۔

عورتیں اپنے نام پر کوئی جائداد نہیں رکھ سکتی تھیں خواہ خود خرید کردہ یا ورثہ میں ملی ہوئی ہو۔ اگر عورت شادی شدہ نہ ہو تو بصورت جائداد ہونے کے وہ کسی پڑوسی کے نام پر کرا سکتی تھی کہ جسکی رائے کے وہ تابع سمجھی جاتی تھی۔ اگر وہ شادی کرنا چاہے اور اپنی جائداد اپنی کہلانا چاہتی ہو تو قانوناً اپنے آئندہ شوہر کے نام اپنی جائداد درج کرا سکتی ہے بشرطیکہ اپنا تمام دعوے ملکیت ترک کر دے۔ عورت خواہ شادی شدہ ہو یا مجرد

Marfat.com

تو وہ کسی قسم کا عہدہ اعتماد یا طاقت کا حاصل نہیں کر سکتی۔ وہ درحقیقت انسان نہیں ہے۔ یہ فقط شہری تسلیم کیجاتی ہے وہ انسانی کنبہ کا فرد ہی نہیں ہے۔ وہ درجہ حساب اور تہذیب میں محض صفر ہے۔ شادی شدہ عورت کا درجہ خانگی نوکرانی سے ذرا ہی اونچا ہے۔ انگریزی کامن لا کے مطابق (جو اسوقت بوسٹن میں مروج ہے) اسکا شوہر اسکا آقا اور مالک ہے۔ وہ اسکی ذات اور نابالغ بچوں کا واحد محافظ اور نگراں ہے۔ وہ اُسے چھڑی سے سزا دے سکتا ہے جو اسکے انگوٹھے سے موٹی نہ ہو۔ اور وہ اسکی شکایت نہیں کر سکتی۔ اس سنٹ کا کامن لا عورت اور مرد کو فرد واحد تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ فرد واحد شوہر ہوتا ہے۔ وہ بذریعہ وصیت اُسے اپنی جائداد کے ہر حصہ سے محروم کر سکتا ہے۔ اور اس سے بھی جو شادی کے قبل صرف اسکی اپنی جائداد تھی۔ شوہر عورت کی تمام جائداد غیر منقولہ اور اسکی ذاتی کمائی کا مالک مانا جاتا ہے۔ وہ کوئی معاہدہ یا کوئی وصیت نہیں کر سکتی نہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی غیر منقولہ جائداد کا قانونی حق فروخت کر سکتی ہے..... اسکے لباس کا ایک چیتھڑا بھی اسکا حق نہیں سمجھا جاتا۔ اسکے ذاتی حقوق کچھ نہیں ہوتے یہاں تک کہ اپنی روح کو وہ اپنی نہیں کہہ سکتی اسکا شوہر اسکے بچے چرا سکتا ہے۔ اسکے کپڑے لوٹ سکتا ہے۔ اسکے کنبہ کی نگرانی فراموش کر سکتا ہے۔ مگر اسکے ہاتھ میں کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں۔ اگر کوئی عورت اپنی محنت سے روپیہ کمائے تو اسکا شوہر تنخواہ کا دعوے کر سکتا ہے۔ کہ یہ آمدنی میں سے اُسی کا حصہ ہے۔ (ہسٹری آف ویلنس سفریج جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)۔

اسپریلیچس کاسٹرو ورس کا مصنف لکھتا ہے کہ "باوجود ان حالات کے میتھوڈسٹ یا ایسکوپل چرچ کے پادری مدعی ہوتے ہیں کہ یوروپین عورتوں کی عزت و آزادی صرف مسیحیت کی بدولت حاصل ہوئی ہے"۔

(کاش اسے معلوم ہوتا کہ اسلام تیرہ سو سال سے اس سے بہت آگے نکل چکا ہے)

قدیم و جدید ہندو مذہب و تہذیب پر

غیروں سے سلوک کے چند نمونے

اس عنوان سے فروری ۱۹۲۷ء میں اخبار الامان دہلی نے ہندو لیڈروں کو چیلنج دیا تھا کہ کیا مندرجہ ذیل حقائق درست ہیں؟ اور اس چیلنج کو کسی نے قبول نہ کیا۔

Marfat.com

اپنے مخالفوں کو درندوں سے ٹکڑے ٹکڑے کراؤ۔ "جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اسکو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈال دیں"۔ یجروید $\frac{15}{15}$۔

"ہم لوگ جس برے سے دشمنی کریں۔ اور ہم سے دشمنی کرے۔ اسکو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے منہ میں ڈالدیں"۔ یجروید $\frac{19}{19}$۔

"جن سے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں۔ یا جن کو ہم لوگ ناراض کرتے ہیں۔ یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں۔ انکو ہم ہوا کے منہ میں ڈالکر اس طرح دکھ دیں جس طرح بلی کے منہ میں چوہا"۔ یجروید $\frac{16}{65-66}$

ان منتروں سے صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ویدوں کے آریہ ناپسند کردیں۔ یا جن سے وہ ناراض ہوجائیں انکو وہ ہوا میں معلق لٹکا کر تڑپا تڑپا کر اس طرح ماریں جس طرح بلی چوہے کو مارا کرتی ہے۔ یہ انتہا درجہ سختی کی وحشیانہ سزا ہے۔

غیر قوم کی عورتوں کو ان کے بچے کھلادو۔ "وہ عورت کہ جس نے ہم کو بد دعا سے کوسا ہے اور دکھ کی جڑھ لگایا ہے۔ اور جس نے کھان پان چرانے کے لئے ہمیں ہاتھ لگایا ہے وہ اپنے بچے کھائے"۔ "یاتودھان (غیر آریہ) عورت اپنے بیٹے بہن اور اپنی بیٹی کے بچے کھالیوے"۔ (اتھروید کانڈ ۱ سوکت ۲۸ منتر ۴)

خاندانوں کو اچھی اچھی طرح کچلنے والا بے رحم بہادر۔ "اندر (ایشور) خاندانوں کو اچھی طرح سے طاقت کے ساتھ کچلتا ہے"۔ (یجروید ادھیاء ۱۷ منتر ۳۹)

"اندر دیوتا کی پرستش کرنے والوں کو اندر نے زمین پر دے پٹکا۔ انکو اپنی رتھ کے پہیوں کے نیچے کچلا"۔ (رگوید $\frac{27}{10}$)

"اندر راکشسوں کو مٹی کے برتنوں کی طرح پھوڑتا ہے"۔ (رگوید $\frac{104}{21}$)

"اندر کی پوجا نہ کرنے والوں کو کب تو پاؤں سے کھمب کی طرح اکھاڑ یگا"۔ (رگوید $\frac{84}{8}$)

گائے کو مارنے والوں کے ٹکڑے اڑادو۔ (سوامی دیانند کا فتویٰ)۔ "اے سلطنت کے لوگوں! جیسے سورج بادل کو مار کر زمین پر گرا کر سب کو خوش کرتا ہے ویسے ہی تم بھی گائے وغیرہ مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو"۔ (سوامی دیانند۔ رگوید بھاشیہ منڈلی ۱ سوکت ۱۲۱ منتر ۱۰)۔

ویدوں کے ذخیرہ لا متناہی میں سے چند حوالجات ہم نے "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کئے ہیں۔ ہندو لیڈر خصوصاً مہاتما گاندھی۔ لالہ لاجپت رائے۔ بھائی پرمانند ایڈیٹر پرکاش۔ اور ملاپ ان منتروں پر

Marfat.com

غور کریں۔ اور اگر وہ اس بے انتہا سنگدلی۔ ظلم اور وحشیانہ پن کی تعلیم سمجھیں تو اسکو ہندوستان سے نہیں بلکہ دنیا سے نشٹ کرنے کی بیچ کوشش کریں۔ اور جو شخص ان منتروں میں سے ایک منتر کا حوالہ بھی غلط ثابت کردے تو وہ فی منتر پانچ روپے ہم سے وصول کرلے۔

شودروں کے متعلق سخت وحشیانہ احکام۔ "شودر اگر برہمن سے سخت کلامی کرے تو اس کو قتل کردو۔ (منو ۸/۲۶۷)

"چھتری اور ویش اگر برہمن سے سخت کلامی کریں تو ان کی زبان کاٹ دو۔" (منو ۸/۲۷۰)

"شودر اگر برہمن کا اور اسکی ذات کا نام لیکر بدگوئی کرے تو اسکے منہ میں دس انگل لوہے کی جلتی سیخ دیدینی چاہیئے۔" (منو ادھیاء ۸ شلوک ۲۷۱)

"شودر اگر برہمن کو نصیحت کرے تو اسکے منہ میں جلتا ہوا تیل ڈال دینا چاہیئے"۔ (منو ادھیاء ۸ شلوک ۲۷۲)

"برہمن زنا کرے تو صرف اسکا سر مونڈ دیا جائے شودر زنا کرے تو قتل کردیا جائے (ایضاً شلوک ۳۷۴/۳۷۹)

"شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اسکا کاٹ دیا جائے۔ اگر برابر بیٹھ جائے تو اسکے چوتڑ کاٹ دیئے جائیں" (منو ادھیائے ۸ شلوک ۲۸۱)

"برہمن کے سامنے پیشاب کرنے سے شودر کا ..... کاٹ دیا جائے۔ تھوکنے سے ہونٹ تر شوا لینے جائیں۔ پاد مارنے سے ..... کاٹ دی جائے"۔ (منو ادھیائے ۸ شلوک ۲۸۲)۔

"جس شودر کے کان میں وید منتر پڑ جائے اسکے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈال دو۔ زبان پر جاری ہو جائے تو زبان کاٹ دو۔ دل میں حفظ ہو جائے تو اسکو چیر کر دو ٹکڑے کردو"۔ (دیکھو ویدانت درشن ۳/۳۸ پر شنکر مادھوا چاریہ کا سبھاشیہ۔ اور گوتم منی کی سمرتی ۱۲/۴)، اور بالمیکی رامائن انر کانڈ سرگ ۶۷ شلوک ۱۰۴ کہ جہاں شمبوک شودر کو خدا کی عبادت کرنے کی سزا میں قتل کیا جانا مذکور ہے"۔

ویدکے مخالفوں کے ٹکڑے کرکے ایک ایک عضو جلادو۔ "اے بہادرو جو آگے بڑھ کر ہم پر غرور کرے یا ہماری کی ہوئی دعا کی ہتک کرے یہ برے کام اسکے لئے آگ کے عذاب ہوں۔ آسمان بھی اس ویدکے مخالف کو سب طرف سے جلادے"۔

"تیرے اس سات حواس اور آٹھ اعضاء کو میں وید کی بنا پر توڑتا ہوں"۔

مطلب از آریہ مفسر۔ جو شخص ویدوں کے احکام پر عمل نہ کرے اُسے بہادر لوگ سزا دیویں یعنی سات

حواس (دو کان دو نتھنے دو آنکھیں اور ایک منہ) اور آٹھ اعضاء سر ہاتھ دو ٹانگوں وغیرہ کو سزا کے طور پر کاٹ کر بیشمار دکھوں کے ساتھ جلا دینا چاہئے"۔ جلاتے ہوئے زبان سے یہ منتر پڑھے :۔

"تیرے پاؤں کو جلتی ہوئی عذاب دینے والی آگ میں ڈال دیتا ہوں۔ آگ تیرے جسم میں داخل ہو اور تیری آواز ہوا میں چلی جائے"۔ (اتھروید کانڈ ۲ سوکت ۱۲ منتر ۶۔۷۔۸)۔

"غیر آریوں کی اولاد کو مارو اور انکی آنکھیں نکلوا دو۔ اے سوم رس پینے والے راجا دکھ دینے والوں (غیر آریہ) کی اولاد کو مار اور لے آ۔ اور مذمت کرنے والے کی دائیں اور بائیں آنکھ نکال دے"۔ (اتھروید کانڈ سوکت ۸ منتر ۳)۔

"جو دوست نہیں انکو بیل کی کھال میں سی دو تاکہ وہ مرعوب ہو جائیں"۔

"ان کو بیل کی کھال پہنا دو۔ ہرن کی ہر طرح ڈرپوک بنا دو۔ الٹے منہ غیر دوست بھاگ جائیں اور ان کے چوپائے ہماری طرف آجائیں"۔ (اتھروید کانڈ ۶ سوکت ۶۷ منتر ۳)۔

لوہے کے کانٹے دار شکنجے سے گوشت خوروں کو کچلنا۔ "اے عالم! لوہے کے جلتے ہوئے شعلہ دانتوں سے یا ڈھالوں سے (غیر آریہ) لوگوں کو کچل ڈال اپنے زور سے بیوقوف دیوتاؤں کے پجاریوں (غیر مذاہب) کو پکڑ لے اور تو کچلکر گوشت کھانے والوں کو منہ میں رکھ لے"۔ (کانڈ ۸ سوکت ۳ منتر ۲)۔

"دکھ دینے والے جلتے ہوئے نیچے اور اوپر کے دونوں دانتوں کو کام میں لا۔ اوسلے اگنی ہو ہمارے گرد۔ پھر غیر آریوں پر۔ دانتوں والے تیز ہتھیاروں سے حملہ کرو"۔ (ایضاً منتر ۳)۔

"اے آگ کی مانند راجا! غیر آریوں کی کھال اُتار دے۔ مارنے والا ہتھیار زور سے اُسکو مارے۔ اے راجا! اسکے جوڑوں کو کچل ڈال۔ گوشت خور گوشت تلاش کرنے والا اسکو پھاڑ ڈالے"۔ (منتر ۴)۔

"اے آگ کی مانند عالم جہاں کہیں تو غیر آریہ کو کھڑے ہوئے پھرتے ہوئے خواہ ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھے تیز تیر سے اُسکو بیندھ دے"۔ (منتر ۵)۔

"اے آگ کی مانند راجا.... غیر آریوں کے دلوں کو بیندھ اور انکے بازوؤں کو اُلٹا کر کے توڑ دے"۔ (منتر ۶)

"اے عالم..... غیر آریوں کو دو دھاری تلوار سے مار ڈال۔ گوشت کھانے والے چٹکے سے بری آواز نکالنے والے گدھ اُسکو کھا دیں"۔ (ایضاً منتر ۷)۔

"اے راجا تو غیر آریوں کو لوگوں میں سے اچھی طرح تاڑ۔ اسکے تین اوپر کے اعضاء (سر اور دونوں کندھوں)

Marfat.com

کو توڑ ڈال"۔

"اے آگ کی مانند راجا اسکی پسلیاں کچل ڈال۔ غیر آریہ کو نیچے سے تین ٹکڑے کر دے (یعنے ٹانگوں کو چیر کر چوڑ چوڑ جدا کر دے"۔ (ایضاً منتر ۱۰)

"اے آگ کی مانند راجا جو آج دوسروں کو دکھ دینے والے گالی دیتے ہیں جو بولنے والے سخت کلامی کرتے ہیں غضبناک دل سے اُنکے لئے تیروں کی بارش برسے غیر آریوں کا دل ان تیروں سے چھید ڈال"۔ (ایضاً منتر ۱۲)۔

"غیر آریہ جو گایوں کا پانی بگاڑیں تو دے بد کار ناقابل ترمیم قانون کی بنا پر بالکل کاٹ دئے جائیں"۔

"گائے کا گئو شالہ میں جو دودھ ہے اے راجہ غیر آریہ اسکو نہ پئیں۔ اے آتش مثال راجہ جو کوئی اس دودھ سے اپنا پیٹ بھرنا چاہے اس مخالف قریب آنے والے کو اپنے شعلہ سے پھونک ڈال (ایضاً منتر ۲)

مخالفان وید سے سلوک "تو وید کے مخالفوں کو کاٹ۔ کاٹے جا۔ کاٹ ڈال۔ ناش کر۔ تباہ کر۔ برباد کر"۔ (اتھر وید کانڈ نمبر ۱۲ سوکت ۵۔ منتر ۵)۔

"مخالف وید کے گوشت کو بوٹی بوٹی اور اسکی نسوں کو اینٹھ دے" (ایضاً منتر ۱۷)۔

"جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے اُس وید کی برائی کرنے والے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے"۔ (ستیارتھ پرکاش)۔

"ناستکوں اور وید کو نہ ماننے والوں کو ہلاک کر دو"۔ (اتھروں وید۔ ادھیائے ۱۲ شلوک ۱۳) میں لکھا ہے کہ "ناستکوں کو ہلاک کر دو"۔

آزادی مذہب اور وید کے احکام

دنیا میں کوئی عقلمند انسان اس بات پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ خواہ مخواہ دُکھ دینے اور ایذا پہنچانے والے جانی دشمن کا مقابلہ ضروری اور لازمی ہے مگر محض اختلاف رائے کی بنا پر کسی پر چڑھائی کر کے اُسے تہس نہس کر دینا ایک ایسی وحشیانہ رسم ہے کہ جسکا نام لیتے ہوئے تہذیب و تمدن کی پیشانی عرق آلودہ ہو جانی چاہیئے۔ مگر حیرت ہے کہ ویدک دھرم ایسی تعلیمات سے بھرا پڑا ہے۔ اور باوجود اسکے آریہ سماجی اسے عالمگیر تعلیم اور مدار نجات مذہب بتا رہے ہیں۔

ویدوں میں تشدد کی تعلیم یجروید میں ہے:۔ "جن سے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں۔ یا جو لوگ ہم کو دکھ

Marfat.com

دیتے ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ انکو اس طرح تڑپا تڑپا کر ماریں جس طرح بلی چوہے کو مارتی ہے" (یجروید ۶۶/۱۱)۔

پھر لکھتا ہے۔ "اے جاہ و جلال والے راج پرش! آپ دہرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے۔ آپ اُسکو اُلٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلا ڈالیں" (یجروید ۱۳/۱۲)۔

"ہی نہیں۔ دشمن کی اشیاء خوردنی اور کام کاج کرنیکے مقامات کی تباہی بھی ضروری سمجھی گئی ہے۔ لکھا ہے۔ "اے جاہ و جلال والے عام انسان آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑ دیں اور انکو اپنی تمام طاقت سے ماردیں" (یجروید ۱۴/۱۳)۔

اسی طرح لکھا ہے۔ "جس دُکھ دینے والے شخص کی ہم مخالفت کرتے ہیں۔ یا جو دُکھ دینے والا شخص ہم سے دشمنی کرتا ہے اُسکو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈال دیں" (یجروید ۱۵/۱۵)۔

"اے انسان جس طرح بھی دشمن کو ہلاک کیا جا سکے ہلاک کرو۔ اور اسطرح دشمن کو ہلاک کر کے راحت سے زندگی بسر کرو" (یجروید ۲۹/۱)۔

پھر لکھا ہے۔ "جس پرکار اگنی آدمی پدارتھ بن آدمی کو بھسم کر دیتے ہیں۔ یعنے جسطرح آگ جنگل کو جلاتی ہے ویسا ہی دُکھ والے شتروجنوں کو ناش کے لئے اس پرکار پرینتن کرے"۔ (دیانندی بھاش رگوید صفحہ ۶۰۷)۔

پریشور کہتا ہے "جیسے میں بدخصلت آدمیوں کے سر پھوڑتا ہوں ویسے ویسے تم بھی ان کے سروں کو پھوڑو" (یجروید ۵/۲۲)۔

ستیارتھ پرکاش اور حریت ضمیر ہندو ذہنیت اس بارہ میں اسقدر ماؤف ہو چکی ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی تہذیب یافتہ ہو۔ اور اپنے خیالات میں زبردست تبدیلی کر چکا ہو۔ اس ضمن میں اسکے خیالات میں تبدیلی محال ہے سوامی دیانند جی نے اگرچہ اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر ویدک دہرم میں بہت حد تک تغیر و تبدل کیا لیکن جہاں تک مخالف کے ساتھ سلوک کا تعلق ہے وہ بھی اس سطح سے اوپر نہ اُٹھ سکے۔ جس پر روز اول سے ہندو دہرم کو کھڑا کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں:۔

"جو شخص وید اور وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے اُس وید کی برائی کرنے والے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے"۔ (ستیارتھ سمولاس ۳ صفحہ ۵۹)۔

پھر ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی کے نزدیک ویدوں کے سوا کسی اور کتاب کو الہامی ماننے والا ناستک ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

Marfat.com

"ویدوں کا نندک اور نہ ماننے والا ناستک کہلاتا ہے"۔ (باب ۳ صفحہ ۷۵)۔

اور ایسے بدقسمت انسانوں کے لئے آپ کا حکم ہے کہ وہ دنیا کے تختہ پر کہیں بھی زندگی بسر کرنیکا حق نہیں رکھتے۔ فرماتے ہیں:۔

"جو کہ ناستک نندک وادھورت مش ہیں۔ وے سب ہم لوگوں کے نواس استھان (یعنے جائے رہائش) سے دور چلے جائیں۔ کنتو (بلکہ) نشچے کرکے اور دیشوں سے بھی دور ہو جائیں۔ ارتھات ادھرمی پرش کسی دیش میں نہ رہیں"

(رگوید بھاشیہ مطبوعہ سمت ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۵۲)۔

کیا دنیا کا کوئی سنجیدہ اور مہذب انسان جسکے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہو اس تشدد اور بے رحمانہ سلوک کو گوارا کر سکتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو محض مذہبی اختلاف رائے رکھنے کی وجہ سے ملک بدر کر دیا جائے بلکہ زندہ آگ میں ڈال دیا جائے۔ شہروں سے انہیں پھڑوا دیا جائے۔ ہر مہذب اور متمدن انسان اس قسم کے احکام دینے والے مذہب سے تہ دل سے نفرت کرنے پر مجبور ہے۔ اور وہ تسلیم کریگا کہ ایسا مذہب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی شان نہیں کہ وہ اپنے بندوں کے متعلق اس قسم کے ناواجب احکام نازل کرے۔ بے شک مذہب ایک قیمتی چیز ہے۔ مگر حریت ضمیر کا سلب کر لینا بھی بہت بڑا ظلم اور تعدی ہے۔ ہر انسان خدا تعالےٰ کا پیدا کردہ ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ محض اختلاف عقائد کی وجہ سے ایک کو قتل کر دیا جائے۔ یا اسے جلا کر راکھ کر دیا جائے۔

اس قسم کی تعلیمات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آریہ مذہب نے آزادی ضمیر کو سلب کر دیا۔ حریت انسانی کو پامال کر دیا۔ اور آراء کے اختلاف کو ایک ناقابل عفو جرم قرار دیکر اپنی خشونت اور متعصبانہ سپرٹ کا مظاہرہ کیا۔

حقیقی توحید اور ویدک دھرم

پنڈت واچسپتی جی ایم۔ اے نے "آریہ گزٹ" (۲۰۔ اپریل) میں اور "پرکاش" (۲۴۔ اپریل) نے اپنے افتتاحیہ میں یہ تعلی کی ہے کہ توحید حقیق کی تعلیم اگر کسی مذہب نے مکمل طور پر بنی نوع انسان کو دی ہے تو وہ صرف ویدک دھرم ہے۔ اسلام اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دیکھیں ویدک دھرم کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

Marfat.com

راجہ کی عبادت کرنے کا حکم پنڈت دیانند یجروید کے ادھیائے ۲۰ منتر ۲۲ کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

"اے انسانو ! جیسے عالم چھوٹے بڑے پیدا رتھوں کو جان کر حسب لیاقت کاروبار کو کامیاب بناتے ہیں۔ ویسے ہی اور لوگ بھی کریں۔ سب لوگوں کو چاہیئے کہ رعایا کے محافظ ایشور اور راجہ کی آگیا سیون (یعنی تعمیل حکم) اور آپاسنا ہمیشہ کیا کریں (تفسیر دیانند جلد دوم)۔

گویا خدا کی عبادت میں راجہ کو شریک کر لینا۔ نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں قرار دیا گیا بلکہ اسے ایشور کا واجب التعمیل حکم بتایا گیا ہے۔ آریہ صاحبان بتائیں۔ کیا راجہ کی عبادت کرنا توحید کے خلاف نہیں؟ دوسری جگہ لکھا ہے،

"جو عمدہ عزت کرنے والے انسان ہوں وغیرہ سچے افعال سے اپنے راجہ گیان وان میر مجلس کی ہی اپاسنا اور پرستش کرتے ہیں۔ وے لوگ ایذا رساں دشمنوں کو اچھے طور جیت کر پار ہو سکتے ہیں۔ (رگوید منڈل ۱ سوکت ۳۶ منتر ۱۷)

اپاسنا کسے کہتے ہیں ممکن ہے کوئی آریہ سماجی اپاسنا لفظ کی توجیہات بیان کر کے اس اعتراض سے بچنا چاہے۔ اسلئے ہم اس لفظ کی تشریح پنڈت دیانند جی کے حوالہ سے ہی پیش کرتے ہیں۔ پنڈت دیانند جی ویدوں کے ان منتروں کو نظر انداز کرتے ہوئے جنمیں مختلف چیزوں کی عبادت کا ذکر ہے اور اسلامی توحید سے متاثر ہو کر ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں :- "اس پرہم (ایشور) کو چھوڑ کر دوسرے کی اپاسنا نہیں کرنی چاہیئے (باب ۸ صفحہ ۲۴۳) قطع نظر اس سے کہ وید اس بارے میں کیا کہتے ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ اپاسنا اس عبادت کو کہتے ہیں جو انسان اپنے خدا کے لئے کرتا ہے۔

پرمیشور کے مساوی انسان وحدانیت اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ کسی کو معبود حقیقی کا ہمسر اور مساوی نہ قرار دیا جائے۔ مگر تعجب ہے۔ وید اس مسلمہ اصل پر بھی پورے نہیں اترتے۔ اور ان میں ایسے الفاظ موجود ہیں جنکا یہ مفہوم ہے کہ مخلوق میں سے بعض خالق کے ہمسر ہیں۔ چنانچہ یجروید ادھیائے ۹ کے اکیسویں منتر کا بھاوارتھ پنڈت دیانند جی ان الفاظ میں لکھتے ہیں :-

"میں ایشور سب آدمیوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ میرے تلیہ (برابر) دیندار گن کرم اور سوبھاو والے آدمی ہی کی رعایا ہو۔ اور کسی بیوقوف بدنیت کی رعایا ہونا مت قبول کرو"۔

ایشور مہاراج کا یہ حکم ظاہر کر رہا ہے کہ انسان بھی ایسے ہوتے ہیں جو صفات و افعال اور عادات میں

ایشور کے برابر ہوں اور جب ایک بندہ اور پرمیشور برابر ہو گیا تو پھر توحید کہاں رہی۔

ویدک ایشور کی محدود طاقتیں | پھر یجروید ادھیائے ۲۵ منتر ۴۵ کا ترجمہ بالفاظ پنڈت دیانند جی یہ ہے:۔

"اے بے خوف میر مجلس۔ بلاودہ کی گائیوں کی طرح ہم لوگ اس متحرک اور غیر متحرک جہان کے منتظم سکھ۔ پوروک دیکھنے کے لائق ایشور کے برابر طاقتور آپ کے سامنے ہو کر آپ کی عزت اور تعریف کریں"۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ویدک ایشور اتنی معمولی طاقتوں کا مالک ہے کہ معمولی راجے بھی اسکے ہمسر ہو سکتے ہیں۔ اور واقعہ میں وہ ایشور جو نہ روح کو پیدا کر سکتا ہے اور نہ مادہ بنا سکتا ہے اس میں طاقتیں ہی کیا ہو سکتی ہیں۔ اور اگر مہاراجے اسکے برابر ہو جائیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

ویدک ایشور کی بیوی | اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جو ویدک دھرم بیان کرتا ہے وہ اسلئے بھی ناقابل قبول ہے کہ ویدوں میں لکھا ہے:۔

"اے لوگو! میں ایشور جیسے براہمن کشتری۔ ویش شودر اور اپنے استری سیوک (بیوی۔ ملازم) وغیرہ کر اپدیش کرتا ہوں۔ آپ لوگ بھی اسی طرح کریں"۔ (یجروید ادھیائے ۲۶ منتر ۲ تفسیر دیانندی)۔

ویدوں کی لاثانی ہستی | ویدوں سے ایک عجیب بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان میں سب سے اعلیٰ و برتر ہستی دودھ دینے والی گائے قرار دی گئی ہے۔ یجروید ادھیائے ۲۳ منتر ۴۷ میں ایک سائل ویدرشی سے سوال کرتا ہے۔ آفتاب کی مانند کونسی روشنی ہے۔ سمندر کی طرح کونسا تالاب ہے۔ کرۂ زمین پر بارش برسانے والا کون ہے۔ اور وہ کونسی ہستی ہے جسکا ثانی کوئی نہیں۔ اس سوال کا جواب منتر ۴۸ میں یہ دیا گیا ہے کہ وہ ہستی جسکا کوئی ثانی نہیں گائے ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روحانیات کے متعلق جن کتابوں کی تعلیم اتنی ادنیٰ ہو۔ اور جن لوگوں کی نظر اتنی محدود ہو کہ وہ ایک حیوان کو بے مثل ہستی قرار دیں۔ انکے دماغ میں حقیقی توحید کس طرح آ سکتی ہے۔

ہندو دھرم میں شودروں کے متعلق احکام

ہندوؤں نے صدیوں سے اچھوت اقوام کو اپنی غلامی میں رکھ کر اور انہیں ابتدائی انسانی حقوق سے محروم کر کے جس سنگدلی کا ثبوت دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن اچھوت تو الگ رہے۔ جنہیں ہندوؤں کے نزدیک انسانیت کا درجہ ہی حاصل نہیں۔ خود ہندوؤں کا ایک حصہ جسے شودر کہا جاتا ہے اس سے

جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بھی کوئی کم دردانگیز نہیں۔ انسانیت کی تذلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک اپنے ہی جیسے انسان کو محض اسلئے حقوق انسانی سے محروم رکھا جائے کہ وہ کیوں شودر کے گھر پیدا ہوا۔ اور کیوں کسی برہمن کی کھتری یا ویش کے گھر پیدا نہیں ہوا۔ مگر ہندوؤں نے اس تذلیل انسانی کو روا رکھا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جنس کو رسوا ہوتے دیکھا مگر انکی امداد کے واسطے دست اعانت نہ بڑھایا۔ انہوں نے دیکھا کہ انہی جیسے اعضاء ہاتھ پاؤں کان ناک اور منہ رکھنے والے انسان دنیا میں ذلیل کئے جا رہے ہیں اور انہوں نے انکی ذلت میں ہمیشہ اضافہ کیا۔ مگر اسکے لئے ہندو بھی ایک حد تک معذور ہیں۔ کیونکہ انہیں انکے دھرم نے یہی تعلیم دی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہندو دھرم کے پیرو نہیں کہلا سکتے۔

دھرم شاستر کے احکام | ذیل میں ہم ہندوؤں ایک نہایت ہی مقدس مذہبی کتاب منوسمرتی سے جسے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے بھی بے حد وقعت دی ہے۔ اور ہندو دھرم کے متعلق اپنی تشریحات کی ساری بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ چند احکام پیش کر کے بتاتے ہیں کہ ہندوؤں کو انکے دھرم نے شودروں کے ساتھ کس قدر ظلم روا رکھنے کی تلقین ہے۔

منوسمرتی میں لکھا ہے (۱) شودر کا نام تحقیر آمیز اور برہمن کا خوشی کے اظہار والا رکھا جائے۔ $\frac{2}{31 و 32}$
(۲) برہمن۔ چھتری اور ویش کی حجامت چوٹی اور زنار ۱۱ برس تک کی عمر میں ہونا چاہیئے مگر شودر کا نہیں $\frac{2}{35-36}$
(۳) زنار جو پاکیزگی اور علم حاصل کرنے کی اجازت کا پروانہ ہے شودر کو نہیں مل سکتا اسلئے شودر ناپاک ہی رہتا ہے $\frac{2}{99}$
(۴) جنکی رسم زنار نہ ہو برہمن ان اچھوتوں کے ساتھ اضطراری حالت میں بھی پڑھانا اور بیاہ شادی وغیرہ نہ کریں $\frac{2}{168}$
(۵) شودر کی پیدائش کی غرض برہمن کی غلامی ہے (۱۳۱/۸)۔
(۶) شودر مال جمع نہ کریں $\frac{10}{129}$۔
(۷) شودر اگر مال جمع کرے تو برہمن اس سے بزور چھین لے $\frac{8}{416}$۔
(۸) سود لینے میں برہمن سے ۲ فیصدی چھتری سے ۳ فیصدی۔ ویش سے ۴ فیصدی۔ شودر سے ۵ فیصدی لینا چاہیئے $\frac{8}{1402}$۔
(۹) برہمن کے ساتھ سخت کلامی کی سزا چھتری کو سو روپیہ جرمانہ۔ ویش کو ڈیڑھ سو۔ مگر شودر کو قتل کر دینا چاہیئے $\frac{8}{268}$
(۱۰) شودر اگر برہمن کے علاوہ ویش اور چھتری سے سخت کلامی کرے تو اسکی زبان کاٹ لینی چاہیئے $\frac{8}{271}$۔

(۱۱) شودر اگر برہمن کا اور اسکی ذات کا نام لے کر بدگوئی کرے تو اسکے منہ میں دس انگل لوہے کی جلتی ہوئی سلاخ دینی چاہیئے ۲۷۱/۲۷۸۔

(۱۲) شودر اگر برہمن کو نصیحت کرے تو اسکے منہ اور کانوں میں جلتا ہوا تیل ڈال دینا چاہیئے ۲۷۲/۲۷۹۔

(۱۳) شودر اگر زنا کرے تو اسکو قتل کر دیا جائے۔ اگر برہمن زنا کرے تو صرف معمولی جرمانہ اور اسکی حجامت کر دی جائے ۳۷۹/۳۷۶

(۱۴) نیچی ذات والا لالچ سے اگر اونچی ذات والے کا پیشہ اختیار کرلے تو راجہ اس کو دولت چھینکر ملک سے نکال دے ۱۰/۹۶۔

(۱۵) شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اسکا کاٹ دیا جائے۔ اگر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کمر پر داغ لگوا کر اسکے چوتڑ کاٹ کر ملک بدر کر دیا جائے ۸/۲۸۱۔

(۱۶) اگر شودر برہمن پر تھوکے تو اسکے دونوں ہونٹ ترشوائے جائیں۔ پیشاب کر دے تو عضو تناسل اور اگر گوز مارے تو مقعد کی جگہ کٹوا دے ۵/۲۸۲۔

(۱۷) اگر شودر برہمن کے بال پاؤں ڈاڑھی گردن پکڑے تو اسکا ہاتھ کاٹنا چاہیئے۔ یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اسکو تکلیف ہوگی ۵/۲۸۳۔

ظالمانہ احکام | یہ احکام جسقدر ظالمانہ وحشت و بربریت کو لئے ہوئے ہیں۔ اسے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے ان میں سے کونسی ایسی بات ہے جس میں زیادہ سے زیادہ شودر کو ذلیل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اول تو شودر کی پیدائش کی غرض ہی برہمن کی غلامی بتائی گئی ہے۔ گویا ایشور نے جس طرح دوسری چیزیں اور دوسرے حیوانات انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے۔ اسی طرح اس نے برہمن۔ کھشتری۔ ویش کی خدمت گزاری کے لئے انسان نما حیوان شودر پیدا کئے۔ ان کی زندگی کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہیں کہ اونچی ذات کے ہندوؤں کی خدمت کریں۔ ان کے مظالم کا تختہ مشق بنیں۔ اور اسی میں جان دیدیں۔ انہیں اتنا بھی حق نہیں کہ انسانوں جیسا کوئی اپنا نام رکھ سکیں۔ بلکہ انہیں اپنے ایسے نام تجویز کرنے چاہئیں جو تحقیر آمیز ہوں انہیں اپنی محنت و مشقت سے مال و دولت حاصل کرنے سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اگر شودر مال جمع کرے تو برہمن کو اختیار دیدیا گیا کہ اس سے بزور چھین لے۔ اسی طرح سود لینے میں سب سے زیادہ شرح شودر کے لئے رکھی گئی سخت کلامی کی سب سے زیادہ سزا شودر کو دی گئی۔ حتیٰ کہ شودر کے منہ سے نصیحت سننا بھی گوارا نہیں کیا گیا۔ اور

یہ قرار دیا گیا کہ اگر شودر برہمن کو نصیحت کرے تو اسکے منہ اور کانوں میں اس بھلائی کے بدلے جلتا ہوا تیل ڈال دیا جائے۔ پھر مختلف جرموں میں اسکی سزا ہاتھ کاٹنا اور لبوں کا ترشوانا قرار دی گئی۔

آریہ سماج اور شودر | آریہ سماج جسکا دعویٰ ہے کہ وہ اچھوت امر کر رہی ہے۔ یعنے انکے لئے ترقی کے ذرائع مہیا کر رہی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق دلا رہی ہے۔ اسکے بانی سوامی دیانند جی نے انہیں انسان ہی تسلیم نہیں کیا اور ہندوؤں کے صرف چار ورن۔ برہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودر قرار دے کر باقی تمام انسانوں کو انسانیت سے خارج قرار دے دیا ہے۔ پھر شودروں کے متعلق ہندو دھرم کے اس ظلم و ستم میں کوئی تخفیف نہیں کی۔ جسکا کسیقدر نمونہ اوپر پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ انکا کام تین ورنوں کی غلامی اور انکی خدمت گذاری ہی قرار دیا ہے۔

چنانچہ اپنی پستک ستیارتھ پرکاش میں جسے آریہ پانچواں وید اور الہامی کتابوں کے درجہ کی کتاب قرار دیتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ شودر کا کام یہ مقرر کیا ہے۔ کہ:۔

"برہمن۔ کھشتری اور ویشوں کی خدمت مناسب طور پر کرے۔ اور اسی سے اپنی بہ معاش پیدا کرے شودر کا یہی ایک کام اور وصف ہے"۔ (ستیارتھ پرکاش ص۱۰۵)

دوسری جگہ "شودروں کے فرائض" بتاتے ہوئے لکھا ہے "شودر سب خدمتوں میں ہوشیار۔ کھانا بنانے کے علم میں ماہر ہو۔ نہایت محبت سے دوجوں (برہمن۔ کھشتری۔ ویش) کی خدمت کر۔ انہی سے اپنی روزی بسر کرے"۔ ص۱۲۹۔

منوسمرتی اور سوامی دیانند کی تعلیم

بھائی پرمانند ایم۔ اے نے حضور پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شان میں "خونی پیغمبر" کا الزام لگایا تھا۔ اسپر اخبار مسلمان لاہور نے گیارہ مضامین میں گیتا و مہابھارت سے سری کرشن جی کی خونریز تعلیم کے حوالے دئے ہیں۔ ہم یہاں صرف آخری نمبر کا خلاصہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۷ء کی اشاعت سے نمونۃً درج کرتے ہیں

آریہ سماجی بھائی پرمانند ایم۔ اے نے رحمۃ للعلمین کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں "خونی پیغمبر" کہا۔ لیکن ہم نے ثابت کیا کہ ہمارے پیغمبر تو دنیا کے لئے ابر رحمت تھے۔

پھر ہم نے گیتا اور مہابھارت میں سری کرشن اوتار کی خونریز تعلیم اور اسکا تماشا دیکھا۔ آج ہم منوسمرتی۔ نیز سوامی دیانند جی کی تصانیف کا مطالعہ کرینگے۔

Marfat.com

منوسمرتی یا منوجی کا دہرم شاستر ویدسے دوسرے درجہ پر ہے۔ منوجی مہاراج وید کے فاضل اور آریہ فقیہہ گزرے ہیں۔ آپکا دہرم شاستر ویدوں کی تفسیر ہے۔ منوجی گویا ہندو قوانین ساز ہیں۔ انکا درجہ ہندو دہرم میں وہی ہے جو اہلسنت والجماعۃ کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ انگریزی عدالتیں بھی مقدمات وراثت وغیرہ کا فیصلہ منوجی کے دہرم شاستر کے مطابق کرتی ہیں۔ قانونی کالجوں میں بھی اسی کی تعلیم ہوتی ہے۔ الغرض منوشاستر ہندو مذہب کی ایک مسلمہ اور اہم کتاب اور دہارمک گرنتھ ہے۔

ہم بتائیں گے کہ وید مقدس کن لوگوں کو دشمن قرار دے کر ان کی خونریزی کا حکم دیتا ہے۔ فی الحال دہرم شاستر کے احکام ملاحظہ ہوں :-

(۱) "جو کشتری لڑائی میں مارتے ہوئے اور جنگ سے منہ نہ پھیر کر مرتا ہے وہ سورگ میں جاتا ہے"۔ (منوباب ۷، منتر ۸۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ کشتری کے لئے خونریزی کرنا لابدی ہے اور جو کھشتری خونریزی نہیں کرتا وہ گویا نرگ میں جاتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے :-

(۲) "دشمن قلعہ میں رہے یا باہر۔ چاہے جنگ نہ بھی کرے لیکن اسکو گھیرے رہو۔ تکلیف دو اور انکی لکڑیاں۔ پانی وغیرہ خراب کر دو"۔ (منوباب ۷، شلوک ۱۹۵ و ۱۹۶)۔

منوجی مہاراج ہتھیار ڈال دینے والے دشمن کا بھی پانی وغیرہ خراب کرنے اور اسکے خون بہانے کا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور قوانین جنگ کے خلاف ہیں۔ مگر منوجی مہاراج کی ویدک تعلیم مغلوب دشمن کو بھی معاف نہیں کرتی۔ دشمن سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو غیر آریہ ہوں اور ویدوں کو نہ مانیں۔ منوجی مہاراج فرماتے ہیں :-

(۳) "دشمن کے تالاب۔ قلعے بالاخانے اور کھائیاں سب کھود ڈالے۔ اسے دہشتناک کر دے اور رات کو برچھی سے کرڈھکا (نام باجہ) بجاکر اسے زیادہ تکلیف دے"۔ (منوباب ۷، شلوک ۱۹۵-۱۹۶)۔

منوجی مہاراج تقسیم مال غنیمت کے متعلق حکم دیتے ہیں :-

(۴) "رتھ۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ چھتری۔ دھن۔ دھانیہ۔ چارپائی عورت اور چاندی سونے کے علاوہ تمام دولت سیسہ پیتل وغیرہ کا مالک وہی ہے جو فتح کرے"۔

(۵) "سونا چاندی اور زمین وغیرہ (جو عمدہ چیزیں) فتح میں ملیں۔ فاتح وہ راجہ کو دے۔ یہ ویدمیں لکھا ہے اور راجہ اس چیز کو سب پہلوانوں میں تقسیم کرے۔ جنہوں نے ملک فتح کیا ہو"۔ (منوسمرتی باب ۷، شلوک ۹۶-۹۷)۔

Marfat.com

اب ہم آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی مہاراج کی نصایا دیکھتے ہیں۔ سوامی جی فرماتے ہیں:۔

(۶) کھشتری کی شجاعت یہی ہے کہ وہ جنگ کرے۔ کیونکہ خونریزی کے بغیر دولت اور سکھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ (ستیارتھ پرکاش برہمن کانڈ ۱۲۔ ادھیائے برہمن ۵۔ بھومکا مترجم ص ۱۴۶)۔

خونریزی کیوں کی جائے؟ اسکی علت غائی کیا ہے۔ اس میں کیا حکمت اور بھلائی ہے؟۔ اگرچہ ان سوالات کا جواب مندرجہ بالا اقتباسات میں بھی آگیا ہوگا۔ تاہم سوامی جی ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

(۷) "سنگرام (جنگ) اور مہادھن (دولت عظیم) دراصل ایک ہی چیز ہے" (ستیارتھ پرکاش ادھیائے ۲۔ کھنڈ ۱۷)۔

"چونکہ جنگ سے بیشمار دولت حاصل ہوتی ہے لہذا اسکا نام مہادھن (دولت گراں مایہ) ہے۔ خونریزی کے بغیر اعلیٰ عزت اور دولت کثیر نہیں حاصل ہوسکتی۔ (بھومکا اردو ص ۱۴۶)۔

(۸) "جب اپنا اقبال ترقی پر ہو تو اسوقت بدا ندیش دشمن پر حملہ کرنا فرض ہے"! (ستیارتھ پرکاش ص ۱۹۰)۔

(۹) "جب یہ معلوم ہو کہ فوری جنگ اپنے لئے نقصان رساں ہے اور بعد کی مبارک اور فتحمند ہوگی۔ تو پھر دوست دشمن سے دوستی کرلے۔ اور مناسب وقت تک صبر کرے"۔ (منو ۷۔ ۱۶۹ ستھا) کسقدر اعلیٰ اخلاقی تعلیم ہے۔

(۱۰) "جو راج اپنے ملک کا ہوتا ہے وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ اور غیر ملک والوں کا راج پورا پورا آرام دہ نہیں ہے۔ (ستیارتھ پرکاش ص ۱۶۵)

منو مہاراج کے جن قوانین کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں انکا تھوڑا سا نمونہ ہم یہاں پر پیش کرتے ہیں۔ منو مہاراج فرماتے ہیں:۔

(۱) اگر شودر کسی برہمن کھشتری یا ویش کو گالی دے تو اسکی زبان کاٹ ڈالنی چاہیئے۔ اسلئے کہ شودر کی پیدائش ہی ناپاک ہے (۲۷۰)۔

(۲) اگر کوئی شودر کسی برہمن کھشتری یا ویش کو اسکا نام لیکر بلائے تو اسکے حلق میں ایک دس انگل لمبی لوہے کی گرم گرم سیخ ٹھونک دینی چاہیئے۔ (۲۷۱)

(۳) اگر کوئی شودر کسی برہمن کو دھرم کی بات کہے یا نیک نصیحت کرے تو راجہ کو چاہیئے اس شودر کے منہ اور کان میں اُبلتا ہوا تیل ڈالدے۔ (۲۷۲)

(۴) اگر کوئی اہنتج (اتی شودر) کسی دوج کو مارے تو جس عضو سے وہ مارتا ہے اسکا وہ عضو کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ یہ منو کا قانون ہے (۲۷۹)

(۵) اگر شودر ہاتھ یا لاٹھی سے مارے تو اسکا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اگر لات مارے تو اسکا پاؤں کاٹ دینا چاہیئے۔ (۵/۲۸۰)

(۶) اگر کوئی شودر کسی دوئج کے برابر بیٹھے تو اسکی کمر میں داغ دے کر گاؤں سے نکال دینا چاہیئے یا اسکے چوتڑوں کو تھوڑا سا کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ (۵/۲۸۱)

(۷) اگر کوئی شودر کسی دوئج پر تھوک دے تو راجا اسکے دونوں ہونٹ کاٹ ڈالے۔ اگر پیشاب کر دے تو اسکا عضو تناسل کاٹ ڈالے۔ اگر گوز مارے تو اسکے مقعد کو کاٹ دے (۵/۲۸۲)

(۸) اگر وہ بال پکڑے تو اسکے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اگر وہ پاؤں۔ ڈاڑھی یا خصیوں کو پکڑے تو بھی اُسکے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالنے چاہئیں (۵/۲۸۳)۔

(۹) اگر کوئی شودر کسی دوئج لڑکی سے اسکی مرضی کے بغیر جماع کرے تو اسکو فوراً قتل کر دینا چاہیئے۔ لیکن اگر دوئج مرد دوئج لڑکی سے زنا کرے تو اسکو قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ (۵/۳۶۴)

(۱۰) اگر کوئی لڑکی کسی برہمن سے زنا کرے تو لڑکی کو کوئی سزا نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن اگر وہ کسی دوسرے سے زنا کرے تو اسکو گھر میں قید رکھے۔ (۵/۳۶۵)

(۱۱) اعلیٰ ذات کی لڑکی سے زنا کرنیوالا نیچ کل اثنین مرد واجب القتل ہے۔ لیکن اونچی ذات کا زنا کرنے والا واجب القتل نہیں ہے۔ بلکہ وہ لڑکی کے والدین کو کچھ معاوضہ دیدے (۵/۳۶۶)

(۱۲) اگر کوئی شودر کسی دوئج عورت کے ساتھ اسکے گھر یا باہر زنا کرے تو وہ واجب القتل ہے۔ اور اسکی تمام جائداد ضبط کر لینی چاہیئے ( )۔

(۱۳) لیکن اگر کوئی ویش غیر عورت کو ایک برس تک گھر میں ڈال رکھے تو اسکی جائداد ضبط کرنی چاہیئے مگر وہ خود واجب القتل نہیں ہے۔ اگر یہی گناہ کھشتری کرے تو اسکو ایک ہزار پن جرمانہ کرنا اور اسکا سر منڈا سے مونڈنا کافی ہے (۵/۳۶۵)

(۱۴) اگر کوئی ویش یا کھشتری کسی برہمنی کے ساتھ جو کہ گھر سے باہر ہو زنا کرے تو کھشتری کو ایک ہزار اور ویش کو پانچسو پن جرمانہ کافی ہے (۵/۳۶۸)۔

(۱۵) اگر ویش اور کھشتری کسی برہمنی سے اسکے گھر میں زنا کریں تو انکو شودر کی سزا ملنی چاہیئے۔ یعنی ان کو چٹائی میں لپیٹ کر جلا دیا جاوے (۵/۳۶۹)

(۱۶) لیکن اگر کوئی برہمن کسی برہمنی سے اسکے گھر میں زنا بالجبر کرے تو وہ واجب القتل نہیں بلکہ اسپر صرف ایک ہزار پن جرمانہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ برہمنی کی مرضی سے زنا کرے تو صرف پانچسو پن جرمانہ کافی ہے (۸/۳۷۸)
(۱۷) برہمن کا سر مونڈنا اسکے قتل کے برابر ہے۔ مگر دوسرے ورنوں کا قتل ہی اصلی قتل ہے (۸/۳۷۹)
(۱۸) برہمن خواہ دنیا بھر کے بھی پاپ کرتا ہو۔ مگر اسکو قتل کی سزا نہیں دینی چاہیئے بلکہ اسکو اسکی تمام جائداد کے ساتھ اپنے راج سے نکال دے (۸/۳۸۰)
(۱۹) برہمنوں کے قتل سے بڑھکر دنیا میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسلئے راجہ برہمن کے قتل کا کبھی دل میں بھی خیال نہ کرے (۸/۳۸۱)
(۲۰) اگر کوئی برہمن کسی کھشترانی یا ویشانی سے اسکے گھر میں زنا کرے تو اسکا سر بھی نہیں مونڈنا چاہیئے بلکہ معمولی جرمانہ کرکے چھوڑ دینا چاہیئے (۸/۳۸۲)
(۲۱) اگر کوئی کھشتری یا ویش کسی شودرانی سے اسکے گھر میں زنا کریں تو واجب القتل نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہزار پن جرمانہ کافی ہے (۸/۳۸۳)
(۲۲) اگر کوئی برہمن گھر سے باہر کسی کھشترانی۔ ویشانی یا شودرانی سے زنا کرے تو صرف پانچسو پن جرمانہ کافی ہے۔ اگر کسی پنچ یا چنڈال عورت سے زنا کرے تو ہزار پن جرمانہ ہونا چاہیئے (۸/۳۸۵)
(۲۳) شودر خواہ زر خرید ہو خواہ نہ۔ مگر اس سے خدمت کروانی چاہیئے۔ کیونکہ برہما نے شودروں کو برہمنوں کی خدمت کے لئے ہی پیدا کیا ہے (۸/۴۱۳)
(۲۴) شودر خواہ غلامی سے آزاد بھی ہو جائے۔ مگر وہ خدمت کے کام سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اسلئے کہ برہما نے اسکو پیدا ہی اس کام کے لئے کیا ہے (۸/۴۱۴)
(۲۵) برہمن جب چاہے شودر کا مال و دولت چھین لے۔ کیونکہ شودر کے لئے مال جمع کرنا ممنوع ہے (۸/۴۱۷)
(۲۶) وہ لڑکا جو برہمن کسی شودر عورت سے پیدا کرتا ہے زندہ بھی مردہ سمجھا گیا ہے (۹/۱۷۸)
(۲۷) اگر کوئی شودر اپنی ہمت و کوشش سے اعلیٰ ذاتوں کے کاموں کو کرنے لگ جائے تو راجہ کو چاہیئے کہ ایسے شودر کے تمام مال و اسباب کو ضبط کرکے ملک سے نکال دے (۱۰/۹۶)
(۲۸) اگر کوئی شودر وہ بچوں کی خدمت نہ کر سکے تو اسکو چاہیئے کہ دوسرے اونچے قسم کے کام کرکے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالے (۱۰/۹۹)

Marfat.com

(۲۹) شودر کو چاہیئے کہ اپنے گذارہ کے لئے کھشتریوں کی سیوا کرے یا کسی دولتمند ویش کی سیوا کرکے گذر اوقات کرے (۱۰/۱۲۱)

(۳۰) جس شودر کو مکتی کی خواہش ہو وہ برہمنوں کی سیوا کرے۔ کیونکہ اسکا یہ کہنا کہ میں برہمن کا سیوک ہوں اسکو مکتی دینے والا ہے (۱۰/۱۲۲)

(۳۱) شودروں کے لئے برہمنوں کی سیوا سے بڑھکر دوسرا کوئی ثواب کا کام نہیں ہے۔ اس کو چھوڑ کر وہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب فضول ہے (۱۰/۱۲۳)

(۳۲) دوئجوں کو چاہیئے کہ وہ شودروں کو بچا کھچا کھانا پرانے کپڑے۔ دھانوں کا بھوسہ اور پھوٹے ہوئے برتن دیں (۱۰/۱۲۵)

(۳۳) شودر کے لئے دوئجوں کا کوئی دھرم نہیں ہے۔ انکو دوئجوں کے سنسکاروں کی بھی اجازت نہیں ہے وہ دھرم سے بالکل دور ہیں (۱۰/۱۲۶)

(۳۴) شودروں کو چاہیئے کہ دوئجوں کی محبت سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر ان کو ویدمنتروں کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی انکے لئے تعریف کی بات ہے (۱۰/۱۲۷)

(۳۵) شودر خواہ کیسا ہی لائق ہو جائے اگر اسکو دولت جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ دولتمند شودر برہمنوں کی طاقتوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ (۱۰/۱۲۹)۔

قوانین منو میں سے مذکورہ بالا چند قوانین محض اسلئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ ان مسلمانوں کو جو اپنے "برہمن الاصل" ہونے کے گھمنڈ میں کسی مسلمان پر شودر اور کسی پر ارائیں ہونے کا طعنہ مار رہے ہیں۔ یہ پتہ لگ سکے کہ انکے جد امجد منو مہاراج نے انسانوں کے اس طبقہ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے۔ جس طبقہ میں سے اسلام پاک کی اخوت و مساوات و حریت کی تعلیم نے حبشی غلاموں تک کو بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنا دیا تھا۔ وہ اسلام جس نے کالے اور گورے کی تمیز کو اڑا دیا۔ وہ اسلام جس نے برہمن اور شودر کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا۔ وہ اسلام جس نے غلام بلکہ غلاموں کی اولاد کو برہمن الاصل قوم کے راجوں اور مہاراجوں کا بادشاہ بنا دیا وہ اسلام جس نے برہمن الاصل قوم کے حکمرانوں کے سر کو حبشی غلاموں کی دہلیز پر جھکا دیا۔ وہ اسلام جس نے شودروں کے طبقہ میں سے بہت سے انبیاء و رسل کو مبعوث کیا۔ وہ اسلام جس نے شودروں میں بڑے بڑے خلفاء و صلحاء و علماء و فضلا کو پیدا کیا۔ آج وہی اسلام پاک برہمن الاصل مسلمانوں کے ہاتھ سے ایسا لکدکوب

Marfat.com

ہو رہا ہے کہ اسکے نام لیوا باوجود مسلمان کہلانے اور مسلم قوم کی لیڈری و رہنمائی کا دم بھرنے کے اسلام پاک کی اخوت و مساوات و حریت کی سپرٹ کو منو کے قوانین کی کند چھری کے ساتھ ذبح کر رہے ہیں۔ وہ قوانین منو جنکا کثیر حصہ شرم و حیا۔ اخلاق و مروت۔ اخوت و مساوات۔ حریت و انسانیت کے نام پر داغ ہے۔

اس سوال کا جواب کہ آدی ہندو کون ہیں؟

ہم یو پی آدی ہندو کانفرنس کے صدر بابو رام چرن وکیل ہائی کورٹ و ممبر لیجسلیٹو کونسل کی تقریر سے دیتے ہیں۔

رگوید کے زمانہ میں آدی ہندوؤں کی حالت | حالانکہ ہمارا لٹریچر برباد کر دیا گیا۔ تب بھی ہم اپنے دشمنوں ہی کی کتابوں سے آپ کو بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم کون ہیں۔ اور کس طرح سے اس حالت میں گرائے گئے۔ رگوید سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں دو قومیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھیں لڑ رہی تھیں۔ ایک آریہ کے نام سے پکاری گئی ہے اور دوسری دسیو یا داس یا اناریہ کے نام سے پکاری گئی ہے۔ آریہ کے معنے معزز آدمی کے ہیں۔ دسیو اور اناریہ کے معنے چور۔ بدمعاش ڈاکو وغیرہ ہیں۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ایسی کون قومیں تھیں جو ساری کی ساری چور ڈاکو بدمعاش ہوں۔ پوری ایک قوم شریف اور پوری دوسری قوم بدمعاش و چور ڈاکو۔ یہ ایک تعجب کی بات معلوم ہوگی۔ لیکن یہ تعجب آپکا جاتا رہیگا جب یہ معلوم ہو جائیگا کہ "اپنے منہ میاں مٹھو" شریف بننے والی قوم باہر سے سورن بھومی (زرخیز زمین مراد ہندوستان) پر آئی ہے اور یہاں کی قدیم قوم سے لڑائی شروع کی اور اسی قوم کو اناریہ اور دسیو کا خطاب رگوید میں دیا ہے۔ رگوید کو خدا کا کلام کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب چالیں پولیٹکل ہی تھیں۔ خواہ انکو کتنا ہی مذہبی رنگ میں کیوں نہ پیش کیا جائے۔ یہاں کے باشندے بڑے شہ زور تھے لیکن سیدھے سادے اور دغا باز نہ تھے۔ ان میں سے جن جن کو مغلوب کر لیا اُن کو داس یعنی شودر بنا دیا۔ شودر ویدوں کے زمانہ میں ذات پات کا نام نہ تھا جیسا اب سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ بالکل بامعنے لفظ تھا۔ یعنے شودر کے معنے غلام کے تھے۔ وہ غلامی کیسی تھی؟ آیا وہ یورپ کی غلامی کی طرح یا کوئی اور خاص طریقے کی

آریہ قانون

"اتیریہ برہمن" میں لکھا ہے کہ ایک انسان شودر کی مانند تیرے گھر میں پیدا ہوگا جو دوسروں کا غلام ہوگا۔ اور جس کو اپنی مرضی سے چاہیں نکال دیں یا مار ڈالیں۔ "پنچ وشش برہمن" میں لکھا ہے کہ شودر اگر خوشحال بھی ہو تو بھی

وہ سوائے غلام کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسکا کام صرف اپنے بزرگوں (برہمنوں) کے پاؤں دھونا ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ ویدوں کے زمانے میں شودر کو صرف غلام ہی کہتے تھے۔ ویدوں میں اخلاق۔ عادات اور اعمال شودر نہیں بناتے تھے۔ یہ بالکل دھوکا بازی ہے کہ ایک قوم اپنے آپ کو آریہ کہتی ہوئی اس سورن بھومی (زرخیز زمین) کو لوٹنے آئی اور انکو غلام بنا کر آجتک آزاد نہ کیا۔ حالانکہ دنیا سے غلامی اُٹھ گئی ہے۔ یہ حالت تو اُن آدی ہندوؤں کی ہوئی جنہوں نے آریہ حملہ آوروں کے ساتھ لڑائی کرنا نہ چاہا۔ جس حالت پر خود انہیں آریوں کی اولاد ظاہر طور پر آنسو بہانے کا دعوے اسوقت کر رہی ہے اور اچھوت ادھار۔ دلت ادھار کا شور مچا رہی ہے۔ لیکن یہ سہانو بھوتی (دوستی) انہیں وجوہات سے پیدا ہوئی جن وجوہات سے انکو غلام بنایا تھا۔ پولیٹکل وجوہات سے ہی غلام بنایا۔ اور پولیٹکل وجوہات کی تبدیلی سے ہی اب ادھار کی پکار مچا رہے ہیں۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ منوجی کا قانون ترمیم ہو گیا؟ منوجی تو کہتے ہیں کہ "شودر چاہے خریدا ہوا ہو یا نہ۔ اسی سے غلامی کا کام لیا جائیگا کیونکہ شودر کو برہمنے برہمنوں کی غلامی کے لئے بنایا ہے"۔

"شودر اگر آزاد بھی کر دیا جائے تو بھی وہ غلامی سے نہیں چھوٹ سکتا۔ کیونکہ یہ غلامی اس میں فطرتاً ہے۔ کون ہٹا سکتا ہے"۔ برہمن شودر کے مال کو بے خوف چھین سکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ اسکے پاس ہے وہ اس کا مالک نہیں ہے۔ اسکی جائداد اسکے مالک چھین سکتے ہیں"۔ دیکھو منوسمرتی ادھیاء ۸ شلوک ۴۱۳ - ۴۱۷ منوجی نے سات طریقوں سے شودر بنانا بتایا ہے۔ اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو لڑائی میں پکڑا جائے۔

برہمنوں کے ہاتھوں بدھوں کی بیخ کنی۔

بُدھ حکومت کے زوال کے بعد شنکر اچاریہ اور انکے حامی مطیع ہندو راجاؤں نے طاقت پاکر بدھوں کے ساتھ سخت بدسلوکی کی۔ نہ صرف ہندوستان سے ہی بدھوں کی بیخکنی کر دی۔ بلکہ بُدھ کی جائے پیدائش بُدھ گیا کا بھی نام و نشان مٹا دیا۔ کہ جسکی جاترا کے لئے آجکل بدھ مذہب کے معتقدین چین۔ جاپان۔ سیلون اور برہما تک سے جوق در جوق ہندوستان کو چلے آتے ہیں۔ بُدھ مذہب تمام ہندوستان پر پھیل چکا تھا۔ لیکن بُدھ مذہب کے بڑے بڑے راجاؤں کے انتقال کے بعد جب برہمی مذہب کو موقعہ ملا تو اس نے بودھوں کا بیدریغ قلع قمع کیا یہانتک کہ ہندوستان میں نام کو بھی ایک بُدھ نہ چھوڑا۔ اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہندوؤں نے بدھوں پر کونسا ظلم و ستم نہ ڈھایا ہوگا۔

آجکل ہندوستان کے اکثر عجائب خانوں اور ایجنٹا و الیفنٹا وغیرہ غاروں میں بُدھ کے ہزارہا اعلیٰ درجہ کی صنعت بت تراشی کے بت ملتے ہیں جنہیں دیکھکر اس امر کا اقرار کئے بغیر رہا نہیں جاتا کہ اسوقت کی بُدھ تہذیب کسقدر

Marfat.com

ترقی کر چکی تھی۔ راجہ چندر گپت اور اشوک کے زمانوں میں جو بدھ مذہب کے بڑے مربی اور حامی تھے بدھوں نے جیوانات تک کے لئے ہسپتال بنائے ہوئے تھے۔ اور مسافروں کی سہولیت کے لئے سڑکیں اور انپر فاصلہ کے مینار نصب کئے ہوئے تھے۔ جن پر بدھ مذہب کے احکام بھی کندہ تھے۔ اور ایسے بعض مینار ابتک بھی موجود ہیں ایسے مہذب اور ترقی یافتہ مذہب اور قوم کو اہنسا کے معتقد ہندوؤں نے صرف اسلئے بیخ و بن سے اکھاڑ کر گم کر دیا کہ وہ ہندو ازم سے جدا مذہب تھا۔

منوسمرتی کے احکام شودروں کی نسبت

سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش سمولاس (۱۱) میں منوسمرتی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "جو ویدوں کو نہیں مانتا وہ دہریہ ہے۔ اور جو ویدوں کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کو دیش سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ اور دہریہ کو ذات اور قطار اور ملک سے خارج کر دینا چاہیئے۔ رگ وید بھاش۔ پہلا اشٹک پہلی ادھیائی ساتویں ورگ پانچویں منتر کے پچھلے حصہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ویدوں کو نہیں مانتے اور دہریہ ہیں وہ سب ہماری جائے رہائش سے دور چلے جائیں۔ یعنے جہانتک ہندوؤں کا اختیار ہو انہیں کسی ملک میں بھی نہ رہنے دیا جائے۔ اسی طرح رگ وید آشٹک اول۔ ادھیاء ۴ ورگ ۱۰ منتر ۸ کا ویاکھیان سوامی دیانند جی اسطرح دیتے ہیں"۔ اور جو ناستک ڈاکو چور لٹیرا شکاری مورکھ وشے ہنسا کرنے والے آدمی اتم کرموں میں بگھن ڈالنے والے وید ودیا اور ودھی آنا دیہ منش ہیں ان سب دشٹوں کو نشٹ کر دو"۔

غیر ہندو کو وید پڑھانے سے انکار

ایک سال جب کلکتہ یونیورسٹی کے سینٹ میں لکچراروں کا تقرر عمل میں لایا جا رہا تھا تو پنڈت سیتا رام صاحب شاستری کے تقرر پر بحث کرتے ہوئے رائے بہادر ڈاکٹر چنی لال بوس نے اعتراض کیا کہ گذشتہ ایام میں پنڈت صاحب موصوف نے اپنے لکچروں میں ایک مسلمان طالب علم کو شریک کرنے سے انکار کیا تھا اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابکی بار قبل ہی سے دریافت کر لیا جائے کہ آیا صاحب موصوف آئندہ کسی مسلمان یا غیر ہندو کو اپنے لکچروں میں شرکت کی اجازت دینگے یا نہیں۔ اور قبل دریافت اس تقرر کا فیصلہ نہ کیا جائے۔ ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب نے اس ترمیم کی تائید کی۔ مگر ڈاکٹر کفتوبنر جی نے فرمایا کہ ہر ہندو تعلیم وید میں غیر ہندو کو شریک کرنے سے انکار کریگا۔ اور سر آشوتوش مکرجی نے فرمایا کہ ہم لکچرار کو اس امر پر رضامند نہیں کر سکتے کہ وہ

Marfat.com

غیر ہندو کو بھی اپنے لٹریچر میں شریک کرے۔ اور اس صورت میں بجز اسکے چارہ کار نہیں ہے کہ لٹریچر کو برطرف کر دیا جائے لیکن ہم ایسا بھی نہیں کر سکتے اسلئے کہ بہت کم پنڈت اس قابلیت کے ہیں جو علم وید میں کافی قابلیت رکھتے ہوں سرگروہ اس بنرجی نے بھی اس تقریر کی تائید کی رائے لینے پر ڈاکٹر چنی لال کی تزمیم قلت رائے کے باعث نامنظور ہوئی اور پنڈت صاحب کا تقرر پہلی صورت میں ہی عمل میں آگیا۔ اس ریزولیوشن پر بحث ہونے سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ابھی تک برادران ہنود کا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی اسی امر کا حامی ہے کہ وید کی تعلیم غیر ہنود کو نہ دی جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہی تعلیم یافتہ طبقہ اس امر کا بھی مدعی ہے کہ وید سارے عالم کی رہنمائی و ہدایت کے لئے برہم پرم آتما نے آدشرشتی کے رچتے وقت دنیا میں نازل کئے ہیں۔ کیا کسی تعلیم کے عام نہ کئے جانے کی حالت میں اس تعلیم سے یہ توقع کرنا کہ وہ مخلوق کی رہنمائی کرے گی کسی طرح صحیح ہو سکتا ہے ؟۔

آریہ ہندوؤں کا شودروں سے سلوک

آریہ ہندوؤں نے وسط ایشیا سے پنجاب میں داخل ہو کر ملک کے اصلی باشندوں سے بہت سختی کا سلوک کیا اور انہیں یا تو پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف بھگا دیا جو اب تک گونڈ کول اور بھیل وغیرہ قدیم قومیں بنی ہوئی ہیں۔ جو نہ بھاگ سکے انہیں شودر بنا کر ان سے ادنیٰ خدمات لینے لگے۔ منو سمرتی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ورن آشرم کا طریقہ جاری کر کے بمقابلہ برہمی چھتری وغیرہ اونچی ذاتوں کے شودروں کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آجتک ہندوستان میں پانچ کروڑ سے زیادہ اچھوت ذاتیں موجود ہیں۔ جو ادنیٰ درجہ کے ہندو کہلاتے ہیں۔ مگر ہندو ان سے کسی قسم کا میل جول نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ سوائے مردم شماری کے کاغذات میں انکے ہندو لکھے جانے اور سیاسی اغراض کے لئے ہندوؤں کی تعداد بڑھا دینے کے اور وہ کسی لحاظ سے ہندو نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ہندو ان سے چھو جانے سے بھی ناپاک ہو جاتے ہیں۔ البتہ آجکل آریہ سماج یا ہندو مہا سبھا کے خیال کے ہندو انہیں شدھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن شدھ کر کے بھی وہ ان سے روٹی بیٹی کا تعلق نہیں قائم کر سکتے اور ہندو مذہب یا ہندو سسٹم کی قدامت پسندی کو دیکھتے ہوئے یہ مان لینا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کبھی ہندو سوسائٹی اپنے اندر ان اچھوتوں کو داخل کر سکے گی۔

اچھوت ہندوؤں کی سڑکوں پر نہیں چل سکتے

بمقابلہ پنجاب و یوپی کے صوبہ مدراس پورانے یا کنسرویٹو ہندو ازم کا بڑا قلعہ ہے۔ احاطہ مدراس میں کسی اچھوت کا سایہ بھی کسی برہمن پر پڑ جائے تو برہمن ناپاک ہو جاتا، اور اسے نہانا پڑتا ہے۔ ریاست میسور کے مقام وائیکوم میں اچھو ہندوا علیٰ ذات کے ہندوؤں کی سڑکوں پر نہیں چل سکتے میل کا تو کیا ذکر ہے ورنہ انہیں قانوناً گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اسی لئے مہاتما گاندھی کی رہنمائی سے

Marfat.com

سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء میں اس مکروہ دستور کے خلاف ستیہ گرہ کی تحریک جاری کی گئی۔ اور بہت سے اچھوت ہندو قید ہوئے مگر قدیم دستور ابتک بھی جاری ہے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک ہندو ڈاکٹر کے خلاف ایک تعلیم یافتہ اچھوت شخص نے عدالت میں ڈگری حاصل کی۔ کیونکہ باوجود منہ مانگی فیس لے لینے کے ڈاکٹر نے اسکی بیوی کی زچگی میں اسکے بستر کے قریب جاکر مریضہ کو چھو کر نہ دیکھا تھا بلکہ دور سے ہی ایک مسلمان کی وساطت سے مریضہ کو تھرمامیٹر لگوا کر دیکھا۔ اور ڈاکٹر نے نمونیا سمجھکر دوائی لکھدی۔ اور اسی بدسلوکی سے وہ اسی مرض میں مرگئی۔ اسپر مہاتما گاندھی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں سخت غم و غصہ کا اظہار کیا۔

ہندو راج میں عورتوں کا حال

(۱) ابتدائی زمانہ میں شادی کی کوئی بندش نہ تھی۔ جب راجہ پانڈو نے کنتی سے نیوگ کرنے کو کہا تو اس نے بتایا کہ پہلے پہل عورتیں بالکل آزاد تھیں۔ چونکہ بوڑھے مردوں اور عورتوں کی کوئی پروا نہ کرتا تھا اسلئے شادی کا رواج ڈالا گیا۔

(۲) مہابھارت کے زمانہ میں کئی عورتوں سے شادی کرنیکا رواج تھا۔ (صفحہ ۱۱۳ تاریخ پنجاب) (بخلاف اس کے پانچوں پانڈوں نے صرف ایک رانی سے شادی کی ہوئی تھی۔ یعنے پالی اینڈری کی تھی)۔

(۳) سکندر جس زمانہ میں ہندوستان میں آیا تو اس زمانہ میں نیوگ کیا جاتا تھا۔ دیوا کی دوسری شادی بری سمجھی جاتی تھی۔ اُس زمانہ میں بعض قبیلوں میں لڑکیوں کے بیچنے کا رواج تھا۔ (صفحہ ۱۱۴ تاریخ پنجاب)۔

(۴) بہت سی شادیوں اور ستی کا رواج پایا جاتا تھا۔ اور ٹکشلا میں منڈی بھی۔ جہاں پر غریب لڑکیاں شادی کے لئے فروخت ہوتی تھیں۔ (صفحہ ۱۳۵)۔

(۵) گندھرب شادی میں لڑکی کو بہکا لیا جاتا تھا۔ اگر اُسکے اپنے رشتہ دار چھوڑا نہ سکیں تو وہ بہکانے والے کی سمجھی جاتی تھی۔ سوبھدرا کی شادی اس طریق سے ہوئی (صفحہ ۱۱۴)۔

(۶) ٹکشلا میں بڑی بڑی لڑکیاں فروخت کے لئے پیش کیجاتی تھیں اور سب سے زیادہ قیمت دینے والیکو دیجاتی تھیں۔

(۷) برہمنوں میں لڑکی کے دان کا رواج تھا۔ (صفحہ ۱۱۴)۔

(۸) برہمن تین شادیاں کرسکتا تھا۔ کشتری اور ویش صرف ایک (صفحہ ۱۱۵)۔

کوچین میں برہمنوں کی سڑکوں پر شودر نہیں گذر سکتے ریاست کوچین کا اخبار لکھتا ہے:۔ "کوچین کی دیسی ریاست میں ابھی وہ تعصب غیر براہمن ذاتوں سے برتا جاتا ہے جو شاید تین سو برس پیشتر مدراس کے اضلاع میں برتا جاتا تھا

تعصب مذہبی برہمنوں کا شودروں سے اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ برہمن جس سڑک سے گذرتے ہیں اسپر شودر نہیں گذرنے پاتے شودر نکلتے وقت پابند ہے کہ آواز دے۔ اور شودر کسی گلی میں منہ چھپا کر کھڑا ہو جائے۔ اور اگر عدول حکمی کرے تو گالیاں کھاوے۔ جس ملک میں باہم بنی نوع انسان سے ایسا برتاؤ ہو۔ اُس کے ادبار کے اسباب تلاش کرنا فضول ہے۔

جس جگہ مسلمان بیٹھ جاتا ہندو اُسے پانی سے دُھلوا دیتے۔ ہندوؤں میں اس بارہ میں جو اب تغیر نظر آتا ہے یہ وہی مسلمانوں کی بے تعصبی کی تقلید ہے۔ ورنہ یہی ہندو ایک زمانہ میں مسلمانوں کو ملیچھ کہتے تھے اور مسلمان جہاں کہیں زمین پر بیٹھ جاتا تھا اس جگہ کو پانی سے دُھلوا دیتے تھے جیسا کہ پانچویں صدی میں علامہ ابو ریحان بیرونی کو اسکا تجربہ ہوا تھا جسکو اس نے اپنی کتاب الہند میں تفصیل سے لکھا ہے۔ آج یہ یادگاریں مٹتی جاتی ہیں۔ اور اگر اسکی کوئی جھلک نظر آجاتی ہے تو ہم حیرت زدہ ہو کر رہجاتے ہیں ؎

عالم زماتہی وز افعال ما پر است　　شد عندلیب خاک وچمن از نوا پر است

ہندوؤں کے ہاتھ سے اچھوت اقوام کی حالت زار

(نوشتہ کلجگانند سنیاسی۔ از کاشی بنارس)

ست جگ میں بھگوان اوتار دیوتا راجہ رامچندر جی جنکی یاد میں ہر سال دھوم دھام سے رام لیلہ ہوتی ہے صبح سویرے اُٹھکر ہر شخص چھوٹا بڑا امیر فقیر سب "جے رام جی کی" کہتے ہیں۔ رام لیلہ میں شودر اچھوت چنڈال یعنی نیچ ذات کے لڑکوں کے منہ کالے کر کے راکشش بنائے جاتے ہیں اور برہمنوں اور بڑی ذات کہلانے والوں کے لڑکوں کو خوبصورت کپڑا پہنا کر منہ پر پاؤڈر اور چمکتے ہوئے سندر ستارے لگا کر رام لچھمن بناتے ہیں۔

چاہے جتنا پڑھا لکھا خوبصورت لڑکا شودر ذات کا ہو۔ اس کو یہ پدوی رام لکشمن بننے کی نہیں دی جاتی۔ کیونکہ خود بھگوان ہی شودروں سے نفرت کرتے تھے۔ دنڈکا بن پہاڑ کی کھوہ میں ایک شودر مہاتما شمبوک رشی کو راجہ رامچندر جی نے اپنے ہاتھوں اپنی تلوار سے قتل کیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی نجات (مکتی) کے لئے تپسیہ (مالک پیدا کرنے والے) کی تپسیہ کر رہا تھا۔ اور شودر کی نجات اسی میں ہے کہ بڑی ذات کہلانے والوں کی رات دن خدمت کرے۔

راجہ رامچندر جی نے عورت ذات کی بھی بڑی بے عزتی کی۔ انکو قتل تک کیا۔ رام راج کے بعد اب کرشن بھگوان کی کتھا سنئے۔ ایک روز کنسی راجہ کے یہاں کرشن جی کی دعوت تھی۔ آپ کے کپڑے بہت ہی میلے تھے۔ ایک دھوبی

پرانے کپڑے پہننے کو مانگے۔ اس نے کپڑے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ مالک ہم آپ کو نہیں جانتے ہیں۔ اسپر کرشن جی کو غصہ آیا اور دھوبی کو قتل کر دیا۔ دھوبی غریب محض نیچ ذات اچھوت ہونے کی وجہ سے کرشن کا مقابلہ نہ کر سکا۔ حالانکہ انہیں دھوبیوں نے اپنی پنچایت میں ایک دفعہ یہ کہا کہ ہم رام نہیں ہیں۔ جو اپنی گئی ہوئی عورت کو دوبارہ برادری میں لے لیں۔ اس قدر یہ دھوبی اپنی عزت و آبرو کا خیال کرتے تھے۔ یہی حال سب اچھوت ذاتوں کا تھا۔ ان کی تہذیب بہت اچھی تھی۔ یہ بہادر بھی ہوتے ہیں اگر انکی قدر کی جائے۔

آریہ ہندو دوسرے کے کاندھے پر سے بندوق چلانا جانتے ہیں۔ اسی لئے اس وقت مطلب نکالنے کیلئے شودروں کو للار ہے ہیں اور انکی شدھی کر رہے ہیں۔ مطلب پرستوں۔ خود غرضوں اور بت پرستوں کے خلاف ہندوستان میں ایک ایسا مذہب اور ایسی قوم آئی جس نے شودروں کو ظلم سے بچا کر آزادی اور برابری کا مرتبہ دیا۔ راجپوتوں کے ظلم برہمنوں کے دغا فریب بنیوں کی لوٹ سے بچایا۔ اس دیس میں جب ظلم انتہا کو پہنچے گا تو شودر کو بادشاہ بنا دیا جائے گا۔

محمد غوری ایک مسلمان نے ہندوستان کے برہمنوں اور راجپوتوں سے لڑائی کی اور یہ ملک جیت کر ایک شودر (غلام) ایبک نامی کو بادشاہ بنا دیا۔ یہ شودر ذات (غلام خاندان) کے دس بادشاہ ہندوستان میں ہوئے ان کا راج ایک سو سال تک رہا۔ محمود غزنوی بادشاہ جسکی لڑائی ان لوگوں سے ہوئی جو کہ شودروں اچھوتوں کو مندروں میں نہیں جانے دیتے ہیں۔ یعنی برہمن اور راجپوت جو شودروں کا چارپائی پر بیٹھنا نہیں دیکھ سکتے۔ ان کو اچھے صاف کپڑے پہننے نہیں دیتے ہیں۔

ان شودروں سے کائیستھ قوم کو اعلیٰ مرتبہ پر بٹھا دیا۔ ایک نائی کے لڑکے کو اسقدر پڑھایا لکھایا کہ وزیر تک بنا دیا۔ ہندوؤں کی فوج کا سپہ سالار بنا کر اپنے سامنے گھوڑے پر بٹھایا۔ اعلیٰ قیمتی کپڑا خلعت اور گلے میں ہیرے جواہرات کے ہار اپنے ہاتھ سے بادشاہ نے پہنائے۔ یہ سلوک ملک کوئی کے ساتھ کیا گیا۔ اس ملک کو پہلے ٹھاکر کا خطاب پھر راجہ ملک کا خطاب دیا۔ ملک جب وفادار ثابت ہوا۔ تب ہندو اور مسلمان دونوں کی فوج کا سپہ سالار عظیم بنا دیا گیا۔ اس نائی کی ذات کو آریہ ہندو "نوکانوا" اور شودر کہا کرتے ہیں۔ یہی کارنامے ہیں جنکی بنا پر آریہ ہندو سلطان محمود غزنوی کو ہندو کش۔ ظالم و ستمگر کہتے ہیں۔ وید۔ رامائن۔ گیتا۔ پوران سب نے شودر کو ہمیشہ کے لئے شودر بنا دیا۔ یہانتک حکم ہے کہ شودر کو اگر جان سے مار ڈالا جائے۔ خواہ بے خطا بے قصور مار ڈالے برہمن یا اوپر کی ذات کا آدمی ہو تو اس کے بدلہ میں سزا تک معاف ہے۔

Marfat.com

اگر شودر کسی اونچ ذات کے آدمی کا نام لے کر پکارے یا گالی دے تو اسکی سزا یہ ہے کہ زبان کاٹ لے جب یہانتک ظلم اور بے انصافی کی حد ہو گئی تو مسلمانوں کا مذہب اسلام آیا۔ جسکی تعلیم یہ ہے۔ اور یہ قانون ہے کہ جو کوئی مرد اور عورت سے پیدا ہوا وہ سب برابر ہیں۔ کوئی شودر نہیں نہ کوئی اونچی ذات ہے اور نہ کوئی اچھوت اور کمین اور نیچ ذات ہے۔

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ یعنی جان کے بدلے جان جائے۔ کوئی کسی کو قتل نہ کرے مسلمانوں کے پیغمبر مہارشی حضرت محمد رسول اللہ (ایک قافلہ) جتھے کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ سب کو کھانے کا انتظام کرنا ہوتا تھا۔ جسمیں حضرت مہارشی محمد رسول اللہ جنگل سے لکڑی جلانے کے لئے خود کاٹ کر اور لاد کر لائے۔

آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ دوم جو بادشاہ وقت تھے اپنے نوکر کو اونٹ پر بٹھا کر خود نکیل لیکر پیدل چلتے تھے اور آدھے راستہ تک نوکر پیدل چلتا تھا۔ اور انصاف یہانتک تھا کہ جب شہر میں جا پہنچے۔ نوکر کے بیٹھنے کی باری تھی۔ نوکر نے بہت کہا کہ آپ بیٹھیں میں پیدل چلوں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور آپ نے کہا کہ یہ انصاف کے خلاف ہے۔ حضرت عمرؓ بادشاہ ہوئے تو ایک حبشی غلام جنکا نام حضرت بلالؓ ہے ان کو آپ آبا یعنی مالک کہا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ حضرت سلمانؓ حضرت صہیبؓ یہ سب مشہور غلام حبشی تھے۔ جنکی عزت تمام مسلمان کرتے تھے۔ اور مسلمان انہیں بہت ہی بزرگ مانتے ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں نے یہ ملک فتح کر کے شودر جو اس دیش ہندوستان کے مالک اور اصلی باشندے ہیں انکو آزادی اور برابری دی۔ فوج کا سپہ سالار وزیر بلکہ خزانچی اور بادشاہ تک بنایا

اسلام کا حکم ہے کہ اپنی مسجدوں کے علاوہ دوسری قوم دوسرے مذہب کے عبادت خانوں کی حفاظت کرو آریہ ہندوؤں نے بدھ مذہب کے عبادت خانے انکے قیمتی مندر سینکڑوں کی تعداد میں تباہ و برباد کر کے ان کی نیو تک یادگار کے لئے باقی نہیں رکھی۔ اسی حرکت کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے لئے اسلام میں غیر مذاہب کی عبادت گاہوں اور مندروں کی حفاظت کا حکم ہے۔

ایک مرتبہ میری ملاقات بدھ مذہب کے ایک لیڈر سے ہوئی۔ اس نے کہا کہ مسلمان بادشاہوں پر یہ الزام ہے کہ مندروں کو کھدوا دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اگر یہ سچ ہے تو کیا برا کیا۔ بت خانے کی جگہ خانہ خدا تو ہے۔ لیکن آریوں نے (ہمارے بدھوں) کے مندر کھدوا کر انکی جگہ بطور یادگار پاخانہ تک نہیں بنائے۔

ایک عورت کو بادشاہ بنا دیا رضیہ سلطان نامی ایک عورت کو ہندوستان میں مسلمانوں نے ملکر بادشاہ بنایا۔ یہ رضیہ عورت بھی شودر (غلام) خاندان سے تھی جیسے سلطنت کی یہ عورت مردانہ لباس پہنکر جنگوں

ہیں بھی خود لڑنے جاتی تھی۔

اس عورت کو بادشاہ بنانے کی غرض یہ ہوگی کہ دنیا کے لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ عورت ذات بھی انسان ہے۔ عورت کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ اس عورت نے دنیا میں نسلی امتیاز کالے گورے کے فرق کو مٹانے کے لئے اپنی جگہ پر ایک حبشی کو جسکا نام جمال الدین تھا بادشاہ بنا دیا۔

آج امریکہ میں نیگرو قوم حبشی ہے۔ اسکے آدمی کو بجلی کے ذریعہ سے جلا کر اسکی خاک کو اڑاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ کہاں ہیں امریکن مشن کے پادری اور امریکہ کی حکومت جو اسکے ظلم کو نہیں روکتی۔ مس میو صاحبہ بھی اسلام کی تعلیم سے سبق حاصل کریں اور رضیہ سلطانہ کے نقش قدم پر چلیں۔

برہمنی مذہب کے احکام کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیمات

اسلام اور دیگر مذاہب کا اگر موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام جن مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اسکی نظیر کسی اور مذہب میں تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ اور چونکہ خوبی کا اظہار اسی وقت ہوتا ہے جب مقابل پر ایک ناقص وجود ہو۔ اسلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اسلام کا موازنہ ہندو ازم سے کیا جائے۔ اور بتلایا جائے کہ اسلام اپنی تعلیمات میں کسقدر محاسن و فضائل رکھتا ہے۔

ہندوؤں میں چار ذاتیں ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش اور شودر۔ پرانوں میں لکھا ہے کہ برہمن پرمیشور کے منہ سے۔ چھتری اسکے بازوؤں سے ویش اسکی رانوں سے اور شودر اسکے پاؤں سے پیدا ہوئے۔ غالباً اس تفاوت کی وجہ سے ہندوؤں نے اپنی تمدنی اور مذہبی سوسائٹی کی بنیاد رکھتے ہوئے ہر ذات کے لئے جداگانہ کام تجویز کئے ہیں۔

برہمن کی قدر و منزلت ہندو دھرم کے مطابق مجسٹریٹ کے دل میں کسی برہمن کو سزا دینے کا خیال بھی نہیں آنا چاہیئے اور نہ ہی اسے سزائے موت دی جا سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا جلا وطن کر دیا جائے۔ یا اسکا سر مونڈ دیا جائے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی حاکم وقت اسکی جان پر ہاتھ ڈال سکے۔

شودر کے لئے غیر معمولی سزائیں پھر پرانے زمانہ میں دستور تھا کہ اگر کوئی شودر جنیو پہن لے تو اسپر بھاری ڈنڈ لگتا اور اگر وہ کسی برہمن کو زیادہ تکلیف دیتا تو اسے قتل کر دیتے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمنی سے زنا کرتا اور پکڑا جاتا تو اسکا عضو کاٹ ڈالتے اور گرم لوہے سے باندھ کر اسے جلا دیتے۔ پھر اگر کوئی شودر کسی برہمن کی مسند پر بیٹھ جائے تو لوہا گرم کر کے

اسکے چوتڑوں پر داغ دیتے یا ان کو کاٹ ڈالنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن پر تھوک دے تو اسکے ہونٹ کاٹ دینے کا حکم ہے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن کے خلاف کسی دوسرے سے بھی گالی گلوچ سن لے تو اسکے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دینے کا حکم ہے۔ اگر کوئی شودر کسی مجسٹریٹ کو مار بیٹھتا تو لوہے کی گرم سلاخ اسکے بدن سے پار نکال کر اسی پر اسکے کباب کرتے۔ لیکن اگر یہی جرم برہمن سے سرزد ہو تو اسے ہلکا سا جرمانہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر اگر کوئی شودر وید سننے کی جرأت کر بیٹھتا تو اسکے لئے بھی سنگین سزا مقرر ہے۔

شودر اور عبادت الٰہی ان روح فرسا مظالم کے علاوہ شودروں کو زیادہ دولت جمع کرنے کی ممانعت ہے برہمن کو اجازت نہیں کہ شودر کو کسی مذہبی معاملہ میں ہدایت کر سکے یا اسے گناہوں کی معافی کا راہ بتلا سکے۔ شودروں کو ایسی مذہبی رسوم ادا کرنے کی بھی اجازت نہیں جنمیں خیرات دعائیں سوختنی اور غیر سوختنی قربانیاں شامل ہوں۔ اگر شودر کو اپنی حالت کے سدھارنے کا کوئی ذریعہ بتلایا گیا تو وہ صرف برہمنوں کی خدمت میں لگا رہنا ہے۔

برہمنوں کی حد سے زیادہ عزت دراصل منو نے ہندو قوم کی جو تقسیم کی ہے۔ اس میں براہمنوں کو اگر ایک طرف حد سے زیادہ درجہ دیا گیا ہے تو دوسری طرف شودروں کو قعر مذلت میں گرا دیا گیا ہے۔ براہمنوں کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ دنیا و مافیہا صرف انہی کے فائدہ کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں اور اگر دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو صرف براہمنوں کی وجہ سے۔ براہمنوں کی ملکیت کا روپیہ پیسہ چرا لینا غیر معمولی سزا کا مستلزم ہے۔ اور بعض حالتوں میں ایسے جرم کی سزا قتل سے کم نہیں۔ پھر برہمنوں کے مال کی سخت ترین قوانین سے حفاظت کی گئی ہے۔ یہانتک کہ ان کے معاشی کو تکلیف دینے والا بھی اسقدر سزا پاتا کہ اس کا نصف پاؤں کاٹ دیا جاتا۔

اسلامی رواداری اور مساوات برہمنی مذہب کے ان ظالمانہ خلاف انسانیت اور اخلاق سوز احکام کے مقابل میں اسلام کے قوانین کو رکھ کر دیکھو تو بے اختیار زبان سے نکلیگا ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اسلام میں ذات پات کی تمیز نہیں۔ اور کسی شخص کی شرافت بزرگی اور بڑائی کا معیار اسکی پیدائش یا اسکی قوم یا اسکی خاندانی وجاہت نہیں بلکہ تقوٰے اور پرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ہم نے قومیں اور قبائل صرف اسلئے بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم سب میں سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے"۔ پھر اسلامی قوانین کے نفاذ میں کوئی امتیاز نہیں۔ امیر غریب چھوٹے اور بڑے سب کے لئے ایک ہی قانون ہے۔

Marfat.com

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل

احادیث میں آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک اعلیٰ خاندان کی عورت نے چوری کی۔ شریعت کے مطابق اسکا ہاتھ کاٹنا ضروری تھا۔ مگر بعض صحابہؓ نے خیال کیا۔ چونکہ وہ ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کی عورت ہے۔ اسلئے اسکے معاملہ میں نرمی کرنی چاہیئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور جب یہ سفارش کی گئی تو آپ کا چہرۂ مبارک سُرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ اگر کوئی ان میں سے بڑا چوری کرتا تو اسے معمولی سزا دیتے اور اگر کوئی چھوٹا کرتا تو اسکے ہاتھ کاٹ ڈالتے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ چوری کرے تو میں اسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں۔

قصاص کے متعلق شریعت کا حکم

زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں دستور تھا کہ وہ شریف اور کمین گھرانے میں فرق کرتے۔ اور اعلیٰ خاندان کے آدمی کو ادنیٰ خاندان کے آدمی کے بدلہ میں نہیں مارتے تھے لیکن اگر کوئی ادنیٰ آدمی اعلیٰ خاندان کے آدمی کو مار ڈالے تو اُسے ضرور قتل کیا جاتا۔ اسی طرح اعلیٰ اور ادنیٰ خاندان کی عورتوں میں بھی تمیز کی جاتی تھی۔ آزاد اور غلاموں میں فرق کیا جاتا۔ مگر اسلام نے ان تمام قوانین کو جڑھ سے اُکھاڑا اور فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ آزاد آزاد کے بدلے۔ غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے ماؤ اور درگزر عایت سے کام لو۔

مسلمانوں کا قابل تقلید نمونہ

مسلمانوں کا ان زرین اصول پر اسقدر سختی سے عملدرآمد رہا ہے کہ تواریخ اسلامی میں لکھا ہے۔ ایک شامی سردار نے مسلمان ہوکر مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا اس نے ایک مسلمان کے مُنہ پر تھپڑ مارا۔ لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ شریعت کے معاملہ میں تمسے کوئی نرمی کا برتاؤ نہیں کرینگے۔ بلکہ وہ ضرور تمہارے منہ پر بھی ایسا ہی تھپڑ لگائیں گے۔ یہ سُنکر وہ سردار مدینہ سے شام کی طرف بھاگ گیا۔

اسلام میں ہر شخص کو نہ صرف اجازت بلکہ حکم ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرے۔ مذہبی کتب پڑھے سب مسلمان خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں پانچ وقت مسجد میں اکٹھے ہوکر اپنے مولا کے حضور سربسجود ہوں۔ اور ایسا امام مقرر کریں جو شریعت سے زیادہ واقف ہو۔ خواہ وہ ادنیٰ قوم سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ پھر شریعت یہ بھی کہتی ہے کہ آخرت کی نجات قوموں یا خاندانوں پر منحصر نہیں بلکہ اعمال پر ہے۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ نجات پاجائے گا۔ اور جس کے اعمال اچھے نہ ہوں وہ ہلاک ہوگا۔ خواہ امیر ہو یا بڑے خاندان کا۔

Marfat.com

شیومت

ہندو دھرم میں اتنی کے قریب فرقے ہیں۔ ہر ایک کے عقائد اور اصول ایک دوسرے سے اسقدر مخالف اور متبائن ہیں کہ ایک اگر وید کو الہامی کتاب مانتا ہے تو دوسرا اس کو نشاچر اور دھورت کا کلام یقین رکھتا ہے اور اگر ایک کا یہ عقیدہ ہے کہ شراب پینے سے انسان نرگ اور دوزخ میں بھیجا جاتا ہے تو دوسرے فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو آدمی شراب جیسی پوتر اور پاک چیز کا استعمال نہیں کرتا وہ کبھی بھی سورگ اور جنت کی ہوا نہیں کھا سکتا۔ اگر بعض ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کی شکل میں اوتار لیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ تم مورتی پوجا کرو۔ تو ایک فرقہ اس کی زبردست تردید کرتا ہے۔ غرض ہندو دھرم ایک ایسے مجموعہ کا نام ہے جو مختلف اور متضاد چیزوں سے مرکب ہو۔

ان فرقوں میں سے اسوقت صرف ایک یعنی شیومت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس مذہب میں اس قدر خلاف عقل و انسانیت باتیں ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ اس ترقی اور علم کے زمانہ میں ایسے گندے اور گھناؤنے اعتقاد رکھنے والے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔

تلک لگانے سے سورگ شیومت دراصل وام مارگ کا ایک حصہ ہے۔ یہ لوگ ماتھے پر ایک ٹیکا لگاتے ہیں جو شیو جی مہاراج کے پاؤں کی شکل کا ہوتا ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ جس آدمی کے ماتھے پر یہ ٹیکا ہوگا خواہ اسکے چال چلن اور اعمال کیسے ہی گندے ہوں وہ ضرور سورگ میں داخل ہوگا۔ چنانچہ ان کی ایک کتاب بھگت مال نامی میں لکھا ہے کہ کوئی شخص ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا سوتے سوتے ہی مر گیا۔ اس درخت پر ایک کوا بیٹھا تھا۔ اس نے اسپر بیٹ کر دی اور وہ ماتھے پر تلک کی شکل ہو گئی۔ اس کو لینے کے لئے یم کے فرشتے آئے۔ کہ اس کو اٹھا کر دوزخ میں ڈالدیں۔ اتنے میں وشنو مہاراج کے بھی فرشتے پہنچ گئے۔ اور کہا ہمارے آقا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اسکے ماتھے پر چونکہ تلک کا نشان ہے اسلئے اس کو سورگ میں لیجانا ہے۔ آخر لڑائی تک نوبت پہنچی جس میں وشنو بھگوان کے فرشتے جیت گئے۔ اور اس کو سورگ میں اٹھا کر لے گئے۔

شیومت کی عبادت یہ لوگ عموماً شیو لنگ کی پوجا کرتے ہیں۔ اور انکا اعتقاد ہے کہ جو آدمی شیو لنگ کی عمر بھر میں ایک دفعہ بھی پوجا کر لے اسکے ساری عمر کے پاپ نشٹ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ کبھی بھی دکھ نہیں پاتا۔ اور اسکی تائید میں وہ ایک نہایت ہی خلاف تہذیب واقعہ پیش کرتے ہیں جو پورانوں میں درج ہے۔ مگر تہذیب ہمیں اسکے درج کرنے کی اجازت نہیں دیتی اسلئے اسے چھوڑتے ہیں۔

Marfat.com

شیوست کے عقائد یہ شیو پران کو اپنی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ اور انکا یہ عقیدہ ہے کہ جو آدمی ماتھے پر تلک اور گلے میں ۳۲ عدد موٹے موٹے منکوں کی مالا پہن لے۔ اور سر میں جالیس۔ کانوں میں چھ چھ۔ ہاتھوں میں بارہ بارہ۔ بازوؤں میں سولہ سولہ منکے ڈال لے۔ وہ ہو بہو مہادیو بن جاتا ہے۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جان جائے تو جائے مگر دوسرے مذہب کی زبان نہ بولی جائے۔ اگر راستہ میں چلتے وقت مست ہاتھی ملے اور بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہو سوائے اسکے کہ پاس ایک جینیوں کا مندر ہو۔ اس میں دوڑ کر اپنی جان بچائی جائے۔ تو ایک شیوست کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی جان دیدے لیکن جینیوں کے مندر میں جو کہ پاپی اور دشٹ ہیں ہرگز داخل نہ ہو۔

ویشنوست شیوست کی ایک اور شاخ ہے جسے ویشنوست کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسکا بانی ایک راماج برہمن ہوا ہے۔ یہ لوگ بھی ویشنو پران کو اپنی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ اور اسکے بیان کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں ان کے عقائد اور شیوست کے عقائد میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ یہ بھی اپنے ماتھے پر تلک لگاتے ہیں لیکن ان کا تلک شیوست کے تلک کے خلاف ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ تلک لگاتے ہیں تو جو لگانے والا ہوتا ہے وہ بڑے زور سے پڑھتا ہے اور اسکے بعد اور لوگ جو وہاں موجود ہوتے ہیں اونچی آواز سے اُسے دُہراتے ہیں۔

"بانا بر ڈنڈ مال کا تلک چھاپ اور مال ہم ڈرپے کالو کہے بھٹے نے چھو پال"

یعنی خدا بطور لباس تلک چھاپ اور مالا پہنتا ہے جس سے ملائک اور بڑے بڑے راجہ مہاراجہ ڈرتے ہیں۔

ویشنومت کی عبادت یہ لوگ بھی ویشنو لنگ کی پوجا کرتے ہیں۔ اور اسی کو وہ مدار نجات یقین کرتے ہیں۔ باقی اسکے تمام وہی عقائد ہیں جو شیومت کے ہیں۔ یہ لوگ عموماً سادھوؤں کا لباس پہنے رہتے ہیں اور بڑے بڑے تیرتھوں پر اپنا اڈا جمائے رکھتے ہیں۔ لوگ جس وقت نہانے یا تیرتھوں کی زیارت کو جاتے ہیں۔ تو انکی خیرات سے یہ اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

پیدائش دنیا کے متعلق ویشنومت کا عقیدہ ویشنوست اور شیوست والوں کا عقیدہ ہے کہ اگر اس دنیا کی خلق کی کوئی علت ہے تو وہ شیو جی مہاراج ہیں۔ اور انہوں نے ہی اس دنیا کو پیدا کیا ہے چنانچہ شیو پران میں لکھا ہے کہ:۔ "شیو جی نے دنیا بنانے کی خواہش کی۔ تو ایک نارائن نامی پانی ٹھہرنے کی جگہ کو پیدا کر کے اسکے ناف میں سے کمل اور کمل میں سے برہما پیدا کیا۔ پیدائش کے بعد برہما نے دیکھا کہ پانی ہی پانی چاروں طرف دکھائی دیتا ہے۔ تب اس نے ایک چلو پانی کا لیکر پھر اسی پانی میں ڈال دیا جس سے ایک بلبلہ بنا۔ اور پھر اس میں سے ایک آدمی پیدا ہوا۔ اس نے برہما سے کہا کہ اے بیٹے دنیا کو بنا۔ برہما نے کہا

تو میرا بیٹا ہے۔ میں تیرا بیٹا نہیں ہوں۔ آخر ان میں جھگڑا شروع ہوا۔ اور یہ جھگڑا قریباً دو ہزار برس تک رہا۔ تب شیو جی نے سوچا کہ میں نے تو ان کو دنیا بنانے کے لئے بھیجا تھا۔ اور یہ دونوں آپس میں لڑنے لگ گئے۔ تب شیو جی نے ان دونوں کے درمیان ایک لنگ کو پیدا کیا۔ جو کہ فوراً آسمان کو چلا گیا۔ یہ دونوں ڈر گئے۔ اور سوچنے لگے کہ آؤ اسکی ابتداء اور انتہاء کو معلوم کریں۔ چنانچہ یہ دو ہزار برس تک چلتے رہے۔ لیکن یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسی اثنار میں کہ وہ چل رہے تھے۔ ایک گائے اور کنیر کا درخت آسمان سے اترا۔ برہما نے ان دونوں سے اسکی ابتداء اور انتہاء کے متعلق سوال کیا۔ گائے اور کنیر کے درخت نے گواہی دی کہ ہمیں اسکی ابتداء اور انتہاء کا علم ہے۔ برہما ان دونوں کو ساتھ لیکر وشنو سے ملا۔ اور کہا کہ میں نے تو اسکی ابتداء اور انتہاء معلوم کر لی ہے۔ اسلئے اب تم میرے لڑکے بن جاؤ۔ وشنو نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ برہما نے کہا یہ گائے اور کنیر کا درخت گواہ ہیں۔ آخر جب ان دونوں نے گواہی دی تو وشنو نے ناراض ہو کر ان کو بد دعا دی۔ گائے کو کہا کہ تو منہ سے پاخانہ کھائے گی۔ اور کنیر کو کہا کہ تو ہرگز ہاروں میں نہ پرویا جائیگا۔ اسکے بعد اس لنگ سے ایک بڑی ہیبت شکل نکل آئی۔ اور وشنو اور برہما کو مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ میں نے تو تمہیں دنیا کے بنانے کے لئے بھیجا تھا اور تم آپس میں جھگڑنے لگ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دنیا کس چیز سے بنائیں۔ تب مہادیو نے اپنے بالوں سے ایک راکھ کا گولہ نکالکر دیا۔ اور کہا کہ جاؤ اس سے دنیا پیدا کرو۔

حقوق ذمیین

ذمی وہ غیر مسلم ہوتے ہیں جو کسی اسلامی سلطنت کی رعایا بنکر رہنا منظور کریں۔ اور ایک خفیف سا خراج جسے جزیہ کہتے ہیں حکومت کو ادا کرتے رہیں۔ سلطنت ان کی ہر طرح حفاظت و حمایت کرتی ہے۔ چونکہ ان لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں۔ مذہب اسلام ہر نامسلم کو تلوار یا قرآن پیش کرتا ہے۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا مارے جاؤ۔ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد الزام ہے۔ اسلام نے اپنی غیر مسلم رعایا کے لئے بڑے انصاف اور حمایت کے احکام وضع کئے ہیں جو قابل غور ہیں۔ اور جو ذمی مسلمانوں کی رعیت بنکر وہ خفیف ٹیکس جسے جزیہ کہتے ہیں دینا منظور کرے تو عملاً مسلم اور اس غیر مسلم رعایا میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا سوائے اسکے کہ مسلم رعایا سے فوجی خدمت لی جائے اور اسے زکوٰۃ دینی پڑے جو یقیناً جزیہ سے بھاری رقم ہوتی ہے۔ ان اوراق میں حقوق

Marfat.com

ذمیین پر بحث ضروری تھی۔ اس لئے اسے دو حصّوں میں یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ حصّہ اوّل میں نواب اعظم جنگ مولوی چراغ علی مرحوم کا ایک غیر مطبوعہ مضمون درج کیا جاتا ہے۔ نواب صاحب دولت آصفیہ کے فنانشل وریونیو سکرٹری اور کئی اسلامی عالمانہ تصانیف کے مصنف تھے۔ اور دوسرے حصّہ میں مختلف کتب و رسائل سے ذمیوں کے حقوق کے متعلق معلومات جمع کی گئی ہیں۔

جزیہ ادا کرنے پر ذمیوں کے حقوق مسلمانوں کے برابر ہو جاتے ہیں

(نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم)

(۱) علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ "اگر وہ جزیہ قبول کرلیں تو ان کا وہی حق ہے جو مسلمانوں کا ہے۔ اور اُن پر وہی ذمہ واری عائد ہوگی جو مسلمانوں پر ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جزیہ اس لئے قبول کیا ہے کہ اُن کا خون ہمارے خون کے برابر اور انکا مال ہمارے مال کے برابر ہو جائے۔ (ہدایہ جلد ۲۔ کتاب السیر باب کیفیۃ القتال)۔

(۲) علامہ بدرالدین عینی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:۔ "مسلمان ذمّی کے بدلے قتل کیا جائے گا یہی قول نخشبی اور شعبی کا ہے۔ (نہایہ شرح ہدایہ)۔

(۳) یحییٰ بن آدم القرشی اپنی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:۔ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اُنہ نے کہا جو معاہد اور ذمّی ہو اُسکا خون بہا وہی ہے جو مسلمان کا ہے"۔

(۴) امام ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں:۔ اس پر اتفاق ہے کہ ایک ذمّی دوسرے ذمّی کو مار ڈالے پھر قاتل مسلمان ہو جائے تو اس ذمّی کے بدلے وہ قتل کیا جائے گا جس کو اپنے کفر کی حالت میں مار ڈالا تھا۔ اور اُسکے مسلمان ہونے سے قصاص باطل نہ ہوگا۔ "(شرح معانی الآثار)

اہل مدینہ نے کہا مسلمان اگر ذمّی کو اسکا مال لینے کے لئے اچانک مار ڈالے تو وہ اس کے بدلے قتل کیا جائے گا"۔ (شرح معانی الآثار)

(۵) علامہ بدرالدین طیبی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:۔ "امام مالک رح سے منقول ہے اگر مسلمان ذمّی کو اچانک مار ڈالے تو اسکے بدل قتل کیا جائیگا۔ اسلئے کہ روایت کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صورت میں ایسا ہی حکم دیا تھا۔

Marfat.com

(۶) امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :۔ "حاکم کو نہ یہ جائز ہے اور نہ اسکی گنجائش ہے کہ ایک کو چھوڑ دے اور ایک سے جزیہ لے۔ اسلئے کہ ان کے جان و مال کی حفاظت جزیہ ہی کے ادا کرنے سے عمل میں آتی ہے۔ اور جزیہ بمنزلہ مال خراج کے ہے۔

(۷) علامہ بدرالدین عینی نہایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں :۔ "ابوالجنوب الاسدی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے پاس ایک مسلمان لایا گیا جس نے ایک ذمّی کو مار ڈالا تھا۔ اور اسپر شہادت قائم ہوگئی تو انہوں نے اسکے قتل کا حکم دیا۔ بعد ازاں مقتول کا بھائی آیا اور اس نے کہا میں نے معاف کر دیا۔ حضرت علی نے کہا شاید لوگوں نے تجھکو ڈرایا دھمکایا ہے۔ اس نے کہا نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اسکے قتل سے مجھکو میرا بھائی مل نہ جائیگا۔ اور انہوں نے مجھے معاوضہ بھی دے دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ تو خوب واقف ہے جس سے ہمارا معاہدہ ہوتا ہے اسکا خون ہمارے خون کے برابر اور اسکا خون بہا ہمارے خون بہا کے برابر ہوتا ہے"۔

مسٹر لین نے اپنی کتاب مالقاموس میں یہ غلط لکھا ہے کہ جزیہ قتل سے محفوظ رہنے کا معاوضہ تھا بلکہ جزیہ ذمّیوں کے مال جان کی حفاظت کا ٹیکس تھا۔ اور جزیہ سے ہی مسلمانوں پر ان کے مال و جان کی حفاظت لازم آتی تھی۔

ذمّیوں کے مال و جان کا معاوضہ مسلمانوں سے لیا گیا

(۱) امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ "عبدالرحمٰن بن البیلمانی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا مسلمان مرد لایا گیا جس نے ایک ذمّی کو مار ڈالا تھا تو آپ نے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اسکی گردن ماری گئی۔ اور فرمایا ہم اُن سے بڑھ کر ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں"۔

(۲) یحییٰ بن آدم القرشی اپنی کتاب الخراج میں نقل کرتے ہیں۔ (قریباً روایت بالا کی طرح)۔

(۳) علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں نقل کیا ہے :۔ "ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک ذمّی معاہد شخص کے بدلے قتل کیا۔ اور فرمایا کہ ہم اُن سے بزرگتر ہیں جنہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا"۔

(۴) علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں نقل کیا ہے :۔ "عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح سے روایت ہے

Marfat.com

کہ اُنہوں نے کہا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ حُنین میں ایک مسلمان کو کہ جس نے ایک کافر کو اچانک مار ڈالا تھا اُسکے بدلے قتل کیا۔ اور فرمایا کہ ہم اُن سے زیادہ حقدار و سزاوار ہیں جنہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا۔

(۵) امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :۔ "حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا۔ یا امیر المؤمنین میرے کھیت میں زراعت تھی۔ اُسکو اہل شام کی ایک فوج نے پامال کر دیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے اُسکو بیت المال سے دس ہزار درہم دلوائے۔

ذمیوں کی حفاظت نہو سکنے کی صورت میں جزیہ و خراج واپس دیا گیا

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :۔ "ابو عبیدہ نے اُن سب حکام کے نام جن کو اُنہوں نے ایسے شہروں پر اپنا نائب مقرر کیا تھا کہ جہاں کے باشندوں نے صلح کر لی تھی۔ یہ فرمان بھیجا کہ ان لوگوں سے جو کچھ بابت جزیہ و خراج لیا گیا ہے واپس کر دیا جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ بھی اُن سے کہدو کہ ہمنے تمہارا مال اِسلئے واپس دے دیا ہے کہ ہم کو اسکی خبر ملی ہے کہ ہمارے مقابلہ کے لئے فوج جمع کی گئی ہے اور تم نے ہم پر شرط لگائی تھی کہ ہم تمہاری حفاظت کریں۔ چونکہ ہم اسپر قادر نہیں اسلئے ہمنے جو کچھ تم سے لیا تھا وہ تمکو واپس دے دیا۔ لیکن ہم تمہارے حق میں اس شرط پر اور جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان میں لکھا گیا ہے اسپر قائم رہیں گے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ ہمکو اُن پر فتحیاب کرے"۔ (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

ذمیوں کے حق میں ظلم و تعدی کی ممانعت

مذہب اسلام نے ذمیوں کے حق میں مساوات حقوق کے علاوہ مسلمانوں کو سخت تاکید کی ہے کہ کسی اہل معاہدہ کے ساتھ کسی قسم کا جابرانہ و ظالمانہ برتاؤ نہ کریں۔ اور اُن کو کوئی تکلیف یا لایطاق نہ دیں۔ اور اُنکے ساتھ نیکی کا برتاؤ کریں۔

(۱) ابو داؤد روایت کرتے ہیں :۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ خبردار جو شخص اہل معاہدہ پر ظلم کریگا یا اُسکو نقصان پہنچائیگا۔ یا اُسکو اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف دے گا۔ اُس سے کوئی چیز بغیر اسکی مرضی کے لیگا میں قیامت کے روز اُسکا دامنگیر ہونگا۔

(۲) امام بخاری صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں:۔ کہ "حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا میں خدا اور رسول کو ضامن کرکے وصیت کرتا ہوں کہ اُن سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے۔ اُنکی حمایت میں لڑا جائے اور انکو انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

(۳) یحییٰ بن آدم القرشی کتاب الخراج میں نقل کرتے ہیں:۔ "حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اُسکو ذمیوں کے حق میں ایک بات کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ انکا عہد پورا کیا جائے۔ انکی حمایت میں لڑا جائے اور اُنہیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

(۴) امام ابو یوسف کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں:۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص اہل معاہدہ پر ظلم کرے یا اُسکو اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف دے میں اُسکا دامنگیر ہونگا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت جو تقریر کی اُس میں یہ فرمایا کہ جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اُسکو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ضامن دے کر وصیت کرتا ہوں کہ اُن (ذمیوں) سے جو عہد ہے پورا کیا جائے۔ انکی حمایت میں لڑا جائے اور اُنکو اُنکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ کہا امام نے ہمسے۔ اُن سے ہشام بن عروہ نے اُن سے اُن کے باپ نے۔ اُن سے سعید بن زید نے بیان کیا کہ ان کا گذر شام میں ایک ایسی قوم پر ہوا جو دھوپ میں کھڑی کی گئی تھی۔ اُنہوں نے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا ماجرا ہے۔ کہا گیا کہ یہ لوگ جزیہ کے بارہ میں دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں۔ کہا امام نے کہ انہوں نے اس امر کو ناپسند کیا اور ابراہیم کے پاس جاکر کہا۔ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے جو شخص لوگوں کو عذاب دیگا اسکو خدا عذاب دیگا۔ کہا امام نے کہ ہم سے بعض شیوخ نے اُن سے عروہ نے اُن سے ہشام بن حکیم بن حزام نے بیان کیا کہ اُنہوں (ہشام) نے عیاض بن غنم کو دیکھا کہ وہ ذمیوں کو بارہ جزیہ دھوپ میں کھڑا کئے ہوئے ہیں۔ اسپر اُنہوں نے کہا کہ او عیاض یہ کیا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دینگے اُن پر آخرت میں عذاب ہوگا۔

(۵) یحییٰ بن آدم القرشی اپنی کتاب الخراج میں نقل کرتے ہیں:۔ "عمر بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے

Marfat.com

کہا کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس اُن کے شہید ہونے سے تین دن پہلے حاضر ہوا۔ اسوقت انکے پاس حذیفہ اور عثمان بن حنیف تھے۔ حضرت عمرؓ نے حذیفہ کو حدود دجلہ پر اور عثمان کو حدود فرات پر حاکم مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے کہا کہ شاید تمنے اپنی رعایا کو انکی طاقت سے زیادہ تکلیف دی ہے۔ تب حذیفہ نے کہا کہ میں نے فضل یعنے زیادتی کو چھوڑ دیا ہے۔ اور عثمان نے کہا میں نے دو چند کو ترک کر دیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسپر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آگاہ رہو۔ خدا کی قسم اگر میں اہل عراق کے غربار کے لئے زندہ رہگیا تو میں انکو ایسا چھوڑ دونگا کہ وہ میرے بعد کسی امیر کے محتاج نہ رہیں گے۔"

(۶) نیز یحییٰ بن آدم القرشی کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:۔ "حسن نے کہا ان میں سے جو لوگ صلح کرلیں انکے ذمہ وہی چیز ہے جسپر صلح ہوئی ہے۔ اسکے بعد انکی زمین انکے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور اسپر کچھ نہ مقرر کیا جائیگا۔ یہ بات اسوقت تک رہے گی جب تک کہ وہ صلح پر قائم رہ کر مسلمانوں کو بدل صلح ادا کرتے رہینگے۔" یحییٰ نے کہا میں نے حسن سے پوچھا۔ اگر وہ ادا نہ کرسکیں۔ کہا سکدوش کر دئے جائیں گے۔ اور اگر بدل صلح سے زیادہ ادا کرنے پر قادر ہوں۔ تو اضافہ کیا جائیگا۔ اگر باہم ظلم وستم کے مرتکب ہوں تو مسلمانوں کے امام کو چاہیئے کہ انکو عدل وانصاف پر قائم کرے۔ بدل صلح کا بار اُن تمام لوگوں پر ڈالا جائیگا۔ لیکن اسی قدر جتنی کہ مال وزمین میں انکی حیثیت ہے۔ اور بدل صلح کا کوئی حصہ اُنکے مرنے یا مسلمان ہونے سے کم نہ کیا جائیگا۔ بلکہ جو لوگ باقی رہیں گے اُنہیں سے بقدر انکی طاقت وبرداشت کے وہ سب وصول کیا جائیگا۔

غیر مستطیع ذمیوں کا جزیہ معاف کر دیا گیا

حضرت عمرؓ نے ذمیوں سے ہر طرح ذمی کا برتاؤ کرنے کے ساتھ انکی مفلسی وناداری کی صورت میں اُن کا جزیہ تک معاف کر دیا۔

(۱) امام ابو یوسف رح کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں:۔ "ہمسے ہشام بن عروہ نے اُن سے اُن کے باپ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام سے واپس آرہے تھے تو شام کے راستہ میں ایسے لوگوں سے ملے جو دھوپ میں کھڑے کئے گئے تھے اور اُن کے سروں پر زیتون کا تیل ڈالا جارہا تھا۔ پوچھا ان لوگوں کا کیا ماجرا ہے۔ بیان کیا گیا کہ ان کے ذمہ جزیہ ہے۔ انہوں نے اسکو ادا نہیں کیا ہے۔ اسلئے جب تک کہ وہ اُسے ادا نہیں کرینگے ان پر سختی کی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور جزیہ کے

متعلق کیا عذر کرتے ہیں۔ کہا گیا وہ کہتے ہیں ہمارے پاس نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان کو چھوڑ دو۔ اور طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو۔ کیونکہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ کیونکہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں انکو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عذاب دیگا۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے انکو چھوڑوا دیا۔

بقائے معاہدہ میں ذمیوں سے ہمدردی

ذمیوں سے معاہدہ ہونے کے بعد اسلام نے ان سے جو رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں وہ انکے ظلم کرنے کی حالت میں بھی واپس نہیں لی جاتی۔ کسی دوسرے مذہب میں ایسے انصاف کی نظیر نہیں ملیگی۔

(۱) علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:۔ جو شخص جزیہ دینے سے باز رہا۔ یا کسی مسلمان کو قتل کیا۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالی دی۔ یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا۔ اسکا عہد نہ ٹوٹے گا۔ اسلئے کہ جس غرض کی وجہ سے جدال و قتال منع ہوا ہے وہ جزیہ کا التزام ہے نہ اسکا ادا کرنا۔ اور التزام باقی ہے۔

(۲) امام شافعیؒ کتاب الام میں ذمیوں کے حقوق کی ذیل میں فرماتے ہیں۔ "امام شافعیؒ نے کہا جب کسی قوم سے جزیہ لیا جائے۔ پھر اس میں سے ایک جماعت نے رہزنی کی۔ یا کسی مسلمان سے لڑے بھڑے یا کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا یا ان میں سے کسی نے زنا کیا یا کسی مسلمان یا ذمی کے حق میں فساد برپا کیا۔ تو جو جرم قابل سزا نہیں ان میں عہد جاری ہوگی۔ اور جو قابل سزا ہیں ان میں سزا دی جائے گی۔ اور اس سے نقض عہد نہ ہوگا جس سے کہ خون مباح ہوتا ہے۔ نقض عہد کی صورت یہ ہے کہ جزیہ یا حکم کے اقرار کے بعد منکر ہو جائے اور اس سے باز رہے۔

(۲) علامہ محمد بن علی شوکانی نیل الاوطار میں نقل کرتے ہیں:۔ "انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودن (بروز غزوہ خیبر) ایک زہر کی پلی ہوئی بکری (انت بشاۃ مسمومۃ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ اور آپ نے اسکا گوشت تناول فرمایا۔ بعد ازاں وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی۔ اور آپ نے اس سے اس معاملہ کو دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں آپ کو ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ خدا تجھکو اسپر قادر نہ کرے گا۔ انسؓ نے کہا۔ تب لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس کو

قتل نہ کر ڈالیں۔ آپ نے فرمایا نہیں (انسؓ کا بیان ہے کہ) اس (زہر کو) میں آنحضرتؐ کے حلق یعنے کوٹے کے برابر دیکھتا رہا۔ اس حدیث کو امام احمد و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذمّی کا عہد اس طرح کے کام سے نہیں ٹوٹتا۔ اور اس روایت سے مصنف نے یہ استدلال کیا ہے کہ ذمّی اگر قتل کا ارادہ کرے تو اس سے اس کا عہد نہ ٹوٹے گا۔

کافروں کو سلام کرنے میں علما کا اختلاف ہے

اس سے پتہ لگتا ہے کہ غیر مسلموں کو سلام نہ کرنے اور سلام کا جواب نہ دینے پر بھی اکثر علمائے اسلام اختلاف رکھتے ہیں

(۱) علامہ بدرالدین عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:۔ "عامہ سلف اور جماعت فقہا کا مذہب یہ ہے کہ اہل کتاب کو پہلے سلام نہ کرنا چاہئے۔ مگر ابن عباس و صدی بن عجلان اور ابن مجرز نے اس کو جائز رکھا ہے۔ نووی نے کہا یہ صورت ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک ہے جیسا کہ ماوردی نے نقل کیا ہے۔ لیکن اس نے کہا کہ علیک بصیغۂ واحد کہے۔ علیکم بصیغہ جمع نہ کہے۔ اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے صرف وعلیکم السلام کہنا جائز رکھا ہے اور رحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کی ممانعت کی ہے۔ یہ قول ضعیف اور حدیثوں کے خلاف ہے۔ اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ پہلے سلام کرنا اُسوقت جائز ہے جب کوئی مجبوری ہو یا اہل کتاب سے سخت حاجت یا تعلق و قرابت ہو۔ یہ قول ابراہیم اور علقمہ سے مروی ہے۔ اور اوزاعی نے کہا ہمارا سلام کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ کیونکہ بعض صالحین نے سلام کیا ہے اور بعض نے ترک کیا ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ انکو پہلے سلام نہ کرنا چاہئے۔ اسکی تاویل ہم یہ کرتے ہیں کہ انکو اسطرح سے پہلے سلام نہ کرو جس طرح مسلمانوں کو کرتے ہو۔ اہل کتاب کے سلام کے جواب میں بھی اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ سلام کا جواب دینا مسلمانوں اور کافروں پر فرض ہے اور آیت فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (النساء ۸۶) کا یہی مطلب ہے۔ ابن عباس قتادہ اور دیگر علما نے کہا یہ آیت مسلمانوں اور کافروں دونوں کے سلام کے جواب کو شامل ہے۔ اور بلحاظ قول باری اَوْ رُدُّوهَا کافر کو وعلیکم کہنا جائز ہے۔ ابن عباس نے کہا مخلوق خدا میں سے جو تجھکو سلام کرے تو اسکے سلام کا جواب دے اگرچہ وہ مجوس ہو۔ ابن عبدالبر نے ابوامامہ باہلی سے روایت کی ہے کہ وہ جس مسلمان یہودی اور نصرانی سے ملتے تھے اسکو پہلے سلام کرتے تھے۔ ابن مسعود۔ ابوالدرداء اور فضالہ بن عبید سے منقول ہے کہ یہ لوگ اہل کتاب کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ ابن عباس نے ایک کتابی کو

Marfat.com

السلام علیک لکھا اور کہا کہ اگر فرعون (بھی) مجھے نیک بات (سلام) کہتا تو میں (اسکو (بھی) اسکا جواب دیتا۔ محمد بن کعب سے کہا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز اہل کتاب کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور انکو پہلے سلام نہیں کرتے انہوں نے کہا میرے نزدیک انکو پہلے سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاصْفَحْ الخ یعنی ان سے درگذر کر اور سلام کہہ۔ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ کتابی کے سلام کا جواب نہ دینا چاہئے۔ اور آیت مذکور فَحَيُّوا مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہی قول اکثر علما کا ہے۔ ابن طاؤس سے منقول ہے کہ علیک السلام کہے۔ اور بعضوں نے یہ پسند کیا ہے کہ ان کے سلام کے جواب میں سلام بکسر سین کہا جائے جسکے معنے پتھر کے ہیں۔ اور امام مالکؒ سے یہ قول منقول ہے کہ اگر تم ذمی کو مسلمان سمجھکر سلام کرلو اور پھر معلوم ہو جائے کہ وہ ذمی ہے تو اس سے سلام واپس نہ لو۔ اور ابن عربی نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس سے سلام واپس لیتے اور یہ کہتے تھے کہ مجھکو میرا سلام واپس کردے۔

(۲) فقیہہ ابواللیث سمرقندی بستان العارفین میں لکھتے ہیں۔ ذمیوں کے سلام کی نسبت اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہیں سلام نہیں کرنا چاہئے اور جب وہ سلام کریں تو انہیں جواب دینا چاہئے۔ ہم اسی مسئلہ کو لیتے ہیں۔ جو لوگ جواز سلام کے قائل ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ ابوامامہ باہلی جس یہودی اور نصرانی سے ملتے تھے اسکو سلام کرتے تھے۔ اور انکا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو ہر مسلمان اور ذمی میں سلام پھیلانے کا حکم دیا ہے۔ اور علقمہ نے کہا میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام سلطین کے پاس پہنچا تو وہاں کے نو ہمقان اُنکے ہمراہ ہوئے۔ جب وہ لوگ کوفہ پہنچے تو انہوں نے اپنا راستہ لیا۔ اسوقت عبداللہ بن مسعود نے انکو سلام کیا۔ میں نے کہا کیا آپ اُن کافروں کو سلام کرتے ہیں۔ کہا ہاں۔ یہ لوگ ہماری صحبت میں رہے ہیں۔ اور صحبت کا حق ہوتا ہے۔

کفار شرعاً نجس نہیں

کافروں کو نجس جاننے کا مسئلہ بھی تمام علما کا مسلمہ ہے۔ بلکہ اکثر کی رائے ہے کہ کفار کا جسم طاہر ہے۔ صرف اعتقاد نجس ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (التوبہ ۹۔ آیت ۲۹)

مگر علما کے گروہ کثیر کی یہ بھی رائے ہے کہ یہاں نجاست سے نجاست اعتقادی مراد ہے نہ جسمانی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود سرور کائناتؐ نے صاف فرمادیا ہے کہ غیر مسلم نجس نہیں۔

(۱) امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں :- "قوم ثقیف کا وفد جب حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسکے لئے مسجد میں خیمہ نصب کرایا۔ اسپر لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قوم نجس ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی آدمی نجس نہیں ہے البتہ آدمی نجاست کو اپنے اوپر لاتا ہے (شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ کانپور ۱۳۰۰ھ)

(۲) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :- "فقہا نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ کفار کے بدن پاک اور طاہر ہیں۔

(۳) علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں :- "ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم ثقیف کے وفد کو اپنی مسجد میں اُتارا حالانکہ وہ کافر تھے۔ دوسری یہ کہ نجاست ان کے اعتقاد میں ہے۔ اور اس نجاست سے مسجد آلودہ نہیں ہوتی۔ اور آیت قرآنی اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ میں تسلط اور علو کے طور پر مسجد میں حاضر ہونے کی ممانعت ہے یا اس امر کی کہ وہ برہنہ طواف کرتے ہوئے آئیں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں انکا دستور تھا (ہدایہ جلد ۴۔ کتاب الکراہیت)۔

(۴) شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں :- "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم ثقیف کے وفد کو اپنی مسجد میں اُتارا حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے۔ اگر مشرک خود نجس ہوتے تو آپ ایسا نہ کرتے۔ اور اسکا معارضہ آیت اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ ۹۔ آیت ۲۸) سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ اس آیت میں نجاست سے نجاست اعتقادی مراد ہے"۔

(۵) شیخ زین الدین بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں :- "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعض مشرکین کو مسجد میں اُتارا اور اُن کو اس میں ٹھیرنے کا موقع عطا فرمایا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ آیت اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ میں نجاست سے نجاست اعتقادی مراد ہے۔

کافروں کو ساتھ کھلانا شرعاً منع نہیں

شریعت اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جس سے ممانعت پائی جائے کہ کافروں کو اپنے ساتھ نہ کھلاؤ۔ بلکہ اسکا جواب بوجوہ ذیل ہے :-

(۱) کفار نجس نہیں۔ (۲) کافروں کا جوٹھا پاک ہے۔

Marfat.com

(۳) اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔

(۴) ذبیحہ کے علاوہ مطلق طعام ہر ایک کافر کا حلال ہے۔

۵۔ کافروں سے ضرورۃً راہ و رسم رکھنا اور ملنا جلنا مباح ہے۔

(الف) کفار نجس نہیں پہلے بحث ہو چکی ہے۔

(ب) کافروں کا جوٹھا پاک ہے۔

(۱) علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح بدایہ میں لکھتے ہیں :۔ "آدمی اور جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن سب کا جوٹھا پاک ہے اسلئے کہ اس میں لعاب مخلوط ہوتا ہے اور وہ پاک گوشت سے پیدا ہوا ہے۔ اس حکم میں جُنب اور حیض والی عورت اور کافر بھی داخل ہے"۔

(۲) علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی کنز الدقائق میں لکھتے ہیں :۔ "آدمی اور جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے سب کا جوٹھا پاک ہے"۔

(۳) علامہ بدرالدین عینی حنفی شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں :۔ "لفظ آدمی کو اسلئے مطلق رکھا کہ جنب اور حیض والی عورت مسلمان اور کافر سب کو شامل ہے"۔

(ج) اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ یہ مسئلہ مسلّم ہے۔ تاہم ایک حوالہ یہ ہے۔ علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح بدایہ میں لکھتے ہیں :۔ (الف) مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے۔

(ب) لفظ کتابی جو مطلق ہے ہر قسم کے اہل کتاب یعنی ذمّی حربی عربی اور تغلبی کو شامل ہے۔ اسلئے کہ شرط حلت قیام ملت ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔

(د) مطلق طعام ہر ایک کافر کا حلال ہے۔

(۱) علامہ زیلعی تخریج الہدایہ میں لکھتے ہیں :۔ "آیت وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ (المائدہ آیت ۵) میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ کیونکہ ذبیحہ کے علاوہ مطلق طعام تو ہر ایک کافر کا حلال ہے۔ اس میں اہل کتاب ہونے کی شرط نہیں ہے"۔

(۲) مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی کے مجموعہ فتاوٰی میں فتاوٰی حمادیہ سے منقول ہے :۔ "جو کہ لوگ مشرکین تیار کرتے ہیں۔ اور ان میں نجاست لگنے کا شبہ ہوتا ہے تاوقتیکہ نجاست کا یقین نہ ہو۔ انکے طاہر ہونیکا حکم لگایا جاویگا۔

Marfat.com

(ھ) کفار سے ضرورۃً راہ و رسم رکھنا مباح ہے۔

(۱) مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی اپنے فتاوٰی میں خزانۃ الروایات سے نقل کرتے ہیں :۔ "دستور القضوتات میں بنا بیع سے منقول ہے کہ ذمیوں کی عیادت کرنے۔ انکے جنازوں میں شریک ہونے۔ انکا کھانا کھانے اور انکے ساتھ معاملہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور مضمرات میں ہے کہ انکی تعزیت اور انکے بیماروں کی عیادت کرنا اور انکا کھانا کھانا مسلمانوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔

(۲) علامہ برہان الدین مرغینانی ہدایہ شرح بدایہ میں لکھتے ہیں :۔ "یہودی اور نصرانی کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسلئے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی نیکی ہے۔ اور ہمکو اسکے کرنے کی ممانعت نہیں ہوئی ہے۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے پڑوس کے ایک بیمار یہودی کی عیادت فرمائی ہے۔

(۳) فقیہہ ابواللیث سمرقندی بستان العارفین میں لکھتے ہیں :۔ "مسلمان کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ضرورت کے وقت اس میں اور ذمّی میں راہ و رسم ہو۔ اور اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ بیماری میں اسکی عیادت کرے۔ اور اُسکو کلمہ توحید کی تلقین کرے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کی عیادت فرمائی اور اسکے سامنے اسلام کا ذکر کیا۔ تو وہ مسلمان ہوکر مرگیا۔ جب آپ وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ سے ایک جان کو دوزخ کے عذاب سے نجات بخشی۔ اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک نصرانی کے پاس حالت نزع میں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ تو خدا کی طرف رجوع ہو یعنی توبہ کر۔ چونکہ اسکی زبان نے یاری نہ دی۔ اسلئے اس نے اپنی آنکھوں سے اشارہ کیا۔ اس بات سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

جب مسلمان کی کسی ذمّی سے قرابت ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ اُسکے پاس ہدیہ بھیجے اور اسکی عزت کرے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماموں کو ایک جاریہ عطا فرمائی۔ جبکہ وہ مکہ میں کفر کی حالت میں تھے۔ اور مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت صفیہ نے مرتے دم اپنے یہودی بھائیوں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی اور میمون بن مہران سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا لوگ تین قسم کے ہیں ایک وہ جنکو میں خدا کے واسطے ناپسند اور اپنے واسطے پسند کرتا ہوں۔ دوسرے وہ جنکو میں خدا کے لئے اور اپنے لئے بھی پسند کرتا ہوں۔ تیسرے وہ جنکو میں خدا کے واسطے اور اپنے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ پس

Marfat.com

پس وہ شخص جس کو خدا کے واسطے اور اپنے لئے بھی پسند کرتا ہوں یہ وہ مسلمان ہے جو مجھے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ کہ جسے میں خدا کے لئے اور اپنے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں یہ وہ کافر ہے جو مجھے ایذا دیتا ہے اور وہ شخص جسکو میں خدا کے واسطے ناپسند کرتا اور اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ یہ وہ کافر ہے جو مجھے فائدہ پہنچاتا ہے۔ کیونکہ میں اسکو اسکے کفر کے سبب سے بُرا جانتا ہوں۔ اور مجھے جو فائدہ پہنچاتا ہے اسکی وجہ سے اُسے دوست رکھتا ہوں۔

(۴) محمد بن سعد کاتب الواقدی اپنے طبقات کبیر میں لکھتے ہیں:۔ ہمسے محمد بن عمر (واقدی) نے ان سے ہارون بن محمد بن سالم بن مولیٰ خویطب بن عبدالعزیٰ نے ان سے ان کے باپ ان سے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن نے یہ بیان کیا کہ حضرت صفیہ زبیر اور اسباب کی قیمت کے بدلے سو ہزار (ایک لاکھ) درہم کی وارث ہوئیں۔ اور اُنہوں نے اپنے ایک یہودی بھانجے کے لئے اس مال سے ایک تہائی حصہ کی وصیت کی۔ لوگوں نے اسکے دینے سے انکار کیا تب اُنہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے کہا۔ حضرت عائشہؓ نے کہلا بھیجا کہ خدا سے ڈرو اور اسکو وصیت کا مال دیدو۔ چنانچہ اس نے تہائی مال یعنی ہشتاد ہزار درہم اور کچھ اوپر ہوتا ہے حاصل کرلیا۔

یہودیوں کی شہادت

شیخ ابو الفتح بن ابو الحسن السامری اپنی کتاب تاریخ آثار الیہود (صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ یورپ ۱۸۵۹ء) میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بے تعصبی کی نسبت لکھتے ہیں:۔ ان بنی اسمٰعیل نے تمام مقامات کو فتح کیا اور خراج زمین کے علاوہ چار درہم اور ایک تھیلا جو جزیہ مقرر کیا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب شریعت میں سے کسی کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔

عربوں نے عیسائیوں کو نہیں چھوڑتے جیسے مسلمانوں کو نہیں کیا

ایک عیسائی بطریق مسلمانوں کی نسبت لکھتا ہے:۔ "عرب جنکو خدا نے اس وقت دنیا کی سلطنت دے رکھی ہے دیکھو وہ تم میں ہیں۔ جیسا کہ تم بھی جانتے ہو۔ لیکن وہ مسیحی دین پر حملہ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ہمارے مذہب پر مہربانی کرتے ہیں۔ اور گرجاؤں اور خانقاہوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ پھر کیوں تمہارے مرد کے باشندوں

Marfat.com

نے ان عربوں کی خاطر اپنا مذہب چھوڑ دیا۔ اور مذہب بھی ایسی حالت میں چھوڑتے ہیں۔ اور مرو کے باشندے خود بھی اسبات کو کہتے ہیں کہ عربوں نے انکو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا" (دی پریچنگ آف اسلام مصنفہ ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ کا اردو ترجمہ دعوت اسلام از محمد عنایت اللہ بی۔ اے)۔

ذمیوں اور غیر مسلموں سے مراعات

بے آزار غیر مسلم کا قتل گناہ ہے۔

مسٹر گلام نے حدیث شریف پر ایک مضمون لکھکر کیمبرج یونیورسٹی سے ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس میں غیر مسلم کے قتل کے گناہ میں یہ سند بیان کی ہے۔ "جو غیر مسلم مسلمانوں کو تکلیف نہ دیتا ہو۔ اور معاہد ہو اسکا مار ڈالنا گناہ ہے"۔ حدیث یہ ہے:۔ جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرتا ہے وہ بہشت کی خوشبو سے محروم رہ جائیگا۔ حالانکہ یہ خوشبو چالیس سال کی راہ کے فاصلہ سے محسوس ہوتی ہے"۔ ابوالدرداء کی روایت ہے۔ "کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جسے جسمانی چوٹ پہنچے۔ اور وہ اس چوٹ مارنے والے کو معاف کردے تو خدا اسکا درجہ بلند نہ کرے اور اسکا گناہ کم نہ کرے۔ (کتاب حدیث از گلام صفحہ ۱۱۰)

غیر مسلم عین حالت جنگ میں بھی ایمان لاکر جان بر ہو سکتا ہے

مسلمانوں پر ناواقف مخالف الزام لگاتے ہیں کہ یہ قتل و غارت کے بڑے شایق ہیں۔ اور کافروں کو مولی و گاجر کی طرح کاٹتے پھرتے ہیں۔ وہ ذرا غور سے دیکھیں۔ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے۔ اگر میں کسی کافر کو ملوں اور ہم لڑنے لگیں۔ اور وہ اپنی تلوار سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اور پھر جب میں اسے قتل کرنے لگوں تو وہ ایک درخت کے پیچھے جاکر پناہ لے۔ یا کہدے کہ میں مسلمان ہوگیا اور کلمہ پڑھ دے۔ تو کیا اسکے بعد میں اسے قتل کروں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اسے مت قتل کرو۔ مگر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اسے ہرگز قتل نہ کرو۔ کیونکہ اگر تم اسے اسوقت قتل کروگے جس وقت وہ تمہارے جیسا مسلمان ہوجائے۔ تو تم اس حالت میں ہوجاؤ گے کہ جس میں وہ ایمان کا اقرار کرنے سے پہلے تھا۔ (کتاب حدیث گلام صفحہ ۱۰۹)۔

امیر معاویہؓ کا ذمی جیسا میوں سے ایفائے عہد

کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے باب الامان میں بعض ایسی دلچسپ حدیثیں ہیں جو متحاربین کے مابین پرائیویٹ اور قومی معاہدات

Marfat.com

کی وفاداری سے پابندی کرنے کی تاکید کرتی ہیں۔ ان سے اعلیٰ پایہ کا اعتزاز ظاہر ہوتا ہے۔

"امیر معاویہؓ اور روم کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ مگر وہ اس خیال سے سرحد کو کوچ کر رہے تھے کہ جب معاہدہ کی میعاد ختم ہو جائے تو وہ جھٹ رومیوں پر حملہ کر دیں گے۔ ایک آدمی گھوڑے پر سوار "اللہ اکبر اللہ اکبر وفائے عہد نہ کہ بدعہدی" کے نعرے لگاتا ہوا آیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا تو وہ عمر بن اسباطہ تھا۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تم کیا کہتے ہو۔ تو اس نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جس نے لوگوں سے کوئی عہد کیا اُسے نہیں توڑنا چاہئے۔ جبتک کہ مقررہ وقت نہ گذر جائے یا برابری کے شرائط پر معاہدہ توڑنے کی پہلے اطلاع نہ دیدے۔ اسپر امیر معاویہ اپنی فوج سمیت واپس چلے گئے" یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔ مگر ترمذی اور ابو مسلم دونوں میں موجود ہے۔

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے جو مسیلمہ کذاب کے قاصد بنکر آئے تھے فرمایا خدا کی قسم اگر قاصدوں کو قتل کرنا منع نہ ہوتا تو میں تمہارے سر اڑا دیتا" (مسٹر گلام کی کتاب حدیث۔ صفحہ ۱۱۵)۔

تصویر کی آنکھ کے بدلے گورنر نے اپنی آنکھ پیش کر دی

مصر کے بشپ بوٹیکسٹن نے جس کو عربی میں سعید ابن البطریق کہتے ہیں مصر کی تاریخ عربی زبان میں لکھی ہے جو یورپ میں شائع ہو چکی ہے۔ اور لیٹن میں بھی اسکا ترجمہ ہو چکا ہے۔

یہ شخص ۹۳۵ء میں موجود تھا۔ اس نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جس وقت مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا۔ وہاں حضرت عیسےٰؑ کی تصویر تھی۔ کسی صحابی یا کسی فوجی سپاہی نے ایک تیر مارا۔ جس سے اس تصویر کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ عیسائی جمع ہو کر گورنر مصر عمرو بن العاص کے پاس شکایت لے گئے۔ تمہارے آدمیوں نے حضرت عیسےٰؑ کی آنکھ کو خراب کر دیا ہے۔ ہم اسکا معاوضہ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے پیغمبر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تصویر بنا کر دو تو ہم بھی اسکی آنکھ پھوڑ دیں۔

اس پر عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ یہ تو بے کار ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم لوگ سو جو دیں۔ تم جسکی چاہو آنکھ پھوڑ ڈالو۔ ایک عیسائی راضی ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے اپنا ہتھیار اسکے ہاتھ میں دیا۔ اور اپنی آنکھیں سامنے کر دیں جب اس نے دیکھا کہ خود گورنر عمرو بن العاص اپنی آنکھ پھوڑ ڈالنے کو تیار ہے تو تلوار ہاتھ سے گر پڑی اور اس نے اس ارادہ سے باز ہو کر کہا کہ ایسی قوم سے جو اس درجہ دلیر فیاض اور بے تعصب ہو انتقام لینا سخت بے رحمی اور ناقدری ہے۔

Marfat.com

غیر مسلم سے ایفائے وعدہ کی تاکید

جس طرح مسلمانوں کے درمیان آپسمیں ایفائے عہد کی سخت تاکید ہے۔ ایسے ہی کافر سے بھی ایفائے عہد کی تاکید کی گئی ہے۔ اور ایفائے عہد کے بارہ میں بھی مسلم اور کافر کو یکساں سمجھا گیا ہے۔ جیساکہ عدل و انصاف کے بارہ میں سمجھا گیا ہے۔ حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں۔

ثَلٰثَةٌ اَلْمُسْلِمُ وَالْكَافِرُ فِيهِنَّ سَوَاءٌ۔ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ فَوَفٰى بِعَهْدِهٖ مُسْلِمًا كَانَ اَوْ كَافِرًا فَاِنَّمَا الْعَهْدُ لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ رَحِمٌ فَصِلْهَا مُسْلِمًا كَانَ اَوْ كَافِرًا وَمَنِ ائْتَمَنَكَ عَلٰى اَمَانَةٍ فَاَدِّهَا عَلَيْهِ مُسْلِمًا كَانَ اَوْ كَافِرًا۔

تین چیزیں ہیں جن میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں یعنی برابر ہیں۔ ایک یہ کہ تم کسی سے معاہدہ کرتے ہو تو اسکو پورا کرو۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ کیونکہ عہد تو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا ہے۔ تم میں اور کسی دوسرے میں قرابت ہو تو صلہ رحمی کرو خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر۔ کوئی شخص تمہارے پاس امانت رکھتا ہے تو اسکو لوٹا دو خواہ وہ مسلم ہو یا کافر۔

امور مذکورہ بالا میں خصوصیت کے ساتھ مسلم اور کافر میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے اسلام مساوات کا حامی ہے اور وہ ہر موقعہ پر مساوات کا سبق دیتا ہے۔

کافر حربی سے رواداری

مسلمانوں کو تمام دنیا کے باشندوں کے ساتھ رواداری مسالمت اور معاملات میں میل جول اور سلوک کا حکم و اجازت ہے جبکہ وہ دین کے باعث مسلمانوں کے مخالف نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ط

جن لوگوں نے تمسے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی اور تمکو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا انکے ساتھ نیکی اور منصفانہ اچھا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ اچھا سلوک کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مگر اسکے بعد ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

جن لوگوں نے دین کے بارہ میں تمسے جنگ کی اور تمہیں

Marfat.com

وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالے جانے میں مدد کی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے دوست بنانے سے منع فرماتا ہے۔ اور جو کوئی اسپر بھی انہیں دوست بنائے وہ ظالموں سے ہے۔

تو گویا جو کافر مومنوں سے برسر جنگ نہیں نہ اُن کے آزار کے درپے ہیں اُنکے ساتھ مسالمت اور رواداری کے سلوک کی اجازت ہے۔ اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کا اسی پر عمل درآمد چلا آیا ہے۔ بالخصوص جس حالت میں کہ وہ مسلمانوں کے پناہ گیر ہوں تو ان کے دینوی حقوق بالکل مسلمانوں کے مساوی ہوں گے۔ اور اُن کے مال و جان کی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہوگی۔

کافر کو بھی امان دیکر پھر قتل نہ کرو

اسکے ساتھ ہی ابن ماجہ کی یہ حدیث ملا کر پڑھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کافر کو بھی جان کی امان دے دو تو پھر اُسے قتل کرنا بُرا ہے۔

اَيُّمَا رَجُلٍ اَمَّنَ رَجُلًا عَلٰى ذِمَّةٍ ثُمَّ قَتَلَهٗ فَاَنَا مِنَ الْقَاتِلِ بَرِيْءٌ وَّاِنْ كَانَ الْمَقْتُوْلُ كَافِرًا۔

جس کسی شخص نے دوسرے کو اسکی جان کا امن دیا۔ پھر (امن دینے کے بعد) اسکو قتل کر ڈالا تو میں قاتل سے بری (الذمہ) ہوں۔ اگرچہ مقتول کافر ہو۔

کافر معاہد کو قتل کرنا سخت گناہ ہے

اور اگر کوئی کافر بھی تمہارا معاہد ہو۔ یعنے اسکے اور تمہارے درمیان امن اور دوستی کا عہد ہو چکا ہو تو اسے قتل کرنا سخت گناہ ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور بخاری میں موجود ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا۔

جو شخص اپنے معاہد کو قتل کرے گا وہ جنت کی بُو تک بھی نہ سونگھنے پائے گا۔ حالانکہ (جنت کی مہک) چالیس سال کی مسافت تک محسوس ہوگی۔

ہمسائے اور عیسائی پڑوسی کے حقوق

باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرابت کے پڑوسی اور پاس والے پڑوسی سے سلوک کیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرابت کے

Marfat.com

پڑوسی سے مسلمان اور پاس والے سے یہود یا کافر مراد ہیں۔ قرابت والے پڑوسی کے تین حق ہیں۔ حق ہمسائگی۔ حق قرابت اور حق اسلام۔ اجنبی ہمسایہ کے دو حق ہیں۔ حق ہمسائگی اور حق اسلام۔ البتہ یہودی یا کافر ہمسایہ کا ایک حق یعنی حق ہمسائگی تو ضروری ہے۔

غیر مسلم کا حق شفع

اگر کسی مسلمان کے ہمسایہ میں کوئی غیر مسلم مثلاً ایک ہندو رہتا ہو اور مسلمان اپنا مکان فروخت کرنا چاہے کہ جسکے خریدار کئی مسلمان بھی ہوں لیکن مکان کا شفع کسی ہندو کو پہنچتا ہو۔ تو شریعت اسلام کا فیصلہ ہے کہ مکان ہندو شفیع کو دیا جائیگا۔ نہ کہ کسی مسلمان کو جو حق شفع نہ رکھتا ہو۔

ذمیوں سے کس حد تک رعایت کا خیال تھا

ایک عیسائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی۔ غرفہ ایک صحابی تھے اور یہ واقعہ انہی کے سامنے ہوا۔ انکو طیش آیا اور اس عیسائی کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ عیسائی نے عمرو بن العاص سے انکی شکایت کی انہوں نے غرفہ کو بلا بھیجا اور باز پرس کی۔ انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ ذمیوں سے امن کا معاہدہ ہو چکا ہے اسلئے انکے ساتھ سختی نہ کرو۔ غرفہ نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ۔ ان کو یہ اجازت ہرگز نہیں دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیں۔ ان سے تو یہ معاہدہ ہے کہ اپنے گرجاؤں میں جو کچھ چاہیں کریں۔ اور اگر ان پر کوئی دشمن حملہ کردے تو ہم انکی حفاظت کریں۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے۔

علامہ مقریزی نے اپنی کتاب کے جلد اول میں بالتفصیل اس واقعہ کو لکھا ہے کہ مصر میں اسکندریہ کا پیٹر یارک بنیامین نیرہ ۱۳ برس تک رومی عیسائیوں کے ڈر سے ادھر اُدھر مارا مارا پھرا۔ جب عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو ۲۰ھ میں بذریعہ تحریر اسکو امان دی۔ وہ نہایت ممنون ہوا۔ اور پیٹر یارک کی کرسی دوبارہ اسکو نصیب ہوئی۔

نرم گفتگو کرے اور بکشادہ پیشانی پیش آئے

انسان کو چاہیئے کہ مخلوق سے نرم کلام کرے اور نیک و بد صالح و فاجر سب سے بکشادہ پیشانی پیش آتا رہے۔ البتہ مداہنت نہ کرے۔ اور ایسی گفتگو نہ کرے جس سے بدعتی و فاسق یہ گمان کرے کہ یہ شخص میرے عقائد و افعال کو پسند کرتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے فرعون کے مقابلہ میں موسیٰ و ہارون کو حکم دیا کہ اس سے نرم

گفتگو کرنا۔ تو اے مخاطب! تو نہ موسیٰ و ہارون سے افضل ہے اور نہ کوئی فاسق و فاجر فرعون سے بدتر ہے۔ پھر فرعون تک سے نرم گفتگو کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ (فقیہ ابواللیث سمرقندی باب حسن المعاشرت)۔

ذمیوں کو پوری مذہبی آزادی دی گئی تھی

مذہبی امور میں ذمیوں کو پوری آزادی حاصل تھی وہ ہر قسم کے رسوم مذہبی ادا کرتے تھے۔ علانیہ ناقوس بجاتے تھے صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ ان کے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ معاہدات میں اور امور کے ساتھ مذہبی آزادی کا حق التزام کے ساتھ درج کیا جاتا تھا۔ چنانچہ حذیفہ بن الیمان نے ماہ دینار والوں کو جو تحریر لکھی تھی اس میں یہ الفاظ تھے:۔

لَا یُغَیَّرُوْنَ عَنْ مِلَّتِھِمْ وَلَا یُمَالُ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ شَرَائِعِھِمْ۔

ان کا نہ مذہب بدلا جائے گا نہ ان کے مذہبی امور میں دست اندازی کی جائے گی۔

جرجان کی فتح کے وقت یہ معاہدہ لکھا گیا تھا:۔

لَھُمُ الْاَمَانُ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ وَمِلَلِھِمْ وَشَرَائِعِھِمْ وَلَا یُغَیَّرُ مِنْ شَیْءٍ مِّنْ ذٰلِکَ

ان کی جان اور مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے۔ اور ان میں سے کسی شے میں تغیر نہ کیا جائیگا۔

آذربائیجان کے معاہدہ میں یہ تصریح تھی:۔

اَلْاَمَانُ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ وَمِلَلِھِمْ وَشَرَائِعِھِمْ۔

جان اور مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے۔

موقان کے معاہدہ میں یہ الفاظ تھے:۔

اَلْاَمَانُ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَمِلَّتِھِمْ وَشَرِیْعَتِھِمْ

جان و مال۔ مذہب اور شریعت کو امان ہے۔

مشرکوں کے بچے کیوں دوزخ میں نہ ہوں گے

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مشرکوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ جنت میں ہوں گے یا دوزخ میں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ اور امام محمدؒ سے جب یہی سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا میں سکوت کرتا ہوں لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ خدا کسی کو بغیر خطا عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ یعنی جب انہوں نے شرک کیا ہی نہیں تو دوزخ میں کیسے ڈالے جائینگے (بستان فقیہ ابواللیث سمرقندی باب اطفال المشرکین)۔

مسلمان یہودی و نصرانی کو بھی پہلے سلام کرتے

حضرت ابوامامہ باہلی جب کسی یہودی و نصرانی کے پاس سے گذرتے تو اسے سلام کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہم کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم سلام پر کثرت کیا کریں۔ اور ہر مسلمان اور ہر معاہد کافر کو (فقہ ابواللیث باب التسلیم)

یہودی و نصرانی سے بھی نرم بات کرو

طلحہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عطاء سے کہا کہ تمہارے پاس ہر قسم کے لوگ آتے رہتے ہیں۔ اور میں تیز مزاج آدمی ہوں۔ میں ایسے اشخاص سے تیز کلامی کر بیٹھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ کہ خدا نے فرمایا ہے قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (لوگوں سے نیک بات کہو)۔ پس جب اس حکم میں یہودی و نصرانی بھی شامل ہیں تو پھر دین حنیف کے کسی ماننے والے سے سخت کلامی کیونکر روا ہو سکتی ہے (ایضاً)۔

عیسائیوں کو گرجا واپس دلا دیا

دمشق میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا جو خاندان بنو نضیر کی جاگیر میں آگیا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں اسکا دعویٰ کیا۔ انہوں نے اس کو واپس دلا دیا۔ ایک مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدہ میں داخل ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے (سیرت عمر بن عبدالعزیز۔ از عبدالسلام)۔

انصاف کی نظر میں ذمی و مسلم برابر کر دئے

ایک بار سلمہ بن اسحاق کے چند ذمی ان کے دربار میں فریق مقدمہ کی حیثیت سے آئے تو سلمہ آکر فرش پر بیٹھ گئے۔ اور ذمی بیچارے کھڑے رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا تو بولے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر تمہیں اپنے فریق کے برابر کھڑا ہونا گوارا نہیں تو کسی کو وکیل کر دو۔ سلمہ نے ایک شخص کو وکیل کر دیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مقدمہ کو ان کے خلاف فیصل کیا۔ اسی طرح جب ہشام بن عبدالملک پر ایک عیسائی نے مقدمہ دائر کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسکو اپنے فریق کے برابر کھڑا کیا۔ ہشام نے عیسائی کے ساتھ سخت کلامی شروع کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ڈانٹا۔ اور سزا دینے کی دھمکی دی۔ (ایضاً)۔

Marfat.com

مسجد گرجا کر زمین گرجا کے لئے واپس دیدی

دمشق میں عیسائیوں کا سب سے بڑا گرجا کنیسہ یوحنا تھا حضرت امیر معاویہؓ اور عبدالملک بن مروان نے اس کو بیش قرار قیمت پر لیکر مسجد میں شامل کرنا چاہا۔ لیکن عیسائی راضی نہیں ہوئے۔ ولید نے بھی یہ کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بالآخر اس نے جبراً گرجے کو منہدم کرا کے مسجد میں شامل کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت آیا تو عیسائیوں نے اسکی واپسی کی درخواست کی۔ انہوں نے اسکو واپس کر دیا۔ (ایضاً)

ذمّی کے قتل پر بھی مسلمان کو قتل کرنا چاہئے

گو محدثین اور امام شافعیؒ کا فتوے ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمّی کو مار ڈالے تو قاتل صرف دیت کا ذمہ دار ہوگا۔ مگر حقیقت آگاہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ موجب قصاص ہوگا۔ شافعیہ کا اعتراض یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے صحیفہ میں تحریر تھا کہ یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ (رواہ مسلم) مگر حنفی کہتے ہیں کہ مراد کافر سے کافر حربی ہے۔ کیونکہ امام نسائی نے قیس بن عباد سے روایت کی ہے کہ صحیفہ علیؓ میں یہ الفاظ تھے اَلَّا لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِکَافِرٍ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ بِعَهْدِهٖ جسکا ظاہر مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کہ جسکے ساتھ معاہدہ ہوا ہو بعوض کافر کے قتل نہ کیا جائے۔ ذمّی کا بعوض قتل ذمی کے مارا جانا مسلّمہ فریقین ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کافر سے مراد کافر حربی ہے۔ یہ تو تردید حجت مخالف کا بیان تھا۔ خود حنفیہ کو اوپر عمل نبی علیہ السلام و علی و عمر بن الخطاب و عمر بن عبدالعزیز کے استدلال ہے۔

قاتل کو مقتولوں کے سپرد کر دیا

عبیداللہ بن خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے قاتلوں میں سے دو کو قتل کر ڈالا۔ اسپر صحابہ نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ خلیفہ سابق کے بیٹے کو مقتولوں کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے تاکہ جیسا چاہیں اس سے سلوک کریں۔ یہ محض اتفاق کی بات ہے کہ مقتولوں کے ورثاء نے اس سے بجائے قصاص خونبہا لینا پسند کر لیا۔ ورنہ اسلام کے فتوے نے تو قاتل کو مقتولوں کے سپرد کر دیا تھا۔ کہ جس طرح چاہیں اس سے بدلہ لیں۔ ہر چند کہ وہ خود سابق خلیفہ عمر کا فرزند تھا۔

جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبول کرانا نہیں

جنگ کے لئے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے۔ لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے۔

(۱) جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔

(۲) یا وہ حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تمسے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے ہیں"۔ (نساء ع ۲۔)

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا کہ

"پھر یہ لوگ اگر علیحدہ ہو جائیں اور تمسے جنگ نہ کریں۔ اور تمسے صلح کی درخواست کریں۔ تب خدا نے تمکو ان پر کوئی راہ نہیں دی" (نساء ع ۱۲)۔

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح پر ظاہر کرتے ہیں کہ جنگ کا مقصد دین کو بہ جبر قبولوانے کا ہرگز نہیں۔

معاہد قوم کی عزت

خیال کرو کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر مسلمان ہوتے تو اُن سے مسلمانوں کا تعلق بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ہی کا نہ ہوتا بلکہ وہ تو فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ کے درجے میں ہوتے۔ پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اسکے پاس چلا جائے تو وہ فریق جنگ کے حکم سے نکل جائیگا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائیگا جو مسلمانوں سے عہد کرلے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانبدار) رہیگا۔ نہ مسلمانوں کا طرفدار رہیگا نہ انکے مخالفین کا۔ دیکھو۔ اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بہ جبر قبولوانا ہوتا۔ تو ان غیر مذاہب والوں کے لئے یہ ضوابط کبھی نہ ہو سکتے۔

مشرکوں اور ہندوؤں سے سلوک کا امکان

سنہ ۱۹۱۷ء میں جبکہ سیاسی وجوہات سے ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے باہمی محبت و اخلاص میں بہت ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ اسپر مدراس کے ایک مولوی صاحب نے قرآن مجید کی ایک آیت کا حوالہ دیکر

جو ذیل میں درج کی جاتی ہے علما سے استفتا کیا تھا کہ جبکہ یہود اور مشرک اسلام کے سخت دشمن ہیں اور نصاریٰ دوستی میں سب سے قریب ہیں۔ تو کیا اگر ہندوستان میں حکومت خود اختیاری مل جائے جو ہندو (مسٹر گاندھی) کی حکومت کے مراوف ہوگی۔ تو مسلمانوں کے لئے نصاریٰ کی حکومت پر ہندوؤں کی حکومت کو ترجیح دینا مذہبًا جائز ہوگا۔ وہ استفتا بجنسہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"استفتاء۔ ماقولکم ایھا العلماء۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ (سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۱) ترجمہ۔ اے پیغمبر دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو آپ سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں ان کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ بیلان اس سبب سے ہے کہ ان میں علماء و مشائخ ہیں۔ اور نیز یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔" (تفسیر فیض الکریم از قاضی بدر الدولہ منصور)۔

بالا مذکورہ آیت سے صاف ظاہر و روشن ہے کہ دنیا کی قوموں میں مسلمانوں کے سخت دشمن یہود اور مشرکین یعنے بت پرست ہیں۔ اور دوستی کے اعتبار سے قریب تر نصاریٰ۔ یعنی مسلمانوں کے جانی دشمن یہود و بت پرست ہیں اور دوست نصاریٰ ہیں۔ اس حکم الٰہی کے موافق یہاں پر یہ خیال اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم مسلمان موجودہ زمانہ اور موجودہ حالت میں زیر حکومت برٹش جو حکومت نصاریٰ ہے رہنا اور زندگی بسر کرنا بہتر اور افضل ہے؟ یا یہ کہ آجکل جیسا کہ ہنود (مشرکین) کا برٹش گورنمنٹ سے مطالبہ ہے کہ ہندوستان کا انتظام حکومت ہنود (مشرکین) کے تحویل کردیں۔ ہندوؤں (مشرکین) کی حکومت خود اختیاری میں ہم مسلمانوں کا زندگی گذارنا مناسب و ممکن ہے؟ اور کیا ہم نصاریٰ کی دوستی کے عوض ہندی (مشرکین) سے دوستی کرسکتے ہیں؟ یا مشرکین کو اپنا دوست بنا سکتے ہیں کہ نہیں جبکہ خداوند کریم نے مسلمانوں کا سخت دشمن بتلایا ہے۔ بینوا توجروا۔

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ مولانا فخری نے بھی اپنے تازہ رسالہ میں اس آیت قرآنی کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:۔ قرآن مجید کھلے الفاظ میں منادی کرتا ہے کہ یہود اور بت پرست مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور عیسوی دوست۔ چنانچہ سورہ مائدہ کے رکوع ۱۱ میں ہادی برحق نے الخ۔

اسپکٹیٹر مرحوم نے اپنے اخبار قومی ریپورٹ میں بڑی وضاحت سے لکھا تھا کہ قرآن مجید کی اس آیت کا

Marfat.com

مطلب کیا ہے۔ اور اس سے جن حالات میں نصاریٰ کی دوستی کی ہدایت ہے یہود و مشرکین کی عداوت سے کیا مراد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سر سید احمد خان مرحوم غدر ۱۸۵۷ء کے بعد اسباب کے قائل ہو گئے تھے کہ مسلمانانِ ہند کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ انگریزوں سے نفرت نہ کریں۔ بلکہ انکی زبان سیکھیں اور ان سے مذہبی بدظنی ترک کریں۔ اُنہوں نے ۱۶ مارچ ۱۸۸۸ء کو میرٹھ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اِس آیت شریف کو اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا تھا اور کہا تھا:

"کوئی مسلمان اسبات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی غیر مذہب والے مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے ہیں اگر ہو سکتے ہیں تو وہ عیسائی ہیں وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا جس شخص نے قرآن پڑھا ہوگا اور جسکو اسپر یقین ہوگا۔ وہ جان سکتا ہے کہ ہماری دوستی ہماری محبت کسی دوسرے مذہب والی قوم سے اس قدر نہیں ہو سکتی جیسی کہ عیسائیوں سے"۔

چنانچہ اس نص قرآنی سے بعض لوگوں نے نتیجہ نکالا جیسا کہ اس استفتا میں بھی نکالا گیا ہے کہ مذہب اسلام ہندوؤں سے جو مشرک ہیں عداوت رکھنے کا مشورہ دیتا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ چنانچہ مولانا شبر مرحوم نے اپنے رسالہ قومی روایت ۲۴ ستمبر ۱۹۱۷ء میں اس فتویٰ کا حسب ذیل جواب دیا ہے:۔

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مشرکین سے عداوت رکھنی چاہئے۔ اول تو آیت کی ابتداء جملہ خبریہ انشائیہ ہے اور ایسا جملہ امر کے لئے مفید نہیں۔ وَلَتَجِدَنَّ کے معنے ہیں "اور تو ضرور انہیں پائیگا"۔ اس میں صرف یہود اور مشرکین کے دلی ارادہ سے خبر دی گئی ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض یہود اور بعض مشرکین عرب میں باہم حلیف تھے۔ انہوں نے حضور (امّی فداہ روحی) اور اسلام کی دشمنی پر آپسمیں اتحاد کر لیا تھا۔ خدا نے اس واقعہ کی خبر دی کہ عرب میں یہود اور مشرک اسلام کے مقابلہ میں اتحادی ہیں۔ مگر نصاریٰ اُن سے الگ ہیں۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں۔

(۱) عبد اللہ ابن ابی واصحابہ کانوا یقولون الیھود والمشرکین ویخبرونھم بالاخبار و یرجون ان یکون لھم الظفر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (تفسیر ج ۲ ص ۶۴۴)	عبد اللہ بن اُبی اور اسکے یار یہودیوں اور مشرکوں کے اتحادی تھے اور انہیں خبریں پہنچاتے اور چاہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر انہیں کامیابی حاصل ہو۔

Marfat.com

(۲) عبادہ بن صامت کے بہت سے حلیف (اتحادی) یہود میں بھی تھے۔

اس تاریخی شہادت سے ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں مشرکوں اور یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر ایکا کر لیا تھا۔ اور اس آیت میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہمارے مفتیوں نے شان نزول پر غور کیا اور نہ جملہ خبریہ انشائیہ کا مقصد سمجھا۔ سرسید مرحوم کی دلیل نقل کر دی۔ اور اسپر یہ نادر شاہی حکم دیدیا کہ ہندوؤں کو اپنے شہر محبت سے مار کر نکال دو۔ سورۂ مائدہ کے اخیر میں خدا کا ارشاد ہے کہ:۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ (سورۂ مائدہ)

تو پائیگا سب لوگوں میں زیادہ دشمن مسلمانوں سے یہود کو اور مشرکوں کو اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ کس واسطے کہ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب سنیں جو اترا رسول پر تو دیکھے ان کی آنکھیں ابلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچانیں بات حق کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں میں۔ اور ہمکو کیا ہوا کہ یقین نہ لائیں اللہ پر اور جو پہنچا ہمیں حق اور ہمکو توقع ہے کہ داخل کرے ہمکو اب ہمارا ساتھ نیکبختوں کے (موضح القرآن)

آیت کا یہ بیان بہت صاف ہے۔ اول خدا نے نصاریٰ کا ذکر کیا ہے اور پھر ان میں عالم اور درویش کا نام لیا ہے اور پھر بتایا ہے کہ یہ نصاریٰ وہ ہیں جو قرآن سنکر رو پڑتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ ہم کو کیا ہوا جو مسلمان نہ ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں تاریخ و تفسیر کو دیکھا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ عہد رسالت میں زمین پر جیسائی عالم اور درویشوں نے اسلام قبول کیا۔ یہود کی طرح یہ لوگ مشرکین کے ساتھ سازش نہیں کرتے تھے۔ اور نہ نقل رسول پر جرأت کرتے تھے۔

Marfat.com

عہد سعادت و خلفائے راشدین

حضرت سرورِ کائنات ؐ کے احکام و ارشادات غیر مسلموں کے متعلق

اس باب میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکام اور بعدہٗ آپ کے اسی بارہ میں برتاؤ کی حکایات و واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ اور اسکے بعد خلفائے راشدین نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا عملاً کرکے دکھایا ہے۔ جستہ جستہ بترتیب درج کیا جاتا ہے۔

اسلام کی رواداری اور فرمان نبوی ؐ

چند سال کا عرصہ ہوا ہے۔ ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری نے ملک فلسطین کی سیر و سیاحت کے دوران میں بیت المقدس (یروشلیم) میں کلیسائے مقدس کو جاکر دیکھا جس میں حضرت مسیح کی قبر ہے۔ چنانچہ دخانی جہاز مالوہ میں سے ڈاکٹر صاحب نے ۲۶۔ اگست ۱۹۲۵ء کو اخبار کامریڈ دہلی کے نام ایک مکتوب ارسال کیا جس میں کلیسائے مذکور کا حال توضیح کے ساتھ لکھکر بھیجا ہے جسکا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے[1]:

مقبرۂ مقدس (ہولی سیپلکر) کے کلیسا میں وہ جگہیں اب تک محفوظ ہیں۔ جہاں حضرت عیسےٰ مسیح کو کیلوں کے ساتھ صلیب میں ٹھونک کر آپ کو مصلوب کیا گیا تھا۔ جہاں صلیب سے اُتار کر آپکا جسم رکھا گیا اور جسم پر تیل یا مرہم لگایا گیا۔ اور جہاں آپ کو مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ یہ تمام مسیحی دنیا میں نہایت ہی متبرک اور دولتمند کلیسا ہے۔ اسکے خوبصورت نقش و نگار۔ قیمتی نذر و نیاز کے چڑھاوے۔ جواہرات۔ چڑاؤ تصاویر۔ اور زینت و تزئین کے سامان واقعی بیش بہا ہیں۔ مگر سب سے زیادہ نہایت ہی حیرت انگیز امر یہ ہے کہ کوئی ایسا مذہب دنیا میں نہیں ہے جہاں کہ اسکے پیروؤں نے اپنی محبت کی سرگرمی میں بانی مذہب کی حیات کے مختلف درجوں کو اسکی پیدائش سے لیکر اسکی اس دنیوی زندگی کے اختتام تک ایسے حیرت انگیز طریقہ

[1] یہ بھی اپنے سفر حج کے آخر میں بیت المقدس اور مدینۃ الخلیل کی زیارات کے دوران میں عیسائی دنیا کی اس سب سے مقدس زیارتگاہ کی زیارت کی تھی جسے عربی زبان میں وہاں کنیسۃ القیامۃ کہا جاتا ہے۔ اسوقت اسکے مجاور ایک مسلمان خاندان کے ارکان تھے کہ جب تمام دنیا کے عیسائی مطمئن تھے کیونکہ آپس میں وہ کسی ملک یا کسی فرقہ کے عیسائی پر اعتبار نہیں کر سکتے تھے۔ (محبوب عالم)

Marfat.com

محفوظ رکھا ہوا ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اُمّت نے اس مقبرہ میں رکھا ہوا ہے۔

ذیل میں ایک سند کی نقل درج کی جاتی ہے جسے ریچرڈ پوکوک شہر مینتھ کے پادری نے اپنی کتاب میں درج کیا تھا جسکا نام "مشرق اور دیگر ممالک کا تمام حال" ہے۔ یہ کتاب ۱۷۴۸ء میں چھپی تھی۔ اس کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۶۸ سے یہ سند نقل کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مؤلف کی زُہد و تقوٰے۔ خدا ترسی۔ پارسائی۔ دیانت و امانت اور علم و فضیلت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اسلئے وہ اس سند کی صحت کی وزندار ضامن ہیں۔

وہ سند یہ ہے:۔

جناب محمد (صلعم) نے جو فرمان مبارک جبل سینائی کے راہبوں اور علی العموم مسیحیوں کو عطا کیا۔ اسکا ترجمہ انگریزی سے حسب ذیل ہے:۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ دنیا میں اُسی کی حکمرانی ہے۔ اُسی کے پاس سے تمام پیغمبر خلعت پیغمبری سے سرافراز ہو کر اس دنیا میں آئے۔ انسان کو جسقدر انعامات عطا کئے گئے ہیں اُن سب سے حکومت کو کسی قسم کی بے انصافی کا خوف باقی نہیں رہتا۔ محمدؐ بن عبداللہ اس خدا کے رسول ہیں جو تمام دنیا کا کامل محافظ ہے۔ اُنہوں نے یہ سند تحریر فرمائی ہے۔ یہ سند اُن تمام لوگوں کے نام ہے کہ جو انکی قوم کے لوگ ہیں۔ یا انکے مذہب کے پیرو ہیں۔ یہ ایک محفوظ اور قطعی عہد نامہ ہے۔ اور عیسائی مذہب اور قوم نصاریٰ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ خواہ یہ نصرانی کوئی ہوں۔ شرفاء ہوں یا عام لوگ۔ خواہ معززین ہوں یا نہ ہوں۔ یہ عہد سب کے لئے یکساں واثق ہے۔

۱۔ اس عہد نامہ میں جو اقرار اور حلف میں نے کیا ہے اسکو میری قوم (اُمّت) کا جو شخص توڑنے کا ارادہ کرے گا۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے اللہ کے عہد کو توڑ دیا۔ حلف کے خلاف عمل کیا اور مذہب اسلام سے روگردانی کی (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو) کیونکہ پھر وہ لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ خود بادشاہ ہو۔ یا کوئی معزز آدمی ہو یا کوئی شخص ہو۔

۲۔ جب کبھی کوئی مسیحی درویش اپنی سیاحت کے دوران میں کسی پہاڑ۔ پہاڑی۔ گاؤں۔ یا کسی اور دوسری بستی میں۔ سمندر میں یا جنگل بیابان میں۔ یا کسی خانقاہ۔ کنیسا۔ یا عبادت خانہ میں آباد ہو جائے تو میں ان کے درمیان میں بطور انکے محافظ اور نگہبان کے رہوں گا اور انکے مال و جائداد کا محافظ اور نگہبان اپنی روح کے ساتھ ہونگا۔ اور اپنے تمام ہمقوم لوگوں کے ساتھ ملکر انکی مدد کروں گا۔ اور انکی حفاظت کرونگا۔ کیونکہ یہ میری ہی قوم کے لوگوں کا ایک جزو ہیں اور میری عزت کا باعث ہیں۔

Marfat.com

۳۔ علاوہ ازیں میں تمام مسلمان افسروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے جزیہ یا کسی قسم کا خراج طلب نہ کریں کیونکہ انکو جزیہ یا خراج دینے پر کسی قسم سے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ نہ اُن پر زبردستی کی جائے گی۔

۴۔ انکے حجوں یا حاکموں کو تبدیل کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے عہدوں پر قائم رہینگے اور انکو معزول نہیں کیا جائیگا۔

۵۔ جب وہ سڑک پر سفر کر رہے ہوں تو انکو کوئی روک نہ کرے۔

۶۔ جن جن کلیساؤں پر انکا قبضہ ہے۔ کوئی شخص انکو اُنپر سے بیدخل نہ کرے۔

۷۔ جو کوئی میرے ان احکام میں سے کسی حکم کو منسوخ کرے گا تو اسکو قطعی طور سے یہ جان لینا چاہیئے کہ وہ خدا کے احکام کو منسوخ کر رہا ہے۔

۸۔ اسکے علاوہ انکے قاضیوں۔ حاکموں۔ راہبوں۔ ملازموں۔ شاگردوں وغیرہ سے کوئی بھی کہ جس کا انحصار اُنپر ہو۔ کوئی جزیہ ادا نہیں کریگا۔ نہ جزیہ ادا کرنے کے لئے حیران کیا جائیگا۔ اسلئے کہ جہاں کہیں یہ لوگ ہوں چاہے خشکی پر ہوں یا سمندر میں۔ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ شمال میں ہوں یا جنوب میں میں انکا محافظ ہوں۔ اسلئے کہ یہ اور وہ سب چیزیں کہ جو اُن سے متعلق ہیں وہ سب میری اس اقراری حلف اور سند میں شامل ہیں۔

۹۔ جو لوگ کہ امن و امان کے ساتھ اور چُپ چاپ پہاڑوں پر تنہائی میں رہتے ہیں وہ نہ تو جزیہ دینگے۔ نہ اپنی آمدنی کا عشر دینگے۔ نہ اُنکے کسی مال و اسباب میں کوئی مسلمان شریک ہوگا۔ کیونکہ وہ صرف اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے محنت کرتے ہیں۔

۱۰۔ جب کبھی زمین کی فصل اپنے مناسب وقت پر نہایت ہی افراط کے ساتھ پیدا ہو تو باشندے ہر ایک بشل (۳۲ سیر پختہ) میں سے کچھ مقدار غلہ کی انکو لازماً ادا کرینگے۔

۱۱۔ جنگ کے وقت میں مسلمان انکو انکے مکانوں سے باہر نہیں نکالیں گے۔ نہ انکو جنگ پر جانیکے لئے مجبور کرینگے۔ بلکہ وہ اُن سے کسی قسم کا جزیہ بھی نہ لیں گے۔

اِن گیارہ دفعات میں تو وہ سب حال درج ہے کہ جو یہودی رہبانوں سے متعلق ہے۔ اور باقی سات دفعات میں ہر ایک عیسائی کے متعلق ہدایتیں درج ہیں۔

۱۲۔ وہ عیسائی جو کسی جگہ آباد ہیں اور اپنی دولت اور تجارت کے سبب سے جزیہ ادا کرنیکے قابل ہیں وہ بارہ درہم

Marfat.com

سے زیادہ ادا نہیں کرینگے۔

۱۳۔ سوائے اسکے ان سے اور کچھ نہیں لیا جائیگا جسکے متعلق حکم موجود ہے۔ جو لوگ اُن کتابوں کا ادب و احترام کرتے ہیں کہ جو مُنزّل من اللہ ہیں اُن لوگوں کو نہ ستاؤ۔ بلکہ بطریق شفقت انکو اپنی اچھی چیزیں دو۔ اور ان سے باتیں کرو۔ اور ہر ایک شخص کو انکے ستانے سے باز رکھو۔

۱۴۔ اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان سے شادی کرلے تو مسلمان کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو اسکی رغبت کے مطابق کلیسا میں جانے اور اُسکے مذہب کے موافق عبادت کرنے سے باز نہ رکھے۔

۱۵۔ کوئی شخص انکو اپنے کلیساؤں کی مرمت کرنے سے منع نہ کرے۔

۱۶۔ جو کوئی میرے اس عطیہ (عہد) کے خلاف عمل کریگا۔ یا اسکے مخالف کسی بات کا یقین کرے گا۔ اصل میں مُلحد اور مُنکر خدا اور منکر رسول اللہ ہوگا۔ کیونکہ میں نے اُن لوگوں کو اپنی حفاظت اِس اقرار کے مطابق عطا کی ہے۔

۱۷۔ اُنکے برخلاف کوئی ہتھیار نہیں اُٹھائیگا۔ بلکہ اسکے برعکس مسلمان انکی حفاظت کے لئے انکے دشمنوں سے جنگ کرینگے۔

۱۸۔ اس عہدنامہ کی رُو سے میں قطعی طور سے یہ حکم دیتا ہوں۔ کہ اس دنیا کے اختتام (قیامت) تک میری قوم کا کوئی آدمی میرے اس عہد کے برخلاف ہرگز کوئی عمل نہ کرے۔

فہرست گواہان :۔ تمام پسران ابو طالب[1]

سعد بن معاذ۔	ثابت بن قیس۔	عمر بن خطاب۔	زبیر بن ابوسفیان۔
ازور بن جوسیا۔	ابوبکر بن ابو قحافہ۔	عثمان بن عفان۔	مستجان بن قصوصی۔
فضل بن عباس۔	طلحہ بن اسفنن لک۔	سعد بن عباس۔	عبداللہ ابن مسعود۔
عبداللہ بن عمر۔			قاسم بن حبیر۔

یہ عہدنامہ ابو طالب کے تمام بیٹوں کے پیشوا اور جانشین نے لکھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اپنے ہاتھ سے اس پر نشان بنا دیا۔ یہ عہدنامہ سالہا سال تک ہمارے محرم کی الماری میں محفوظ رہا۔ اور ترجمہ کیا گیا۔

[1] چونکہ یہ نام قدیم انگریزی تحریر سے نقل کئے گئے ہیں اور قیاس بعض صحابہ کے عربی ناموں کے مطابق لکھے گئے ہیں اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے صحیح نام عربی یا اردو میں ادا نہیں کئے جا سکتے۔

Marfat.com

جان ڈیون پورٹ مشہور منصف مزاج عیسائی مصنف نے بھی بشپ پوکوک کی کتاب موسومہ ذکر مشرقی مطبوعہ ۱۷۴۳ء سے اس عہد نامہ کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائی قوم سے کیا تھا نقل کیا ہے۔ اور اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس حکمنامہ کو خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے بھی منظور کیا۔ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں اسکی تعمیل ہوتی رہی۔ اس زمانہ میں چونکہ تاریخ لکھنے کا رواج نہ تھا اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بعد میں اسپر ۳ محرم ۲ھ کی تاریخ ثبت کردی ہے اس عہد نامہ کا لفظ لفظ ثابت کر رہا ہے کہ بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کسقدر ملنسار اور صلح جو یانہ تھی اور جنگجوئی سے نفور۔ اور اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اسلام جہانگیری اور جہانداری کے پورانے اصول کو تباہ کرنے کے بعد نوع انسانی کو ایک نئے فلسفہ سیاست و تمدن کا ہادی بنانا چاہتا تھا۔

فرمانِ مصطفوی راہبانِ کوہ سینا اور عام عیسائیوں سے رواداری کی تائید میں

بشپ آف بیتھ کے حوالہ سے جو فرمان نبوی درج ہو چکا ہے اسی کی تائید انگلستان کے مشہور رسالہ نائینٹیتھ سنچری کے ایک مضمون میں حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:۔

رچرڈ پوکوک بشپ آف بیتھ کہ جسکے زہد و اتقاء دیانتداری اور علم و فضل کی اعلیٰ شہرت اسکے اس بیان کی کافی ضمانت ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ سینا کے راہبوں کی حمایت میں جو فرمان عنایت کیا تھا وہ صحیح اور واقعی ہے۔ اور بشپ صاحب نے اپنی تصنیف بنام "مشرق و دیگر ممالک کے حالات" جلد اول صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ ۱۷۴۳ء میں اس مکتوب کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ راہبان کوہ سینا اور عام عیسائیوں سے رواداری کا برتاؤ مرعی رکھیں۔ یہ تاریخ دوم محرم ۲ھ کی تحریر ہے۔ اور اس میں عیسائیوں سے رواداری اور حفاظت کرنے کا وعدہ ہے جو دنیا کے خاتمہ تک جاری رہیگا۔ اس میں یہ بھی صفائی سے درج ہے کہ جو کوئی اسکے خلاف عمل کریگا وہ واقعی خدا اور اسکے پیغمبر کی طرف سے مردود ہوگا۔ یہ مکتوب خدا کے صریح کلام پر مبنی ہے کہ ان لوگوں کو سخت تکلیف دو جو خدا کی بھیجی ہوئی کتابوں کی عزت کرتے ہیں۔ بلکہ مہربانی کے طریقہ سے انہیں اپنی اچھی چیز دو۔ ان سے بات چیت کرو اور ہر شخص جو انہیں ایذا کرتا ہے اسے روکو۔ اور یہی روح خلیفہ عمرؓ کے اس عمل میں نظر آتی ہے کہ وہ ۶۳۷ء میں شہر یروشلیم کو فتح کرنیکے بعد بطریق سوفرونیس کی ہمراہ شہر میں داخل ہوئے اور اس شہر کی فتح کے متعلق بطریق مذکور سے گفتگو کرتے رہے۔

Marfat.com

ملک شام کی عیسائی عبادت گاہوں کی حفاظت کا فرمان

اسی فرمان نبوی کی تصدیق ایک اور ذریعہ سے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل بیان محمد اسعد آفندی صاحب جج عدالت سمرنا اور بعد میں قسطنطنیہ کے مدرسہ قضاۃ کے استاد اعلیٰ نے اس فرمان نبوی کو انگریزی میں ترجمہ کر کے انگلستان کے ایک اخبار میں چھپوایا جو ۸ ستمبر ۱۸۹۵ء کے اسلام آگرہ میں بھی شائع ہوا تھا۔

نقل فرمان کا ترجمہ "میں محمد بن عبداللہ خدا کا پیغامبر نیک کاموں کے لئے جزا کا وعدہ کرتا ہوں اور برے کاموں کی سزا کا حکم سنا کے لوگوں کو خبردار کرتا ہوں۔ خدا نے انسان کے لئے جو رحمت عطا فرمائی ہے اسکی حفاظت کرتا ہوں۔ میں نے یہ فرمان جاری کیا ہے۔ اور یہ سب عیسائیوں اور تمام دور و نزدیک اور معلوم و نامعلوم دنیا اور مشرقی و مغربی شہروں کے مسیحیوں کی بابت ہے۔ یہ ایک کتاب مثل عہد نامہ کے اُن کے لئے ہوگی۔

اگر اس دین اسلام کے بادشاہ یا عام لوگ اس عہد نامہ کی مخالفت کرینگے اور میرے حکم کو ٹالیں گے تو خدا کے حکموں کو توڑینگے۔ اور دائمی عذاب کے مستحق ہوں گے وہ مثل اُن لوگوں کے ہیں جو جانتے مذہب پر ہنستے ہیں۔

اگر کوئی عیسائی پادری یا مسافر جنگل سے گذرتا ہو یا پہاڑ پر جاتا ہو یا گرجے میں ہو یا کسی بنجر بیابان یا ریگستان میں ملے۔ یا دیہات یا مزروعہ میدان میں پایا جائے تو مسلمان جہاں کہیں بھی ہو تو میں اور میری امت اسکی حفاظت کرینگے اور انہیں ہر مصیبت سے نکالیں گے۔ وہ میرے ہی آدمی ہیں اور میں انکا محافظ ہوں۔

جو جزیہ میں نے خیر خدا کے لوگوں پر لگایا ہے اُس سے عیسائی بری ہیں کوئی اُنہیں مجبور نہ کرے۔ جو بیکس وہ اپنی خوشی سے دینا چاہیں وہ لے لیا جائے۔ مگر اُنپر جبر ہرگز نہ ہو۔

اُنکے پیشواؤں کے کام منصبی میں حرج نہ ڈالا جائے وہ آزادی سے اپنے اوکر سکیں۔ اُنکی عورتوں کو

ملک میں سعد آفندی صاحب کی پہلے کئی سال سے راقم الحروف سے ملاقات تھی جبکہ پیشتر "دی اسٹرنڈ" نامی ایک انگریزی اخبار لاہور سے شائع کیا تھا۔ کہ جسکے آفندی صاحب خریدار تھے۔ اور بعد کو قسطنطنیہ میں میری آپ سے ملاقات ہوئی تھی آپ نے میری درخواست پر یہ فرمان اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا۔ (مجدد عالم)

Marfat.com

اپنے اپنے کام کرنے دو۔ انکے عابد لوگ اپنی عمر عبادت میں گذار سکیں اور مسافر مزے سے اپنے سفر طے کریں۔
مسلمانوں کی مسجدیں اور مکانات بنانے کے لئے عیسائیوں کے گرجے اور عبادتگاہیں نہ مسمار کی جائیں۔
جو ان احکام کو توڑیگا اس نے گویا خدا اور رسولؐ سے سرکشی کی۔ کوئی مسلمان ان کے بشپوں پادریوں اور اُن لوگوں سے ٹیکس نہ لے جنہوں نے اپنی عمر عبادت میں بسر کرنا چاہی ہو۔ وہ کہیں ہوں میں انکے استحقاق کی حمایت کرتا ہوں
مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ بحر میں ہوں یا بر میں جنوب میں ہوں یا شمال میں مشرق میں ہوں یا مغرب میں انکے لئے سینہ سپر رہیں اور اُنہیں ہر بلا سے بچائیں۔ کیونکہ وہ میری پناہ اور حفاظت میں ہیں۔
جو عیسائی عابد پہاڑوں پر رہتے ہیں انکی پیداوار سے عشر نہ لیا جائے نہ اُنکی خانقاہوں کے رہنے والوں سے۔ نہ کوئی انکا شریک و سہیم بنے۔ وہ اپنی زمین اپنی ہی گذران کے لئے بوتے جوتتے ہیں۔
اوقات جنگ یا اندرونی جھگڑے فسادوں میں وہ اپنے مسکنوں سے نہیں نکالے جاسکتے۔
جن عیسائیوں کے پاس مال و جائداد ہو یا وہ تاجر ہوں اُن سے بارہ درہم سالانہ سے زیادہ ہرگز نہ لینا چاہیئے۔
لینے کے وقت اُنپر جبر نہ کیا جائے۔ ہر شخص آزادانہ اُن سے گفتگو کرنے کا مجاز ہے لیکن کسیکو یہ اجازت نہیں ہے کہ اُنہیں ذلیل کرے یا انکے مذہب کو برا کہے۔
وہ ہمیشہ فیاضی اور محبت کے پروں کے سایہ کے تلے رکھے جائیں۔ جہاں کہیں وہ ہوں انکے ساتھ بدسلوکی کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ اور جہاں ہر وہ جائیں انکی خاطر کی جائے۔
اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان کے نکاح میں آوے تو اس عورت کے حقوق مدنظر ہیں۔ کوئی امر اسکے مزاج کے خلاف نہ کیا جائے اُسے اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی آزادی دی جائے۔ گرجے بنانے یا انکی مرمت کرنے یا دیگر مقدس مقامات کی تعمیر میں عیسائیوں کی مدد کی جائے۔
جو لوگ میرے ان حکموں کو توڑینگے وہ باغی اور سرکش ہیں۔ اُنہوں نے گویا اپنے نبی کے عہدنامہ کو جھٹلایا یہ عہدنامہ دنیا کے اخیر تک اور قیامت تک جاری رہیگا۔

اسلامی بے تعصبی جرمن علما کی نظر میں

مسٹر صلاح الدین خدا بخش صاحب بیرسٹر ایٹ لا جرمن عالم اپنی اپنی انگریزی کتاب "اسلامک سولیرٹی" (تہذیب اسلام) میں لکھتے ہیں:- (۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایلہ کے عیسائی حاکم کے ساتھ حسب ذیل معاہدہ کیا تھا۔
"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا اور اسکے رسول محمدؐ کی طرف سے امن کا معاہدہ یوحنا ولد رؤبا اور باشندگان ایلہ

Marfat.com

کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو لوگ گھر میں رہیں یا جو بحر و بر کا سفر کریں انکے ساتھ خدا اور اُسکے رسول محمد کی طرف سے ضمانت کی جاتی ہے۔ اور اُن سب لوگوں کے لیے جو اُن کے ساتھ ہوں۔ خواہ ملک شام میں ہوں یا ملک یمن میں یا ساحل بحر پر۔ جو کوئی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا اسکی دولت اُسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ بلکہ یہ اسکا صریح حق ہوگی۔ جو اُسے چھین لے۔ اب باشندگان ایلہ کو ان چشموں سے کہ جہاں سے وہ پانی لیا کرتے ہیں روکنا جائز نہیں ہوگا۔ نہ کسی سفر سے اُنہیں روکا جائیگا جو وہ خشکی یا تری پر کرنا چاہیں۔" (ازگبن۔ بری ایڈیشن جلد پنجم ص ۵۳۹)

اس معاہدہ میں ایک لفظ بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد نامہ

یہ وہ خریطہ ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے سنٹ کیتھرین کی خانقاہ (جو کوہ سینا کے قریب واقع ہے) کے مجاوروں بلکہ بالفاظ صحیح تر روئے زمین کے عیسائیوں کو عطا کیا۔ جسے رواداری کی ایک ایسی عمدہ دستاویز کہا جاتا ہے جسکی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ اس عہدنامہ میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کو وہ مراعات اور معافیاں عطا کیں جو انکو کسی اپنے ہم مذہب بادشاہوں کے عہد میں بھی حاصل نہ ہوئی تھیں۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ جو مسلمان اس عہدنامہ کی کسی شرط کی خلاف ورزی یا توہین کریگا وہ خدا کا نافرمان اُسکے احکام سے بچاؤ کرنے والا اور اپنے مذہب کی حقارت کرنے والا سمجھا جائے گا۔"

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو حکم دیا کہ وہ عیسائیوں۔ انکے گرجوں۔ انکے مذہبی پیشواؤں کے مکانوں کی حفاظت کریں۔ اور انہیں کسی قسم کا گزند نہ پہنچنے دیں۔ اُن پر نامناسب ٹیکس نہ لگائے جائیں۔ کسی پادری کو اسکے گرجے سے خارج نہ کیا جائے۔ کسی عیسائی کو مذہب سے برگشتہ نہ کیا جائے۔ کسی مسیحی زائر کو بیت المقدس کے سفر سے باز نہ رکھا جائے۔ عیسائیوں کے گرجے مسلمانوں کے مکان اور مسجدیں تیار کرنے کی خاطر منہدم نہ کئے جائیں۔ جو عیسائی عورتیں مسلمانوں سے شادی کرلیں انکو اپنے مذہب کی پیروی کی پوری اجازت دی جائے۔ اور اُن کو مجبور کرنے یا ستانے کی نہ ہی پر آمادہ نہ کیا جائے اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں اور خانقاہوں کی مرمت یا کسی اور مذہبی معاملہ میں امداد کی ضرورت ہو۔ تو مسلمان ان کی مدد کریں۔۔۔۔۔"

Marfat.com

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ایک بار اعلان کیا تھا: "یاد رکھو! میں روزِ جزا کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس مسلمان کے دشمن کی حیثیت سے کھڑا ہوں گا جو کسی ذمّی سے بُرا سلوک کرے گا۔ یا اسکی طاقت سے باہر اس سے کوئی کام لیگا۔ یا اس سے نفرت و حقارت کرے گا۔"

ہر زمان اور ہر عہد میں ذمّیوں سے برتاؤ کرتے وقت مسلمانوں کے سامنے یہی اصول اور قواعد ہوتے تھے کیا ان سے بھی بڑھ کر زور دار الفاظ کی ضرورت ہے؟ کیا دنیا میں کوئی شخص اس سے زیادہ اس موضوع پر کہہ سکتا ہے؟ ان دستاویزات میں جس وسیع النظری۔ روشن خیالی اور کامل مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ بیسویں صدی کے مغرور و متکبر یورپ کے لئے شمع ہدایت کا کام دے سکتی ہے۔ ان مجیر العقول دستاویزات کے مطابق ذمّیوں سے خواہ وہ عیسائی ہیں یا یہودی۔ آتش پرست ہیں یا ہندو۔ رواداری سلوک کیا جانا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم صرف عیسائیوں کے لئے تھا جو اہل کتاب ہیں۔ اسلئے اس حکم کا اطلاق ہندوؤں پر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں اسلئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کے آتش پرستوں سے وہی سلوک کیا جو وہ اہل کتاب سے روا رکھتے تھے۔ (از خطوط ڈاکٹر سید محمود)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدۂ امن ایلہ کے عیسائیوں سے

بیت المقدس یعنی ایلیا کے عیسائیوں سے یہ معاہدۂ امن ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سینا کے عیسائی راہبوں وغیرہ سے کیا ہے جو درج ہو چکا ہے۔ یہ معاہدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ایلہ کے عیسائی حکام سے قرار دیا تھا جو حسب ذیل ہے۔ جسکی کوئی عیسائی معتبر انگریز مورخ بھی تصدیق کرتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جو امن کا معاہدہ یاس النبی محمد رسول اللہ اور حاکم ایلہ یوحنا بن رباح اور اہل ایلہ کے درمیان منعقد ہوا:۔ ان عیسائیوں کے لئے جو گھر میں رہیں یا جو بحری یا بری سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اور اسکے رسول محمد کی طرف سے معاہدہ امن ہے۔ اور ان سب لوگوں کے لئے جو انکے ساتھ ہیں خواہ شام کے ہوں یا یمن کے یا ساحل بحر کے۔ جو کوئی اس معاہدہ کے خلاف کریگا اسکی دولت اسکے کچھ کام نہ آئیگی اور جو بھی اسے لیگا یہ ٹیکس اسی کا مال ہوگا۔ اہل ایلہ کو ان چیزوں سے کہ جہاں وہ جانے کے حاوی رہے ہوں۔ روکا نہیں جائیگا۔ نہ انہیں کسی سفر سے روکا جائیگا جو وہ بری یا بحری کرنا چاہیں۔ رومیہ گیس کا یہ

مسٹر صلاح الدین خدا بخش اپنی انگریزی کتاب اسلام کے لفظ ایسا ہے جسکی صحت پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔

عیسائی وفد نجران نے مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھی

کا تمام غرب میں کوئی عیسائی معبد نہ تھا۔ اسکے سردار عبد المسیح اور عاقب اور غالب تھے۔ جب انہیں اسلام کا پیام پہنچا تو انہوں نے آپس میں منتخب اشخاص کا مدینہ میں آیا تو اتوار کا دن تھا اور شام قریب تھی۔ اپنی نماز ادا کر لیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت دی۔ بعض صحابہ کو یہ بات ناگوار گذری کہ مسلمانوں کی مسجد میں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت کیوں دیجائے۔ انہوں نے روکنا چاہا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں مت روکو اور نماز پڑھنے دو۔ چنانچہ وفد کے تمام عیسائیوں نے رُو بمشرق ہو کر اپنے طریقہ کے مطابق اپنی نماز پڑھی۔

زاد المعاد میں ہے۔ لما قدم وفد نجران علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علیہ مسجدہ بعد العصر فحانت صلوتھم فقاموا یصلون فی مسجدہ فاراد الناس منعھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوھم فاستقبلوا المشرق فصلوا صلاتھم۔ الخ۔ روایت ہے کہ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے۔ تو ظاہر ہے کہ اتنے آدمیوں کی جماعت نے نماز پڑھی ہوگی تو انکی نماز خاصی نمایاں ہوئی ہوگی۔ (اسکی نسبت سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ و احتجاج اہل کتاب نے اپنی کتاب "اسلام اور کلیسائے مسیح کے مابین رشتہ" میں اس "فرمان نبوی"۔ اللہ کی امان اور اسکے رسول کی کفالت ان کی جانوں۔ انکے مذہب اور انکے مال میں حاضروں اور غیر حاضروں اور اسکے علاوہ دوسروں اسکے لئے بھی ہیں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے حقوق اور مراعات پادری اپنے اپنے منصب سے علیحدہ نہیں کیا جائیگا اور وہ ہر چھوٹی بات ثابت مسمار نہیں کیا جائیگا۔ نہ وہ کسی پر زبردستی کریں نہ انپر زبردستی کی جائیگی انہیں کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ ان سے دسواں حصہ (یعنی عشر) وصول نہیں

اسلامی بے تعصبی

سولیز لیشن میں لکھتے ہیں کیا اس معاہدہ میں ایک بھی

نجران مدینہ کے جنوب کی طرف ایک وسیع علاقہ تھا جہاں ایک عظیم الشان گرجا تھا۔ جسکی شان اور منزلت عبد المحارب و نامور پادری تھے جنکے انتخاب سائیلا ورونت شروع کی۔ دوسری مرتبہ ۱۳۱ھ میں انکا وفد تھی۔ مسجد نبوی میں پہنچے تو انہوں نے چاہا کہ پہلے مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت دی۔ بعض صحابہ ی عبادت کی اجازت کیوں دیجائے۔ انہوں نے ہمت روکو اور نماز پڑھنے دو۔ چنانچہ وفد کے تمام ی نماز پڑھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علیہ مسجدہ ارادہ یا فرمان نبوی کی نقل حسب ذیل درج کی ہے

بعد العصر فحانت صلوتھم فقاموا یصلون فی مسجدہ فاراد الناس منعھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوھم فاستقبلوا المشرق فصلوا صلاتھم۔ الخ۔ روایت ہے کہ اس وفد میں ساٹھ آدمی تھے۔ تو ظاہر ہے کہ اتنے آدمیوں کی جماعت نے نماز پڑھی ہوگی تو انکی نماز خاصی نمایاں ہوئی ہوگی۔ (اسکی نسبت سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ و احتجاج اہل کتاب نے اپنی کتاب "اسلام اور کلیسائے مسیح کے مابین رشتہ" میں اس فرمان نبوی کی نقل حسب ذیل درج کی ہے

ہے بالاتفاق نازل ہوئیں) لارڈ ہیڈلے صاحب

صاحبوں اور غیر حاضروں اور اسکے علاوہ دوسروں اسکے لئے بھی کی جاتی ہے۔ ان کے مذہب اور رسوم میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ ان کے حقوق اور مراعات پادری اپنے اپنے منصب سے علیحدہ نہیں کیا جائیگا اور وہ ہر چھوٹی بات ثابت مسمار نہیں کیا جائیگا۔ نہ وہ کسی پر زبردستی کریں نہ انپر زبردستی کی جائیگی انہیں کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ ان سے دسواں حصہ (یعنی عشر) وصول نہیں

Marfat.com

مشرکین مسجد نبوی میں ٹھہرائے گئے

فتح مکہ کے بعد جب قبیلہ ثقیف کا وفد آیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو نہ صرف مسجد میں آنے دیا بلکہ بحیثیت مہمان مسجد میں ٹھہرایا۔ بعض مسلمانوں نے اعتراض کیا "انزلھم فی المسجد وھم مشرکون"؟ آپ انکو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں۔ فرمایا "ان الارض لا ینجس" زمین انسانوں کے مس سے ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاست دل کی نجاست اور گندگی اعتقاد کی گندگی ہے۔ ابوداؤد اور امام احمد نے عثمان بن ابی العاص سے (جو خود شریک وفد تھے) روایت کی ہے۔ ان وفد ثقیف لما قدموا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم انزلھم فی المسجد لیکون ارق لقلوبھم۔ اسی روایت کو بہ تبدیل الفاظ طبرانی نے بھی اوسط میں لیا ہے۔ اور ابوداؤد نے اسپر اسقدر زیادتی کی ہے ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضرب قبۃ فی المسجد لینظروا الی صلوٰۃ المسلمین۔ فقیل لھم یا رسول اللہ انزلھم فی المسجد وھم مشرکون۔ فقال ان الارض لا تنجس انما ینجس ابن آدم۔ (جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے انہیں مسجد میں خیمہ لگوا دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے دیکھیں۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ انہیں مسجد میں اتارتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ زمین ناپاک نہیں ہوتی۔ البتہ ابن آدم اسے ناپاک کرتا ہے)۔

غیر مسلم کا وعظ اور تقریر مسجد میں

مہاتما گاندھی کے ترک موالات کے زمانہ سے بعض غیر مسلم بھی مسجد میں تقریریں کیں۔ ایسا کرنے پر سوال پیدا ہوا کہ آیا از روئے مذہب اسلام ایسا ہونا جائز ہے کہ کوئی غیر مسلم مسجد میں آکر منبر پر یا مکبر پر تقریر کرے۔ چونکہ یہ ایک مذہبی سوال تھا اسلئے مذہبی جرائد نے اسکے جوابات پر توجہ کی۔ چنانچہ رسالہ معارف میں ایک مضمون مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا لکھا ہوا نکلا جس میں موصوف نے بڑی طوالت سے بحث کرکے ثابت کیا کہ ایسا ہونا جائز ہے مضمون ہذا کو میں دلائل حدیثیہ اور تاریخیہ سے مرتب الماخذ اور بعض بعید بھی ہیں۔ مگر مجموعی طور پر دلائل کافی ہیں۔ میرے نزدیک اس دعوے پر ایک ہی دلیل کافی ہے جو نص صریح اور دلیل صحیح اسپر ہو سکتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے:۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں اور کفار مکہ میں معاہدہ

مسلمانوں کے حلیف ہیں اور بنی بکر کفار عرب کے حلیف ہیں

لڑ پڑیں تو مسلمان اور کفار مکہ اپنے اپنے حلیف کی دوسرے

ہو جائے گی۔ چند دنوں کے بعد بنی خزاعہ (حلیف مسلمانا

تو مشرکوں نے بنی بکر کی حمایت کی۔ اسکی اطلاع بنی خزاعہ

تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا ارادہ کیا۔ اثنا

کمزوری محسوس کر کے انکی طرف سے ابوسفیان مدینہ شریف آئے

کے لئے تجدید عہد کرے۔ اس غرض کے لئے حضرت ابوبکر گ

کیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ وہ بھی منکر رہے۔ حضرت عثمانؓ اصر

فاطمہؓ کے پاس گیا۔ بہت منت خوشامد کی تو حضرت علیؓ بالتا

تجویز بتاتا ہوں کہ تم کھڑے ہو کر پکار دو کہ میں فریقین میں سے

آگے بالاتفاق مورخین کے الفاظ یہ ہیں:-

فقام ابو سفیان فی المسجد فنادی الا انی قد اجرت بین الناس (ابن خلدون الجزء الثانی ص۴۱ تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۱۳ - تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ ص۱۱۶ - تاریخ ابن ہشام برحاشیہ زاد المعاد جلد ۲ ص۲۲۹ - تاریخ خمیس جلد ۲ ص۸۰ وغیرہ)

(اس فقرے کا ترجمہ مولانا شبلی مرحوم کی سیرت نبوی میں اس

علیؓ کے ایماء سے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ

یہ واقعہ ایسا ہے کہ کل مورخین نے اسکو نقل کیا ہے

میں اپنے مطلب کی بات بھی کہہ سکتا ہے۔ گو وہ مسلموں کے

کہ مسلمانوں کے منشاء کے خلاف نہ ہو۔

اسلام ایسا تنگ مذہب نہیں ہے کہ اپنی عبادتگاہ بنا

نہ دے۔ بلکہ اسلام تو ایسا وسیع الحوصلہ مذہب ہے کہ غیر مسلم

کی بھی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ نجران کے عیسائیوں کو مسجد

خود حضور علیہ السلام نے بخشی۔ اور انہوں نے اپنے طریق پر

ہدہ ہوا۔ اس معاہدہ میں یہ بھی داخل ہوا کہ بنی خزاعہ

ہوں گے۔ اسکا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں حلیف آپس میں

ے کے برخلاف مدد نہ کریں۔ اگر کریں گے تو عہد شکنی ثابت

ن) اور بنی بکر (حلیف مشرکین) میں جنگ ہو گئی۔

نے مدینہ شریف پہنچکر دربار رسالت میں پہنچا دی۔

میں مشرکین مکہ کو خبر ہوئی تو بمقابلہ مسلمانان اپنی

آیا تاکہ گذشتہ فعل پر ندامت کا اظہار کر کے آئندہ

رضؓ کے پاس بغرض سفارش کرانے گیا۔ انہوں نے انکار

ؓ کے پاس گیا وہ بھی نہ مانے آخر حضرت علیؓ اور حضرت

نے جواب دیا کہ میں سفارش نہیں کر سکتا مگر ایک

معاملہ کو سلجھا دیا اور امن امان کرا دیا ہے اسکے

رات بین الناس (ابن خلدون الجزء الثانی ص۴۱ تاریخ طبری

جلد ۲ ص۲۲۹ - تاریخ خمیس جلد ۲ ص۸۰ وغیرہ)

طریوں کیا گیا ہے:- "بالآخر ابوسفیان نے حضرت

ہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی" ص۳۱۷

اس سے یہ نتیجہ صاف برآمد ہوتا ہے کہ غیر مسلم مسجد

کہ انکے امام کے منشاء کے بھی خلاف ہو۔ بجا یہ

میں غیر مسلموں کو آنے یا آنے پر بولنے کی اجازت

لموں کو اپنی مساجد میں اپنے طریق پر نماز پڑھنے

جد نبوی میں اپنی عبادت ادا کرنے کی اجازت

نماز پڑھی۔

Marfat.com

رسول خدا کا ظالم کافر دشمنوں سے حسن سلوک

کفار مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عزیزوں اور مسلمانوں کو اس قسم کے صدمات پہنچائے تھے کہ ان کی پاداش میں کیسی ہی سخت سے سخت سزائیں انکو دی جائیں تو انکے جرائم کی نوعیت کے مقابلہ میں انکی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھی جاتی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔ چنانچہ ان میں سے بعض کے نام ذیل میں درج ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل ہمیشہ اسلام کے قلع و قمع حلیفہ ہی شاہ کی بربادی و تباہی کا باعث بھی

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کہ ہبار نے انکے نیزہ مارا اور کجاوہ گرا دیا۔ اس صدمہ سے پیروا ذکر گیا۔

عبداللہ بن ابی سرح کاتب الہام میں کہا کرتا تھا سنا لی باتیں لکھوایا کرتا ہے۔

وحشی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا امیر حمزہ کو دھوکے سے قتل کیا۔ اور پھر نعش کو بے حرمت کیا۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے امیر حمزہ کا کلیجہ سید منہ سے نکالکر دانتوں سے چبایا۔ انکی ناک اور کانوں کو کاٹ کر ناگفتنی ہار بنا کر پہنا دیا اور گلے کا ہار بنایا۔

الیسع بے رحم دشمنوں پر ترحم و ملاطفت حد شان میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ نازل فرمایا ہے اور جو بادشاہی میں فقیری کرتا تھا۔ دعوی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل اسلام کو صرف آلہ اللہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے تیغ بے جور و ستم ڈھا کر ان کو جلاوطن کیا تھا اور انکے خاندان سے تین سو میل کے فاصلہ پر چین نہیں لینے دی کا جنہوں نے اسلام کے قلع و قمع اور مسلمانوں کیا کی

ن سلوک و مدارات اسی عالیشان بادشاہ کا کام تھا جسکی لا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ نازل فرمایا ہے اور جو بادشاہی میں فقیری کرتا تھا۔ لام کے غالی دشمن مشرکین مکہ تھے جنہوں نے کئی بیگناہ مسلمانوں پر تیغ کیا تھا۔ جنہوں نے بیکس مسلمانوں پر طرح طرح کے ان پر قابض و متصرف ہو گئے تھے جنہوں نے مہاجرین کو مکہ یا تھا اور بلاوجہ بدفعات مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ کے استیصال کے لئے حبش۔ شام۔ نجد اور یمن تک پانی

Marfat.com

سے پاک نہیں کیا تھا۔ اور جنہوں نے مسلسل ۲۱ سال تک زور سے زور سے تدبیر سے تشدد سے مسلمانوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ ایسے ظالم ناہنجار جفاکیش و ستمگار مدوزیوں کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اسلام کے اولین مقدس بادشاہ نے جو مدارات و ملاطفت ظاہر فرمائی اسکی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ چنانچہ جب صنادید قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انکو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی :-

یا معشر قریش! ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالآباء الناس من ادم وادم خلق من تراب۔ (ثم تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ اذھبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم۔

اے جماعت قریش! حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ حق تو یہ کہ سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا۔ (پھر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت شریفہ پڑھی) خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ لوگو! تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے گوت اور قبیلے سب پہچان کے لئے بنا دئے ہیں۔ بلاشبہ خدا کے ہاں تو اسکی عزت زیادہ ہے جس میں تقوے زیادہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔

انہیں حالات سے متاثر ہو کر دشمنوں تک نے بھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے رحم اور صبر کی تعریف کی ہے۔ فتح مکہ کے بعد اگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ایسے سخت اور ظالم دشمنوں سے جیسا چاہتے انتقام لے سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسی عالی حوصلگی اور معافی کا ثبوت دیا۔ اور شریعت میں یہی اسلام کی سب سے بڑی کامیابی اور ترقی کا موجب قرار پایا۔

مدارات و مداہنت

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد (جیسا کہ مذکور ہوا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے انکی مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ انکو مسجد نبوی میں ٹھیرایا اور وہیں انکو انکے طور پر عبادت کرنے کی بھی اجازت دی لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو ہوئی تو آپ نے اظہار امر حق میں مداہنت نہیں فرمائی بلکہ ان کو انکے عقائد باطلہ علی الخصوص الوہیت مسیح پر متنبہ کر کے اسلام کے اصل اصول توحید کی تلقین کی اور بحکم الٰہی مباہلہ کو تیار ہوئے۔ اسی واقعہ کے متعلق مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

Marfat.com

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ
مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝
الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۝
فَمَنْ حَاجَّكَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا
وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل
لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ (۳ ع ۶)

"اللہ کے نزدیک جیسے آدمؑ ویسے عیسےٰؑ کہ خدا نے مٹی سے آدم کے پتلے کو بنا کر اس کو حکم دیا کہ آدم بن! اور وہ آدم بنگیا۔ اے پیغمبر یہ ہے حق بات جو تمکو تمہارے پروردگار کی طرف سے بتائی جاتی ہے تو کہیں تم بھی شک کرنے والوں نہ ہو جانا پھر جب تمکو عیسےٰؑ کی حقیقت معلوم ہو چکی اسکے بعد تم بھی انکے بارہ میں کوئی کٹ حجتی کرنے لگے تو ایسے لوگوں سے کہو کہ اچھا تو میدان میں آؤ اور ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور نیز ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو اور ہم اپنے تئیں بھی شریک کریں اور تم بھی اپنے تئیں شریک کرو پھر ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں"۔

مسجد عیسائیوں کی عبادت گاہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض عیسائی بزرگان کلیسا آپ کے پاس مذہب کی خوبیوں پر بحث کرنے کے لئے آئے۔ اسلامی مہمان نوازی کو دیکھئے کہ ان عیسائیوں کو ان مکانات میں رکھا گیا جو مسجد نبوی کے چاروں طرف بنے ہوئے تھے۔ وہ کئی دنوں تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان رہے اور اسی عرصہ میں اتوار کا دن آگیا جو عیسائیوں کے ہاں خدا کا دن سمجھا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے تو ساری زمین ہی مسجد ہے۔ لیکن عیسائی مہمانوں کو اپنے خدا کی عبادت کے لئے ایک گرجا کی تلاش تھی۔ اور گرجا اس جگہ کہاں تھا؟ اس وقت وہ محبت اور رواداری کا پیغمبرؐ انہیں اس مصیبت سے نجات دلاتا ہے۔ آپ اپنی مسجد کو پیش کرتے ہیں کہ اسے بطور گرجا استعمال کیا جائے۔ اور یہ کسقدر حیرتناک بات ہے کہ وہی خدا کا گھر جہاں اس خدا کی جو لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ سے عبادت کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کی جائے عبادت بن جاتی ہے جو خدا کی ولدیت اور ابوّیت کے قائل ہیں۔

نجاشی عیسائی بادشاہ حبش کا احسان

اعلان نبوّت کے پانچویں سال یعنے ۶۱۵ء میں جب کہ مسلمانوں کی مختصر جماعت پر کفار مکہ کی سختی اور ظلم بہت بڑھ گیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پندرہ مسلمانوں (گیارہ مردوں اور چار عورتوں) کی ایک جماعت کو ملک حبش

کو ہجرت کر جانے کی ہدایت فرمائی کہ جہاں ایک نیک عیسائی بادشاہ نجاشی حکمران تھا۔ اور فرمایا کہ گو اس بادشاہ کا مذہب عیسائیت ہے لیکن وہ رعایا کے مذہب سے تعرض نہیں رکھتا۔ چنانچہ جب یہ پہلا قافلہ مہاجرین حبش میں پہنچا تو کفار مکہ نے بھی انکی مخالفت میں اپنا ایک وفد نجاشی کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ بھیجدیا کہ یہ ہماری قوم کے غدار لوگ ہیں آپ انہیں اپنے ملک میں پناہ نہ دیں۔ اور ہمارے حوالہ کر دیں۔ اس پر نجاشی نے مہاجر مسلمانوں کو طلب کر کے اس الزام کا جواب پوچھا۔ تو مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک فصیح تقریر میں جواب دیا کہ ہم ضلالت و جہالت کے عمیق گڑھے میں غرق تھے۔ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ ناپاک زندگی بسر کرتے اور مردار کھاتے تھے۔ ہم فحش بکتے تھے۔ اور انسانیت کی ہم میں بو تک نہ تھی۔ خدا نے ہمارے پاس اپنا رسول بھیجا جس نے خدائے وحدہٗ لاشریک کی تعلیم دے کر ہمیں کفر اور شرک اور بت پرستی سے روکا۔ ہمیں سچ بولنے اور ایفائے عہد کرنے کی تعلیم دی اسوجہ سے ہمارے ہم وطن ہم پر ناراض ہو گئے۔ کہ ہم انکے بتوں کی اب پرستش نہیں کرتے"۔ نجاشی پر اس تقریر کا بہت اچھا اثر پڑا۔ تو اس نے کہا کہ اس کلام کا اور موسیٰ والی کلام کا نور ایک ہی روشندان سے چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تم لوگ جاؤ میرے ملک میں خوشی سے رہو۔ اور قریش کے قاصدوں کو ناکام واپس کیا۔ مسلمانوں نے شاہ نجاشی کو یہ بھی یقین دلایا کہ ہمارے ہادی نے ہمیں ہدایت کر دی ہے کہ امور دنیا میں تمہاری تابعداری میں سر مو تعرض نہ کریں۔ اور تمہاری مہربانی کا شکریہ ادا کریں۔ کیونکہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (جو انسان کا احسانمند نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا) چنانچہ نجاشی نے انہیں اپنی پناہ میں رہنے دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوسری کھیپ مسلمان مہاجرین کی بھی حبش میں گئی۔ اور حسب ہدایت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں نے عیسائی بادشاہ کی رعایا بنکر امن کا عہد کیا۔

پیغمبر نے نوشیروان عادل کی تعریف فرمائی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ منصف حاکموں کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے"۔ جو انصاف اور عدل مجوسی بادشاہ نوشیروان کے عہد میں تھا کون نہیں جانتا۔ اسی لئے اسکا نام دنیا میں نوشیروان عادل مشہور ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت نوشیروان عادل کے زمانہ میں ہوئی تھی حالانکہ نوشیروان مجوسی تھا اور اسکی ملکہ اور ایک بیٹا عیسائی بھی ہو چکے تھے۔ مگر باوجود اسکے آتش پرست ہونے کے

Marfat.com

اسکے عادل ہونے کو آپ نے تسلیم کیا۔ اور زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ وُلِدْتُ فِی زَمَانِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ (میں عادل بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا ہوں) پس اس سے ثابت ہے کہ عادل حکومت کا مذہب و ملت خواہ کچھ ہو رعیت کے واسطے وہ باعث افتخار ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس شعر میں اسی فرمان کا ذکر کیا ہے۔ ؎

سزد گر بدورت بنازم چناں ۔۔۔ کہ سعید بدوراں نوشیرواں

شاہ نجاشی کے انتقال پر دعائے مغفرت

نجاشی عیسائی بادشاہ حبش کے انتقال کی خبر سنکر حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو شامل کر کے اسکے لئے نماز جنازہ پڑھکر دعائے مغفرت مانگی تھی۔

کافر کا مال بھی غدر سے چھین لینا جائز نہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی اجازت نہیں دی کہ کافر دشمن کو دھوکا دیکر یا غافل پاکر اسکا مال غدر سے چھین لیا جائے۔ بلکہ کھلم کھلا اور مردانہ وار مقابلہ اور جنگ کے بعد دشمن پر اگر غلبہ حاصل ہو جائے تو اسکا مال چھین لینے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں عروہ بن مسعود کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مغیرہ بن شعبہ کے حق میں فرمایا تھا۔ جب انہوں نے بنی ثقیف کے تیرہ آدمیوں کو شاہ مصر مقوقس کو ہدیہ دے کر لوٹتے وقت نیند میں غافل پاکر قتل کر ڈالا تھا۔ اور سب مال و اسباب اور سلاح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے اسلام لے آئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا اما الاسلام فاقبل واما المال فلست منہ بشیٔ لکونہ اخذ غدرا لانہ لایحل اخذ مال الکفار غدراً حال الامن لان الرفقۃ یصطحبون علی امانۃ وھی تودی الی اھلھا مسلماً کان او کافراً وانما تحل اموالھم بالمحاربۃ والمغالبۃ (تمہارا اسلام لانا تو ہم قبول کرتے ہیں۔ لیکن مال کسی طرح ہم نہیں قبول کرتے۔ کیونکہ یہ غدر سے لیا گیا ہے اور کافروں کا مال بحالت امن غدر سے لینا حلال نہیں۔ الخ۔

امن کی خاطر کس قدر نرمی اختیار کی

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آخری حج سے پہلے جب مکہ معظمہ کو حج کے لئے تشریف لے گئے تھے تو کفار مکہ نے آپ کی بے انتہا مزاحمت کی۔ یہانتک کہ آپکو مناسک حج نہیں ادا کرنے دئے۔ کفار نے آپ سے اک معاہدہ لکھوانا چاہا۔ مگر اس میں آپ کے نام محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کیا۔ حضرت عمرؓ اس پر بگڑے کہ ہم صرف محمدؐ نہیں لکھنے دینگے۔ مگر حضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے امن اور اتفاق کی خاط

Marfat.com

شرط مان لی۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کو یہ امر سخت شاق گذرا کہ باوجود مکہ شریف تک پہنچ جانے کے مسلمانوں کو حج نہیں کرنے دیا گیا۔ اور انہوں نے سختی استعمال کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا چنانچہ آپ محض آشتی کی خاطر کفار سے باوجود ایسے سخت اشتعال کے نہ لڑے اور بے نیل مرام مدینہ کو واپس چلے گئے۔

کیا جیسا کہ دشمنوں کا بیان ہے اگر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم شمشیر سے اسلام پھیلانا چاہتے تو اس سے زیادہ اشتعال دلانے والا اور کونسا موقعہ ہو سکتا تھا۔ مگر آپ نے نرمی کو جو آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف تھا اسکا پورا ثبوت دیا۔

حاتم طائی کی بیٹی پر احسان

ایک مرتبہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ کفار عرب قید ہو کر لائے گئے تو معلوم ہوا کہ ان میں عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی بھی ہے جو مسلمہ نہ تھی۔ آپ نے اسکے آزاد کر دینے کا حکم دیا۔ مگر اس غیور تمند خاتون نے کہا! بھیجا کہ میں اکیلی آزاد ہونے پر رضامند نہیں۔ تو اسکی خاطر سے آپ نے اسکے سبھی ہمراہیوں کو بھی آزاد کر دیا۔ ہر چند کہ وہ کفار اور دشمن تھے۔

ایک یہودی کے قرضہ کی ادائگی

ایک یہودی سے آپ نے کچھ قرضہ لیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ فلاں مدت تک یہ قرض ادا کر دیا جائیگا۔ لیکن یہودی تین دن پہلے ہی تقاضا کے لئے آگیا۔ اس نے تقاضا میں سختی کی۔ آپ کی چادر اس سختی اور جھٹکے سے کھینچی کہ کاندھوں پر سے اتر گئی۔ ساتھ ہی گستاخانہ لہجہ میں سخت سست کہنے لگا کہ عبد المطلب کی اولاد! تم سخت نادہندہ اور ٹال مٹول کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ اسکی گستاخانہ حرکت دیکھکر لال پیلے ہو گئے۔ بڑی زور سے ڈانٹا اور نہایت سخت الفاظ میں لعنت ملامت کرنے لگے۔ حضور کھڑے مسکرا رہے تھے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ عمر! مجھے تم سے دوسرے سلوک کی امید تھی۔ مناسب تو یہ تھا کہ تم مجھے مشورہ دیتے کہ میں خوش اسلوبی سے اسکا قرض ادا کر دوں۔ اور اس سے کہتے کہ تقاضا کرنے میں تہذیب اور شرافت کا خیال رکھے۔ پھر فرمایا۔ وعدہ کی مدت میں ابھی تین دن باقی ہیں۔ اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ قرض ادا کر دیا جائے۔ اور بیس صاع زائد دے جائیں یہ زیادتی اس سختی کے بدلہ میں جو اسکے ساتھ کی گئی۔ یہودی آپ کے اس سلوک سے اسقدر متاثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

بعد فتح اہل مکہ سے حسن سلوک

مکہ کے لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی کیسی شدید مخالفت کی تھی۔ کیسی سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ حضور

کو ذلیل کرنے کی کیا کیا کوششیں کی گئیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے کس طرح سازشوں کے جال بچھائے گئے تھے۔ کیسے کیسے منصوبے باندھے گئے تھے۔ دلوں میں عداوت کی ایک آگ تھی جو کسی طرح نہیں بجھتی تھی۔

مگر آج مکہ فتح ہو چکا ہے۔ بڑے بڑے مغروروں کی اینٹھ اکڑ رخصت ہو گئی۔ ہر شخص سر نیچا کئے ہوئے ہے۔ دل دھڑک رہا ہے۔ پچھلے کارنامے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ خوف و ہراس کی حالت ہے کہ دیکھیں آج کیا حکم ملتا ہے۔ اتنے میں رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں "تم مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو"۔ جواب ملتا ہے۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ اور سب کو معاف کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب آتش پرستوں سے حسن سلوک پر

یہ خط[1] ہے جناب رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بنام فرخ بن شخصان برادر سلمان (رض) اور اسکے اہل خاندان اور اولاد کے لئے جو دنیا میں زندہ ہیں۔ خواہ وہ مسلمان ہو جائیں یا اپنے دین پر قائم رہیں۔

تحقیق کہ ہے اس (فرخ بن شخصان) کے لئے خدا کی حفاظت نیز اسکی اولاد کے لئے انکی جانوں کے متعلق اور ہر جگہ انکی جائداد کے متعلق جہاں کہیں وہ رہیں۔ میدان میں یا جبل پر۔ اور جو کنوئیں اور چراگاہیں انکے قبضہ میں ہیں ان پر انہیں آزادی حاصل رہے گی۔ انکے ساتھ نہ بے انصافی ہونی چاہیئے اور نہ ظلم۔ اور جن لوگوں کو روبرو میرا یہ مکتوب پڑھا جائے انہیں چاہیئے کہ ان کی (یعنے فرخ شخصان اور انکی اولاد کی) حفاظت کرے انہیں آزاد رہنے دے اور دوسروں کو بھی انہیں نقصان نہ پہنچانے دے اور توہین یا تشدد کے ذریعہ سے ان سے عداوت نہ ظاہر کرے۔ میں انکے مخصوص سر منڈانے اور زنار پہننے سے درگذر کرتا ہوں۔ اور اوانگی

---

[1] بمبئی کے ذی علم پارسیوں نے ایران لیگ کے نام سے جو انجمن قائم کی ہے اسکی طرف سے ایک رسالہ عہد نامہ شائع ہوا ہے اس میں مجوسیوں (آتش پرستوں) کی حفاظت جان و مال و عزت سے متعلق دو اہم و دلچسپ فرمان درج ہیں جس میں سے ایک خود رسالت کی جانب سے ہے۔ اور دوسرا امیر المومنین علی مرتضیٰ کی جانب سے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ دونوں فرمان کس حد تک مستند ہیں۔ یہ اگر واقعی صحیح ہیں تو اپنی تشریح خود کر رہی ہیں۔ لیکن بالفرض اگر واقعی نہ ہوں تو بھی اسلام کی رواداری کی معتبر شہادتیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ دو گواہیوں کے نامعتبر ٹھیرنے سے اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں۔ ۱۲

Marfat.com

ٹیکس بھی تا یوم حشر و نشر مع دیگر قیود و مکلفات کے معاف کرتا ہوں" (عہد نامہ شائع کردہ ایران لیگ بمبئی)۔

وہ بالکل آزادی سے اپنے آتشکدوں پر اور انکی متعلقہ زمین اور دوسری املاک ملحقہ پر قابض رہیں۔ انکو لباس فاخرہ استعمال رکاب تعمیر عمارات و اصطبل جنازوں کے لیجانے اور ہر اس کام کے کرنے سے جسکو انکا مذہب اجازت دیتا ہو کوئی شخص نہیں روک سکتا۔ ان کے ساتھ ہر ذمی سے بہتر برتاؤ ہوگا۔ پس کسی کو میری اس وصیت کی جہ میں نے سلمانؓ کے ہم مذہبوں اور انکی آنے والی نسلوں کی آزادی و حفاظت کے لئے کی ہے مخالفت نہ کرنی چاہیئے۔ بلا لحاظ اسکے کہ وہ اسلام لاتے ہیں یا اپنے دین قدیم پر رہتے ہیں۔ جو شخص میرے اس حکم کی اطاعت کریگا اس پر خدا کا کرم ہوگا۔ لیکن جو خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا وہ یوم قیامت تک لعنت میں رہیگا۔ (ایضاً)

جس نے انکے ساتھ کرم کیا اس نے میرے ساتھ کرم کیا۔ اور ایسے شخص کو اللہ کے پاس اجر حاصل ہوگا۔ اور جو انہیں ستاتا ہے وہ مجھے ستاتا ہے اور میں روز قیامت اسکا دشمن ہوں گا۔ اسکی سزا نار جہنم ہے۔ اور میں اسکی شفاعت سے بری ہوتا ہوں۔

اور لکھا اس مکتوب کو بحکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب نے بموجودگی ابوبکر و عمر عثمان طلحہ زبیر عبدالرحمن بن عوف سلمان ابوذر عمار مصیب بلال مقداد بن الاسود و جماعت من المؤمنین رضوان اللہ علیہم والصحابۃ اجمعین۔ (ایضاً)۔

دعوت اسلام کے مستند مواعید

ذیل میں تین مکاتیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سالنامہ رہبر دکن سے نقل کیے جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اہل اسلام کے بڑھے ہوئے دنیوی تعلقات کی صحیح صورت قائم کرنے کے بعد حضرت رسالت پناہ نے بعثت کے چھ سال بعد جزیرۃ العرب کے اطراف و جوانب کے سلاطین الامم کے نام متعدد مکتوب روانہ فرمائے اور ان سے محض رشتہ اخوت و مودت میں منسلک ہونے کی دعوت دی۔ سب سے پہلا خط قیصر روم کے نام روانہ فرمایا جسکے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

مکتوب روم | بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل اعظم الروم۔ سلام علی من اتبع الھدی۔ امّا بعد۔ فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک

مرتین فان تولیت فعلیك اثم الاریسین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ فان تولوا فاشھدوا بانا مسلمون ۵

ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ یہ خط ہرقل کے نام ہے جو روم کا رئیس ہے۔ اسکو سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے۔ اسکے بعد میں تجھکو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لا۔ تو سلامت رہیگا۔ خدا تجھکو دوگنا اجر دیگا۔ اور اگر تو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تجھپر ہوگا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی اور کو خدا نہ بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں"۔

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کے لئے حقوق سیاست کا دعوے نہیں فرمایا اور نہ اہل روم کو بالجبر مورد تہذیب اسلامی بنانے کی دھمکی دی ہے۔ بلکہ نہایت سادہ اور مہذب الفاظ میں دعوت اسلام قبول کرنے کی پُرامن تلقین فرمائی۔ موجودہ زمانہ کے طریق عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ہے تو یہ تھا کہ اہل روم کو اسلامی دعاوی کی دعوت بصورت الٹیمیٹم دی گئی ہوتی۔ اور اگر اس الٹیمیٹم کا ایفاء مقررہ میعاد کے اندر نہ ہوتا تو ارض روم کو لشکر کشی کرکے پامال کر دیا گیا ہوتا۔ مگر یہ طریق اسلامی سیاسیات کے منافی تھا۔ لہذا لفظی دعوت پر اکتفا کیا گیا۔

مکتوب بخسرو پرویز اسی مکتوب کے ساتھ ایک اور مکتوب خسرو پرویز والی ایران کے نام روانہ کیا گیا۔ جسے خدا کے خوف سے ڈرایا گیا تھا کہ اسلامی سنت و سنان سے اور اخوت اسلامیہ کے سلسلے میں منسلک ہونے کی دعوت دی گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس۔ سلام علی من اتبع الھدی۔ وامن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیك اثم المجوس۔ ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمدؐ پیغمبر خدا کی طرف سے کسریٰ رئیس فارس کے نام۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔ اور خدا اور پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھکو تمام دنیا کا پیغمبر کرکے بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلائے تو سلامتی قبول کر کہ تو سلامت رہیگا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا۔

مکتوب بقیصر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا تیسرا مکتوب مقوقس والی مصر کے نام تھا جو حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ ورسولہ۔ الی المقوقس عظیم قبط۔ سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ امّا بعد۔ فانی ادعوک بدعاء الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولّیت فعلیک اثم القبط۔ یا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ ترجمہ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد اللہ کے بندے اور اُسکے رسول کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کی طرف۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ امابعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہوجا تو محفوظ ہوجائیگا۔ اور اللہ تعالےٰ تجھے اسکا دُگنا اجر دیگا۔ اور اگر تو پھر گیا تو قبط کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا مالک نہ بنائے۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو کہدو کہ گواہ رہو ہم تحقیق ہم مسلمان ہیں"۔

ان مکاتیب کی روشنی میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسلامی سیاست کسی [illegible] اور منافی انصاف طرز عمل کو جائز قرار دیتی ہے۔ غالباً اسلامی تاریخ ہی ایک ایسی چیز ہے جسکی ابتدا سے لیکر آجتک مسلمان ارباب حکومت اور غیر مسلم رعایا پر ہمارا یہ کہنا کہ تعلیمات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ اصولوں سے ذرہ بھر منحرف نہیں ہوئے۔ اسلامی تاریخ کے درخشندہ صفحات کے درمیان مسلمانوں کی ہر دور کے سیاسی اور غیر سیاسی معاملات سے وابستہ پیچیدگیاں۔ مگر اس طویل عرصہ کے درمیان غیر مسلم رعایا کے حقوق کی شہادت ہے کہ اہل اسلام نے اسوۂ محمدیہ کو ہر حالت میں مقدم سمجھا اور اسی پر اپنے اصول کی بنیاد رکھی۔

غیر مسلم محتاج و مظلوم کی بھی مدد کرنیکی تاکید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کے [illegible] ہیں۔ جب مسلمان بھائی کو ملو تو السلام علیکم کہو۔ جب وہ کھانے کی دعوت دے تو [illegible] اگر وہ بیمار ہو تو اسکی عیادت کرو۔ اور جب وہ مر جائے تو اسکے [illegible] لیکن [illegible] اور کمزور کو مدد دینا صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ہر مظلوم محتاج کو مسلمان ہو یا غیر مسلم اُسے مدد دینی چاہیئے۔ کیونکہ قیامت کے روز حق تعالےٰ فرمائیگا۔ [illegible] اور تو نے میری

Marfat.com

عبادت نہیں کی۔ اور ابنائے آدم کہیں گے۔ او ہمارے محافظ ہم کس طرح تیری عبادت کر سکتے تھے تو تو دنیا جہان کا خداوند اور مرض سے پاک ہے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ اے آدمیو! میرے بندوں میں سے فلاں بیمار تھا۔ اور تمنے اسکی عیادت نہ کی۔ تم نہیں جانتے تھے کہ اگر تم اس میرے بندے کی عیادت کرتے تو میں تمپر مہربان اور خوش ہوتا۔ اور خدا قیامت کے روز کہیگا۔ اے ابن آدم! میں نے تمسے کھانے کو مانگا تھا اور تمنے نہیں دیا۔ اور آدم کے بیٹے کہیں گے۔ او ہمارے خداوند! ہم تمہیں کس طرح کھانا دے سکتے تھے تو تو دنیا جہان کا خداوند اور بھوک اور پیاس سے بالاتر ہے۔ اور خداوند تعالیٰ کہیگا۔ تم نہیں جانتے کہ میرے بندوں میں سے فلانے نے تمسے روٹی مانگی تھی اور تمنے اُسے نہ دی۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اگر تم اسے کھانا دیتے تو مجھ سے اسکا انعام پاتے۔ اور خدا تعالیٰ قیامت کے روز کہیگا۔ اے ابنائے آدم میں نے تمسے پانی مانگا تھا اور تمنے مجھے نہ دیا۔ اور وہ کہیں گے اے ہمارے آقا ہم تمہیں پانی کس طرح دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے تھے کہ تو دنیا جہان کا مالک اور پیاس سے بری ہے۔ خدا کہیگا۔ میرے بندوں میں سے فلاں نے تمسے پانی مانگا تھا مگر تمنے اُسے نہ دیا کیا تمکو معلوم نہ تھا کہ اگر تم اُسے پانی دیتے تو تم اسکا انعام مجھ سے پاتے۔

شروح آنحضرتؐ نے قاتل دشمنوں کو معاف کر دیا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد کافروں میں سے اسی (۸۰) آدمی تنعیم کی جانب سے بارادہ قتل رسول اللہؐ اُتر کر آئے اور وہ پکڑے گئے۔ مگر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے تو آپ نے اُن سب کو معاف کر کے آزاد فرما دیا (شفا قاضی عیاض۔ باب ۲ فصل ۱۲)۔

باوجود زخمی ہونے کے دشمنوں پر لعنت نہ کی

جب جنگ اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپکا روئے مبارک زخمی ہوا۔ تو آپ کے اصحاب کرام پر یہ امر بہت شاق گذرا۔ اور اُنہوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ ان پر بد دعا فرمائیے۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ میں لعنت کرنے کو نہیں بھیجا گیا بلکہ دعوت و رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ تو میرے قوم کو ہدایت کر کہ وہ نہیں جانتے۔ (ایضاً)

بجائے لعنت کے قوم کے لئے رحمت کی دعا کی

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے آپ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر بد دعا کی تھی۔ اگر آپ بھی ایسی ہی بد دعا فرمائیں تو ضرور یہ ساری قوم ہلاک ہو جائے۔ درآنحالیکہ آپ کی پیشت کے ساتھ بے ادبی کی گئی۔ آپ کا روئے مبارک خون آلود کیا گیا۔ آپ کے دندان مبارک شہید کئے گئے۔ آپ نے اسپر بھی انکار فرمایا۔ اور صرف کلمۂ خیر منہ سے نکالا۔ اور دعا کی کہ اے پروردگار میری قوم کو بخشدے کہ وہ جانتی نہیں۔ آپ کے اس قول میں کیا کچھ فضل وکرم درجات احسان حسن خلق۔ کریم النفسی اور رعایت حلم وصبر جمع ہو رہا ہے۔ کہ آپ نے اسپر بھی بس نہیں کی کہ آپ سکوت ہی فرماتے۔ بلکہ پہلے آپ نے ان حرکات ناشائستہ سے درگذر فرمایا۔ پھر آپ نے انکے حق میں دعا بھی فرمائی۔ (ایضاً)۔

دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری ایسی مثال نہیں

جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جبکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد کفار مکہ کو کسی قسم کی سزا نہ دی ہر چند کہ اس فتح کے حاصل کرنے میں لشکر اسلام کو بیحد تکلیف ہوئی تھی۔ اور اگر فتح پاتے تو وہ یقیناً مسلمانوں کو سخت ایذا دیتے۔ اسپر سر ولیم میور ایک انگریز مصنف نے جس نے اپنی تصنیف میں خلفائے اسلام پر خوب نکتہ چینی کی ہے متعجب ہو کر رائے دی ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی دوسری مثال موجود نہیں ہے کہ کسی سپہ سالار نے اس مشکل سے کسی ملک کو فتح کیا ہو۔ اور بعد فتح دشمن کو مطلق سزا نہ دی ہو۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ ایسے ہی موقعہ پر کہتے ہیں۔ اگر واقعی اسلام میں بت پرستوں سے دشمنی رکھنے اور کفار کے ہلاک کرنے کا حکم ہوتا تو وہ اہل مکہ پر کامل فتح کرنے کے بعد کبھی انہیں بالکل معاف نہ کر دیتے۔

آنحضرتؐ کی انصاف پسندی

چونکہ ملک میں پوری طرح امن قائم ہو چکا تھا۔ اور جہاں مسلمانوں کے لئے فریضۂ تبلیغ کی ادائگی کے لئے کافی فرصت تھی۔ وہاں لوگ بھی جنگ آزمائیوں سے اکتا کر اور اپنی ناکامی دیکھ کر اس قابل ہو چکے تھے کہ اسلامی تعلیمات پر ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک کے مختلف حصص میں دعاۃ اسلام روانہ فرما تا لوگوں پر اسلام کے فضائل ومحاسن ظاہر کریں۔ اور اگرچہ انکی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ فوج بھی ساتھ کر دی جاتی تھی۔ لیکن اس امر کے متعلق سخت تاکید تھی کہ دعوت اسلام کے بارہ میں کسی شخص پر جبر نہ کیا جائے۔ اور اس بات کی سخت احتیاط کی جاتی تھی۔

اس سلسلہ میں حضرت خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف بھیجا گیا۔ گروہ چونکہ تبلیغ سے زیادہ جہاد بالسیف کے اہل تھے۔ اسلئے کشت وخون کی نوبت آگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اسکی اطلاع ہوئی

تو آپ کھڑے ہو گئے۔ اور قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر فرمایا۔ خدایا میں خالد کے اس فعل سے بری الذمہ ہوں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقتولین کا خوں بہا ادا کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ آپ نے کتوں تک کا بھی خوں بہا ادا کر دیا۔

اجازت جنگ کے کیا وجوہ تھے؟

مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ملنے کے وجوہ یہ ہیں۔

۱۔ مدافعت کرنے والوں کا مظلوم اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا۔

۲۔ ان کے گھر بار سے نکالا جانا۔ اور اُن کے بے دخل کیا جانا۔ اور وہ صرف اختلاف عقیدہ کی بنا پر۔

۳۔ تیسری وجہ ایسی عام ہے جو ثابت کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی وجہ صرف انہیں کی ذاتی قومی اور مذہبی فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی۔ بلکہ اسلئے بھی دی گئی ہے کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہودیوں۔ عیسائیوں اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال میں کئے تھے اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو لڑا دینگے تو سب مذاہب کی آزادی ملیامیٹ ہو جائے گی۔ اور سب کے مندر اور سب کے گرجا خاک ہو جائیں گے۔ کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہی تو معاہدہ پر عمل کس طرح کرایا جا سکے گا۔ (رحمۃ للعلمین ص ۱۰۶)

کن کو جنگ کی اجازت دی گئی

اب اصول بالا پر رحمۃ للعلمین کے بنائے ہوئے احکام کو سنو: جن مسلمانوں سے قتال ہوا انکو جنگ کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ وہ مظلوم تھے۔ اور خدا انکی نصرت پر قادر تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں۔ صرف اسلئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ یہ اجازت دے کر بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تو جیسا ہمیشہ سے گرجا۔ یہودیوں کے معابد۔ پارسیوں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے ضرور گرائی جاتیں۔"

۴۔ تم خدا کی راہ میں ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لئے کیوں جنگ نہیں کرتے حالانکہ وہ فریاد کر رہے ہیں کہ خدا ہمکو اس بستی سے نکال جہاں کے بادشاہ بڑے ظالم ہیں۔

نجران کے عیسائیوں سے مصالحت کی شرائط

نجران کے عیسائیوں نے مدینہ میں آکر مصالحت کی درخواست کی جسکو آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے منظور فرمایا۔ شرائط صلح یہ تھے کہ وہ مسلمانوں کو سالانہ دو ہزار کپڑے دینگے.... اسکے معاوضہ میں جب تک وہ سودی لین دین یا بغاوت نہ کریں گے۔ نہ اُنکے گرجے ڈھائے جائیں گے۔ نہ اُنکے پادری نکالے جائیں گے نہ اُنکو انکے مذہب سے برگشتہ کیا جائیگا۔ (سیرۃ النبی مولانا شبلی۔ جلد ۲ صـ ۹۵)

حضورؐ نے ایک کافر مہمان کو سات بکریوں کا دودھ پلایا

فیاضی میں کافر و مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔ مشرک و کافر سب آپ کے مہمان ہوتے تھے۔ اور آپ یکساں سب کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ نے خود اپنے یہاں مہمان اُتارا۔ اور خود بہ نفس نفیس انکی خدمت کی۔ ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا۔ آپ نے ایک بکری کا دودھ اُسے پلایا۔ وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپ نے دوسری بکری منگوائی وہ بھی کافی نہ ہوئی۔ غرض سات بکریوں تک نوبت آئی۔ جب تک وہ سیر نہ ہوا آپ پلاتے گئے۔

مشرک ماؤں سے حسن سلوک کی تاکید

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں انکی ماں جو مشرک تھیں اعانت خواہ مدینے حضرت اسماء کے پاس آئیں۔ انکو خیال ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ انکے ساتھ نیکی کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کافرہ تھیں اور بیٹے کے ساتھ مدینے میں رہتی تھیں جہالت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھیں۔ ابوہریرہؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا آپ نے بجائے غیظ و غضب کے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔

یہودی غلام کی عیادت فرمائی

بیماروں کی عیادت میں دوست دشمن مومن و کافر کسی کی تخصیص نہیں سنن نسائی میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کا بہت اچھی طرح خیال رکھتے تھے۔ بخاری و ابوداؤد میں روایت ہے کہ ایک یہودی غلام مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ تو آپ عیادت کو تشریف لیگئے۔

مشرکین کے بچوں سے محبت و شفقت

آپکی محبت و شفقت مسلمان بچوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے تھے۔ ایک دفعہ

Marfat.com

ایک غزوہ میں چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے۔ آپ کو خبر ہوئی تو نہایت آزردہ ہوئے۔ ایک صاحب نے کہا۔ یارسول اللہ۔ وہ تو مشرکین کے بچے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

یہودیوں سے نرمی اور عیادت

ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا۔ تو آپ اسکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ایک دفعہ سر راہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے۔ ایک دفعہ چند یہودی آپ کی خدمت میں آئے۔ اور شرارت سے سلام علیکم کی بجائے السام علیکم (تم پر موت) کہا۔ حضرت عائشہؓ نے غصہ میں آکر انکو بہت سخت جواب دیا۔ لیکن آپ نے روکا اور فرمایا عائشہ! بدزبان نہ بنو۔ نرمی کرو۔ اللہ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودی کا سخت تقاضا

زید بن سعنہ یہودی تھا جو لین دین کا کاروبار کرتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ قرض لیا۔ میعاد ادا میں ابھی کچھ دن باقی تھے تقاضا کو آیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ کر کھینچی۔ اور سخت سست کہکر کہا۔ عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ یوں ہی حیلہ وحوالہ کیا کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ اور اسکی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ او دشمن خدا! تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسکر فرمایا۔ عمر مجھ کو تمسے اور کچھ امید تھی۔ اسکو سمجھانا چاہیئے تھا کہ نرمی سے تقاضا کرے۔ اور مجھ سے کہنا چاہیئے تھا کہ میں اسکا قرضہ ادا کر دوں۔ یہ فرما کر حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور کے اور زیادہ دے دو (سیرۃ النبیؐ شبلی جلد دوم ص۲۸۵)۔

یہودی کے مقابلہ میں مسلمان کو زجر و توبیخ

حضور یہودیوں کے داد و ستد کرتے تھے۔ انکے سخت اور ناجو تقاضوں اور درشت کلمات کو برداشت کرتے تھے یہودیوں اور مسلمانوں میں اگر معاملات میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلا وجہ جنبہ داری نہ فرماتے۔

ایک دفعہ ایک یہودی نے آکر شکایت کی کہ محمدؐ! دیکھو ایک مسلمان نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے آپ نے اس مسلمان کو اسی وقت بلوا کر زجر فرمایا۔ (حوالہ مذکور ص۲۹۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھانے

بسا اوقات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کے اندھیرے میں آپ کے

Marfat.com

پانوں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازہ پر عفونتیں پھینکی جاتیں تاکہ صحت و تمیزیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکے جواب میں صرف اسقدر فرما دیا کرتے کہ فرزندان عبد مناف حق ہمسائگی خوب ادا کرتے ہو۔

ابوسفیان کے سب قصور معاف کر دئے

جب ابوسفیان آپ کی خدمت میں لائے گئے اور وہ اس سے قبل آپ پر لشکر کشی کر چکے تھے۔ اور صحابہ کرام اور خود آپ کے چچا کو قتل کر چکے تھے۔ اور محض قتل ہی نہیں بلکہ نعش کو مسلہ کر چکے تھے۔ یعنے اُسکے بعض اعضا کاٹ چکے تھے مگر آپ نے انکی سب تقصیرات کو نظر انداز کر کے قصور معاف فرمایا۔ ان سے بملائمت پیش آئے (شفا قاضی عیاض ص۱۲۵)

بعد جنگ کوئی لونڈی غلام بنایا نہ تاوان لیا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اسی پاک تعلیم ہی کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگر عراق و شام مصر عرب ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کئے گئے۔ مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں۔ جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی غلام بنانے کا مذکور نہیں ملتا۔ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مسلمانوں کے لئے جنگ سخت آزمائش تھی لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لئے جنگ کا وہ نمونہ پیش کر دے جو ہمدردی انسانی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۱ ص۱۲۱)

رحمۃ للعالمین کے اوصاف

"رحمۃ للعالمین وہ ہے جو اخوت و محبت کا نام نعمت الٰہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے "تم خدا کی محبت سے بھائی بھائی بنگئے ہو"۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملات انصاف میں عدالت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے۔ "کسی قوم سے مخالفت کا نہ ہونا تمہیں انصاف نہ کرنے کی طرف نہ کھینچ لے جائے۔ انصاف ہی کرو۔ یہی خدا شناسی سے قریب تر ہے۔ اور تقوٰے اختیار کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو خدا خوب جانتا ہے۔ دیکھو کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تمکو مسجد الحرام سے روک دیا تھا۔ تمکو ادھر نہ لیجائے اُدھر زیادتی کرنے لگو۔ تم نیکی اور تقوٰے کے کاموں میں انکی مدد کرو۔ اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں انکا ساتھ نہ دو۔ خدا سے ڈرتے ہو۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص۱۳۸)

قیدیوں کو کس لطف و کرم سے آزاد کیا

نبی الرحمۃ نے فرمایا کہ میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا کہ ہم بھی اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ انکے نزدیک یہ عجیب بات تھی

Marfat.com

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی کرے اسے قتل کیا جائے۔ ایسا ہی ملتا جلتا واقعہ ایک اور صحابی کے ساتھ پیش آیا۔ اسلئے انہوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائی۔ یہ

واحد کی پرستش کریگے۔ اور کسی کو اسکا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (شفا قاضی عیاض باب فضل ۱۷)

جتنی کوئی تکلیف دے اتنا ہی آپ صبر کیجئے

امر ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپکر بہ خل التقوی وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلين نازل ہوئی تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے اسکے معنے دریافت فرمائے۔ انہوں نے جا کر یہی دریافت کرکے عرض کردں گا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اور جب واپس آئے تو کہا کہ اللہ حکم فرماتا ہے کہ جو آپ سے رشتہ توڑے آپ اس سے رشتہ الفت جوڑئیے۔ جو آپ کو محروم کرے اسے دیجئے اور جو آپ پر ظلم کرے اس سے درگزر کیجئے۔

چنانچہ آپکی ذات بابرکات ایسی ہے کہ جتنی آپ کی تکلیف بڑھتی گئی اتنا ہی آپکا صبر بڑھتا گیا۔ اور جتنا کوئی جاہل آپکے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا اتنا ہی آپ کا تحمل بڑھتا گیا۔ (ایضاً)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک کے برتن سے پانی پی لیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے برتن سے پانی پیا اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے مشکیزہ سے وضو کیا۔ اگر چاہتے ہوتے تو پانی بھی پی لیتے۔ اور ناپاک پانی حرام ہے اور یہ ہے کہ مشرک اور نجاست والوگوں کا ہاتھ پلید رہتا ہے اسواسطے کہ شراب پیتے ہیں اور مردار کھاتے ہیں۔ بعض ناافہم لوگ کی پاکی میں اسقدر کوشش نہیں کرتے جتنا ظاہری طہارت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اگر غور کریں اور فہم سلیم ہو تو معلوم ہو جائے کہ دل کی پاکی کتنا بڑی چیز ہے اور ظاہری طہارت میں حقیر سمجھنا ہے۔ پاک خدا اور سچا رسول کا حکم ہے کہ جو کپڑا کے دو حصے ہیں وہ اصل طہارت نہیں دل سے ظاہر کرتے ہیں پاک چالاک کتنے ہیں۔ اور ہر وقت کپڑے دھوتے اور پاک پانی حرام ہے اور ناپاک پانی حلال ہوتا ہے فرد طہارت ہیں اپنے اوقات عزیز کو ضائع نہیں کرتے ہیں۔

حقوق العباد کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے

جو لوگ تعلیمات اسلام کو صرف ظاہر میں منحصر کرنے کی وجہ سے سوال اٹھا کرتے ہیں اور اسکی حکمتیں نہیں سمجھتے اس لیے محروم ہوتے ہیں جو حق و باطل میں امتیاز کر سکتی ہے وہ بھی اس چیز کے معترف ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان حقوق کے متعلق ایک ایسا مطالبہ پیش کرتا ہے جو حکومت کے ہاتھ سے بھی باہر ہے تو اسکا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حقوق جائداد (پیدائشی) کہ حقوق باپ کی طرف سے لینے کا حق ہے

کہ اس معاملہ میں تعلیم اسلام کفر و اسلام کی سطح سے بہت بلند ہے۔ حقوق ہمسائگی کی جو ذمہ داریاں ایک مسلمان پر عائد ہوتی ہیں انکے لئے مسلم یا کافر کی کوئی قید نہیں۔ مراعات ہمسائگی کے لئے کسی شخص کا ہمسایہ ہونا کافی ہے۔

مختلف ادیان کی کتب مقدسہ اور معابد کی حفاظت کیلئے

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا تو نہ ملک گیری کے لئے۔ نہ ہوس حکمرانی کے لئے۔ بعض ضعیفوں۔ عورتوں۔ بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دلانے کے لئے جنگ کو اختیار کیا تھا۔ نہ تلوار کا خوف دلا کر کلمۂ اسلام پڑھوانے کو۔ بلکہ یہودیوں۔ عیسائیوں اور نرسائیوں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لیکر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لئے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب میں بھی یہ بیان ملسکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور انکی عبادتگاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو؟ اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں۔ تو سب کو اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے۔ اگر جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کرسکتا۔

کفر کے ساتھ بھی انصاف کرو

مسلمانوں کے ہادی برحق نے فرمایا ہے کہ انصاف و کفر کے ساتھ سلطنت کی بقا ممکن ہے۔ مگر ظلم اور اسلام کے ساتھ وہ ہرگز باقی نہ رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر اسلامی سلطنت اپنی رعایا کے ساتھ عام اس سے کہ مسلم ہو یا غیر مسلم یکساں انصاف کرنا بقائے سلطنت کا موجب سمجھتی ہے۔ اور شرع اسلام میں قضاۃ کو حکم ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے مابین وہ انصاف اور معدلت کے مطابق فیصلہ کریں۔ انصاف وہ مقدس عمل بلکہ عبادت ہے کہ جسکی بجاآوری میں ذات پات اور مذہب کچھ دخل نہ ہونا چاہیئے۔

الٹی میٹم کی لمبی میعاد کی وجہ

ایسی ضروری جنگ کے لئے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک ایسے لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی صورتیں نکل آئیں جس سے جنگ ٹل جائے۔ قرآن مجید یہ

Marfat.com

تمکو چار ماہ کی مہلت ہے۔ (ایضاً)۔

یہودیوں و عیسائیوں کے ساتھ معاہدات

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو یہودیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

۱۔ یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھے جائیں گے۔

۲۔ جو کوئی ان سے لڑے مسلمان انکو مدد دیں گے۔

۳۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی و نیکی کے ہوں گے۔

۴۔ یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں انکے ساتھ شامل ہیں۔

۵۔ مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو خراج گذار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے کہ:۔

۱۔ اہل نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کے جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور انکی قوم اور ان کے پیرو اس ذمہ داری میں شامل ہونگے

۲۔ ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔

۳۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق نہیں بدلا جائے گا۔

۴۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے اُس میں کوئی تغیر نہ کیا جائیگا۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص ۴۳۱)

جنگ کس طرح سراپا رحمت ہو جاتی ہے

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔ "اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا گویا اس تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی"۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا۔ حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ۔ عاجزوں درماندوں عورتوں بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھوڑانے کا وسیلہ بناتا ہے۔ مختلف اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتلاتا ہے۔ دنیا کا رحمدل سے رحمدل شخص بھی ان اصولوں کے لئے لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں تامل نہیں کر سکتا (رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص ۴۴۲)

جزیہ دینے والوں کو اسلام نے کیا حقوق دئے

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جن قوموں پر جزیہ لگایا

اُن کو تحریر کے ذریعہ سے مفصلہ ذیل حقوق دیئے۔

۱۔ کوئی دشمن ان پر حملہ کریگا تو انکی طرف سے مدافعت کی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الفاظ یہ ہیں۔ یمنعون۔

۲۔ ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائیگا۔ لایفتنوا عن دینہم۔

۳۔ جزیہ جو ان سے لیا جائیگا اسکے لئے محصل کے پاس خود جانا نہیں پڑیگا۔

۴۔ انکی جان محفوظ رہے گی۔

۵۔ انکا مال محفوظ رہے گا۔

۶۔ انکے قافلے اور کاروان (یعنی تجارت) محفوظ رہینگے۔

۷۔ انکی زمینیں محفوظ رہے گی۔

۸۔ تمام چیزیں جو انکے قبضہ میں ہیں انہیں بحال رہینگی۔

۹۔ پادری رہبان گرجوں کے پجاری اپنے عہدوں سے برطرف نہ کئے جائینگے

۱۰۔ صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائیگا۔

۱۱۔ ان سے عشر نہیں لیا جائیگا۔

۱۲۔ انکے لشکر میں خرچ نہیں بھیجی جائے گی۔

۱۳۔ پہلے سے انکا جو کچھ مذہب اور عقیدہ تھا وہ بدلوایا نہیں جائیگا

۱۴۔ انکا کوئی حق جو پہلے سے انکو حاصل تھا زائل نہیں ہوگا۔

۱۵۔ جو لوگ اسوقت حاضر نہیں ہیں یہ احکام انکو بھی شامل ہونگے

(رسائل شبلی صفحہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اشد ناراضی کا اظہار

ایک دفعہ ایک صحابی نے وحشی سے کہا کہ ہم لوگوں سے تم حضرت حمزہ کی شہادت کا حال تو بیان کرو۔ اس نے کہا سنو۔ وہ قصہ یوں ہے کہ جب حضرت حمزہ نے بدر کے دن طعیمہ کے لڑکے کو مار ڈالا تو میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے یوں کہا کہ اگر تو میرے چچا طعیمہ کے بدلے حمزہ کو کسی طرح قتل کر دے۔ تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ میں نے یہ شرط منظور کرلی۔ اور اُحد کی جنگ کے وقت کفار کے لشکر کے ساتھ ہو لیا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو سباع نامی ایک بہادر نے میدان میں نکل کر کہا کہ کسی مسلمان کی ہمت ہے جو مجھ سے دو دو ہاتھ کرے۔ یہ سنکر حضرت حمزہ اسکے سامنے آئے اور فرمانے لگے کہ اے سباع! ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے۔ تو بھی اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرنے نکلا ہے لے اب اسکا مزا چکھ۔ یہ کہکر حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ تو وہ کمبخت ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ اسکے بعد میں ایک پتھر کی آڑ میں حضرت حمزہ کی تاک میں بیٹھ گیا جب وہ کفار کو مارتے اور قتل کرتے میرے نشانہ پر آئے تو میں نے اپنا نیزہ پھینکا ان کو مارا جو ان کے پیٹ کو پھاڑ کر پیٹھ توڑ کر پار نکل گیا۔ اور وہ وہیں شہید ہو گئے پھر میں خیمہ میں جا بیٹھا۔ زیادہ لڑائی نہیں کی۔ جب لشکر کفار مکہ میں آیا تو میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا۔

اور میں اکیلا ہی رہنے سہنے لگا۔ پھر جب مکہ میں فتح کے بعد سب لوگ مسلمان ہو گئے تو میں طائف کو چل دیا۔ جب طائف والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے وفد بھیجے اور مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفدوں کو کچھ نہیں کہتے۔ تو میں بھی طائف کے وفدوں کے ہمراہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا۔ تو فرمایا وحشی تو ہی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا۔ میرے چچا حمزہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا تو اتنی مہربانی کر سکتا ہے کہ میرے سامنے نہ آیا کر۔ میں نے جب یہ سنا تو میں وہاں سے چلا آیا۔ اور پھر آپ کے سامنے نہ آیا۔ اسکے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ اور مسیلمہ کذاب نے جھوٹا دعوے نبوت کا کیا۔ تو میں نے خیال کیا کہ چلو میں ہی چلوں اور اس جھوٹے کو مار کر حضرت حمزہؓ کے قتل کا بدلہ اتار دوں۔ سو میں بھی مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ہو لیا۔ میدان جنگ میں میں نے مسیلمہ کو دیکھا کہ ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے اور وہ ایسا جسیم آدمی ہے کہ اونٹ کا اونٹ معلوم ہوتا ہے میں نے بھی اپنی برچھی پھر اکر اسے ماری کہ اسکی چھاتی میں کھسکر بیٹھ کے پار نکل گئی۔ اتنے میں ایک انصاری نے دوڑ کر اسکا سر بھی تلوار سے اڑا دیا۔

مختصر میں اتنی بات تو ٹھیک کر لیں کہ اپنے چچا کے قاتل پر زیادہ سے زیادہ غصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ظاہر فرمایا کہ "وحشی تو اتنی مہربانی کر سکتا ہے کہ میرے سامنے نہ آیا کر۔"

بعض مخالفان اسلام نے نا کافی معلومات کی بنا پر یہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لیکر قیدیوں کو چھوڑنا اور خطا بخش معاف کرنا شروع کر دیا تھا

جو سراسر غلط ہے۔ پیغمبر اسلام نے فدیہ لیکر یا مفت قیدیوں کو چھوڑنے کا کبھی حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہمیشہ یہ حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے یا غلام بنا لیا جائے۔ اور یہ حکم قرآن مجید کی آیت فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا کے ماتحت دیا گیا ہے۔ اور اسی حکم کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کو آپس میں بانٹ دیا تھا۔ اور فدیہ لیکر چھوڑا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو قریظہ کے قیدیوں کو قتل کیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو نضیر کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے خیبر کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے مکہ کے قیدیوں کو قتل کیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے ہوازن کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو مصطلق کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو تمیم کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو حنیفہ کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو عنزہ کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو کلب کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو عبس کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو ذبیان کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو اسد کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو فزارہ کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو غطفان کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو سلیم کے قیدیوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اور اسی حکم کے ماتحت آپ نے بنو

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر مرتبہ بغیر زر فدیہ ہی اسیرانِ جنگ کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ قبیلہ بنی مصطلق کے بعض لوگوں کو آپ نے بلا فدیہ بطور احسان رہا فرمایا تھا۔ شہزادی جویریہ بنت حارث سردار یہ کو بھی بلا زرِ فدیہ آزاد کیا گیا۔ حالانکہ وہ ایک مجاہد کے حصہ میں آچکے تھے خود حضور نے اپنے پاس سے زر فدیہ ادا کر کے اُسے رہا کرایا۔

اہل یمامہ کا سردار ثمامہ بن آثال جو نہایت امیر کبیر آدمی تھا۔ جب گرفتار ہو کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش ہوا۔ تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ قتل کرنا چاہیں تو میری گردن میں خون موجود ہے۔ اگر آپ احسان کرنا چاہتے ہیں تو زبان شکر گذار۔ اور اگر زر فدیہ کی ضرورت ہے تو بہت سا مال بسہولیت دے سکتا ہوں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے کسی معاوضہ کے بغیر آزاد کر دیا۔ اگر جلب منفعت منظور ہوتا تو اس سے خاطر خواہ زر فدیہ مل سکتا تھا۔ اور وہ خود بھی دینے کو تیار تھا۔ لیکن آپ نے احسان کو ترجیح دی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ثمامہ فوراً ایمان لے آیا۔

غزوہ دومۃ الجندل میں ایک سو عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر بطور اسیران جنگ لائے گئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر کسی خفیف معاوضہ کے آزاد کر دیا۔ غزوہ بنی تمیم و ہوازن میں گیارہ عورتیں اور تیس بچے گرفتار ہو کر آئے۔ حضرتؐ نے انکو بھی آزاد کر دیا۔

مال غنیمت و قیدیوں کی واپسی

غزوہ ہوازن میں مال غنیمت کے علاوہ چھ ہزار اسیرانِ جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کیا اور مال غنیمت کی واپسی کی درخواست کی۔ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال غنیمت اور قیدی دونوں واپس نہیں کئے جا سکتے (کیونکہ اس میں مجاہدین کی حق تلفی تھی) ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرو۔ ان لوگوں نے قیدیوں کی آزادی کو پسند کیا۔ لیکن مشکل یہ پڑی کہ قیدی مجاہدین میں تقسیم کئے جا چکے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسوقت ایک خطبہ پڑھا۔ اور ضمناً فرمایا کہ جو لوگ قیدیوں کو بطیب خاطر و بے معاوضہ واپس کرنا چاہیں وہ یوں ہی واپس کر دیں۔ اور جو لوگ مالی معاوضہ کی خواہش کریں، وہ ذرا صبر سے کام لیں۔ میں اپنے حصے کے مال غنیمت سے فی قیدی سوا سو اونٹ تمکو دوں گا۔ لیکن صحابہ نے سب قیدیوں کو بلا معاوضہ ہی آزاد کر دیا۔

قاتلوں کے ساتھ سلوک

(۱) بعض بزدل کفار نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمینہ گاہوں سے حملے کئے

Marfat.com

مگر جب وہ گرفتار ہوکر آئے تو انہیں معاف و آزاد کر دیا گیا۔

۲۔ کفار مکہ کے اسی آدمیوں کی ایک جماعت نے نماز فجر میں حضور پر قاتلانہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن صحابہ نے انہیں گرفتار کر کے حضور میں پیش کیا۔ مگر آپ نے بلا کسی شرط اور معاوضہ کے انہیں آزاد کر دیا۔

۳۔ عہد نبوت میں متعدد قبائل کے غارتگروں نے ایک جتھا قائم کر لیا تھا۔ آخر کار یہ لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر دربار رسالت میں پیش ہوئے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی رہائی کا حکم دیا۔

۴۔ کفار قریش نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جماعت پر جو جو ستم ڈھائے انہیں سنکر آج بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کو کامل اقتدار حاصل تھا تمام قریش کی جانیں انکے رحم پر تھیں۔ قریش کے مظالم انکی آنکھوں کے سامنے خوفناک انتقام کی نظائر پیش کر رہے تھے۔ اور یہ سہمے ہوئے تھے کہ ہمارا قتل عام کیا جانا ضروری ہے۔ یا ہم سب کو پھانسی دیجائیگی لیکن اس تمام جماعت کو معاف کر دیا گیا۔ ان میں سے بعض لوگوں نے ایسے خوفناک جرائم کیے ہوئے تھے کہ انصاف انکی ہرگز جان بخشی نہیں کر سکتا تھا۔

ہبار۔ اس کمبخت نے حضرت زینب (بنت رسول ص) کے نیزہ مارا تھا۔ اس صدمہ سے آپکا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر وفات پائی۔ قریش کا خیال تھا کہ وہ بے معاوضہ نہیں چھوڑا جائیگا۔

عبداللہ بن ابی سرح۔ کہتا کہ وحی میرے پاس آتی ہے۔ اور محمد مجھے منکر کلام و آیات بتلاتے ہیں۔ کس قدر سنگین جرم اور کتنا بڑا اتہام تھا۔ لیکن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی بھی جان بخشی کی۔

عکرمہ بن ابوجہل۔ خود اس نے اور اسکے باپ نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ بہت سے نقصانات اور مصائب کے بعد بالآخر جب خود عکرمہ کو اپنے جرائم کا احساس کرتے ہوئے خلاصی کی امید نہ تھی۔ اسی خیال سے وہ فرار ہو گیا تھا۔ اسکی بیوی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر معافی کی طالب ہوئی۔ آپ نے اسکی بھی جان بخشی فرمائی۔

وحشی۔ قاتل عم رسول (حضرت امیر حمزہ رض) کو بھی جب پناہ دیکر آپ نے معاف کیا تھا۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا۔

ہندہ۔ اس سنگدل عورت نے حضرت حمزہ رض کی نعش چیر کر کلیجہ نکالا اور اسے چبایا تھا۔ شوہر کے مسلمان ہونے کی خبر سنکر اسکی ڈاڑھی نوچی تھی۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس نے بھی مسلمانوں کو

Marfat.com

مقابلہ پر آمادہ کیا تھا۔ بایں ہمہ جب وہ شرمندہ ہو کر سر افگندہ دربار نبوی میں حاضر ہوئی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے تمام قصور معاف کر کے اسکی جان بخشی کی۔

قیدیان جنگ سے سلوک

غزوہ بدر میں عباس برہنہ تھے آپ نے عبداللہ بن سلول کی قمیص لیکر انہیں پہنائی۔ قبیلہ ہی ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنا کر واپس کیا۔

قیدیوں کے جذبات کا لحاظ

حالت قید میں جب بیٹے کو باپ سے جدا کیا جاتا ہے تو کیسا شاق گذرتا ہوگا ایسے ہی بھائی کو بھائی سے اور شوہر کو بیوی سے۔ اسلام نے ہمیشہ قیدیوں کو ان کے اعزہ کے ساتھ رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک لونڈی کی لڑکی کو اس سے علیحدہ کرنا چاہا۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا۔

اسلام نے قیدیوں کے مذہبی جذبات اور عقائد سے تعرض نہیں کیا۔ مدینہ میں یہود کے مذہبی اثر نے اس حد تک ترقی کی تھی کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو وہ یہ نذر مانتی تھی کہ اگر اسکا بچہ زندہ رہیگا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی۔ جب آنحضرتؐ نے یہودی قبیلہ بنی نضیر کو جلا وطن کیا تو ان میں اسکے بہت سے بچے تھے۔ پس انصار نے انکو روکنا چاہا۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی ممانعت فرمائی۔ کیونکہ قرآن کریم میں لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا ارشاد ہے۔

جہاد کی ممانعت

شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "لڑائی کافروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ ہو سکیں۔ اور حکم اللہ کا جاری رہے۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں۔ اور ایمان لانا دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل"۔ یہاں سے مسلمانوں کے جہاد کی اصلیت معلوم ہوتی ہے کہ کسی دینی مجبوری کی حالت میں جہاد کی اجازت ہے۔ اور لڑائی کی صورت میں بھی زیادتی کی ممانعت ہے۔ ان احکام کے ہوتے ہوئے جہاد پر کسی طرح کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا (الحق والغرض ص ۹)

مسلمان کن لوگوں سے لڑیں اور دشمنی کریں

قرآن مجید میں اس قسم کے بھی اکثر الفاظ آئے ہیں کہ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ تمام کافروں سے لڑو۔ کافر خدا کے دشمن ہیں"۔ ان آیتوں سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ ہر مخالف مذہب سے دشمنی رکھنا مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اس بنا پر بعض متعصب مسلمانوں نے قرار دیا کہ یہ ہی قسم کی آیتیں منسوخ ہو گئیں۔ لیکن اس

Marfat.com

تناقض کو خدا نے خود رفع کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

"جو لوگ تمسے مذہبی لڑائی نہیں لڑے اور تمکو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا انکی نسبت خدا تمکو احسان سے منع نہیں کرتا کہ تم انکے ساتھ بھلائی کرو۔ اور انکے ساتھ انصاف کرو۔ خدا تو تم کو اُن لوگوں سے دوستی رکھنے کو منع کرتا ہے جو تم سے لڑائی لڑے اور تمکو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر اعانت کی۔ جو لوگ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں وہ ظالم ہیں"۔

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ بجز اس صورت کے کہ مخالفین مذہب مسلمانوں سے لڑائی لڑیں اور انکو انکے ملک سے نکالدیں۔ یا نکالدینے پر اعانت کریں۔ اور کسی صورت میں ان سے دوستی رکھنا یا انکے ساتھ بھلائی کرنا ممنوع نہیں۔ عیسائی اور بعض اور مذہبوں میں بظاہر اس سے زیادہ فیاضانہ احکام نظر آتے ہیں لیکن یہ اس قسم کی باتیں ہیں جو بظاہر نہایت خوشنما ہیں لیکن واقع میں مضمحل ہیں کیونکہ فطرت انسانی کے خلاف ہیں۔ اور اس وجہ سے عملی صورت میں کبھی انکا ظہور نہیں ہو سکتا۔ اسلام کو جو تمام مذاہب پر ترجیح ہے وہ اس بنا پر ہے کہ وہ افراط و تفریط دونوں سے الگ ہے۔ اور اسکے جسقدر احکام ہیں تمام فطرت انسانی کے موافق ہیں (الکلام۔ مولانا شبلی صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۷)

دشمنوں سے ایذا پاکر ان کے لئے رحم کی دعا کی

طائف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے حضور پر کیچڑ پھینکا۔ آوازے لگائے۔ اتنے پتھر مارے کہ حضور لہو سے تر بتر اور بیہوش ہو گئے۔ پھر بھی یہی فرمایا کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ کیونکہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ انکی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔ جنگ اُحد میں کافروں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے۔ سر پھوڑا۔ حضور ایک غار میں بھی گر گئے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان پر بد دعا فرمائیے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اسکے بعد دعا فرمائی۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ مجھے نہیں جانتے" (رحمۃ للعالمین)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کیا خلفائے راشدین نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی تمیز روا رکھی؟ تاریخ زور سے اسکا

Marfat.com

نفی میں جواب دینی ہے۔ ذیل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کے چند رواداری اور انصاف پروری کے مضامین درج کئے جاتے ہیں :-

جنگ میں کفار دشمن سے سلوک

حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول جب یزید کو فوج اسلام کا سپہ سالار کر کے بھیجنے لگے تو آپ نے رخصت کرنے کے وقت خصوصیت سے آپ کو یہ ہدایت فرمائی :-

"اپنے سپاہیوں سے مہربانی اور اخلاق سے سلوک کرنا۔ ان سے ہر ایک معاملہ میں انصاف کرنا۔ اُنکے خیالات اور رائوں کو پوچھ لینا۔ بہادری سے لڑنا اور دشمن پر پیٹھ کبھی نہ پھیرنا۔ جب فتحمند ہو جاؤ تو بوڑھوں کو تکلیف نہ دینا۔ اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرنا۔ کھجور کے درختوں بلکہ کسی قسم کے پھل والے درختوں کو برباد نہ کرنا۔ غلہ کے کھیتوں کو مت جلانا۔ کسی مویشی کو سوائے ضرورت خوراک کے ضائع نہ کرنا۔ ہر وعدہ اور معاہدہ کو نہایت احتیاط سے ایفا کرنا۔ تمام مذہبی آدمیوں کو جو خانقاہوں اور دیروں میں رہتے ہوں (یعنی عیسائی راہبوں وغیرہ کی) عزت کرنا۔ اس طرح نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے خلیفہ نے جنگ کی شرطوں کو مقرر کر کے ایسے منصفانہ عادلانہ اور بہادرانہ احکام دشمن کے حق میں دیدیئے جن کا آج سات سو سال کے بعد بھی جرمنی اور دیگر عیسائی دول نے موجودہ جنگ میں ان میں سے کسی کی بہت کم پروا کی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایروپلینوں دشمن پر بم پھینکنے میں ہرگز ان باتوں کی رعایت نہیں ہو سکتی۔ شمالی افریکہ کے سرحد شمال مغربی کے مہمات میں انگریزی افواج نے عرصہ تک ایروپلینوں سے دشمنوں پر بم برسائے کہ جنہیں حضور ہو کر یہ بے تعصبی اور عدل و انصاف کی خوبیاں مسلمانوں میں تھیں کہ جنکی بدولت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایک ربع صدی میں ایک دنیا انکی مطیع ہو گئی۔ ظلم زبردستی اور گردنیں کاٹنے سے کہیں پر امن سلطنت قائم نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی شمشیر سے پھیلایا ہوا مذہب قائم رہ سکتا اور نہ نشو و نما کر سکتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی میدان جنگ کے لئے عہد بعہد نصائح

مندرجہ بالا واقعہ کو سر ولیم میور نے اپنی کتاب "انالز آف ایرلی کیلیفیٹ" میں یوں بیان کیا ہے کہ "ہم جو حضرت ابو بکرؓ نے عہدہ خلافت اختیار کرنے کے بعد دشمنوں کے خلاف بسر کروگی حضرت اسامہؓ کی فوج میں دشمنوں اور کافروں سے سلوک کرنے کی حسب ذیل ہدایات فرمائیں۔ اسامہؓ کو

Marfat.com

مخاطب کرکے خلیفہ اول نے فرمایا :۔

دغابازی اور فریب سے پرہیز کرنا۔ صداقت سے کسی طرح روگرداں نہ ہونا۔ کسی کے اعضاء نہ کاٹنا۔ کسی بچے یا بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ خجور کے درخت کو نقصان نہ پہنچانا۔ نہ اُسے آگ سے جلانا اور کسی درخت کو نہ کاٹنا کہ جس میں انسان یا حیوان کے لئے خوراک موجود ہے۔ بھیڑ بکری کے، اونٹوں یا مویشی کے گلوں یا اونٹوں کو نہ قتل کرنا جو بوقت ضرورت غذا کے کام آسکتے ہیں۔ تم اس غذا کو اسپر خدا کا نام لیکر کھا لینا جو اگر زمین کے رہنے والے تمہارے پاس اپنے برتنوں میں لائیں اور راہب منڈے ہوئے سروں والے جو اپنے دیروں میں زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ اگر وہ تابعداری قبول کریں تو انہیں انکے حجروں میں بغیر ستانے کے رہنے دینا۔ اب خدا کا نام لیکر آگے قدم بڑھاؤ۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں تلوار اور وبا سے محفوظ رکھے۔

عیسائی اور یہودی رعایا سے مسلمانوں کا منصفانہ سلوک

مسلمانوں کی بے تعصبی اور عدل و انصاف کے عیسائی اور یہودی مشروع میں ہی اسقدر معتقد ہو گئے تھے کہ وہ انکی رعایا بنکر رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں بیان کیا ہے کہ جب رومی قیصر ہرقل نے اپنا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے یرموک کو روانہ کیا اور مسلمانوں کو جب اس حملہ کی خبر ملی تو حضرت ابو عبیدہ نے حبیب بن مسلمہ کو جو افسر فوج تھا حکم دیا کہ اہل حمص سے جو کچھ خراج لیا گیا تھا انہیں واپس کر دیا جائے۔ جو کئی لاکھ کی رقم تھی اور انہیں کہہ دیا جائے کہ چونکہ ہم اس معرکہ کی وجہ سے تمہاری حفاظت نہیں کر سکیں گے کہ جس حفاظت کے عوض میں ہمنے تم سے خراج لیا تھا اسلئے تمہارا خراج رکھنا ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔ تم اپنی حفاظت کا جس طرح چاہو خود بندوبست کرو۔ چنانچہ عیسائیوں پر اس واقعہ کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش میں کہتے تھے کہ خدا تم کو واپس لائے۔ ہمیں آپ لوگوں کی حکومت اور انصاف زیادہ پسند ہے بہ نسبت اپنے رومی قیصر کے۔ ہم لوگ خود ہرقل کے لشکر کو گرفتار کرکے تمہارے حوالہ کرینگے۔ یہودیوں نے کہا کہ ممکن نہیں ہمارے شہر حمص میں ہرقل کا لشکر داخل ہو۔ اور ہم اُسے گرفتار نہ کرلیں۔ اور آخر کو ایسا ہی ہوا۔ ان لوگوں نے شہر کے دروازے بند کرکے ہرقل کا لشکر حراست میں کر لیا۔ اسی طرح جن جن عیسائیوں اور یہودیوں سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا سب نے اپنے اپنے شہروں میں انکا لشکر نشید کر لیا۔ اور کہنے لگے کہ اگر ہرقل کا لشکر مسلمانوں پر غالب آگیا تو ہمیں پھر ویسی ہی ظالمانہ حکومت کی اطاعت کرنی پڑے گی جیسی کہ مسلمانوں کے آنے سے پہلے تھی (سوانح ابوبکر از فیضی پبلک لائبریری)

کیا یہ انصاف و بے تعصبی کی حکومت تھی یا کہ تلوار کی حکومت۔

مفتوح دشمن کو ہرگز قتل نہ کرو

پہلے اہل فارس و اہل روم کا قاعدہ تھا کہ جس دشمن کا ملک فتح کرتے وہاں قتل عام کر دیتے یا لوگوں کو جلا ڈالتے تھے۔ مگر اسلام نے ان لغو باتوں کو ناجائز قرار دیا۔ جس وقت مسلمانوں نے روم پر فتح پائی تو انہوں نے چاہا کہ ہم بھی ان عیسائیوں سے ویسا ہی سلوک کریں جو یہ مفتوح اقوام سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ عمرو بن العاص اور شرحبیل نے شام کی ایک لڑائی میں ایک بطریق (پیٹر یارک) کا سر کاٹ کر حضرت ابوبکر کے پاس بطور اطلاع فتح کے بھیجا حضرت نے اسے سخت ناپسند کیا۔ قاصد نے کہا وہ ہمارے ساتھ پہلے یہی معاملہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اہل فارس و روم کے طریقہ پر عمل کرو گے؟

حضرت خلیفہ اول نے گرجا کی سیڑھیوں پر نماز ادا کی

حضرت عمرؓ کے بیت المقدس کے عیسائی گرجا میں باوجود وہاں کے بطریق کے درخواست کرنے کے نماز نہ پڑھنے کا واقعہ حضرت عمرؓ کے واقعات میں درج ہے۔ لیکن اسی سے ملتا جلتا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت بھی حسب نقل تاریخی واقعہ نظر سے گذرا ہے۔ ایک دفعہ آپ کا گذر ایک کلیسیا کے پاس ہوا۔ جبکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا تو آپ نے کلیسیا کی سیڑھیوں پر نماز ادا فرمائی۔ بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے اس گرجا کے اندر جا کر کیوں نماز ادا نہ کی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلیسیا ہے اگر میں اسکے اندر داخل ہو کر نماز پڑھ لیتا تو اس کلیسیا کا وجود نہ رہ جاتا۔ بلکہ مسجد بن جاتا۔

حضرت ابوبکرؓ کا قریبی سے کیا کرتے؟

حضرت ابوبکرؓ کے ایک بیٹے شروع میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ایک لڑائی میں وہ مسلمانوں کے مقابل پر لڑے جب لڑائی ہو چکی اور کچھ عرصہ گذر گیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ ایک دن وہ ہنسکر حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگے۔ ابا جان! فلاں لڑائی کے موقعہ پر آپ بالکل غافل جا رہے تھے۔ اور میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا اس تاک میں بیٹھا تھا کہ کوئی مسلمان گذرے تو اسے ماروں۔ اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ آپ گذر رہے ہیں میں نے ہاتھ روک لیا۔ اور دل میں کہا۔ آپ تو میرے باپ ہیں آپ پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سنکر کہنے لگے۔ خدا کی قسم اگر اس وقت میں تجھے دیکھ لیتا۔ تو وہیں ڈھیر کر دیتا۔

فاروقِ اعظمؓ کی سیاستِ قاہرہ

"خلافت راشدہ میں کیا بلحاظ مدت اور کیا بلحاظ کارہائے نمایاں حضرت عمرؓ کا بمقابل دیگر خلفائے راشدین زیادہ اہم حصہ شامل ہے۔ اسلئے حضرت کی زندگی کے نہ صرف غیر مسلموں سے رواداری کے جملہ امور ان اوراق میں درج کیے جاتے ہیں۔ بلکہ مندرجہ ذیل مختصر کیفیت آپ کی عام زندگی کے متعلق بھی شامل کی جاتی ہے۔ مجوب عالم"

گو خلیفہ عمرؓ عرب۔ شام۔ مصر۔ روم و ایران کے شاہنشاہ تھے۔ آسودگی کے بڑے بڑے متمدن ممالک آپ کے نام سے لرزہ براندام تھے۔ مگر آپکا حال کیا تھا؟ وہی سلطان اعظم ننگے سر اور ننگے پاؤں بازاروں میں پھر رہا ہے۔ بیواؤں کا سودا سلف اپنے کندھے پر اٹھائے لئے جا رہا ہے۔ وہی فاتح شام جس کی سپہ سالاری کے پرچم تلے لیکر گھٹنوں تک کیچڑ میں آلودہ ہے۔ وہی روم کا فرمانروا مشک اٹھائے لوگوں کو پانی پلا رہا ہے۔ وہی ایران کا کسریٰ سخت دھوپ میں بیت المال کا گم شدہ اونٹ تلاش کر رہا ہے لیکن استغنا، سادگی اور بے تکلفی کے باوجود اسکے رعب و داب کا یہ حال ہے کہ جب غیر ملکوں کے سفیر اسکے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو تھر تھر کانپتے ہیں۔

یہی خلیفۂ اسلام جب فتح شام کے وقت بیت المقدس میں داخل ہوا تو اسکے کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسکے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی۔ غلام اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ پیدل۔ لیکن اس حالت میں بھی رعب کا یہ عالم تھا کہ دشمن جیبھ کی طرح لرزاں تھے۔ جب ابو عبیدہؓ نے اپنا آخری دربار تہہ فاقی شاہانہ منعقد کیا ہے۔ اور اس میں ایک مسلمان سفیر دعوت حق کے لیے گیا۔ وہ مغرور کی زبان سے یہ الفاظ سنکر کہ مسلمان سپاہی اپنے نیزے کی نوک سے سر کشی قالین کو پھاڑ ڈالے۔ خود فرش پر بیٹھ گیا۔ اور نیزہ کی نوک سے قالین کو پھاڑ ڈالا۔ بادشاہ کے برابر بیٹھنا ہے۔ لوگ معترض ہوئے اور سختی سے پیش آئے ہیں۔ وہ کہا اچھا جواب دیتا ہے۔ کہتا ہے میں تمہارا مہمان ہوں۔ بلانے پر آیا ہوں۔ میرا احترام تم پر واجب ہے۔ بادشاہ کے برابر بیٹھنے کی تو آپ نے فرمایا ہم مسلمانوں میں یہ دستور نہیں کہ ایک آدمی کو خدا بنا کر اونچے عرش پر بٹھائیں اور دوسرے

Marfat.com

ہمارا خلیفۃ المؤمنین ہم میں سے ایک ہے۔ اگر وہ کوئی جرم کرے تو اُسے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ویسی ہی سزا دی جائے گی۔

دربار ایران میں فاروقی سفیر کی یہ آزادہ گفتگو کس وجہ سے تھی؟ یہ فاروق اعظمؓ کی سیاست کا کرشمہ تھا۔ اسی کی مثال حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ بھی ہے جب آپ فارس کی لڑائی کا نتیجہ سننے کے لئے مضطربانہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔ اور آپ کو وہاں کا ایک سوار ملگیا۔ آپ نے السلام علیکم کہکر جنگ کا حال دریافت کیا۔ تو وہ سوار بھی کی حالت میں بے تکلف جواب دیتا رہا۔ اور حضرت ساتھ ساتھ بھاگتے چلے آئے۔ اسی رنگ میں جب شہر میں آگئے تو کسی نے آپ کو امیر المؤمنین کہکر السلام علیکم کہا۔ تو سوار حیران ہو کر پیچھے اُترنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا پیچھے اُترنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ تم گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے بات کرتے چلو۔

یہ ہے وہ خلیفۃ المسلمین سلطان بحر و بر جسکی ہیبت سے بڑے بڑے خود سر بادشاہ کانپتے ہیں لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسقدر عظمت و جبروت کا بادشاہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اُسے خدا کا خوف ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں بیت المال کا روپیہ اپنے ذاتی تجمل پر صرف کردوں تو مبادا قیامت کے دن مستحقین کی فاقہ کشی کے باعث باز پرس ہو۔

ایک رات گشت کرتے ہوئے کسی بادیہ کے خیمے کی طرف جا نکلے۔ بادیہ خیمے سے باہر بیٹھا تھا۔ آپ بھی اسکے قریب بیٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کردیں۔ اندر سے کسی عورت کے کراہنے کی آواز آئی تھی۔ آپ نے بادیہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسکی عورت کے بچہ ہونے والا ہے۔ دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ آپ اپنے گھر گئے واپس گئے اور اپنی زوجہ محترمہ کو جو اُس وقت دنیا کے سلطان کی ملکہ تھی ساتھ لائے۔ بادیہ سے اجازت لیکر اسے اندر بھیجدیا۔ اور خود بادیہ کے پاس خیمے کے باہر بیٹھ گئے۔ ملکہ جہان اُس صحرا نشین عورت کی خدمت کرتی ہے۔ بچہ بخیر و عافیت پیدا ہو جاتا ہے۔ تو بادیہ کو پکار کہا دو بجائی۔ لگے ہتھے کا روزینہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

اس قسم کی طرح ایک اور رات کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے گھر تشریف لیجاتے ہیں۔ ان سے فرمایا میں رات کے وقت ایک قافلہ آتا ہے آؤ انکی حفاظت کریں۔ مدینہ منورہ میں ایک قافلہ آتا ہے۔ اسکو ابوبکر سے لیکر خود شہنشاہ اسلام پہرہ دیتا ہے۔ اچانک ایک طرف سے شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سنی والدہ سے بار بار اسکے بہلانے کو کہتے ہیں۔ آخر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماں روزینہ کی

قبل از وقت بچے کا دودھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہے۔ اسلئے وہ معصوم چلاتا ہے آپ نہایت رنج سے کف افسوس ملتے ہیں کہ میرا یہ حکم بہت سے بچوں کی تکلیف کا باعث ہوا ہوگا۔ اعلان کر دیا کہ آج سے جس روز بچہ پیدا ہوا کرے اُسی روز سے روزینہ مقرر کر دیا جایا کرے۔

ایک دفعہ رات کو قحط کے ایام میں اپنے غلام کو ساتھ لیکر مدینے سے تین میل اوپر ایک مقام پر پہنچے۔ ایک مکان کے اندر کیا دیکھتے ہیں کہ عورت نے چولہے پر ہنڈیا رکھی ہے اور بچے ارد گرد رو رہے ہیں۔ وہ ان کو تسلی دے رہی ہے کہ ابھی کھانا تیار ہوا جاتا ہے۔ فاروق اعظم رضؓ نے بڑھ کر دریافت کیا تو بولی کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور بچے تین دن سے بھوکے ہیں۔ اسلئے انکی تسلی کے لئے خالی ہنڈیا چولہے پر رکھدی ہے۔ آپ یہ سنکر تھرا گئے اور فوراً بیت المال میں آئے اور آٹا گھی کھجوریں وغیرہ خوردنی چیزیں لے کر غلام سے فرمایا کہ ان اجناس کو میری پیٹھ پر لاد دو۔ غلام نے عرض کیا حضور! میں لئے چلتا ہوں۔ آپ نے کہا اور کیا خوب کہا کہ قیامت کے دن بھی تو میرا بوجھ اُٹھائیگا؟ جانتے ہو یہ کون ہے؟ جو مزدور کا کام خود کر رہا ہے۔ اور غلام کی بجائے خود ان اشیاء کو اپنی پیٹھ پر لادے لئے جاتا ہے۔ یہ امیر المؤمنین فاروق اعظم ہیں رضی اللہ عنہم۔

آپ نے ایک ذمی کو در بدر بھیک مانگتے دیکھا۔ تو سبب دریافت کیا۔ تو اس نے کہا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے، اور میں اُسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا حضرت اُسے اپنے ساتھ گھر لائے اور کچھ نقدی عطا کی۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ اس قسم کے مجبوروں کے لئے وظیفہ مقرر کر دینا چاہیئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ انصاف کا یہ اقتضا نہیں کہ ہم ان لوگوں کی جوانی سے فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں نکال دیں۔

آپ ہمیشہ اپنے سپہ سالاروں کے نام یہ تاکیدی احکام لکھا کرتے تھے کہ جنگ کے دوران میں عورتیں بڈھے اور گوشہ نشین قتل نہ کئے جائیں۔ پھلدار درختوں اور آباد عمارتوں کو تباہ نہ کیا جائے۔ غیر مذہب کے لوگوں کو انکے دینی اعمال میں آزاد رکھا جائے۔ عاملوں (گورنروں) کو فرمانوں میں یہ ہدایات لکھی جاتیں کہ فوجدار جانے پر چادر اور ڈھوا اور موٹے کپڑے پہنو۔ پیٹ بھر لیں تو پیوند لگاؤ۔ وہوپ کے عادی بنو۔ اسبعیلی (عربی) لباس اپنا شعار بناؤ۔ عجمی (ایرانی) ملابس اور عیش و عشرت سے پرہیز کرو۔

ایک دفعہ عید الفطر کے دن لوگوں نے حضرت فاروقؓ کو ایسے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جن میں چمڑا پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور آپ برہنہ پا بازار میں جا رہے تھے۔ وہ حیران ہو کر سبب پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ عزت کے لئے اسلام ہی کافی ہے۔

بیت المال کی حفاظت آپ کے سپرد تھی۔ جب احنف بن قیس مہم عراق سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت اپنی چادر کمر سے باندھے عین دوپہر کے وقت صدقہ کا گم شدہ اونٹ تلاش کر رہے ہیں۔ آپ نے احنف سے بھی کہا کہ آؤ بھائی اسے تلاش کریں کہ یتیموں اور بیواؤں کا حق ہے۔ کسی نے عرض کی حضرت آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ بیت المال کے ملازم خود ہی ڈھونڈھ لائیں گے۔ فاروق اعظم نے فرمایا مجھ سے اور احنف سے اچھا نوکر کون ہوگا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے دوپہر کے وقت جب کہ پرندوں کے پر جلتے تھے آپ کو غرفے سے دیکھا کہ ایک شخص نیلی چادر سر سے باندھے دو اونٹ لئے جا رہا ہے۔ فرمایا اس شخص کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ ایسی گرمی میں اونٹ لیجانے کی زحمت اٹھا رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ حضرت عمرؓ ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ امیر المؤمنین! آپ اس وقت کہاں جاتے ہیں۔ لائیے میں آپ کا کام کئے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المال کے اونٹ چراگاہ کو بھیجے تھے۔ ان میں سے یہ دورہ گئے ہیں۔ آپ آرام فرمائیے میں پہنچائے دیتا ہوں۔

اللہ اللہ! خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود فاروق اعظم نے کس سادگی اور جفاکشی سے زندگی بسر کی۔ اور خلق اللہ کی خدمت کے لئے کس طرح مستعد اور کمربستہ رہے۔

قیصر روم نے اپنے ایک سفیر کو ہدایت کر کے بھیجا کہ اگر موقع ملے تو امیر المؤمنین کا سر قلم کر دینا۔ جب وہ مدینہ میں پہنچا تو اسے خیال آیا کہ میں قصر خلافت تک کیونکر پہنچ سکوں گا۔ جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کسی خاص محل یا آراستہ مکان میں آرام نہیں فرماتے بلکہ فقیرانہ طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب سفیر مذکور حضرت فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ فرش خاک پر سو رہے ہیں۔ دیکھتے ہی بدن پر رعشہ پڑ گیا۔ اور اسقدر رعب خلافت طاری ہوا کہ ایک حرف تک زبان پر نہ آ سکا۔

آپکا فرزند ابو شحمہ شراب پیتا ہے۔ دربار خلافت میں شکایت پہنچتی ہے۔ حضرت فاروق کا چہرہ غصے سے سرخ ہو جاتا ہے۔ حکم دیتے ہیں کہ اسکو پکڑ لاؤ۔ حاضر ہوتا ہے تو اسپر شرع کی حد (۸۰ درے) لگا دی جاتی ہے۔ کہرام مچ جاتا ہے کہ اسکی بجائے ہمیں درے لگا لیجئے۔ اسکا نازک جسم اتنی بڑی سزا برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر وہ انصاف مجسم مصر ہوتا ہے کہ جس نے جرم کیا وہی سزا کا مستوجب ہے۔ چنانچہ خلیفہ کا فرزند باپ کے سامنے ستر کوڑے کھا کر جان دے دیتا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ باقی دس کوڑے اسکی لاش پر لگا دیئے جائیں۔ کیا یہ

Marfat.com

عدل و مساوات کی انتہا نہیں ؟۔

ہمدردی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ کہ ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ اسکے قریب جاکر کہا۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا جنگ موتہ میں میرا دہنا ہاتھ جاتا رہا۔ حضرت کو اسقدر رقت ہوئی کہ رونے لگے۔ فرمایا! افسوس تم اپنے ضروری کام کسطرح انجام دیتے ہوگے ؟ اور اسکے لیئے ایک خدمتگار مقرر کر دیا۔

جب آپ کو معلوم ہوا کہ مدینے کی عورتیں اپنے شوہروں کی جدائی میں غمناک رہتی ہیں۔ تو فوراً حکم دیا کہ کوئی سپاہی چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ میں نہ رہے۔

غرض۔ فاروق اعظمؓ کی سیرت شاہان اسلام کے لئے ایک بہترین اسوۂ عمل ہے۔ اسلامی تعلیم کا ایک مکمل عملی نمونہ دیکھنا ہو تو اس مقتدر خلیفۃ المسلمین کی زندگی کا مطالعہ کرو۔

ملکی و مذہبی نظام کے لئے فاروق اعظم نے جابجا قاضی۔ امیر۔ تحویلدار۔ واعظ اور مبلغ مقرر کیے۔ ڈاک پولیس اور تعلیم و تبلیغ کا خاطر خواہ بندوبست کیا۔ آبپاشی اور خلق خدا کی آسائش کے لئے جابجا کنوئیں کھدائے بحر احمر اور دریائے نیل سے ایک بہت بڑی نہر نکالی۔ جس سے تجارت زراعت اور پیداوار کو نمایاں ترقی ہوئی۔ مختلف مقامات پر تقریباً ساڑھے چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اقتصادی ترقی کے لئے اپنے ممالک محروسہ سے غیر ممالک کو تجارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی اور دیگر ممالک کی پیداوار پر مناسب خراج مقرر کیا۔ حفاظت ممالک کے لئے واجبی ٹیکس لگایا۔ غرض ہر کام کو انتہائی غور و تدبر سے روبراہ کیا۔

عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا۔ لیکن زمانہ اسلام میں یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ صرف قبیلہ قریش میں سات آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور حساب کتاب سے تو بالعموم لوگ بے بہرہ تھے۔ چنانچہ ۱۴ھ میں جب مکہ فتح ہوا تو ساری فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ نکلا جس کو حساب کتاب میں مہارت ہو۔ اور مال غنیمت کو صحیح طور پر تقسیم کر سکے۔ مجبوراً لوگوں کو ایک چہاردہ سالہ لڑکے (زیاد بن ابی سفیان) کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور اسکی تنخواہ دو درہم یومیہ مقرر کی گئی۔ ہندوستان کے لئے پورے ملک کے طول و عرض میں درسگاہیں جاری کر دی گئیں۔

حضرت فاروقؓ کو اسباب کا کمال شوق تھا۔ کہ قرآن پاک کی جمع و ترتیب کا مبارک کام جو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں شروع ہو چکا تھا انکی زندگی میں تکمیل پذیر ہو جائے۔

Marfat.com

آپ نے عام اعلان کر دیا کہ جس نے قرآن شریف کا کوئی حصہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے وہ میرے پاس آئے۔ اس اعلان کے بعد جو شخص کوئی سورت لیکر آتا ہے اسپر دو شخصوں کی شہادت لی جاتی کہ ہم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس کو قلمبند دیکھا تھا۔ اس طرح جب تمام سورتیں جمع ہو گئیں تو چند آدمی مامور کئے کہ انکی نگرانی میں پورا قرآن مجید ایک مجموعے کی شکل میں مرتب ہو۔ اور اسکا پڑھنا لکھنا آسان ہو جائے۔ آپ کو اسبات کا خاص خیال تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں حافظ قرآن بنا دیئے جائیں۔ تاکہ تغیر و تبدل کا احتمال باقی نہ رہے۔

آپ کے فضائل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ سرور کائنات حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں ایک پہاڑ پر جلوہ افروز تھے۔ دفعتہً پہاڑ متحرک ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے پہاڑ آرام کر۔ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید کے سوائے اور کوئی نہیں۔ گویا حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو شہید کے لقب سے ممتاز فرمایا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ حضرت ابراہیم اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام کی مانند ہیں جو مجسم رحم تھے۔ اور حضرت عمرؓ حضرت نوحؑ اور موسیٰ علیہما السلام کی طرح ہیں جو مجسم انصاف تھے۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے حق کو عمر کے دل اور زبان پر جاری کیا۔ عمر حق کہتا ہے خواہ وہ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضور کا ارشاد ہے کہ عمر میری امت کا محدث ہے۔ اور اگر میں خاتم النبیین نہ ہوتا تو عمر نبی ہوتا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابوبکر اور عمر نے فلاں کام کیا۔ ابوبکر و عمر میرے لئے بمنزلہ شنوائی و بینائی کے ہیں۔

۲۳ھ میں ایک شخص نے کسی سے کہا کہ جب عمر مر جائیں گے تو میں طلحہ کی بیعت کروں گا۔ یہ بات سنکر آپ نے مدینہ میں ایک نہایت مدلل خطبہ پڑھا جس میں بہت سی باتیں بیان کر دیں۔ آپ کے خطبہ پڑھنے کا ایک یہ بھی طریق تھا کہ جب تمام حاضرین عربی سمجھنے والے ہوتے تو صرف عربی میں فرماتے اور جو عربی نہ سمجھتے تھے ان کو خطبہ کا ترجمہ سنایا جاتا تھا۔ چنانچہ دمشق میں جو خطبہ بمقام جابیہ آپ نے فرمایا تھا۔ مترجم ساتھ ساتھ اسکا ترجمہ سناتا جاتا تھا۔ حضرت عمر سے پہلے جن مضامین پر لوگ خطبے دیتے تھے ان میں وعظ و نصیحت قدرتی واقعات رنج و غم کا اظہار ہوتا تھا۔ حضرت عمر نے پولیٹیکل خطبے دیئے جن میں بظاہر معمولی باتیں ہوتی تھیں مگر اصل میں بہت سے پہلو نکلتے تھے۔ قوت تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ ملکی انتظام کے بعد حضرت عمر نے ہر ایک ضلع میں جدا جدا عدالتیں قائم کیں۔ اور مندرجہ ذیل قاضی مقرر کئے

Marfat.com

(۱) عبداللہ بن مسعود (۲) شریح (۳) جہیل بن معمر (۴) ابو مریم حنفی (۵) سلمان بن ربیعہ (۶) عبدالرحمن بن ربیعہ (۷) ابو قرت (۸) عمران بن حصین۔

ایک فرمان میں گورنر کوفہ کو عدالت کے متعلق یہ قانونی احکام تحریر کئے۔

(۱) سب کو ایک آنکھ سے دیکھے۔ اور بار ثبوت مدعی پر ہو۔

(۲) مدعا علیہ اگر کوئی شہادت یا ثبوت نہ رکھتا ہو تو اس سے قسم لی جائے۔

(۳) فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں۔ مگر قانونی امر کے خلاف صلح نہیں ہو سکتی۔

(۴) اگر مقدمہ فیصل ہو چکا ہو تو اسکی نگرانی کر سکتا ہے۔

(۵) مقدمہ کی پیشی کی تاریخ مقرر ہونی چاہئے۔ اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو یکطرفہ فیصلہ دیا جائے۔

(۶) ہر ایک مسلمان گواہی دے سکتا ہے۔ مگر جو شخص سزا یافتہ ہو۔ یا اسکا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو اسکی گواہی نہیں لی جا سکتی۔

آپ کو اس بات کا بیحد خیال تھا کہ ہر ایک شخص جھوٹے سچے فتوے نہ دینے لگ جائے اور غلط مسئلے رائج نہ ہو جائیں۔ آپ نے خاص مفتی مقرر کئے۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ معاذ بن جبل۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابی بن شعب۔ زید بن ثابت۔ ابو ہریرہ۔ ابو درداء رضی اللہ عنہم۔

حضرت عمر کے زمانہ کی خاص ایجادیں جنکی وجہ سے ملکی حالت اصلاح پذیر ہوئی۔ یہ ہیں:۔

(۱) بیت المال (۲) عدالت (۳) قاضی (۴) تاریخ (۵) سزا (۶) امیر المؤمنین کا لقب (۷) جنگی اور ملکی دفتر (۸) پولیس (۹) والنٹیر (۱۰) چھاؤنیاں (۱۱) طریق پیمائش (۱۲) مردم شماری (۱۳) جیلخانہ (۱۴) درہ کا استعمال (۱۵) پرچہ نویسی (۱۶) مکتب و مدارس (۱۷) معلموں کی تنخواہ (۱۸) مہمان خانے (۱۹) [illegible] کا طریقہ (۲۰) شراب پینے والے کے لئے اسّی کوڑے (۲۱) مسجدوں میں وعظ کا طریقہ (۲۲) غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے۔ یہ تمام ایجادیں حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں رائج ہوئیں۔ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق الٹ کر بھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عمر کی طبیعت شروع سے جوہر شناس واقع ہوئی تھی۔ یعنی جس شخص میں جو قابلیت ہوتی تھی وہ اسکی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ آپ نے جس شخص کو جو کام دیا اسکے انجام دینے کے لئے اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے جو فن سیاست میں اپنا جواب

نہیں رکھتے تھے۔ امیر معاویہ۔ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمر نے زیاد کے سوا تینوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے۔ یہ حضرت عمر کی سیاست دانی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

ممالک محروسہ کی شادابی کے لئے آپ نے جو نہریں جاری کیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) نہر ابی موسیٰ بصرہ کو شاداب کرنے کے لئے ابو موسیٰ اشعری کے زیر اہتمام دجلہ سے ۹ میل لمبی نہر کاٹی گئی۔

(۲) نہر معقل۔ یہ نہر بھی معقل بن یسار کی نگرانی میں دجلہ سے کاٹ کر تیار کی گئی۔

(۳) نہر سعد۔ ایرانیوں کی درخواست پر سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی زیر نگرانی بنائی۔

(۴) نہر امیر المؤمنین دریائے نیل سے ۹۹ میل تک کا چکر کھا کر بحر قلزم میں جا ملتی ہے۔

آپ اسقدر سیاست دان تھے کہ ایک طرف تو فوج کی نقل و حرکت میں مصروف ہیں اور دوسری طرف ملک کی اندرونی اصلاح درپیش ہے۔ غرض جب تک آپ زندہ رہے غریب مساکین مفلس لوگوں کی ہمدردی میں رات دن ایک کر دیا۔

آپ کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخوں میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ فیروز نام ایک ایرانی غلام کو جو بطور پر ابولؤلؤ کے نام سے مشہور تھا۔ مغیرہ عراق سے لایا تھا۔ مغیرہ کی غلامی میں وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں امیر المؤمنین سے ملا۔ اور کہا یا امیر المؤمنین آپ کا انصاف دنیا میں ضرب المثل ہے۔ آپ میرے انصاف کریں کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ اجرت لیتا ہے جس کو میں ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا تو کیا کام کرتا ہے؟ اور روزانہ کسقدر کرتا ہے؟ جسکے جواب میں ابولؤلؤ نے کہا۔ حضرت میں بڑھئی لوہار اور نقاش ہوں۔ حضرت عمر نے کہا کہ ایسے ہونہار کاریگر کے لئے دو درہم اوا کرنا کچھ زیادہ نہیں یہ کہکر آپ واپس آئے۔ دوسرے دن صبح کو نماز فجر کے واسطے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو ابولؤلؤ بھی کہیں سے ان میں آکر بیٹھ گیا۔ اور حضرت عمر ایک رکعت نماز ادا کر کے اٹھے تو بدبخت ابولؤلؤ نے آپ پر حملہ کیا اور تلوار سے چھ لگائے اور بعد ازاں بہت سے آدمیوں کو شہید کر کے آپ بھی اپنے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔ حضرت عمر گر پڑے لوگ گھر اٹھا کر لے گئے۔ مگر آپ نے گھر جانے سے پہلے عبد الرحمن بن عوف کو نماز ختم کرنے کے لئے کہا دریافت کے بعد جب آپ کو اپنے بیٹے عبد الرحمن سے معلوم ہوا کہ میرا قاتل ایک ایسا شخص ہے کہ جو خدائے وحدہٗ لاشریک کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ تو فرمایا۔ الحمد للہ۔ میں اس شخص کے ہاتھ سے شہید ہوا ہوں

جو مسلمان نہیں ہے۔

پھر جب یہ معلوم ہوا کہ زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا جانشین یا ولیعہد انتخاب کریں۔ مگر آپ نے فرمایا جس کو آپ لوگ مناسب خیال کریں۔ الغرض۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفے حضرت عمرؓ نے ۶۵ سال کی عمر میں ۱۰ برس ۶ مہینہ ۴ دن کی خلافت کے بعد ۱۲ روز بیمار رہکر ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

غیر مسلموں اور ذمّیوں سے مشورہ لینا

حضرت عمرؓ نے مشورہ کے اصول کو یہانتک وسیع کیا تھا کہ غیر مسلموں یا ذمّیوں سے بھی مشورہ لیتے تھے۔ عراق کے بندوبست میں وہاں کے پارسی رئیسوں کو بلاکر مشورہ لیا۔ مصر کے انتظام میں مقوقس وہاں کے سابق حاکم سے مشورہ طلب کیا اور ایک قبطی کو مدینہ میں بلوایا۔ (تاریخ خلافت راشدہ)

ذمّیوں پر رحم ہمدردی اور حسن سلوک

حضرت عمرؓ کی ہمدردی صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ عیسائیوں اور دیگر غیر مسلم اقوام سے جنکا آپ سے تعلق ہوا ایسی ہی ہمدردی تھی۔ بستر مرگ پر فرمایا کہ جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو۔ میں اُسے وصیت کرتا ہوں کہ اہل ذمہ کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔ اور انہیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ ذمّیوں کے جان و مال کو مسلمانوں کی طرح قرار دیا۔ اگر مسلمان عیسائی کو قتل کر ڈالتا۔ تو قاتل کو سزائے قتل دی جاتی۔ معاملات ملکی میں ان سے مشورہ لیا جاتا۔ ایک دفعہ کسی سفر میں آپ نے دیکھا کہ چند ذمّیوں کو جزیہ نہ دینے کی وجہ سے ایذا دی جا رہی ہے۔ وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی نادار ہیں۔ آپ نے انہیں چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ مذہبی امور میں انکو پوری آزادی حاصل تھی۔ ذمّیوں کی سازشوں اور بغاوتوں پر اگر سزا بھی دی تو ہلکی اور انکو تباہ نہ کرنا چاہا۔ (ایضاً)

علامہ سیوطی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ امیر المانیہ نے رونگانے والی عورتوں کے اس جرم میں ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دانت توڑ دیئے کہ ان میں سے ایک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیاں گائی تھیں اور دوسری نے مسلمانوں کی ہجو گائی تھی۔ اسپر حضرت عمرؓ نے جو فرمان اپنے گورنر کو بھیجا اسکا خلاصہ یہ تھا کہ اگر رسول اللہ صلے علیہ وسلم کو گالیاں دینے والی مسلمان تھی تو بیشک تو اسکے قتل کی رائے دیتا۔ اور جس نے گالیاں دیں اگر وہ ذمّی تھی تو اسکا گناہ شرک کہ جس میں وہ پہلے پھنسی ہوئی ہے کیا کم ہے جو تم اُسپر

اسکو اور سزا دو گے۔ گویا جن الزامات شرعی میں مسلمان کو سزا دی جاتی ہے ذمی (غیر مسلم) اُن میں بری کر دیئے جاتے ہیں۔

عیسائیوں اور یہودیوں سے حسن سلوک

حضرت عمرؓ ہر چند کہ مذہب کی مجسم تصویر تھے اور قرآن و حدیث کے عامل کامل تھے۔ تاہم بقول مولوی شبلی صاحب کے آجکل کے مقدس لوگوں کی طرح اُن میں تصلب اور سختی نہ تھی۔ ہمارے علما عیسائیوں کے برتن وغیرہ کا استعمال کرنا تقدس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کی نسبت امام بخاری اور امام شافعی نے روایت کی ہے کہ ایسے پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے پاس سے لایا گیا تھا۔ بغوی کی روایت اس سے زیادہ صاف ہے توضاء عمر من ماء فی جرۃ نصرانیۃ یعنے حضرت عمرؓ نے ایک نصرانیہ عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا۔ بغوی نے حضرت عمر کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ عیسائی جو پنیر بناتے ہیں اُسے کھاؤ۔ عیسائیوں وغیرہ کا کھانا آجکل مکروہ اور ممنوع بتایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر نے معاہدات میں یہ قاعدہ داخل کر دیا تھا کہ جب کسی مسلمان کا گذر ہو تو عیسائی اسکو تین دن مہمان رکھیں۔ حضرت عمرؓ مرتے مرتے بھی عیسائی اور یہودی رعایا کو نہ بھولے۔ چنانچہ انکی نسبت رحم اور ہمدردی کی جو نصیحت کی وہ صحیح بخاری و کتاب الخراج وغیرہ میں مذکور ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس امر کو حضرت عمرؓ کے فضائل میں شمار کیا ہے۔

مسلمانوں کے مال زکوٰۃ میں عیسائی فقرا کا حق

مسلمانوں کے زکوٰۃ کے مال سے آپ عیسائی فقرا کو بھی دلاتے تھے۔ ایک بوڑھے عیسائی کو مانگتے دیکھا تو نہ اُسے صرف جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا بلکہ حکم دیا کہ اُسے بیت المال سے وظیفہ دیا جائے اور پھر اسے عام کر دیا کہ بڑھاپے میں ان لوگوں سے یہ سلوک مناسب نہیں۔ انکو بیت المال سے وظائف دیئے جائیں اسقدر دریا دلی کی مثال تلاش کرنے سے بمشکل ملے گی۔ کہ فاتح و مفتوح کے حقوق کو ہر طرح برابر کر دیا۔ اور انکے اپاہجوں اور ضعیفوں کی خبر گیری کو اسی طرح ضروری قرار دیا جس طرح مسلمان کی خبر گیری کو (ایضاً)

مسلمان عیسائیوں کی دل آزاری بھی برداشت کرتے تھے

باوجود بادشاہ قوم اور فاتح ہونے کے مسلمان عیسائیوں کی دل آزاری کو بھی برداشت کر لیتے تھے۔ ایک عیسائی نے علی الاعلان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو ایک صحابی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ عیسائی نے عمر بن عاص سے شکایت کی صحابی نے کہا کہ یہ اپنے گرجا میں جو چاہیں کہیں لیکن

Marfat.com

علی الاعلان انہیں جناب رسالتمآب کو گالیاں دینے کا حق نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۹۰)

مسلمان جزیہ سے بڑھ کر زکوٰۃ اور پھر فوجی خدمت بھی دیتے تھے

جزیہ کو سختی قرار دینا محض ناواقفی ہے مسلمان جزیہ سے

بڑھ کر زکوٰۃ ادا کرتے تھے اور پھر فوجی خدمت بھی ان سے لی جاتی تھی۔ آج کون سی گورنمنٹ ہے جو اپنی رعایا سے حفاظت ملک کے لیے ٹیکس وصول نہیں کرتی؟ اسلام میں متعدد مثالیں موجود ہیں کہ جہاں کسی قوم یا سردار نے حفاظت ملکی میں حصہ لینے کا وعدہ کیا، تو اسے جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا۔ (ایضاً صفحہ ۹۵)

خلفائے راشدین نے ہزاروں گرجے بنا دئے

جب خدا کی دنیا مسلمان فتحمندوں کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی تو جن لوگوں نے

ہزاروں گرجوں کی حفاظت کا قطعی معاہدہ لکھ دیا۔ وہ خلفائے راشدین تھے۔ جو ہر زمانے میں مسلمانوں کے رہنمائے کل مانے گئے ہیں۔ کیا عمر بن عبدالعزیز جنہوں نے دمشق کے عامل کو فرمان بھیجا کہ ولید نے گرجے کو توڑ کر مسجد میں جو اضافہ کر لیا تھا وہ گرا دیا جائے گا۔ اور عیسائیوں کو اجازت دی جائے کہ وہاں پھر اپنا گرجا بنا لیں عمر ثانی یہی تسلیم کئے گئے ہیں اور کیا وہ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے جائز قائم مقام نہ تھے۔ کیا خاص دولت عباسیہ کے عہد میں دارالخلافہ بغداد میں سینکڑوں ہزاروں عالیشان نئے گرجے نہیں تعمیر ہوئے جہاں نہایت آزادی سے ہر ایک قسم کی مذہبی رسوم ادا کی جاتی تھیں (مسلمانوں مولانا شبلی صفحہ ۱۱۵)

عیسائی وزیر اعظم نے خلیفہ کی اجازت سے اسلامی ملک میں گرجے تعمیر کرائے

ہم پادری صاحب ہم خیال مصنفین کی خدمت میں

عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر ان کو شبہ ہو تو "دیر الروم" "دیر اشوفی" "دیر الثعالب" "دیر ورثان" "دیر حنا" "دیر العاصیہ" "دیر الزریقیہ" "دیر الزندروک" کے حالات معجم البلدان میں پڑھیں۔ مقتدر الدولہ [illegible] کا سرتاج تھا۔ اور خلافت بغداد کی شمت کا مالک تھا۔ اس کا وزیر نصرین ہارون ایک [illegible] تھا۔ مقتدر الدولہ کی خاص اجازت سے تمام ممالک اسلامی میں چرچ اور گرجے تعمیر کر لیے۔ (ایضاً)

ایک تنگدل دوسرا منصف مزاج مسلمان حکام

بے شبہ مسلمانوں میں بھی تنگدل ہی گزرے ہیں۔ جو دوسرے مذہبوں کی آزادی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

لیکن یہ شخصی حالتیں ہیں۔ احسان سے عام رائے کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہم کو معلوم ہے کہ علی بن عیسیٰ گورنر [illegible] نے

مصر کے تمام گرجے گرا دئے تھے لیکن اسی کے ساتھ ہم اس سے بھی واقف ہیں۔ کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے جو خاندان عباسیہ سے تھا۔ اور ۱۷۱ھ میں مصر کا گورنر مقرر ہوا۔ خاص سرکاری خزانہ سے کل گرجے نئے سرے سے تعمیر کرا دئے۔"

مسلمانوں کی حکومت میں غیر مذہب والوں کو اعلےٰ عہدے

مسلمانوں کی حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو جو ملکی عہدے ملتے رہے ہیں۔ کون گورنمنٹ اس سے بڑھ کر دے سکتی ہے۔ تاریخ ابن خلکان وفوات الوفیات میں ہم بہت سے یہودی اور عیسائیوں کے نام پاتے ہیں۔ جو مختلف وقتوں میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز رہے ہیں۔ آغاز اسلام سے عبدالملک بن مروان کی سلطنت تک شام و عراق کا دفتر رومی و فارسی زبان میں رہا۔ اور ثانی و سبع مدت تک خراج کے محکمہ میں عموماً دوسری ہی قومیں سیاہ و سپید کی مالک تھیں۔ اکبر و جہانگیر کی فیاضیوں کو تو ہندوستان کا ایک ایک بچہ جانتا ہے عام میل جول کے لحاظ سے دیکھو۔ تو تاریخ کے ہر صفحہ میں مسلمانوں کی بے تعصبی کی شہادت ملے گی سینکڑوں عیسائی اور یہودی علماء جو عباسیوں کے ہاں تھے۔ ان سے کس بے تکلفی و یگانگت سے ملتے تھے (المامون شبلی)

غیر مسلم سے حفاظت ملک کیلئے فوجی خدمت کا عوض

"جزیہ" یہ لفظ جزا سے نکلا ہے جس کے معنی بدلے کے ہیں چونکہ یہ ایک ٹیکس تھا جو غیر مسلموں سے ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے میں لیا جاتا تھا۔ اس لئے جزیہ کہلاتا تھا حفاظت ملک کیلئے مسلمان اپنی جان دیتے تھے۔ اور فوجی خدمت ان کے لئے لازمی تھی غیر مسلموں سے بجائے فوجی خدمت کے کچھ ٹیکس لیا جاتا تھا۔ ان دونوں میں سے کونسی چیز سہل تھی! ہر شخص خود سمجھ سکتا ہے۔" (تاریخ خلافت راشدہ صلعم ۲۱)

حربی اور ذمی دونوں سے انصاف

مخالفین مذہب کی اسلام نے دو قسمیں قرار دی ہیں:۔

(۱) ذمّی اور معاہدہ۔ یعنی وہ لوگ جو اسلام کی حکومت میں رہتے ہیں یا جن سے صلح و دوستی کا معاہدہ ہے۔

(۲) حربی۔ یعنی جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہے، اور لڑائی اور مخاصمت قائم ہے یا قائم ہو سکتی ہے۔

ذمیوں کو اسلام نے جان و مال، آزادی، عزت، اور دیگر تمام حقوق کے لحاظ سے بالکل مسلمانوں کا ہمسر بنا دیا۔

ذمیوں کے ساتھ اسلام نے جس مراعات اور سلوک کا حکم دیا ہے۔ وہ آیات قرآنی سے ظاہر ہوگا۔

"خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اپنی حد سے آگے نہ بڑھو۔ خدا حد سے بڑھ جانے

والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اگر تم بدلہ لو، تو اسی طرح لو، جیسا تم سے لیا گیا، اور اگر صبر کرو تو صبر اچھا ہے صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا ہے

"کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ تم انصاف نہ کرو"۔ المامون شبلی

جہاد محض استحقاق حفاظت خود اختیاری ہے

خدا تو کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ دین میں زبردستی نہیں، اور لوگ ہیں کہ ناحق اسلام پر تہمت لگاتے ہیں کہ یہ بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ اگر کسی بادشاہ نے دین کو ملک گیری کا حیلہ بنا کر ایسا کیا، تو دین پر کیا الزام ....

ہم جہاد کو ایک طرح کا استحقاق حفاظت خود اختیاری سمجھتے ہیں اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اسلامی جہاد میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ جہاد جس کی شریعت اسلام نے اجازت دی ہے یہی ہے کہ مسلمانوں کو جبراً بجا آوری ارکان اسلام سے روکا جائے اور مسلمان جبر و ظلم کے دفع کرنے پر قادر بھی ہوں تو کریں۔ ارکان قدرت رفع دو ہائیں شرط جہاد ہیں۔ (الحقوق والفرائض جلد ۲ صفحہ ۳۴۹) مولانا نذیر احمد دہلوی ؛

ایرانی شہزادہ ہرمزان کا اسلام قبول کرنا

ہرمزان ایک ایرانی شہزادہ تھا جب اس کو پابزنجیر حضرت عمر ابن خطابؓ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا۔ کہ وہ دین اسلام قبول کرے لیکن اس نے انکار کیا اور خلیفۃ المسلمین نے حکم دیا۔ کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس نے چلا کر بآواز بلند کہا۔ اے خلیفۃ المسلمین پہلے مجھے ایک گھونٹ پانی پلانے کا حکم دیں مجھے پیاسا قتل نہ کریں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ پانی لا کر اس کو پلایا جائے ہرمز نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ اور حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کیا جبتک میں یہ پیالہ پانی کا نہ پیوں گا مجھے قتل نہیں کیا جائیگا حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہاں جبتک تم پانی نہیں پی چکو گے تم امان میں ہو۔ اس پر ہرمز نے پانی گرا کر پیالہ فرش پر پھینک دیا۔ اور بآواز بلند چلا کر کہا خلیفۃ المسلمین آپ کو اپنا وعدہ یاد رہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جلاد کو حکم دیا۔ کہ اس کے قتل سے تم دست بردار رہو۔ جبتک کہ یہ حکم اس کو نہ ملے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ..

جب جلاد نے سونتی ہوئی تلوار میان میں کر لی تو ہرمز نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبدہ ورسولہ

حضرت عمرؓ تم نے بہترین طریق پر دین اسلام کو قبول کیا ہے پہلے کیوں تم نے توقف کیا تھا؟

ہرمزان: مجھے اندیشہ اور خوف تھا کہ لوگ کہیں گے کہ میں نے تلوار کے ڈر سے دین اسلام قبول کیا ہے ؛

حضرت عمرؓ: میں سچ کہتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کیا ہے۔ اس سے تمہاری عقلمندی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور تم اس تقابل اور لائق ہو۔ کہ اپنے ملک پر حکمرانی کرو۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُس سے مشورہ کیا کہ افواج اسلام ایران میں داخل ہوں یا نہ ہوں حضرت عمرؓ نے اس طرح کیا جس طرح ہرمزان نے آپ کو صلاح دی۔

مغیرہ ابن شعبہ کس طرح کوفہ کا والی بنا؟

ایک دن کوفہ کے لوگ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والیٔ کوفہ سعد ابن وقاص کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی ہے کہ مجھے ان کوفہ والوں کے ہاتھ سے خلاصی دلائے؟ اگر میں کسی متقی اور پرہیزگار آدمی کو ان کا والی مقرر کرتا ہوں تو وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ کمزور ہے۔ اور جب کسی حقدار اور عزم کے پکے آدمی کو مقرر کرتا ہوں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ متقی اور پرہیزگار نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کا جذبۂ انصاف و مساوات

جبلہ بن الایہم غسانی شام کا مشہور رئیس بلکہ بادشاہ تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا۔ کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا جبلہ غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا۔ اس کی سزا پائے۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبہ کے لوگ ہیں۔ کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ جاہلیت میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا۔ اس نے کہا کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں شریف و ذلیل کی کچھ تمیز نہیں۔ تو میں اسلام سے باز آتا ہوں۔ غرض وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی خاطر قانون انصاف کو بدلنا نہیں چاہا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے تمام عہدہ داران ملکی کو حج کے زمانہ میں طلب کیا اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر کہا کہ جس کسی کو ان لوگوں سے شکایت ہو پیش کرے۔ اس مجمع میں عمرو بن العاص گورنر مصر اور بڑے بڑے رتبہ کے حکام اور عمال موجود تھے۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا۔ کہ فلاں عامل نے بے وجہ مجھ کو سو دُرّے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "اُٹھ اور اپنا بدلہ لے"۔ عمرو بن العاص نے کہا۔ امیر المؤمنین اس طریق عمل سے تمام عمال بیدل ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تاہم ایسا ضرور ہوگا۔ یہ کہہ کر پھر مستغیث کی طرف متوجہ ہوئے کہ "اپنا کام کر"۔ آخر عمرو بن العاص نے مستغیث کو اس بات پر راضی کیا۔ کہ وہ دو سو دینار لے اور اپنے دعویٰ سے باز آئے۔

ایک دفعہ سرداران قریش ان کی ملاقات کو آئے۔ اتفاق سے صہیب بلال عمار وغیرہ بھی موجود تھے جن میں سے اکثر آزاد شدہ غلام تھے اور دنیاوی حیثیت سے معمولی درجہ کے لوگ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اول ان ہی لوگوں کو بلایا اور سرداران قریش باہر بیٹھے رہے۔ ابوسفیان جو زمانہ جاہلیت میں تمام قریش کے سردار رہے تھے ان کو یہ امر سخت ناگوار گذرا۔ اور ساتھیوں سے خطاب کر کے کہا کہ کیا خدا کی قدرت ہے۔ غلاموں کو دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے۔ اور ہم لوگ باہر بیٹھے انتظار کرتے ہیں۔ ابوسفیان کی یہ حسرت اگرچہ ان کے اقران کے مذاق کے مناسب تھی تاہم ان میں کچھ حق شناس بھی تھے ایک نے کہا بھائیو سچ یہ ہے کہ ہم کو عمرؓ کی نہیں بلکہ اپنی شکایت کرنی چاہیئے۔ اسلام نے سب کو ایک آواز سے بلایا۔ لیکن جو اپنی شامت سے پیچھے پہنچے۔ آج بھی وہ پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔

قادسیہ کے بعد جب تمام قبائل عرب اور صحابہ کی تنخواہیں مقرر کیں۔ تو بڑے رشک و مناقشت کا موقعہ پیش آیا۔ سرداران قریش اور معزز قبائل کے لوگ جو ہر موقع پر امتیاز و اعزاز کے خوگر تھے۔ بڑے دعوے کے ساتھ منتظر رہے کہ تنخواہ کے تقرر میں حفظ مراتب کا خیال کیا جائے گا۔ اور فہرست میں ان کے نام سب سے پہلے نظر آئیں گے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ان کے تمام خیالات غلط کر دئے۔ انہوں نے دولت و جاہ، زور و قوت، مشہوری و شہرت، اعزاز و امتیاز کی تمام خصوصیتوں کو مٹا کر صرف اسلامی خصوصیت قائم کی اور اسی اعتبار سے تنخواہیں بیش و کم مقرر کیں۔ جو لوگ اول اسلام لائے تھے۔ جہاد میں کارہائے نمایاں کئے تھے۔ یا آنحضرت صلعم کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے۔ ان کو غیروں پر ترجیح دی۔ جو ان خصوصیتوں میں برابر درجے پر تھے۔ ان کی تنخواہیں برابر مقرر کیں۔ یہاں تک کہ غلام اور آقا میں کچھ فرق نہ رکھا۔ حالانکہ عرب میں غلام سے بڑھ کر کوئی گروہ خوار و ذلیل نہ تھا۔ اسی موقع پر اسامہ بن زید کی تنخواہ جب اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر کی تو انہوں نے عذر کیا۔ کہ واللہ اسامہ کسی موقع پر مجھ سے آگے نہیں رہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

اہل عرب کا شعار تھا۔ کہ لڑائیوں میں فخریہ اپنے اپنے قبیلہ کی جے پکارتے تھے۔ اس فخر کے مٹانے کے لئے تمام فوجی افسروں کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ ایسا کریں ان کو سخت سزا دی جائے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے جو ضبہ کے قبیلہ سے تھا لڑائی میں یا آل ضبہ کا نعرہ مارا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو سال بھر کے لئے اس کی تنخواہ بند کر دی۔ اس قسم کے اور واقعات

Marfat.com

تاریخوں میں ملتے ہیں ۔

اسی اصول مساوات کی بنا پر وُہ کسی شخص کے لئے کسی کا امتیاز پسند نہیں کرتے تھے ۔عمرو بن عاص نے مصر کی جامع مسجد میں منبر بنایا۔ تو لکھ بھیجا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اور مسلمان نیچے بیٹھے ہوں ۔اور تم اُوپر بیٹھو۔عمال کو ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے۔کہ کسی طرح کی امتیاز اور نمود اختیار نہ کریں ۔

ایک دفعہ اُبی بن کعب سے کچھ نزاع ہوئی ۔ زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ پیش ہُوا حضرت عمرؓ کے پاس گئے ۔ تو اُنہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی ۔حضرت عمرؓ نے کہا ۔یہ پہلی ناانصافی ہے ۔جو تم نے اس مقدمہ میں کی ۔ یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے ۔ یہی بھید تھا ۔کہ طرز معاشرت کو نہایت سادہ اور غریبانہ رکھا تھا ۔سفر و حضر میں، خلوت و جلوت میں، مکان اور بازار میں، کوئی شخص ان کو کسی علامت سے پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ خلیفۂ وقت ہیں ۔ قیصر و کسریٰ کے ایلچی مسجد نبوی میں آکر ڈھونڈتے تھے ۔کہ شہنشاہِ اسلام کہاں ہے ۔حالانکہ شہنشاہ وہیں پیوند لگے کپڑے پہنے کسی گوشہ میں بیٹھا ہوتا تھا ۔ان کے عمال ان کو اسی برابری کے القاب سے خط لکھتے تھے جس طرح وہ عمال کو لکھا کرتے تھے ۔

خلیفہ عمرؓ اونٹ کی نکیل تھامے تھے جبکہ غلام شتر سوار تھا

مسلمانوں کا بادشاہ اور وُہ بادشاہ جس کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزہ براندام ہیں وہ بادشاہ جس کے در دولت پر اکناف عالم کے بادشاہ جبہ سائی کرتے ہیں ۔ وہ بادشاہ جس کی آواز پر بڑے بڑے مستحکم قلعے فتح ہو جاتے ہیں ۔ وہ بادشاہ جس کے ہاتھ میں روم و شام کے خزانوں کی کنجیاں ہیں ۔کس سادگی سے فرماتے ہیں "میرے پاس اور اونٹ نہیں جو تجھے سواری کے لئے دُوں ۔اور اس کو میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ خدا کا ایک بندہ جو میری ہی طرح انسان ہے میرے ساتھ پا پیادہ چلے"

بہت دیر تک گفت و شنید ہونے کے بعد آخر اس پر فیصلہ ہُوا کہ وُہ غلام ساتھ تو ضرور چلے ۔مگر اس شرط پر کہ ایک دن امیر المؤمنین اونٹ پر سوار ہوں ۔ وُہ غلام نکیل پکڑ کر چلے اور ایک دن وہ غلام سوار ہو ۔اور امیر المؤمنین کے ہاتھ میں نکیل ہو ۔ اللہ اکبر یہ ہے اسلام کی تعلیم یہ ہے مسلمانی مساوات کا نقشہ یہ ہیں آقا اور غلام کی حالت ۔

الحاصل آقا و غلام کا اس مساویانہ شرط پر یہ طول طویل سفر شروع ہوا ۔اور اس لشکر اسلام کو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے امیر المؤمنین کی تشریف آوری کا انتظار کرتے ہوئے اطلاع پہنچ گئی ۔کہ فلاں دن فلاں تاریخ کو امیر المؤمنین یہاں پہنچ جائیں گے ۔اندرون شہر بیت المقدس میں بھی یہ خبر مشہور ہو گئی ہے ۔

مقررہ تاریخ پر تمام شہر کے چھوٹے بڑے فصیل پر اس خیال سے جمع ہو گئے کہ بادشاہ اسلام کی سواری کا

Marfat.com

تزک و احتشام اور امیرالمومنین کا جاہ و جلال فاروق اعظم کی آمد کا طمطراق دیکھیں۔ ادھر لشکر اسلام بھی اپنے ہر دلعزیز حاکم اعلیٰ کی سلامی کے لئے صف بستہ ہو گیا۔ صبح سے انتظار کرتے کرتے دوپہر کے قریب مدینہ سے آنے والی سڑک پر ایک چھوٹا سا بگولہ اٹھنے کے بعد، ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا جس کے اونٹ کی مہار ایک بلند قامت تھامے ہوئے اسی طرف آ رہا ہے۔

اہل شہر اس خیال میں تھے۔ کہ امیرالمومنین تشریف لا رہے ہیں۔ نہ معلوم کتنی توپ و شن چوکیاں ہوں گی اور کتنے دستے ہراول کے ہوں گے۔ اور کتنے سوار نقابت پر مامور ہوں گے اور کتنی قسم کے باجے شور محشر برپا کئے ہوئے آتے ہوں گے۔ اور کتنے ہزاروں علموں کے پھریرے ہوا میں لہراتے آتے ہوں گے۔ اور ان کے ہلالی نشان آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوں گے۔ اور نہ معلوم کتنی لاکھ تلواریں بجلی کی طرح چمکتی آتی ہوں گی۔ اور کتنے بڑے بادشاہ کی آمد آمد میں فوج کی گرد و غبار کا کم سے کم یہ تو عالم ہو گا کہ فردوسی ایک طرف کھڑا کہتا ہو گا "زمین شش شد و آسمان گشت ہشت"

بخلاف اس کے دیکھا تو یہ دیکھا کہ مدینے کی طرف سے ایک سوار آتا ہے اور ایک انسان اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے خیال ہوا کہ شاید کسی وجہ سے امیرالمومنین کی سواری آج نہ پہنچ سکے گی۔ یہ ایک سوار اطلاع کے لئے آتا ہو گا۔ اہل شہر اس خیال ہی میں تھے۔ کہ سپہ سالار لشکر اسلام کی دوربین نظروں نے اپنے امیر کا نہ چھپنے والا قد و قامت اور اپنے امیر کا مخصوص کمبل کا لباس دیکھا۔ تو نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ تمام لشکر میں نعرۂ تکبیر کے ساتھ خوشی کا غلغلہ جو بلند ہوا تو اہل شہر سمجھے کہ شاید یہی اونٹ سوار ان کا امیر ہے۔

اپنے یہاں کے بیان کردہ حلیے کو اس اونٹ سوار پر منطبق کرنے لگے اس حلیے کو اس اونٹ سوار سے جب کوئی نسبت ہی نہ پائی تو اپنے قریب کے کسی اسلامی سوار سے پوچھا کہ "تمہارا امیر یہی اونٹ سوار ہے" وہ کہتا ہے "نہیں" اونٹ پر تو غلام سوار ہے۔ ہمارا امیر بلند قامت بلند اقبال۔ چھریرے جسم کا وہ ہے جس کے ہاتھ میں اس وقت اونٹ کی نکیل ہے۔ اللہ اللہ کیا شان ہے ایمان کی کہ منزل پر پہنچنے کے دن دوسری قوم کے سامنے ہونے کے بھی اتفاق سے غلام کے سوار ہونے کی باری ہے تو حق پسند عمر کی طبیعت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ اس کا حق خود لے لے۔

یہ سن کر اہل شہر نے اس نکیل پکڑنے والے پر جو اس حلیہ کو منطبق کرتے ہیں۔ تو سر مو فرق نہیں پاتے ہو بہو اسی حلیہ کا امیر اور امیر بھی ایسا کہ اس کی اور اس کے غلام کی معاشرت میں، لباس میں، راحت و تکلیف میں کوئی فرق نہیں۔ اس جلالت مآب امیر کے اس مساویانہ برتاؤ کا رعب ہیبت الٰہیہ کا دبدبہ ان کے دلوں پر اثر کر کے سب کو

Marfat.com

لرزہ بر اندام کر دیتا ہے۔ امیر المؤمنین کو اسی حلیہ کے مطابق پا کر اہل شہر نے مشورہ کیا کہ اب اس قوم کے زہد و تقویٰ اور جفاکشی کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ شہر خلیفہ کے سپرد کر دیا۔

ایک غلام کو بھی جبراً داخل اسلام نہ کر سکے

حضرت عمرؓ کا ایک عیسائی غلام اسحٰق نامی تھا۔ آپ نے بارہا اُسے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ مگر اُس نے ہر دفعہ یہی جواب دیا۔ کہ آپ میرے مذہب میں دخل نہیں دے سکتے۔ آپ کا اسلام آپ کو مبارک رہے۔ کیا آپ کو "لا اکراہ فی الدین" کا فرمان بھول گیا ہے تو حضرت فاروق خاموش ہو جاتے۔ (الفاروق حصّہ دوم صفحہ ۱۲۷)۔

باوجود دعوت گرجا میں نماز نہ پڑھنے کا سبب

فتح بیت المقدس کے بعد جب حضرت عمرؓ یروشلم میں داخل ہوئے تو عیسائی دنیا کے سب سے بڑے کلیسیا میں کہ جہاں حضرت مسیحؑ کا فرار ہے۔ اور جسے آج کل وہاں کے لوگ کنیسۃ القیامت کہتے ہیں۔ آپ کھڑے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا عیسائیوں کے بطریق نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں آپ یہیں نماز ادا کر لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر آج میں یہاں نماز پڑھ لیتا ہوں تو کل میرے پیرو اس زمین پر قبضہ کر کے کلیسیا کو مسجد بنانے کی کوشش کریں گے۔ اور اسے تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے چنانچہ آپ نے گرجا کے دروازہ سے باہر جا کر ایک جگہ نماز ادا کی۔ راقم الحروف نے خود دیکھا ہے۔ کہ اس جگہ پر کنیسۃ القیامت کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد کھڑی ہے جو مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے اور اس کے سامنے تیرہ سو سال سے برابر یہ عیسائی کنیسہ مسلمانوں کے زیر حکومت آباد چلا آتا ہے۔ کہ جس کی کلید برداری کا فخر بھی سلطان صلاح الدین کے زمانہ سے لے کر اب تک ایک مسلمان خاندان کو حاصل ہے۔

سرکش عیسائی رعایا کی جائداد بھی ضبط نہ کی

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نجران کے عیسائیوں نے خود مختاری و سرکشی کی تیاریاں کیں۔ اور چالیس ہزار آدمی بہم پہنچائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اُن کو عرب سے نکال کر دوسرے ممالک میں آباد کرا دیا۔ مگر اس رعایت کے ساتھ کہ ان کی جائداد ضبط کر لینے کی بجائے اُن کو اس کی قیمت دے دی۔ اور عاملوں کو لکھ بھیجا کہ جدھر ان کا گذر ہو ان کے آرام کے سامان بہم پہنچائے جائیں۔ اور جب یہ کہیں مستقل قیام نہ کر لیں تو دو سال تک ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔ عرب میں بس والوں کے بارہا عہد شکنی کرنے پر اُن کو جلا وطن کیا۔ تو اس طرح ان کی جائداد و مال و اسباب کی مفصل فہرست تیار کرا کر ایک ایک چیز کی دوگنی قیمت ادا کر دی۔

ذمی رعایا کے حقوق

غرض حضرت عمرؓ نے ذمی رعایا کو جو حقوق دیئے اس کا مقابلہ اس زمانہ کی اور سلطنتوں سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان سلطنتوں میں جو مسلمانوں کی ہمسایہ فارس اور روم میں تھیں۔ غیر مسلم رعایا کے جو حقوق مسلمانوں نے تجویز کئے تھے وہ مسلمانوں کی بے انتہا تہذیب کا ثبوت تھا تاہم انہیں اپنی مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا مالکانہ حق حاصل نہ تھا۔ بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائداد خیال کئے جاتے تھے چنانچہ زمین کے انتقال کے ساتھ وہ بھی منتقل ہو جاتے تھے۔ اور ملاک سابق کو اُن پر جو مالکانہ اختیارات حاصل تھے وہی قابض مال کو حاصل ہوتے تھے یہودیوں کا حال اور بدتر تھا۔ بلکہ اس قابل نہ تھا کہ کسی حیثیت سے ان پر رعایا کا اطلاق ہو سکتا۔ کیونکہ رعایا آخر کچھ نہ کچھ حق رکھتی ہے فارس میں جو عیسائی تھے ان کی حالت اور بھی قابل رحم تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب ان ممالک کو زیر نگیں کیا تو وہاں کی رعایا کی حالت دفعتہً بدل گئی۔ بلکہ اس قسم کا تعلق ہو گیا۔ جو دو برابر کے معاہدین میں ہوتا ہے چنانچہ مثال کے طور پر بیت المقدس کا معاہدہ یہاں نقل کیا جاتا ہے یہ خود حضرت عمرؓ کی موجودگی میں اور بجنسہٖ انہیں کے الفاظ میں لکھا گیا تھا۔

فاتح بیت المقدس حضرت عمرؓ کا یہ عہد نامہ

یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی یہ امان ان کے جان، مال گرجا صلیب تندرست بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے اس طرح کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی نہ وہ مسمار کئے جائیں گے۔ نہ ان کو یا ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے۔ کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں۔ اور یونانیوں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے قرعہ اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے تو ان کو بھی امن ہے۔ اور اس کو جزیہ دینا ہوگا۔ اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور ان کی صلیبوں کو امن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں۔ اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا۔ رسول خدا کا۔ خلفائے مسلمین کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن الولید۔ عمرو بن العاص۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور امیر معاویہ بن ابی سفیان اور سنہ ۱۵ ہجری تاریخ تحریر ہے۔

Marfat.com

اس سے بڑھ کر عیسائیوں کی جان و مال مذہب گرجا اور صلیب کی حفاظت اور امان کی اور کیا ہو سکتی ہے نہ ان کے گرجے ہی توڑے جائیں گے بلکہ ان کے مذہب کی بھی کسی طرح توہین نہ کی جائے گی اور انہیں ہر طرح سے مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے صلیب پر قتل کیا تھا۔ اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا۔ اس لئے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہنے پائینگے یونانی باوجودیکہ مسلمانوں سے لڑتے تھے۔ اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے۔ تاہم ان سے سب عیسائیں ملحوظ رکھیں کہ چاہیں تو بیت المقدس میں رہیں چاہیں تو نکل جائیں۔ ہر حالت میں ان کو امن حاصل ہوگا۔ اور بیت المقدس کے عیسائی اگر چاہیں تو رومیوں سے جا ملیں جو مسلمانوں کے دشمن تھے مگر اس پر بھی اُن سے تعرض نہ کیا جائیگا۔ آجتک کی تدبیر سلطنت کہیں بھی دشمنوں سے سلوک کے بارہ میں ایسی فیاض نہیں ہے آج بیسویں صدی مسیحی میں انگلستان ایسے آزادی پسند ملک میں سے ناتواں اجنبیوں کو نکال دینے کا قانون منظور کیا گیا ہے۔ اور ہندو تہذیب میں تو غیر ہندو کے لئے تو کوئی امان ہی نہیں۔ دیکھو منوسمرتی میں ہندوؤں کا شودروں سے سلوک (صفحہ ۹) ۔

انتظامات ملکی میں ذمیوں سے مشورہ ایک بڑا حق کہ جس کی رعایا ہمیشہ خواہشمند ہوتی ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں ان کو حصہ دیا جائے حضرت عمرؓ ہمیشہ ان انتظامات میں کہ جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ان سے مشورہ و استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے عراق کا بندوبست جب درپیش تھا۔ تو مجلس مدینہ منورہ میں طلب کر کے مالگذاری کے حالات میں ان سے مشورہ طلب کیا گیا۔ مصر کا انتظام کرنے سے پہلے قبطی عیسائیوں کو جمع کر کے مالگذاری میں ان سے مشورہ کیا گیا۔

عیسائی کھلم کھلا رسوم مذہبی ادا کرتے رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں ذمیوں کو ہر طرح کے اختیارات حاصل تھے۔ عیسائی علانیہ ناقوس بجاتے اور صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے۔ ان کے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے۔ وہ بالکل برقرار رکھے گئے۔ مصر اسکندریہ کا پیٹری آرک (بطریق) جنیا میں تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے ادھر اُدھر مارا مارا پھرا۔ عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا تو سنہ ۲۰ ہجری میں اُسے امان لکھ کر بھیجی پیٹریارک یہ کر کسی دوبارہ پاکر نہایت ممنون ہوا۔ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب میں اس کی تفصیل لکھی ہے (جلد اوّل صفحہ ۴۹۲) ۔

میثاق حضرت عمرؓ کے الفاظ سیدنا عمرؓ نے عمال اسلامی کی راہبری اور غیر اسلامی رعایا کی تسکین قلب کے لئے ایک میثاق تحریر فرما کر اہل ایلیا یا بیت المقدس کو جو عیسائی تھے مرحمت فرمایا۔

جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ضمانت اللہ کے بندے اور مومنوں کے حاکم عمرؓ کی طرف سے اہل ایلیا کو عطا کی جاتی ہے۔ اس ضمانت کی رو سے جملہ غیر مسلم ضعیف یا توانا۔ زن و مرد۔ اپنی جان املاک معابد صلیب و کلیسہ کی حفاظت مسلمان حکام کے سپرد ہے۔ ان کے کلیسا غصب نہ کئے جائیں گے۔ نہ ان کے اوقاف میں مداخلت کی جائے گی۔ نہ ان کے مذہبی امور میں کوئی مزاحمت کی جائے گی۔ نہ ان کی صلیبوں کو توڑا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ایذا یا تنگ دی جائے گی۔ غرض اہل شہر اس عہد کا ضامن ہے (طبری جلد اول صفحہ ۲۴۰۵)

گو میثاق عمر کی حیثیت رسول اللہ صلعم کے مکاتیب کے نہیں ہے تاہم اہل نظر دیکھ سکتے ہیں کہ اس تحریک وجہ بھی وہی جذبہ تھا کہ اسلام غیر مذہب والوں سے بھی ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ مسلمانوں سے کرتا ہے۔ اور ان سے بھی کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔

عیسائیوں کا جان مال مذہب ہر طرح سے محفوظ رہے گا

بیت المقدس کا معاہدہ جو خود حضرت عمرؓ کی موجودگی میں اور ان کے الفاظ میں لکھا گیا..... اس فرمان میں صاف تصریح ہے۔ کہ عیسائیوں کا جان و مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ اور ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جس قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان ہی تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ وہ نہ توڑے جائیں گے نہ ان کی عمارت کو کسی طرح کا نقصان پہنچایا جائیگا نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائے گی۔ مذہبی آزادی کی نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ کسی شخص کو مذہب کے بارے میں ان سے چھیڑا نہ جائیگا۔ یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی دشمن تھے تاہم ان کے جان و مال کی حفاظت کی گئی۔ یہودی جو بیت المقدس میں رہنا چاہیں رہ سکتے ہیں۔ اور جانا چاہیں تو نکل سکتے ہیں دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہوگا اور ان کے گرجا مال اور مجسموں سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا (الخ)

حضرت عمرؓ کے فرمان ذمیوں کے متعلق

حضرت عمرؓ نے فتح شام کے بعد حضرت ابو عبیدہ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے :-

وامنع المسلمین من ظلمھم والاضرار بھم واکل اموالھم الا بحلھا وفّ لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمیع ما اعطیتھم۔

مسلمانوں کو غیر مسلم ذمیوں پر ظلم کرنے سے منع کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ ان کو تکلیف نہ پہنچائیں نہ ان کی [illegible]

Marfat.com

اور جس قدر شرطیں تم نے ان سے کی ہیں سب وفا کرنا۔

مرتے دم بھی ذمیوں کو نہ بھولے

حضرت عمرؓ تو مرتے وقت بھی ذمیوں کو نہ بھولے۔ انہوں نے اپنے جانشین کے لئے ایک مفصل وصیت فرمائی تھی جس کو امام بخاری۔ ابو بکر بیہقی، جاحظ اور بہت سے مورخین نے نقل کیا ہے اس کا آخری فقرہ یہ ہے

وصیہ بذمتہ وذمتہ رسولہ ان یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل من ورائہم وان لا یکلفوا فوق طاقتہم۔

نہ صرف یہ بلکہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں کو انتظامات ملکی میں بھی حقوق دئے تھے۔ اور یہی غیر مذاہب کی رعایا کے ساتھ مساویانہ سلوک اور مذہبی آزادی کی دلیل ہو سکتی ہے۔ ایسے مفصل واقعات تمام کتب تاریخ میں ملتے ہیں ملاحظہ ۱ طبری ۲ طبری ۳ صحیح بخاری۔

اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کرتا تو بدلہ میں قتل کیا جاتا

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کے جان و مال کو مسلمان کے جان و مال کے برابر قرار دیا تو کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تھا تو حضرت عمرؓ اس کے بدلے مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ امام شافعیؒ نے روایت کی ہے۔ کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا۔ کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا دے دیا گیا۔ اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ (الفاروق حصہ دوم صـ ۱۲۳)

ملکی حقوق میں ذمی اور مسلمان میں فرق نہ تھا

واقعات سے جو نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ملکی حقوق کے لحاظ سے ذمیوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں رکھی تھی۔ کوئی مسلمان اگر ذمی کو قتل کرتا تھا تو بیدریغ اسکے قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا۔ مسلمان اگر ذمی سے سخت کلامی کرتے تھے تو پاداش کے مستحق ہوتے تھے۔ (الفاروق صـ ۱۲۸)۔

ذمیوں کی عزت و آبرو کا استخفاظ

ذمیوں کی عزت و آبرو کا اس قدر استخفاظ تھا جس قدر مسلمانوں کی عزت و ناموس کا۔ ان کی نسبت کسی قسم کی تحقیر کا لفظ استعمال کرنا نہایت ناپسندیدہ خیال کیا جاتا تھا۔ عمر بن سعد جو حمص کے حاکم تھے۔ اور زہد و تقدس اور ترک دنیا میں تمام عہدہ داران خلافت میں کوئی اُن کا ہمعصر نہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے ایک ذمی کی شان میں یہ لفظ نکل گیا۔ خزاک اللہ (یعنی خدا تجھ کو رسوا کرے) اس پر اُن کو اس قدر ندامت و تاسف ہوا کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر نوکری

Marfat.com

سے استعفا دے دیا۔ اور کہا کہ اس نوکری کی بدولت مجھ سے یہ حرکت صادر ہوئی (الفاروق صـ۱۲۸)۔

ذمیوں سے سلوک

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب حذیفہ بن الیمان نے ماہ دینار والوں سے صلح کی تو ان کی تحریر میں یہ الفاظ تھے۔

لانغیرون عن ملتہ ولا یحال بینہم وبین شرائعہم

فتح جرجان کے بعد معاہدہ لکھا گیا۔ اس میں ہے (ملـ طبری)

لہم الامان علیٰ انفسہم واموالہم وملتہم وشرائعہم ولا یغیر شیئ من ذالک۔ ان کے جان و مال اور مذہب وشریعت کو امان ہے اور اس میں سے کسی شے میں تغیر نہ کیا جائے گا۔ آذربائیجان کے معاہدہ میں یہ تصریح ہے الامان علیٰ انفسہم واموالہم وملتہم وشرائعہم ان کے جان و مال و مذہب و شریعت کو امان ہے۔ موقان کے معاہدہ میں یہ الفاظ ہیں۔ الامان علیٰ اموالہم وانفسہم وملتہم وشرائعہم ان کے جان و مال و مذہب و شریعت کو امان ہے۔

حضرت عمرؓ کا بیت المقدس کے عیسائی بُت نہ توڑنا

کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہوا۔ اور حضرت عمرؓ فاتح ارض مقدس شہر یروشلم میں داخل ہوئے۔ تو بیت المقدس اور بعض مقدس مقامات میں حضرت مسیح ناصری اور حضرت مریم اور بعض حواریان مسیح کے بُت اور مجسمے موجود تھے۔ جن کی بعض عیسائی عبادت کرتے۔ اصحاب الرسول نے ارادہ کیا۔ کہ ان مجسموں اور بتوں کو توڑ ڈالیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے منع کر دیا۔ اور فرمایا جن حالات میں سیدنا حضرت محمد صلعم نے کعبۃ اللہ کے بُت توڑے ہیں وہ حالات اور تھے اور یہ حالات اور ہیں۔ جب ہم کفار سے جزیہ لیتے ہیں تو انکے بت کیوں توڑیں لا اکراہ فی الدین کے خلاف ہے۔

حضرت عمرؓ نے ذمیوں و مسلمانوں میں حقوق کا کوئی فرق نہ چھوڑا

حضرت عمرؓ اسلام کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے۔ اور منصب کے لحاظ سے ان کا یہ فرض ہی تھا۔ لیکن وہ اس تک جہاں تک دعظ و پند کے ذریعہ سے ممکن تھا۔ ورنہ یہ خیال ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا۔ اس کو ہمیشہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ لیکن جب اس نے انکار کیا تو فرمایا (لا اکراہ فی الدین)۔ (الفاروق حصہ دوم صـ۱۲۶)

کفار سے عہد کر کے پورا ایفا کیا

جنگِ ایران کی آخری فتح کے بعد جب ایران کا سپہ سالار ہرمزان گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کے حضور میں بطور

قیدی کے لایا گیا۔ تو آپ نے اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر وہ نہایت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے پانی پینے کو مانگا۔ تو اُسے پانی دیا گیا۔ پیالہ ہاتھ میں لے کر اُس نے خواہش ظاہر کی کہ جب تک میں یہ پانی نہ پی لوں مجھے قتل نہ کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ اسے پانی پی لینے دو۔ اس پر ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے پھینک دیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دو۔ تو ہرمزان نے کہا کیا آپ نے مجھے امان نہیں دی ہے۔ اور نہیں کہا کہ جب تک تو پانی نہ پی لے گا۔ تجھے قتل نہیں کروں گا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے اللہ قتل کرے اس نے ہم سے امان لے لی۔ اور مجھے بات کچھ نہیں آئی۔ اور اُسے چھوڑ دیا گیا۔ (بخاری)

اسلام میں جوڈیشل و ایگزیکٹو فرائض کی علیحدگی

اگرچہ عرصہ دراز سے جوڈیشل ایگزیکٹو فرائض کی علیحدگی پر زور دیا جا رہا ہے۔ اور باوجودیکہ ہندوستان اور انگلستان کے ممتاز قانون دان اصحاب نے دونوں فرائض کا ایک ہی حاکم کے سپرد ہونا بیجا اور مضر قرار دیا ہے لیکن ہماری سرکار نے ہنوز اس اصلاح کی جانب توجہ نہیں کی ہے ہم اس موقع پر سر عبدالرحیم صاحب کے شرع محمدی سے ایک اقتباس پیش کر کے یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام ان فرائض کی علیحدگی کا حامی رہا ہے جسٹس سر عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں "خلیفہ عمرؓ نے اوّلی قاضی اس اصول کی حمایت میں مقرر کیا تھا کہ قانون کی عظمت بالاتر ہونی چاہیئے اور عدالت کے بارے میں مطلق شک و شبہ اس امر کا نہ رہنا چاہیئے کہ انتظامی حکام اس کے متعلق اپنا دباؤ ڈالیں" خلیفہ عمرؓ اور ایک یہودی فریقین مقدمہ کی حیثیت سے قاضی کے اجلاس پر حاضر ہوئے خلیفہؓ کو دیکھ کر قاضی تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ خلیفہؓ نے قاضی کے اس فعل کو اس کی ناقابل معافی کمزوری قرار دیا۔ قاضی کو موقوف کر دیا۔

عیسائیوں نے قیصر کی عیسائی حکومت پر مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دی۔

جن لوگوں کے دماغوں میں صحیح تاریخی واقعات بمقابلہ میں مسلمانوں کی فتوحات کی فرضی کہانیوں اور دشمنوں کے اختراع کئے ہوئے قصوں نے زائل اثر پیدا کر رکھا ہے۔ انہیں ایسے صحیح تاریخی واقعات کے سننے سے حیرت ہوگی۔ کہ مسلمان فاتحین کی انصاف پژوہی اور ایمانداری میں اتنی زبردست کشش تھی۔ کہ شام کے عیسائی قیصر روما کی عیسائی حکومت پر مسلمانوں کی حکومت کو تہ دل سے ترجیح دیتے تھے ۶۳۳ء سے ۶۳۹ء تک جبکہ ملک شام کے مختلف شہروں میں سے عرب قیصر روم کی افواج متواتر شکستیں دے رہے تھے اور ان سے متواتر یہ ملک خالی کرا رہے تھے۔ اس عرصہ میں شام کے عیسائی

Marfat.com

فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ قیصر ہرقل کے قدیم عیسائی حکومت سے نئے مسلمان فاتحین کی حکومت بہت بہتر ہے قیصر آرتھوڈاکس قسم کا عیسائی تھا کہ جسے شامی عیسائی پسند نہیں کرتے تھے۔ علاوہ اس کے یونانی حکومت میں ظلم و جبر بہت ہوتا تھا۔ بمقابلہ اس کے مسلمانوں نے عیسائی رعایا سے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم تمہارے مذہب میں اور نہ تمہارے قومی رواجات میں مداخلت کریں گے بشرطیکہ ہم دشمن سے پہلے نپٹ لیں۔ جب ہرقل کی فوج شہر حمص کے قریب آئی تو شہر والوں (عیسائیوں) نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ ہم تمہاری حکومت کو ان سے بہتر سمجھتے ہیں۔

ملحوظت

۶۳۷ء میں جب دمشق کے باشندوں نے شرائط سے سب بنشاء شرائط حاصل کر لیں یعنی لوٹ سے حفاظت اور مفید مطلب عہدوں پر بحال ہو گئے۔ تو شام کے دوسرے شہروں مثل حمص۔ عزہ نے بھی ایسے عہد نامے لکھوا لئے اور عربوں کے ماتحت رہنے پر خوش ہو گئے۔ ایسی شرائط پر بیت المقدس کے عیسائیوں نے بھی بیت المقدس کو جو عیسائی مذہب کا دنیا میں سب سے مقدس شہر تسلیم کیا گیا ہے مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ علاوہ ازیں دین میں جبر و اکراہ نہ کرنے کے اسلامی فاتحین کے ضبط طبیعت انصاف و رحمدلی سے عربی لشکر کی ہر جگہ کشادہ دلی سے استقبال ہونے لگے۔

انصاف کی نظر میں مسلمان اور یہودی یکساں تھے

ایک بار ایک یہودی اور ایک مسلمان کا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پیش ہوا۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ تو وہ بے ساختہ بول اٹھا۔ کہ آپ نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا ہے (موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ)

جزیہ کی وصولی میں سہولیت اور نرمی

جزیہ جو غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا۔ وہ بھی خراج کی طرح نہایت نرمی سے وصول کیا جاتا تھا۔ جو لوگ اپاہج اور بیکار ہو جاتے تھے۔ اُن کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ اور ان کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا چنانچہ یہ فائدہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں ہی مقرر ہو گیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے قائم رکھا۔ ذمیوں کو کسی قسم کی اذیت دے کر جزیہ وصول کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ دھوپ میں کھڑا کر کے کچھ لوگوں کے سروں پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔ وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہ کرنے کے جرم میں یہ سزا دی جا رہی ہے۔ فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو لوگ دنیا میں بندوں کو تکلیف دیتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ بندگان خدا کو تکلیف سے بچانے میں مسلمان اور ذمی اُن کی نظر میں برابر تھے۔

Marfat.com

عُشر کی وصولی میں نرمی کا سلوک

غیر قوموں سے مُسلمان ایک اور تجارتی ٹیکس وصول کرتے تھے جس کا نام عُشر یعنی دسواں حصّہ پیداوار کا تھا۔ اور یہ اسلام کی کوئی جدید ایجاد نہ تھی۔ بلکہ زمانہ جاہلیت کا رواج تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کو قائم رکھا اس کے وصول کرنے کا طریق نہایت آسان تھا کسی کے اسباب کی تلاشی نہیں لی جا سکتی تھی۔ دو سو درہم سے کم قیمت مال پر کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ شام کے قبطی چونکہ گیہوں کی تجارت کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ ان سے نصف عشر لیتے تھے۔ کہ مدینہ میں اُس کی آمد زیادہ ہو۔ (موطائے امام مالک کتاب الذکور باب عشور اہل الذمّہ)

فارسی قبطی اور شامی زبانوں میں دفتر

جزیہ خراج عشور اور زکوٰۃ سے جو رقم وصول ہوتی تھی حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک برابر برابر سب مسلمانوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب باقاعدہ نظام سلطنت قائم ہوا۔ تو اس کے لئے دیوان دفتر اور بیت المال قائم کیا گیا۔ خراج کا دفتر جیسا کہ قدیم زمانہ میں فارسی شامی اور قبطی زبان میں تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی قائم رہا۔ اور جب اہل عرب نے اس فن میں ترقی کر لی تو تب یہ دفتر عربی زبان میں منتقل ہو گیا۔ لیکن نہ اس وجہ سے کہ انہیں غیر مسلم زبانوں سے کوئی نفرت یا تعصب تھا۔

اسلام نے عربوں کے اعلےٰ اخلاق کی وجہ سے ترقی کی۔

حمص کی شکست کے بعد رومی انطاکیہ پہنچے اور ہرقل سے فریاد کی کہ عربوں نے تمام شام کو پامال کر دیا ہرقل نے ان میں سے چند ہوشیار اور معزز آدمیوں کو دربار میں طلب کیا۔ اور کہا عرب تم سے زر میں جمعیت میں ساز و سامان میں کم ہیں۔ پھر تم ان کے مقابلہ میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس پر سب نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن ایک تجربہ کار بڈھے نے عرض کیا۔ کہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں ایک ایک سے برابری کے ساتھ ملتا ہے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ شراب پیتے ہیں بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے۔ اوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے کہ ان کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے۔ اور ہمارا جو کام ہوتا ہے ہمت اور استقلال سے خالی ہوتا ہے۔ (الفاروق)

اسلامی مساوات

اپنے تمام گورنروں اور حکام کو موسم حج میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بلایا کرتے تھے۔ اور انہیں عدل و انصاف کی تاکید اور ظلم سے بچنے کی ہدایت فرماتے۔

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ جو لوگ ہمارے قریب ہیں۔ ان کے معاملات تو ہم خود انجام دینگے۔ لیکن جو لوگ دُور رہتے ہیں۔ اُن پر ہم اہل قوت اور اہل امانت کو مقرر کر کے بھیجیں گے۔ جو اچھے طریقہ پر چلے گا۔ اُس کے ساتھ ہم بھی اچھا سلوک کریں گے۔ اور جو بے انصافی کرے گا۔ اُسے ہم سزا دیں گے۔

لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ حضرت عمرؓ کسی کے عالی ہونے کی وجہ سے حق کے خلاف اس کی رعایت نہیں کرتے نہ کسی ذی وجاہت کی وجاہت اور نہ کسی ذی مرتبہ کا مرتبہ انہیں عدل و انصاف سے پھیر سکتا تھا۔ اور نہ کوئی ضعیف و کمزوان کے ظلم کا خوف کرتا یا اُن کے انصاف سے مایوس ہوتا۔ اور نہ وہ امر حق میں کسی کی ملامت کی پروا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا بے نظیر انصاف!

ابو شامہ تھے بیٹے حضرتِ فاروق اعظمؓ کے
اور ان کے حال پہ حضرتؓ کی شفقت انتہا کی تھی

جوانی کا بُرا ہو آدمی ہو جاتا ہے اندھا
وگرنہ جانتے تھے وہ بُرائی بر زنا کی تھی

شکایت آپ سے جب مرزباں نے کی تو گھبرائے
ابو شامہ سے پوچھا وہ ہوئے چپ۔ کیوں خطا کی تھی

پکڑ کر پھر گریباں لے چلے حضرتؓ انہیں باہر
ابو شامہ کو اس دم شرم و غیرت انتہا کی تھی

وہ کہتے تھے نہ رسوا کیجئے اور قتل کر دیجے
وہ فرماتے تھے اس دم تو نے کچھ شرم و حیا کی تھی

کہا افلہ سے درّے مارو حد جاری کرو اس پر
رُکے پہلے مگر دہشت ہی حضرتؓ کی بلا کی تھی

غرض حضرتؓ نے حد جاری کرائی کچھ نہ کی پروا
وہ بیکل تھے۔ تڑپتی روتی سب خلقت خدا کی تھی

پڑے جب درّے ستر جان اُن کی آگئی لب پر
تو پانی کے لئے شاہد انہوں نے التجا کی تھی

جواب اُن کو دیا حضرتؓ نے پینا آبِ کوثر کو
مقدم پانی کے پینے سے تم کو فکر کیا کی تھی

لگے جب تو درّے بند سے ہو گئے بیہوش وہ بالکل
کہوں کیا کیسی حالت ان کی ماں کی ماجرا کی تھی

وہ روتی پیٹتی تھیں اور سب خدا روتے تھے
مگر حضرتؓ کو تو پابندی فرمانِ خدا کی تھی

ہوئی حد ختم تو زانو پہ رکھ کر سر مہبت سے
ابو شامہ مگر زندہ نہ تھا اس نے قضا کی تھی

قدامہ اُنکے سالے اور چچا کے بیٹے بھائی تھے
مگر حد آپ نے اُن پر بھی جاری بے ملا کی تھی

ایک گورنر کے بیٹے کو عیسائی کے ہاتھ سے سزا دلوائی

مصر کے گورنر عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک قبطی (عیسائی) کو مارا۔ اور اس نے دربار خلافت میں آکر

Marfat.com

حضرت فاروقؓ سے شکایت کی۔ تو آپ نے عمرو بن العاص اور اس کے بیٹے دونوں کو مصر سے بلایا اور حکم مجمع میں اس قبطی کے ہاتھ سے عمرو کے بیٹے کو سزا دلوائی (الفاروق)

حضرت عمرؓ کا مفلس عیسائیوں کے روزینے مقرر کرنا

حضرت عمرؓ کے روایات میں سے ایک یہ بات بھی ہے۔ کہ آپ نے مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے تھے۔ جب قبائل عرب اور صحابہ کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کیں۔ تو مفلس عیسائیوں کے بھی روزینے مقرر فرمائے۔

حضرت عمرؓ نے عیسائی گرجوں کے وقف بحال رکھے

گستیو ڈیرک اپنی جرمن کتاب دی کلچر وغیرہ میں لکھتے ہیں۔ ایسا اتفاق بھی ہوا ہے۔ کہ انہیں عیسائی کلیساؤں میں مسلم اور عیسائی عبادات پہلو بہ پہلو کی جاتی تھیں۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ یہ وشلم کے کلیساؤں کو مسلمانوں اور عیسائیوں نے ایک عرصہ تک استعمال کیا۔ یہ اسی بات کا ایک نہایت ہی زبردست ثبوت ہے جو مسلم رواداری کے لئے پیش کیا جا سکے۔ اور اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس کا اس زمانے کے کلیسا کی انانیت اور غیر رواداری کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ اسی طریق کی مسلمانان سپین بھی تقلید کرتے تھے یہ ایک مشہور بات ہے جس کی مثالیں موجودہ تاریخ میں کم ملیں گی۔ کہ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اس جائداد کو جو عیسائی گرجاؤں کے نام وقف تھی۔ باحتیاط بحال رکھا۔ اور جو رقم یا دیوں کی امداد کے لئے سابق سلطنت نے مقرر کی تھی۔ اس کو جاری رکھا۔

ذمی کے قتل کے لئے مسلمان قاتل کا قتل کیا جانا

حضرت عمرؓ کے عہد میں قبیلہ بکر بن وائل کے ایک عرب حسین نامی نے مصر کے ایک عیسائی ذمی کو قتل کر دیا۔ اس پر جب معاملہ حضرت عمرؓ کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے اس مسلمان قاتل کو مقتول کے ورثہ کے سپرد کرنے کا حکم لکھ دیا۔ کہ جیسا چاہیں قاتل سے سلوک کریں چنانچہ قاتل کو ہلاک کر دیا گیا۔ فاروق اعظمؓ کا یہ طریق عمل فوگیوا نہ گزرا۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صاف الفاظ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا من کان لاھ متنا فدمہ کدمنا ودیتہ کدیتنا (جو لوگ ہمارے ذمی ہو چکے ہیں ان کا خون ہمارے خون کی مثل ہے اور ان کا خون بہانا ہمارا خون بہانا ہے)

حضرت عمرؓ اور پابندی عہد

اور نہ ابتدائی خلفا نے غیر مسلموں کے مقابلہ میں کوئی بندش قائم کی ہیں۔ تاریخ زور سے اس سے انکار کرتی ہے

یاد رہے کہ حضرت عمرؓ کہ جن کا قاتل ایک غیر مسلم تھا۔ وہ ماتحت اقوام کی بہتری کے اس قدر دلدادہ تھے کہ اپنی رحلت سے پہلے انہوں نے اپنے جانشین کو منجملہ دیگر ہدایات کے یہ حکم دیا۔

"جو معاہدے غیر مسلموں سے کئے گئے ہیں ان کے مسلمان پابند رہیں۔

آخری بات حضرت عمرؓ نے اپنے جانشین کے یہ فہمن نشین فرمائی۔ کہ خدا اور اس کے رسول کیواسطے جو معاہدے نامسلموں سے کئے جا چکے ہیں۔ ان پر قائم رہے اور نہ ان سے جنگ کرے جو پہلے ہی ہمارے ماتحت آچکے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں پر اس قدر بوجھ ڈالے جو ان کی طاقت سے بالاتر ہو۔ (واں کریمر کلچر گشٹ جلد اوّل صفحہ ۱۶ — ۱۷۔)

حضرت عمرؓ نے کیوں دو نوں بیویوں کو طلاق دی

حضرت عمرؓ کی پہلی بیوی زینب بنت مظعون نبی جمح سے تھیں۔ اور مسلمان ہو گئی تھیں۔ مگر ان کا ان کی زندگی میں انتقال ہو گیا۔ دوسری بیوی ملیکہ بنت جرول خزاعی تھیں جن سے عبداللہ پیدا ہوا۔ اور تیسری بیوی قریبہ مخزومیہ تھیں۔ مگر ملیکہ اور مخزومیہ کو اسلام نہ لانے کی وجہ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں آپ نے طلاق دی۔ اگر جبر یا تلوار کا استعمال اسلام لانے کی ترغیب دینے کے لئے ممنوع نہ ہوتا تو آپ ان آخری دونوں بیویوں کو جبراً مسلمان نہ کر لیتے۔ (تاریخ الامت)

ماتحت افسر کی مساوات

عمرو بن العاص جب شام میں حضرت ابو عبیدہ سے جا ملے تو آپ نے عمرو بن العاص سے کہا۔ کہ گو میں تمہارا افسر اور سپہ سالار ہوں۔ مگر تم ہی جیسا ہوں بغیر تمہارے مشوروں اور رائے کے میں کام نہ کروں گا۔ فتح مصر کے زمانہ میں رومیوں کا جاسوس جب مسلمانوں کے لشکر سے واپس گیا تو اس نے رومیوں سے مسلمانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ ان کے ہاں ادنیٰ و اعلیٰ میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ خادم و آقا ایک سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ افسر اور سپہ سالار سب یکساں رہتے ہیں

ذمیوں کو جزیہ لوٹا دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض لوگوں نے جزیہ کے ادا کرنے میں بیماری ظاہر کیا۔ اور دربار خلافت میں وہاں کے عامل نے اس کی اطلاع دی تو حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ لوگ مقررہ رقم ادا نہیں کرتے تو ان کیلئے شہر کے دروازوں کی صدبندی نہ کی جائے آج تمام قوموں کو شکایت ہے کہ ان سے جو مالیہ اس طریقہ سے وصول کیا جاتا ہے۔ اس کو کتنی ان کی زندگی کے

کاموں میں صرف نہیں کرتیں، اسلام کی حکومت میں بھی بہت سی غیر قومیں داخل ہوئیں اور مخالفین اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ وحشیانہ طریق سے محکوم کی گئیں۔ ان قوموں سے جزیہ وصول کیا گیا اور جس غرض سے وصول کیا گیا تھا۔ اس کو اس دیانت وایمانداری کے ساتھ پورا کیا گیا۔ ایک دفعہ کہ جب رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک فوج عظیم جمع کی۔ اور اس حالت میں مسلمان ذمیوں کی کافی حفاظت نہ کر سکے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے ملک کے تمام گورنروں کو لکھا کہ غیر قوموں سے جزیہ کی جو رقم وصول کی گئی ہے وہ یہ کہکر واپس کر دی جائے کہ اس حالت میں ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ اور جزیہ اسی حفاظت کا معاوضہ تھا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے یہ تمام رقم واپس کر دی تو عیسائیوں نے دعا دی کہ خدا تم کو پھر واپس لائے، اگر وہ ظالم ہوتے تو ہم کو کبھی یہ رقم واپس نہ کرتے۔ بلکہ دوسرے مال واسباب بھی لے لیتے۔" کیا اسی کا نام مسلمانوں کا ظلم وتعصب ہے؟

حضرت عمرؓ کی مرتے دم کی وصیت

یاد رہے کہ حضرت عمر خطاب جن کا قاتل ایک غیر مسلم تھا ماتحت اقوام کے دامن امان کے بے انتہا خواہشمند تھے۔ دم واپسین سے پہلے آپ نے اپنے جانشین کو منجملہ دیگر باتوں کے جو وصیت فرمائی۔ ان کے آخر میں حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں اپنے جانشین کو تاکید کرتا ہوں۔ کہ خدا اور اس کے رسول کے واسطے سے وہ غیر مسلموں سے جو معاہدات کئے گئے ہیں انہیں قائم رکھے۔ اور ان سے جنگ نہ کرے۔ جو پہلے ہی ہمارے ماتحت آچکے ہیں نہ ان پر ایسے بوجھ ڈالے جن کے اٹھانے کی ان میں طاقت نہ ہو۔"

حضرت عمرؓ کا طریق عمل

حضرت عمرؓ نے اس جائداد کی جو مصر میں مسیحی گرجاؤں کیلئے وقف تھی پوری محافظت کی اور سابقہ حکومت کیطرف سے پادریوں کیلئے جو وظائف مقرر تھے۔ انکو جاری رکھا۔ حضرت عمرؓ جب یروشلم میں بطور فاتح داخل ہوئے۔ تو آپ اس گرجا میں گئے جو مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کے نام سے قائم ہے آپ ابھی گرجا ہی میں تھے کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ گرجا کے لاٹ پادری نے آپ سے درخواست کی کہ وہیں اسوقت نماز پڑھ لیں لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر میں نے یہاں نماز پڑھی تو آئندہ مسلمان اس جگہ کو مسجد بنائیں گی۔ بہتر ہے کہ میں باہر جاکر گرجا سے فاصلہ پر نماز پڑھوں چنانچہ ایسا ہی ہوا میں جب یروشلم گیا تو اس مسجد کو بھی میں نے دیکھا جو حضرت عمرؓ کے نماز پڑھنے کی یاد میں چرچ سے کئی سو گز کے فاصلہ پر بنائی گئی تھی۔ (محبوب عالم)

زکوٰۃ کا مصرف اور تنخواہیں

جرمن مورخ وال کیمر لکھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں زکوٰۃ کی آمدنی بہت بڑھ گئی تھی۔ اونٹ بھیڑ بکریاں جو زکوٰۃ میں آتی تھیں ان کیلئے شاہی چراگاہ بنا ہوا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چراگاہ مذکور پر چار لاکھ اونٹ اور گھوڑے تھے۔ آمدنی زکوٰۃ کا مصرف حسب ذیل تھا (۱) غیر مسلموں کے برخلاف جنگ کیلئے سپاہیوں کو مہیا کرنا (۲) ان عاملوں کو تنخواہ دینا جن کو زکوٰۃ کی وصولی کا کام تفویض تھا (۳) نادار اور محتاج مسلمانوں کو نان ونفقہ دینا

آنحضرت صلعم کے قریبی رشتہ دار اور بنو مطلب اور بنو ہاشم اس میں سے کچھ حصہ نہ لیتے تھے۔ انکے لئے بیت المال سے سالانہ رقمیں مقرر تھیں مصر شام عراق اور ایران کی رعایا سے دو قسم کے ٹیکس لئے جاتے تھے (۱) جزیہ (۲) خراج۔ یہ دونوں قسم کے ٹیکس مسلمانوں کی ایجاد نہ تھے۔ بلکہ رومی حکومت کے زمانہ میں بھی پائے جاتے تھے جزیہ کا محل ساسانیوں کے عہد حکومت میں بھی تھا جزیہ اور خراج کی وصولی جملہ ممالک مفتوحہ میں ایک ہی اصول پر عمل میں آئی تھی۔ اس کے متعلق قواعد ابتداء حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مرتب کئے گئے۔ ممالک مصر اور شام میں جہاں پر سونے کے سکہ کا رواج تھا۔ تمام بالغ آدمیوں سے چار دینار سالانہ جزیہ وصول ہوتا تھا۔ عراق (شرقی عرب بحرین) اور ایران میں جہاں پر چاندی کا سکہ چلتا تھا۔ چالیس دینار سالانہ۔ ایک دینار کی قیمت اس زمانہ میں دس دینار کے مساوی تھی۔ جزیہ تین قسم کا ہوتا تھا۔ مالدار آدمیوں سے چار دینار سالانہ متوسط درجہ کے لوگوں سے دو دینار اور معمولی آدمیوں سے ایک دینار سالانہ وصول ہوتا تھا۔

مالیہ کا دفتر وال کریمر جرمن مورخ لکھتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور بالخصوص حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب سلسلہ فتوحات بہت توسیع پا گیا اور شام و بابل و مصر جیسے متمول اور خوبصورت شہر فتح ہو جانے سے دنیا کی دولت عرب میں امنڈ آئی تو آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اور ضیغہ دیوان قائم ہوا۔ ممالک روم و ایران کے مفتوحہ صوبہ جات میں نیز مصر و شام میں دیسی عیسائی یونانی زبان میں جبڑ حساب و کتاب رکھتے تھے۔ اور بابل و عراق میں فارسی زبان میں خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں بجائے یونانی اور فارسی زبانوں کے عربی میں حساب رکھنے کا رواج ہوا۔ مدینہ میں بھی ایک رجبڑ کھولا گیا جس کے مطابق تمام مسلمانوں کو سالانہ روپیہ تقسیم ہوتا تھا حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں تمام مسلمانوں کو بلالحاظ درجہ و مرتبہ مساوی رقم تقسیم ہوتی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یا بندگان کے درجہ اور مرتبہ کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ انقسام مندرجہ ذیل طریقہ سے عمل میں آتا تھا۔

حضرت عائشہؓ بارہ ہزار —— دیگر ازواج مطہرات آنحضرت صلعم دس دس ہزار ——

بنو ہاشم و بنو مطلب دس دس ہزار —— انصار و مہاجرین پانچ پانچ ہزار ——

حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ و حضرت عباسؓ پانچ پانچ ہزار ——

اسی طرح حسب مدارج دیگر مسلمین کی سالانہ رقمیں مقرر تھیں۔ جن کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہ تقسیم نہایت احتیاط کے ساتھ مردم شماری کے بعد عمل میں آتی تھی۔ مردم شماری رومیوں کے زمانہ میں بھی ہوتی تھی۔ لیکن اسکے اور اس مردم شماری کے درمیان جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی نمایاں فرق تھا۔ اول الذکر کا منشا یہ قرار دیا گیا تھا۔ کہ آدمی ٹیکس دینے سے بچ نہ جائے برخلاف اسکے موخر الذکر کا مقصد یہ تھا کہ کوئی مسلمان بیت المال سے اپنا جائز حصہ لینے سے محروم نہ رہ جائے۔ علاوہ جزیہ اور

Marfat.com

خراج کے مفتوحہ اقوام کو مقررہ پیمانہ کے مطابق رسد کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا۔

جنگی خدمت سے بچنا جنگی خدمت سے پہلو تہی کرنا مستوجب سزا تھا حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایسے لوگوں کی یہ سزا مقرر تھی۔ کہ اُن کے عمامے اتروائے جاتے تھے اور وہ شکنجہ میں کھنچوا دئے جاتے تھے پھر جب یہ سزائیں ناکافی سمجھی گئیں۔ تو ایسے آدمیوں کے سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دی جاتی تھیں۔ ایسا مصعب نے کیا تھا بشر ابن مروان نے اس پر مزید اضافہ کیا۔ کہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کیلیں ٹھکوا دی جاتی تھیں۔ عراق کے گورنر حجاج نے تو اُن کے سر ہی قلم کروانے شروع کر دئے تھے۔ مصنف نے حضرت عمرؓ کے اس فعل پر کہ کیوں انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو بلا معاوضہ دئے اور نجران اور فدک کے عیسائیوں کو اُن کی فصل کی پیداوار کا نصف حصہ اور ان کی اراضیات کا پورا معاوضہ دیکر عرب سے باہر نکلوا دیا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جو معاہدے اُن اقوام کے ساتھ ہوئے تھے ان کے ایفاء سے پہلو تہی کرتے تھے۔ اور آئندہ ان کی جانب سے فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ لہذا ان کو عرب سے نکال باہر کیا گیا۔ لیکن ہر طرح کی رعائتیں ان کے ساتھ مرعی رکھی گئیں۔ بقول مصنف حضرت عمرؓ کی پالیسی کا راز اس میں مضمر تھا۔ کہ عرب کو اسلام کا قلعہ بنا دیا جائے اور بجز مومنین کے اس میں کوئی غیر قوم آباد نہ رہے یا حضرت عمرؓ کا فعل اس پالیسی کا تکملہ تھا۔ (از انگریزی ترجمہ دال کریمر جو جرمن ہے)۔

اسلام نے رنگ، قومیت اور تعصب کی جڑ کاٹ دی

حضرت عمرؓ کو بلالؓ نے جوتے کی نوک سے اُٹھایا ایک روز نبی کریم صلعم کی خدمت میں صحابہ کرام حاضر تھے جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ بھی موجود تھے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا۔ کہ بلال ایک سیاہ رنگ غلام ہے۔ یہ سنتے ہی حضور پیغمبر صاحب صلعم نے جیں بہ جبیں ہو کر ارشاد کیا۔ کہ اے عمر ابھی تمہارے مزاج میں جہالت کی بُو باقی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کے قدموں پر گر پڑے۔ اور کہا کہ میں نے بڑی گستاخی کی۔ جبتک کہ بلال اپنے جوتے کی نوک سے مجھے نہ اُٹھائینگے میں یہاں سے ہرگز نہ اٹھونگا لیکن بلال حضرت عمرؓ کے وقت تک غلام رہ چکے تھے۔ اور ان کے آزاد شدہ غلام تھے۔ اسلئے حضرت بلالؓ نے شرمندہ ہو کر کہا کہ عمر فلاں میں تو وہی ہوں جو آپ کی غلامی میں عرصہ دراز تک رہ چکا ہوں مجھ سے ایسی گستاخی کیسے ہو سکتی ہے۔ کہ جوتے کی نوک سے آپ کو اٹھاؤں۔ مگر آپ نے ہرگز اس کا خیال نہ کیا اور یہ سر نہ اُٹھایا جبتک آپ کے آزاد کردہ غلام نے آخرکار مجبور ہو کر جوتے کی نوک سے سر اٹھایا کہاں حضرت عمرؓ جیسا جلیل القدر شخص جس کا درجہ صحابہ میں بھی اتنا بلند تھا۔ اور کہاں حضرت بلالؓ ایک آزاد شدہ غلام

Marfat.com

مگر اسلام نے حبش اور روی اور عرب و عجم کے درمیان کوئی تعصب یا تفاوت رنگ یا درجہ کا باقی نہیں چھوڑا تھا چنانچہ اسی حکم کی تائید اس مشہور حدیث میں کی گئی ہے کہ خواہ تمہارا خلیفہ یعنی حاکم وقت ایک ایسا حبشی غلام ہو جس کا سر ایک انگور کے دانہ کے برابر ہو تاہم اس کے حکم کی تابعداری کرو۔

آتشکدہ کی نسبت اسلام کی رواداری

اسلام کی رواداری کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے تاریخ اسلام سے ایسے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں جن سے اس کا کافی و وافی ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً فلسطین میں عیسائیوں اور یہودیوں کو کامل مذہبی آزادی اور ایران میں غلطی سے ایک آتشکدے کو مسلمانوں کے ہاتھوں نقصان پہنچنے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیت المال کے روپیہ سے اس کی مرمت کرا دینا وغیرہ۔ گو قرآن میں آتش پرستوں اور ہندوؤں کے متعلق کوئی تشریح نہ تھی مگر اس قرآنی آیت سے کہ ہر قوم میں ہادی گذرے ہیں۔ استنباط کر کے مسلمانوں نے مجوسیوں اور ہندوؤں کے ساتھ اہل کتاب کا سا سلوک بعید نہیں سمجھا۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کرنے کا قصہ قابل ذکر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کارروائی غالباً اس بنا پر کی تھی کہ وہ حضرت خالدؓ کو اسلام کی مساوات کا اصول یاد دلانا چاہتے تھے۔ اور حضرت خالد نے بلا چون و چرا اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو کر جدید جنرل کی ماتحتی میں کام کر کے جس بینظیر اسپرٹ کا ثبوت دیا۔ وہی اسلام کی حقیقی اسپرٹ تھی۔ اور اسی نے مسلمانوں کو بہت قلیل عرصہ میں کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

عیسائی کو دفتر مالگذاری کا افسر بنایا

عراق مصر اور شام کا دفتر مال گذاری جس قدر تھا سریانی و قبطی زبانوں میں تھا۔ اس وجہ سے دفتر مالگذاری کے تمام عمال مجوسی یا عیسائی ہوتے تھے۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے علم فرائض کی ترتیب و درستی کے لئے ایک رومی عیسائی کو مدینہ منورہ میں طلب کیا تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری نے اس واقعہ کو کتاب الاشراف میں تصریح لکھا ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں:۔

اِبعث علینا برومی یقسم لنا حساب فرائضنا۔ ہمارے پاس ایک رومی عیسائی کو بھیج دو جو ہمارے علم فرائض کے حساب کو درست کر دے۔

آج غیر مذہب کا کوئی شخص ملکہ معظمہ نہیں جا سکتا۔ اور یہ ایک شرعی مسئلہ خیال کیا گیا ہے لیکن حضرت

Marfat.com

عمرؓ کے زمانہ میں غیر مذہب والے بے تکلف مکہ میں جاتے تھے۔ اور جب تک چاہتے وہاں مقیم رہتے تھے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔ آج کل یورپ والے جو اسلام پر تنگ دلی اور نہ ہم پرستی کا الزام لگاتے ہیں۔ ان کو سمجھنا چاہئے۔ کہ آج کا زمانہ اسلام کی اصلی تصویر نہیں۔ اسلام کی تصویر خلفائے راشدین کے حالات کے آئینہ میں نظر آسکتی ہے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۸۲)

حضرت عمرؓ کی بے تعصبی کی مثالیں بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :۔

مفتوح اور مقید عیسائیوں کو اپنے مذہب میں رہنے کی عام اجازت دی

فتح مصر کی لڑائیوں میں بہت سے قبطی گرفتار ہوئے تھے۔ عمر بن العاص فاتح مصر نے دربار خلافت کو لکھا۔ کہ انکی نسبت کیا کیا جائے حضرت عمرؓ نے جواب لکھا۔ کہ سب کو بلا کر کہدو کہ ان کو اختیار ہے مسلمان ہو جائیں یا اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اسلام قبول کریں گے تو ان کو وہ تمام حقوق حاصل ہونگے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ورنہ جزیہ دینا ہوگا۔ جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔ عمر نے تمام قیدی جو کئی ہزار تھے ایک جگہ جمع کئے عیسائی سرداروں کو بھی طلب کیا۔ اور مسلمان و عیسائی الگ الگ ترتیب سے آمنے سامنے بیٹھے بیچ میں قیدیوں کا گروہ تھا فرمان خلافت پڑھ کر سنایا گیا۔ تو بہت سے قیدیوں نے جو مسلمانوں میں رہ کر اسلام کے ذوق سے آشنا ہو گئے تھے اسلام قبول کیا۔ اور بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے جب کوئی شخص اسلام لانے کا اظہار کرتا تھا۔ تو تمام مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے تھے۔

عیسائی کے قتل پر مسلمان قتل کیا گیا

ذمیوں کے جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا گیا تھا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا۔ تو حضرت عمرؓ اس کے بدلے فوراً مسلمان کو قتل کرا دیتے۔ امام شافعیؒ نے روایت کی ہے۔ کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث جس کا نام حنین تھا حوالہ کیا گیا۔ اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ (الدایہ فی تخریج الہدایہ)

مسلمان عیسائیوں کی زمین تک نہ خرید سکتے تھے

مال اور جائیداد کے متعلق ان کے حقوق کی حفاظت اس سے

Marfat.com

بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ جس قدر زمینیں اُن کے قبضہ میں تھیں اُسی حیثیت سے بحال رکھی گئیں جس حیثیت سے فتح سے پہلے اُن کے قبضہ میں تھیں یہانتک کہ مسلمانوں کے لیئے اُن زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا آج پنجاب کے لینڈ الینی ایشن ایکٹ پر ہمارے ہندو بھائی اس قدر برہم ہو رہے ہیں۔)

اسلامی عدل عہدِ عثمانؓ میں

حضرت عثمانؓ نے تمام گورنروں کو حکم دیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں جہاں کوئی کمزور مظلوم ہوگا تو ہم ہمیشہ قوی کے مقابلہ میں اُس کا ساتھ دیں گے۔

حکام کا فرض صرف خراج لینا نہیں

ایک دفعہ حکام کو لکھ بھیجا کہ خدا نے حاکموں پر یہ فرض کیا ہے کہ رعایا کے نگہبان رہیں نہ یہ کہ صرف اُن سے خراج وصول کریں تم لوگ ہمیشہ رعایا کے معاملات پر پوری توجہ رکھو جو اُن کے حقوق ہیں پورے پورے انھیں دو۔

محکوم قوموں پر کسی طرح ظلم نہ کرو

خراج لینے پر جو حکام مامور تھے اُن کو فرمان بھیجا کہ جس طرح تم خراج وصول کرتے ہو اسی طرح جو جو حقوق اُن کے ہیں پورے پورے انھیں بھی دو، امانت اور دیانت کا لحاظ رکھو کہ یتیم اور محکوم قوموں پر کسی طرح کا ظلم نہ ہونے پائے کیونکہ جو ان لوگوں پر ظلم کرے گا اُس کا مدعی خود خدا ہوگا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں مرو کے استف کا سلوک

حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے عہد میں مرو کے پادری اعظم نے انگریز عکس، استف فارس کو ان الفاظ سے مخاطب کیا:۔

"عرب جن کو خدا نے سلطنت دی ہے وہ مسیحی مذہب پر حملہ نہیں کرتے بلکہ اسکے برعکس وہ ہمارے مذہب میں ہماری اعانت کرتے ہیں۔ ہمارے خدا اور بزرگان مذہب کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور ہمارے گرجوں اور خانقاہوں کو عطیات سے مرحمت فرماتے ہیں۔ کیا یہ مسلمانوں کی روشن رواداری نہیں ہے؟

کان کھینچنے کا بدلہ یہیں لیلو

حضرت عثمانؓ کا ایک غلام تھا جس نے آپ سے فرمایا کہ میں نے تمہارے کان کھینچے تھے تم اسکا بدلہ مجھ سے لیلو، قیامت میں بدلہ دینے سے یہاں بدلہ دینا بہت آسان ہے۔

حج کے موقعہ پر شکایتیں سن لو

حضرت عثمانؓ نے تمام صوبوں میں عام فرمان بھیجدیئے کہ جس کسی کو مجھ سے یا میرے عمال سے کسی قسم کی شکایت ہو وہ حج کے موقعہ پر آکر اپنا حق خاطر خواہ وصول کرلے

حضرت عمرؓ نے جو اپنے لڑکے سے سلوک کیا کسی دوسری قوم نے ایسا کیا ہے؟

من کان لہ زمنتنا فلہ منا کلنا

ودیۃ کدیتنا۔ جو لوگ ذمی ہو چکے اُن کا خون ہمارا خون ہے۔ اور اُن کا خونبہا ہمارا خونبہا ہے۔

حضرت عمرؓ فاروق کی شہادت سے پہلے ابولولو ہرمزان سے ملنے گیا تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں وہی خنجر تھا جس سے عمرؓ فاروق کو اُس نے شہید کیا تھا۔ ہرمزان اس کے ہاتھ سے خنجر لے کر دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اسکو واپس کر دیا، اس جلسہ میں خفیفہ نصرانی بھی تھا، عمر فاروقؓ کے زخمی ہونے کے دوسرے دن عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے بر سبیل تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ سے اس واقعہ کو بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ پھر لوگ مجھے دیکھ کر متفرق ہو گئے تھے اور خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا، عبداللہ کا دل یہ سنکر بھر آیا، اور جوش انتقام میں موقع کے منتظر رہنے لگے، چنانچہ موقعہ پا کر ایک روز ہرمزان پر حملہ کر دیا، ہرمزان زخمی ہو کر گرا چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے دوڑ کر عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔

اگلے دن جب دربار خلافت میں مقدمہ پیش ہوا تو حضرت علی نے حضرت عبداللہ کے قتل کی رائے دی عمرو بن العاص نے اس بنا پر مخالفت کی کہ کل ہی تو اُن کے والد (حضرت عمرؓ) شہید ہوئے ہیں اور آج بیٹا مارا جائے یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا، حضرت عثمان غنی نے فرمایا کہ میں اس کا ولی ہوں اور میں اُن کا خونبہا ادا کرتا ہوں، چنانچہ اپنے مال سے اُن کا خونبہا ادا کر دیا، بعض تاریخیں اس باب میں متفق ہیں کہ مقتولین میں ہرمزان کے علاوہ دو اور شخص فیروز (قاتل کا بیٹا) اور حصینہ بھی تھے اور یہ دونوں غیر مسلم تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے جو خونبہا ادا کیا وہ ان تینوں کے ورثا کو بالکل مساوی حصہ میں دیا۔ اس واقعہ سے ان امور پر غور کرنا چاہیئے کہ عبداللہ حضرت عمرؓ کے بڑے لڑکے تھے اور جن لوگوں کو انھوں نے قتل کیا، وہ درحقیقت حضرت عبداللہؓ کے باپ کے قاتل تھے، اس لیئے وہ یقیناً اسی سزا کے مستحق تھے، لیکن چونکہ عبداللہ کو نظم و قانون کی رو سے اُن کو مارنے کا کوئی حق نہ تھا، تمام صحابہ اور مہاجرین نے حضرت عثمان کو بلا رورعایت یہ مشورہ دیا کہ عبداللہ کو قتل کر دیا جائے کیا یہ واقعہ اسلام کی انصاف پسندی، رواداری اور مذہبی بے تعصبی اور غیر مذاہب کو مساویانہ حقوق دینے کی درخشاں مثال نہیں ہے۔ (ابن خلدون جلد چہارم کتاب ثانی)

ایک عیسائی پادری کی شہادت

تیسرے خلیفہ کے عہد میں بھی عیسائیوں کیساتھ وہی رواداری کا سلوک ہوا، چنانچہ میری کے مسیحی پادری کے ذیل کے الفاظ ہیں اس پر ایک کھلی شہادت ہیں:۔

"عرب جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کی بادشاہت عطا ہوئی ہے مسیحی مذہب پر حملہ آور نہیں ہوتے برخلاف اس کے وہ ہمیں ہمارے مذہبی معاملات میں امداد دیتے ہیں، وہ ہمارے خدا اور ہمارے بزرگوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور خانقاہوں کے لیئے عطیے دیتے ہیں"

Marfat.com

حضرت علی طور سینا کے راہبوں کو

اخبار مجموعہ مناظر ادبی بحر خزر کے فارسی حصہ میں (کیونکہ اُس کا ایک حصہ روسی اور دوسرا ترکی زبان میں ہوتا ہے) شعبان ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مع حسب ذیل بیان کے درج ہے۔

در یکے از روزنامہ جات قفقاز چندی قبل ترجمہ عہد نامہ کہ در سال چہلم از ہجرت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بہ جماعتی از ملت ارامنہ کہ جاسوسان اسلام را در لفچی مرحمت و قلاع ہمراہی و معاونت کردہ بودند عطا فرمودہ ملاحظہ گردید واز قرار نقل روزنامہ مذکورہ اصل عہد نامہ مرقوم بہ زبان عربی و خط کوفی در یکے از مساجد ارد بیل نقش شدہ بودہ است شخصی از ارامنہ صورتی از آں تحصیل کردہ، در قفقاز آوردہ است بہر حال چوں اصل آں ہنوز بدست ما نیامدہ عجالۃً از نقل و ترجمہ آں در اینجا صرف نظر میکنیم لکن نخست صورت عہد نامہ را کہ صاحب شریعت اسلامیہ حضرت محمد ابن عبد اللہ (ص ع) در سال دوم از ہجرت بہ رہبانان دیر کاترینای قدیمہ در جبل سینا عطا فرمودہ بودند و اصل آں فعلا در خزانہ دولت علیہ عثمانی محفوظ است و در جمیع دیرہائے کہ در آں حدود متعلق بایں دیر است سوای از ایں عہد نامہ بہ زبان ترکی از طرف محاکم شرعیہ در آں تعلیق یافتہ در ایں شمارہ بعینہا نقل می نمائیم و در نمرۂ آیندہ انشاء اللہ بہ ترجمہ آں بمحض سہولت فہم قارئین مبادرت می جوئیم تا بہ برادران اسلامی ما واضح گردد کہ در شریعت مقدسہ اسلامیہ امر بہ رعایت و محبت و حمایت ملت نصاریٰ گشتہ و عموم متدینین بدیں مسیحیہ را از جملہ رعایا و ذمہ داران اسلام محسوب فرمودہ و ما صورت ایں عہد نامہ را بطوریکہ از کتاب "صناعۃ الطرب فی تقدمات العرب" تالیف نوفل آفندی ابن نعمۃ اللہ الطرابلسی بمارسیدہ محو نگاریم وہی ہذہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہذا کتاب کتبہ محمد بن عبد اللہ بشیر ونذیر وامین الخلق اجمعین لودیعۃ اللہ فی خلقہ کی لا تکون حجۃ علی اللہ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما کتبہ لمن لہم علی دینہ عہد الاولئک القوم جمیعا الذین ہم علی دین النصرانیۃ عربہم وعجمیہم معلومہم ومجہولہم ہذا الکتاب ما عہدہ الیہم وکل من خالف ما فیہ من العہد یکون مخالفا لہ ولغیرہ ومتعدیا علی ما امر بہ وقد افسد عہد اللہ ولم یصدق میثاقہ ولم یخضع لہ ویکون قد استہزا بدینہ ومستحقا للعنتہ ان یکن سلطانا او کان غیرہ من المسلمین اجمعین فمتی کان راہب او سائح مجتمعا فی جبل او واد او معمارۃ او معمور او سہل او کنیسۃ او معبد فنحن من ورائہم وانی لاذب عنہم بنفسی واعوانی وانصاری وشعبی لہم واموالہم واتباعہم اذا نہم من رعیتی واہل ذمتی وادفع عنہم کل ما یکدرہم من تلک الاثقال التی تعطیہا اہل العہد فلا یعطون الا ما طاب نفسہ

نفوسهم من الاشياء خراجا ولا يكدرون ولا يكون عليهم جبر ولا كراه ولا يتغير من كان عليهم فضاء منهم
عن وظيفتهم ولا رهبانيتهم عن رهبانيتهم ولا اصحاب الخلوات عن الاقامة في صوامعهم ولا يسلب احد سيء
منهم ولا يهدم بيتا من بيوت كنائسهم ولا يتلفه ولا يدخل شيئا منها الى بيوت المسلمين وكل من اخذ شيئا من
ذلك فيكون قد افسد عهد الله وخالف رسوله حقيقة ولا يطرح خراج على فضائلهم ورهبانهم ولا من كان منقطعا
في العبادة منهم ولا شيء آخر غرامة كان او خراجا او مظلمة اخرى فاني انا احفظ ذمتهم في البحر والبر والمشرق
والمغرب والشمال والجنوب اينما كانوا وهم في ذمتي وميثاق امانتي من جميع الاشياء التي يكرهونها فلا يؤخذ خراج
ولا اعشار ممن يتعبد في خلوة في الجبال ولا ممن يزرع في تلك الاراضي المباركة ولا احيائهم في طريقهم ولا
يشترك معهم بل سواء ان ذلك لغيرهم ويعطى لهم في اوقات المواسم من كل اردب قدحا من كل ما كولهم فلا يقال
لهم ان هذا كثير ولا يطالبون بخراج ولا يؤخذ من ذوي الخراجات ايضا ولا من الاغنياء وارباب التجارة زيادة
عن اثني عشر درهما في السنة من كل راس ولا يكلف المسنون منهم زيادة عن الحد المبين ولا يكلفهم احد
الى سفر او يلزمهم الى حرب او نقل سلاح انما المسلمون يحاربون عنهم ويجادلونهم على احسن وجه اتباعا لله
ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن فيعيشون مرحومين ويمنع عنهم ما يكدرهم او يضيق عليهم من
كل داع اينما كانوا وفي اي محل نزلوا واذا تزوجت امرأة نصرانية بمسلم فلا يكون ذلك الا برضا تلك المرأة
ولا تمنع من الذهاب الى كنيستها لاجل الصلوة وتحترم كنائسهم فلا يمنعون من تعميرها ولا من مرمة
ديورتهم ولا يلتزمون بنقل سلاح او حمل حجارة وانما المسلمون يذبون عنهم ولا احد من الامة يخالف هذا
العهد الى يوم القيامة وانقضاء الدنيا هذا العهد الذي كتبه محمد بن عبد الله الى جميع ملة النصارى
اشترط جميع ذلك ليفي به ومعه ايضا الذين اثبتوا اسماءهم وشهادتهم وقد اشهد الصحابة العظام عليه
في اخره وهم -

علي بن ابي طالب وابو بكر بن قحافة وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وابو درداء عود وبو هريرة و
عبد الله بن مسعود وعباس بن عبد المطلب والفضل بن عباس والزبير بن العوام وطلحة بن عبد الله و
سعيد بن معاذ وسعيد بن عبادة وثابت بن قيس وزيد بن ثابت وابو حنيفة بن عتبة وهاشم بن عبيد
ومعظم بن قريش والحارث بن ثابت وعبد العظيم بن حسن وعبد الله بن عمرو بن العاص وعامر بن ياسر -

وقد كتب هذا العهد بخطه في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب في اليوم الثالث من
المحرم والسنة الثانية من الهجرة -

تمت بعون الملك المعبود كا مضمون يہاں پر ختم کیا گیا ہے

(۲۹۶ الف ۲۰۰ تک نامی پریس پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور میں چھپی)

Marfat.com

تلوار و اسلام

88

جلد اوّل

مصنفہ حاجی مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم و مغفور

جسے

پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۴۴ء میں

مولوی عبدالمجید صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور نے طبع کرکے شائع کیا

Price Rs. 4/-